فن تحریر کی تاریخ

محمد اسحاق صدیقی

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

فن تحریر
کی
تاریخ

محمد اسحاق صدیقی

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

بار اول ۔ سنہ ۱۹۶۲ء

پرنٹر

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

پبلشر

انجمن ترقیٔ اردو (ہند) علی گڑھ

قیمت ۵۰/۔

تعارف

یقین کے ساتھ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ انسان کی ابتدائی زندگی میں آگ ، اوزار ، پہیے اور زبان میں کسے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ ان سب کے اثرات مابعد بڑے سے بڑے تہذیبی اور تمدنی انقلاب کا سبب بنے ہیں تاہم اتنا تو وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ زبان نے انسان کو دوام بخشا ، اس نے اس کے دل کی دھڑکنوں اور دماغ کی برق وش لہروں ، دونوں کو اس کے لئے حقیقی اور پائدار بنایا ، اس نے اُس کے تجربات اور محسوس کو جسم دیا اور اس طرح اس کی ابتدائی ذہنی اور جذباتی کاوشوں کو محض گونگے کا خواب بننے سے بچا لیا ۔

انفرادی سطح پر جو کچھ ہوا اس سے بھی زیادہ اہم یہ تھا کہ زبان ہی کے استعمال سے اس کی اجتماعی زندگی میں ضبط و نظم کی مفید اور مہذب صورتیں پیدا ہوئیں اور انسان کو جماعتی زندگی کے فوائد حاصل ہوئے جو روئے زمین پر دوسرے جانداروں کو حاصل نہ تھے ۔ زبان اس کی جسمانی ساخت ، [illegible]ے اور احساس ضرورت کی تخلیق تھی لیکن اُسے اصل قوت ذہن [illegible]ا کی ۔ ارتقائے لسان کی سب سے اہم منزل وہ تھی جب انسان [illegible]اد کی کیونکہ تحریر نے اُس کے مُنہ سے نکلی ہوئی آوازوں کو [illegible]ے بچایا ۔ تحریر زبان کا ایک منقش علامتی جسم ہے

جسے پاکر وہ جاوِداں اور متحرک ہوگئی، خاموشی سے ارتقا کی منزلیں طے کرنے لگی اور آہستہ آہستہ حیاتِ انسانی کے رازہائے سربستہ کے انکشاف کا ذریعہ بن گئی۔ مذہبی تصورات، فلسفیانہ خیالات، شاعرانہ جذبات اور تاریخی معلومات نے انھیں علامتوں سے پرپرواز پایا اور تہذیبی زندگی استوار ہونے لگی۔ فن تحریر کی انھیں خصوصیات کو پیشِ نگاہ رکھ کر مشہور اطالوی عالم ڈاکٹر ڈرنگر نے اسے تہذیب انسانی کی کلید سے تعبیر کیا ہے قفل ابجد کے طلسم کی طرح تحریروں کے پُرسحر نقوش نے انسانی دلوں کے راز کھولنے شروع کردئے۔ چٹانیں بولنے لگیں، پتھروں اور اینٹوں کے ٹکڑے تاریخ بیان کرنے لگے، معبدوں کے نقوش گیت گانے لگے اور انسان کا ماضی اپنے خول سے نکل کر باہر آگیا۔

محمد اسحاق صدیقی نے اسی انسانی ایجاد کی دلکش تاریخ لکھی ہے اور اس شرح وبسط اور دیدہ ریزی سے لکھی ہے کہ انجمن ترقی اُردو اسے فخر کے ساتھ ہندوستانی زبانوں کے علمی خزانے میں ایک اضافہ کی حیثیت سے پیش کرسکتی ہے۔ ایک عام پڑھے لکھے شخص کے لئے یہ ایک خشک مبحث ہے لیکن ذرا سا بھی خیال انگیز اور متجسس ذہن رکھنے والا اس کتاب کو پڑھ کر خود کو ایک طلسمی دنیا میں پائے گا، جہاں انسانی ذہن نے اظہارِ خیال کی کوششوں میں نہ جانے کیسے کیسے جادو جگائے ہیں اور نہ جانے کس کس طرح آوازوں کو قید کرنے اور خیالات کو گرفت میں لانے کی جدوجہد کی ہے۔ اسحاق صدیقی نے غیر معمولی محنت اور بصیرت سے اس داستان کے نقوش اُبھارے ہیں اور ابتدا سے اس وقت تک تقریباً ہر قسم کی تحریری کوششوں کی تاریخ بیان کر [illegible]

...سعِ مطالعہ، ذوقِ تحقیق اور انتھک محنت سے ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب پیش کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ علمی حلقے اس کا خیر مقدم کریں گے۔

سیّد احتشام حسین

دیباچہ

۱۹۴۷ء کی بات ہے کہ ایک دن میں ہندی انسائیکلوپیڈیا "وشوا بھارتی" کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ اُس میں ایک مضمون نظر سے گزرا جس کا عنوان تھا "مانو نے لکھنا کیسے سیکھا"۔ یہ مضمون فن تحریر کی تاریخ سے متعلق تھا اور اسی نے مجھے آمادہ کیا کہ میں بھی اس موضوع پر تحقیق کرکے اُردو میں کچھ لکھوں۔ ہرچند میں تحقیق کی راہوں سے ناواقف تھا لیکن میرے شوق نے میری رہبری کی اور اس موضوع پر میرا سب سے پہلا مضمون "آدمی نے لکھنا کیسے سیکھا" نگار (لکھنؤ) بابت جون، جولائی، اگست ۱۹۴۸ء میں شایع ہوا۔ میرے پہلے مضمون کا نگار کے ایسے مقتدر جریدے میں جگہ پانا اُس وقت میرے لئے بڑے فخر کی بات تھی لیکن اب اُسے دیکھتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اُس میں بہت سی خامیاں تھیں۔

رسالہ نگار کے فاضل مدیر علامہ نیاز فتحپوری نے مجھے لکھتے رہنے پر آمادہ کیا۔ قبلہ شیخ ممتاز حسین جونپوری نے (جو فن خطاطی کے علمی و عملی دونوں پہلوؤں پر یکساں عبور رکھتے ہیں) میرے شوق کو سراہا۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب (سابق صدر شعبہ اردو و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی) نے میرا حوصلہ بڑھایا۔ گو میرے حالات ایسے تھے کہ میں اپنے شوق اور ولولے کے اندازے کے مطابق کافی وقت اپنی تحقیق پر صرف کر سکتا تاہم یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران میں میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ موضوع پر لکھنے سے پہلے تاریخ عالم، آثار قدیمہ، علم الانسان، لسانیات [illegible] مذہبیات اور فلکیات کا مطالعہ بھی ضروری ہے اس لئے قدرتاً

میرے مطالعہ کے دایرے کو وسیع ہونا چاہئے تھا اور ہوا ظاہر ہے کہ میرا ذاتی کتب خانہ میرے ذوق کی آسودگی کے لئے کافی نہ ہو سکتا تھا اس لئے میں نے پبلک لائبریری، یونیورسٹی لائبریری اور اسمبلی لائبریری کی کتابوں سے استفادہ کیا۔ کئی سال کے مطالعہ کے بعد ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۴ء اور ۱۹۵۵ء میں میرا مضمون "فن تحریر کی تاریخ" نگار میں مسلسل شایع ہوا اور جہاں تک مجھے علم ہے اہل علم و نظر نے اُس کو پسند بھی کیا۔ ۱۹۵۶ء میں میں نے اپنی تحقیقات مکمل کر لی اور انجمن ترقی اُردو نے میری کتاب کی اشاعت بھی منظور کر لی۔ چونکہ میرے مضامین اب کتابی صورت میں شایع ہونے والے تھے اس لئے میں نے اُن پر نظرثانی کی اور مجھے اُن میں کافی ردوبدل کرنا پڑا۔ علامہ نیاز فتحپوری اور سید احتشام حسین صاحب (شعبۂ اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی) نے میرے مسودے کو دیکھا اور مفید مشورے دئے جس کا میں ممنون ہوں۔

اس سلسلے میں مجھے اُن حضرات کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے ضروری کتابیں فراہم کرنے میں میری مدد کی۔ شری مدن موہن ناگر (ڈائرکٹر پراونشیل میوزیم، لکھنؤ) مسٹر تارا سنگھ (لائبریرین یونیورسٹی لائبریری) شری بی، این سنگھ (لائبریرین لیجسلیٹو اسمبلی لائبریری) شری کرشن کمار (لائبریرین امیرالدولہ پبلک لائبریری) نے مجھے خاص سہولیں بہم پہونچائیں۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی جناب عبدالاحد خاں خلیل (لیکچرر شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی) جناب محمد اسحٰق صاحب (شعبہ ریاضی، لکھنؤ یونیورسٹی) شری پی۔ ایس تھالے، ہم جماعت یعنی شری راجیندر بہادر سریواستو (بی۔ اے ایل ایل بی) شری کیلاش ناتھ (ایم۔ اے) شری جگموہن ٹنڈن (ایم، اے) اور شری پرکاش چندر ماتھر (ایم۔ ایس سی) کا ازبس شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے

میرے دسترس سے باہر تھیں۔ مجھے اپنے کرم فرما ڈاکٹر سید حسن صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے اس کتاب کے لئے تصویریں بنانے میں سخت محنت کی۔

اخیر میں میں انجمن ترقی اردو اور اس کے معزز سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور کا شکریہ ادا کروں گا جنھوں نے اس خشک کتاب کو قابل اشاعت سمجھا اور کافی اہتمام کے ساتھ شایع کرنے کی ذمہ داریاں اپنے سر لیں۔

لکھنؤ   دسمبر ۱۹۵۶ء   محمد اسحٰق صدیقی

فہرست مضامین

صفحہ

تمہید

زمانہ قدیم میں لوگ زبان کو عطیۂ خداوندی اور فن تحریر کو دیوتاؤں کی ایجاد سمجھتے تھے۔ چنانچہ سنسکرت کو "دیوتاؤں کی زبان" اور دیوناگری کو "دیوتاؤں کا خط" ماننے کا عقیدہ ابتک چلا آتا ہے۔ اسی طرح دیوناگری کا پیشرو براہمی خط برہما کی ایجاد مانا جاتا تھا۔ قدیم اہلِ مصر فن تحریر کا موجد تھاتھ دیوتا کو مانتے تھے جس کا جسم انسان کا لیکن سر آئی بیس نامی پرند کا بنایا جاتا تھا۔ اسی دیوتا کو وہ ریاضی اور علم نجوم کا بانی سمجھتے تھے۔ عراق کے قدیم باشندے فن تحریر کو اونیس دیوتا سے منسوب کرتے تھے۔ اُن کی روایت کے مطابق وہ روز سمندر سے نکل کر انسان کو تہذیب و تمدن کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اسی لئے اُسے مچھلی کی کھال اوڑھے دکھایا جاتا یا پھر اُس کا اوپر کا جسم انسان کا اور نیچے کا مچھلی کا بناتے تھے۔ ان روایات سے قطع نظر جب ہم تاریخ کی طرف آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام رسم خط خود انسان کی ایجاد ہیں اور ضروریات زندگی نے اُسے اس ایجاد پر مجبور کیا۔

زبان بلاشبہ خیالات و جذبات کے اظہار کا سب سے پہلا ذریعہ ہے لیکن ہم اُس سے صرف اُسی حد تک کام لے سکتے ہیں جہاں تک آواز جا سکتی ہے۔ علاوہ اس کے وہ قایم رہنے والی چیز نہیں[1]۔ برخلاف اسکے

---

[1] ٹیلی فون، ریڈیو، گراموفون اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ جدید ایجادیں ہیں جنہیں بہت ہی خاص لوگ استعمال کر سکتے ہیں۔

تحریر ان قیود سے آزاد ہے۔ ہر شخص ہر وقت اُس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ہم اُس کو آئندہ کے لئے محفوظ بھی کر سکتے ہیں اور دنیا کے ہر گوشے تک پہونچا بھی سکتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جب زمانۂ قدیم کے انسان کو ضروری باتوں کی یادداشت محفوظ رکھنے اور اُن کو دوسروں تک پہونچانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُس نے اپنی سمجھ کے مطابق کچھ نشانات مقرر کئے جن میں سے آج بھی بعض کا وجود پایا جاتا ہے مثلاً شمار کے لئے لکیریں کھینچنے کا طریقہ اور سمت بتانے کے لئے ہاتھ یا تیر کا نشان جو تہذیب کے دورِ اوّل کی یادگار ہیں۔

پھر چونکہ تمام قوموں نے اپنی اپنی جگہ نقوش و نشانات بنانے کی ضرورت محسوس کی تھی اس لئے ہم بہ آسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ فنِ تحریر کسی خاص قوم کی ایجاد نہ تھا بلکہ مختلف اقوام نے اپنے اپنے طور پر لکھنے کی کوشش کی البتہ بعد میں باہمی اختلاط کی بنا پر ایک دوسرے کے خط کو بھی متاثر کیا۔

فنِ تحریر کیا ہے

زبان کے بعد انسان کی سب سے بڑی ایجاد فنِ تحریر ہے جس پر ہماری تہذیب و شائستگی کا دار و مدار ہے۔ بغیر اس مفید فن کے ہم کسی تہذیب کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر انسان نے لکھنا ایجاد نہ کیا ہوتا تو اُس کی زندگی آج بھی وحشیوں کی طرح بسر ہوتی۔

فنِ تحریر کے نشو و ارتقاء کا جائزہ لینے سے پہلے ہمارے سامنے سوال یہ آتا ہے کہ خود فنِ تحریر کیا ہے؟ بلاشبہ فنِ تحریر تقریر کو تقلید کرنے

[illegible] دونوں کا صحیح تعلق سمجھنے کے لئے زبان کی ماہیت جاننا ضروری ہے۔

زبان مفروضہ صوتی علامات کا مجموعہ ہے یعنی اُن مفرد آوازوں کی ترکیب سے جنھیں انسان اپنے مُنہ سے نکال سکتا ہے ہزاروں مرکب آوازیں یا الفاظ بنتے ہیں یہ آوازیں مختلف چیزوں کے لئے بطور نام کے استعمال کی جاتی ہیں۔ منشا یہ ہوتا ہے کہ انسانی حافظہ ہر اُس چیز کی تصویر کو چشم تصور کے سامنے پیش کردے جس کا نام لیا جائے۔ مثلاً جب ہم قلم کہتے ہیں تو ہمارے دماغ میں قلم کی تصویر آتی ہے۔ پنسل کی نہیں، پنسل کی تصویر اُسی وقت سامنے آتی ہے جب ہم پنسل کہتے ہیں[1]۔ گویا الفاظ انسان کے دماغ میں مختلف چیزوں کی تصویریں پیش کرنے کے ذرائع ہیں۔ الفاظ کی کثرتِ استعمال سے یہ تصویریں تحت الشعور میں چلی جاتی ہیں اور دماغ کو ہر وقت تصویر کشی نہیں کرنا پڑتی۔

زبان کی طرح فنِ تحریر بھی ایک فرضی چیز ہے یعنی اُن آوازوں کے لئے جنھیں انسان ادا کرسکتا ہے نشانات مقرر کردئے گئے ہیں اور نوع انسان کے ایک خاص طبقے میں یہ چیز متفقہ طور پر تسلیم کرلی گئی ہے کہ فلاں نشان فلاں آواز کو ظاہر کرے گا۔ ایسے نشانات کو حروف ہجا، یا حروف تہجی کہتے ہیں۔ انھیں پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اُن آوازوں کا اعادہ کرے جن کا مظہر ان نشانات کو قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً اگر لفظ گلاب لکھ کر کسی ایسے شخص کے سامنے رکھا جائے جو ہمارے خط سے ناواقف ہے تو وہ ہرگز ان حروف کا مطلب [illegible] سکے گا لیکن جاننے والا فوراً پڑھ لے گا۔ اب اگر اُس نے گلاب دیکھا ہے تو

---

[1] الفاظ کا آواز بلند ادا کرنا ضروری نہیں۔ الفاظ بغیر منہ کھولے بھی ادا کئے جاسکتے ہیں جیسا [illegible] وقت یا پڑھنے لکھنے کے سلسلے میں ہوتا ہے۔ اُس وقت ہم خود اپنے آپ سے باتیں [illegible] بغیر آواز کے ہوتا ہے تاہم آلات نطق برابر حرکت کرتے رہتے ہیں۔

مطلب بھی سمجھ جائے گا ورنہ نہیں، اس لئے اصل چیز تو گلاب ہے۔ اس کے بعد وہ تصویر ہے جو گلاب کو دیکھنے کے بعد ذہن انسانی میں مرتسم ہو جاتی ہے تیسری چیز لفظ گلاب ہے جو انسانی دماغ کے سامنے ایک خاص پھول کی تصویر لاتا ہے اور چوتھی چیز وہ نشانات ہیں جنھیں دیکھ کر ہمیں لفظ گلاب یاد آتا ہے۔

پھر چونکہ گلاب کو جس آواز سے جی چاہے ظاہر کر سکتے ہیں اور اُس کے نام کو جس طرح چاہیں لکھ سکتے ہیں اس لئے زبانوں اور رسوم خط کا اختلاف بالکل قدرتی بات ہے۔

فنِ تحریر کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ جذبات یا خیالات کے اظہار کا ایک طریقہ ہے جس کا تعلق قوت باصرہ سے ہے اور وہ ایک قایم رہنے والی چیز ہے۔ مافی الضمیر کے اظہار کے دوسرے طریقے کیا ہیں اور اُن میں فنِ تحریر کا کیا مقام ہے، اِسے ذیل کے نقشے سے سمجھا جا سکتا ہے:۔

	وقتی	دیرپا
قوتِ باصرہ سے متعلق	اشاری گفتگو، چشم و ابرو یا ہاتھوں کے ذریعہ آگ، روشنی یا دھوئیں کے ذریعہ پیغام رسانی	مختلف اشیاء سے خیالات کا اظہار مثلاً جھنڈوں کے ذریعہ پیغام رسانی تصاویر و تحریر کے ذریعہ اظہار خیال
قوتِ سامعہ سے متعلق	زبان، سیٹی، سنکھ، ہارن بگل، تالی، ڈھول وغیرہ کے ذریعہ پیغام رسانی	گراموفون کے ریکارڈ، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ
قوتِ لامسہ سے متعلق	ہاتھ دبانا، ہاتھ پھیرنا، پیٹھ تھپتھپانا، چٹکی کاٹنا بوسہ لینا وغیرہ	اندھوں کا اُبھرے ہوئے حروف یا نقوش سے مطلب کا سمجھنا

شکل ۱

فن تحریر کی اقسام

انسان کی زبانیں دو ہیں، ایک وہ جس میں الفاظ سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری وہ جس میں چشم و ابرو یا ہاتھوں کے اشاروں سے مدد لی جاتی ہے۔ اس اشاری گفتگو کا استعمال چار صورتوں میں کیا جاتا ہے۔

(۱) جب ہم بولنا نہ چاہتے ہوں یا بول نہ سکتے ہوں۔ اسی لئے گونگے اشاری گفتگو سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔

(۲) جب ہمارا مخاطب ہماری زبان نہ جانتا ہو اور نہ ہم اُس کی زبان جانتے ہوں۔

(۳) حرکات رقص جو اشاری گفتگو کی ترقی یافتہ صورت ہیں۔

(۴) جب ہم اپنے بیان کی وضاحت کے لئے بولنے کے ساتھ ساتھ چشم و ابرو اور ہاتھوں کے اشاروں سے مدد لیتے ہیں۔ یہ آخری صورت مقرروں اور واعظوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

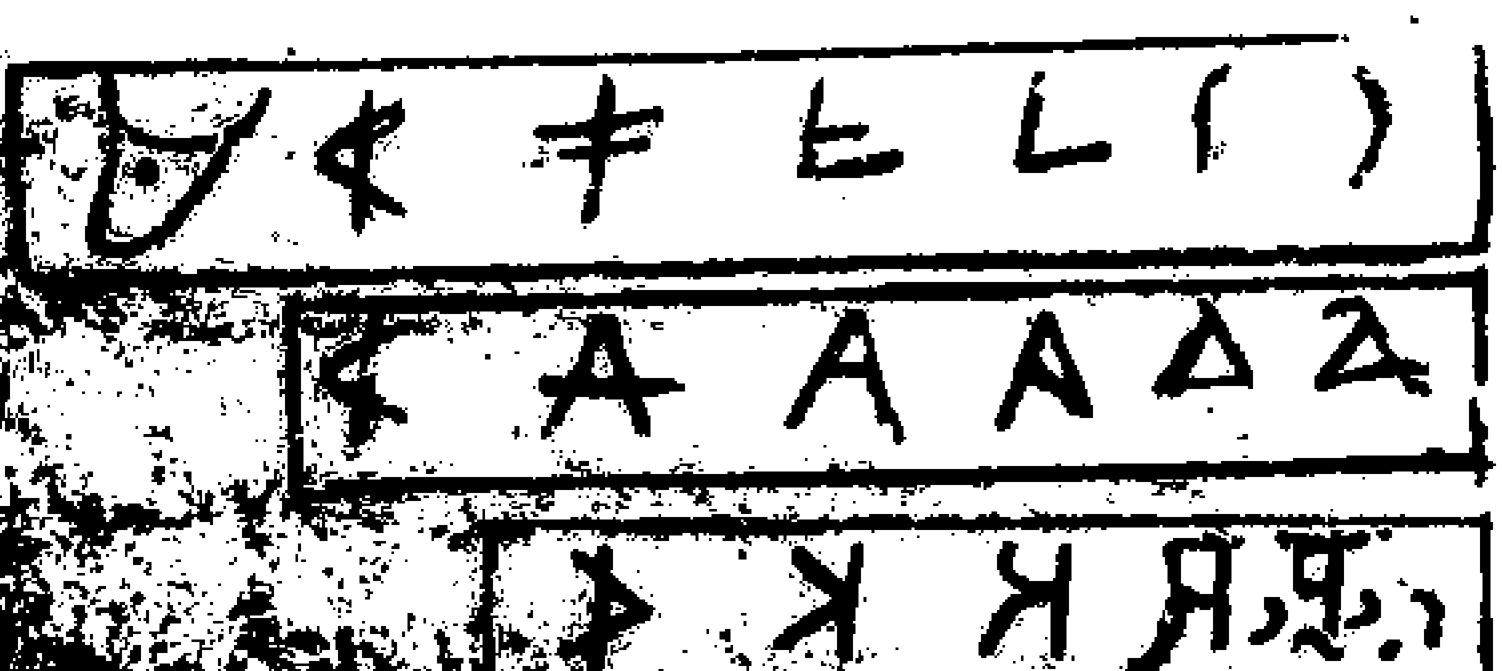
زبان کی طرح فن تحریر کی بھی دو صورتیں ہیں ایک وہ جس میں حروف سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری وہ جس میں تصاویر استعمال کی جاتی ہیں۔ اُنھیں پڑھا نہیں جاتا بلکہ دیکھ کر سمجھا جاتا ہے۔ عہد قدیم کا انسان حروف سے ناآشنا ہونے کے باعث محض تصاویر کے ذریعہ خیالات کا اظہار کرتا تھا اور بعض نیم مہذب اقوام میں اب بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جس طرح ہم لوگ اپنے مطلب کی وضاحت کے لئے بولنے کے ساتھ ساتھ چشم و ابرو یا ہاتھوں سے اشارے کرتے جاتے ہیں اُسی طرح مضمون کی وضاحت کے لئے تصویروں سے کام لیتے ہیں۔ اشتہار بازی میں مصوری سے بڑی مدد ملتی ہے اور تصویروں کے

ذریعہ تعلیم (Visual Education) کا طریقہ دن بدن مقبول ہوتا جاتا ہے۔

فن تحریر کے مدارج ارتقاء

(۱) صوری ارتقاء

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے مختلف اقوام نے تصویریں بنانا سیکھا اور پھر تصویری خط (Pictorial Writing) ایجاد کیے۔ یہاں تصویر اور تصویری تحریر کا فرق سمجھ لینا چاہیے۔ اچھی تصویر وہ سمجھی جاتی ہے جو اصل کی ہو بہو نقل ہو لیکن تصویری تحریر کا مقصود تصویری کا کمال دکھانا نہیں ہوتا بلکہ کسی خیال کا ناظر کے دماغ میں منتقل کرنا ہوتا ہے اس لیے کاتب جزئیات و تفصیلات میں نہیں جاتا بلکہ تصویروں کے صرف وہی حصے پیش کرتا ہے جو اُس کے مقصود کی طرف اشارہ کرسکیں۔ پھر یہ تصویریں مختصر ہو کر آڑی ترچھی لکیروں کا مجموعہ بن جاتی ہیں۔ اس طرح تصویری خط، لکیروں کی لکھائی (Linear Writing) میں بدل جاتا ہے۔ اس منزل تک نشانات کا تصویرپن برقرار رہتا ہے۔ اس کے بعد زود نویسی سے اُن کی صورتیں مسخ ہو جاتی ہیں اور تصویر کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا مثلاً الف (بہ معنی "بیل") جس کے لیے اول اول بیل کا سر بنایا جاتا تھا۔ پھر تغیر ہوتے ہوتے وہ محض ایک عمودی خط رہ گیا۔ وضاحت کے لیے ذیل کے نقوش ملاحظہ ہوں جن سے معلوم ہوگا کہ کس طرح بیل کا چہرہ بدلتے بدلتے عربی، رومن اور دیوناگری کا پہلا حرف بنا۔



عربی

رومن

ناگری

شکل ۲

سامان کتابت نے حروف کی صورتوں کو کافی متاثر کیا۔ جب پتھر کی سلوں، مٹی کی خام اینٹوں، لکڑی یا دھات کی تختیوں پر سخت اور نوکدار آلات سے لکھتے تھے تو نقوش زاویے دار تھے لیکن جب چمڑے، بھوج پتر، پیپرس یا کاغذ پر قلم سے لکھنے لگے تو اُن میں گولائی پیدا ہو گئی۔

وقت اور محنت کی بچت کے خیال نے انسان کو زود نویسی پر مجبور کیا اور وہ قلم کو بغیر اٹھائے لکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حروف آپس میں ملنے لگے اور اُن کی شکلیں بدل گئیں۔ اس طرح دو خط پیدا ہوئے۔ (۱) یادگاری یا آثاری خط (Monumental Writing) جسے پتھر کی سلوں اور لکڑی یا دھات کی تختیوں پر احتیاط کے ساتھ کندہ کیا جاتا، اس کے حروف برابر اونچائی کے ہوتے۔ (۲) گھسیٹ یا رواروی کا خط (Cursive Writing) نرم سطح پر تیزی سے لکھا جانے والا خط جس کے حروف متصل اور گولائیاں لیے ہوتے۔

پھر جس طرح کتابی زبان پُرتکلف ہوتی ہے اور روزمرہ سادہ اسی طرح کتابی خط میں تکلف و تصنع برتا جاتا ہے اور رسمی خط میں روانی و سادگی پائی جاتی ہے۔

(۲) معنوی ارتقاء

اول اول تصویروں کو پڑھا نہیں جاتا تھا بلکہ دیکھ کر سمجھا جاتا تھا۔ یہ تصویریں دو طرح کی ہوتیں (۱) حقیقی تعبیرات (Primary signs) جیسے سورج چاند بنا کر سورج چاند مراد لینا (۲) مجازی تعبیرات (Associative Signs) جیسے سورج بنا کر دن، سال یا سونا مراد لینا اور چاند بنا کر رات، مہینہ یا چاندی۔

حقیقی تعبیرات معنوی ارتقاء کی پہلی منزل ہیں اور مجازی تعبیرات معنوی ارتقا کی دوسری منزل ہیں۔ جب لکھنے والوں نے محسوس کیا کہ ہر خیال کی تصویر نہیں بن سکتی تو وہ مفرد یا مرکب تصاویر کو مجازی معنوں میں استعمال کرنے لگے

مثلاً چینی خط میں وقت کی علامتیں جو بلّی کی آنکھ کی پُتلی کے پھیلنے اور سکڑنے کے پیش نظر بنائی گئی تھیں[۱]۔



شکل ۳

چینی خط میں محبت یا ممتا کے لیے "عورت اور بچے" کی تصویر بنائی جاتی ہے اور باپ کے لیے "چھڑی اور ہاتھ" کی، یہ مجازی تصور کی مرکب علامات ہیں۔

زمانۂ قدیم کے ہر تصویری خط میں حقیقی اور مجازی تعبیرات کا استعمال ساتھ ساتھ کیا جاتا تھا۔ چینی اور بعض نیم مہذب اقوام کے رسم خط میں اب بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔

(۳) صوتی ارتقاء

فن تحریر کے ارتقا کی پہلی منزل میں تصویری خط کو دیکھ کر سمجھا جاتا ہے، پڑھا نہیں جاتا۔ دوسری منزل میں ہر تصویر کو اُس کے نام سے پکارتے ہیں۔ اگر کوئی تصویر ایک سے زاید خیالات کو ظاہر کرتی ہے تو اُس کے متعدد نام ہوتے ہیں۔

عموماً ہر تصویر ایک لفظ کی قائم مقام ہوتی ہے۔ ایسے نشان کو "لفظ کی علامت" (Logogram) کہا جاتا ہے لیکن بعض ماہرین (Ideogram) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس کے معنی "تصویر خیالی" کے ہیں۔

تصویری خط کے ارتقا میں ایک منزل ایسی بھی آتی ہے جب تصویر کی

---

[۱] ... Mammoth Believe It Or Not (New York, 1955)

کی مفہوم کو نظر انداز کر کے اُس کے ہم آواز کسی دوسرے لفظ کا مفہوم مراد لیا جاتا ہے مثلاً ہار (شکست) کا مفہوم ظاہر کرنے کے لیے گلے میں پہننے کا ہار بنانا۔اس طریقہ کو ربیس کا اصول (Rebus Principle) کہتے ہیں ۔اس کی وجہ سے بہت سے ایسے لفظوں کو لکھنے میں آسانی ہو گئی جن کی تصویر نہیں بنائی جا سکتی مثلاً انگریزی لفظ (بی لیف) بمعنی "عقیدہ" اس کے لیے شہد کی مکھی (بی) اور پتی (لیف) کی تصویر بنائیں گے۔

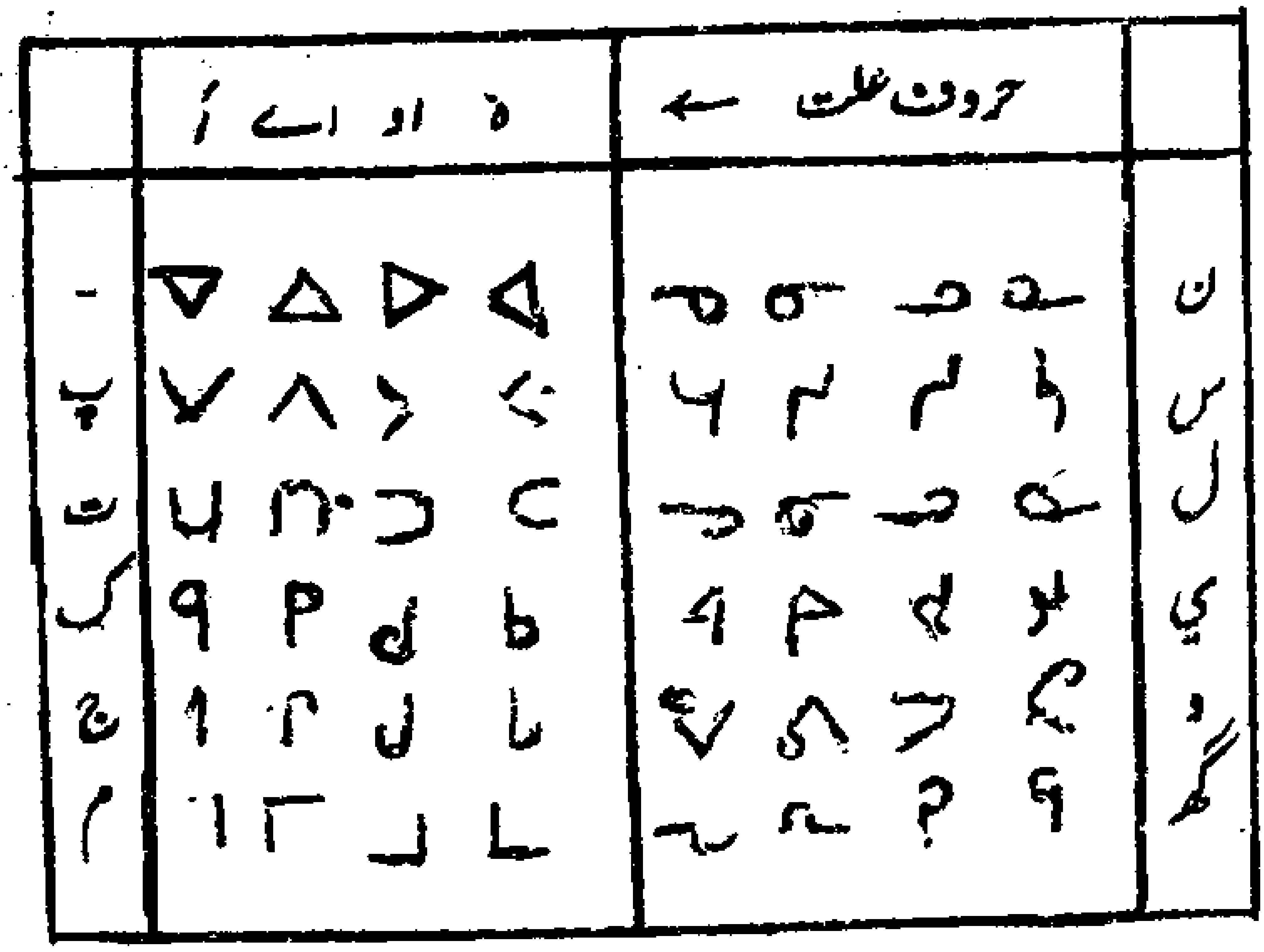
Bee + Leaf = Belief



شکل ۴

ربیس والے طریقے سے انھیں الفاظ کو لکھا جا سکتا ہے۔جن کا تلفظ ایک ہو لیکن معنی مختلف ہوں مثلاً گلا، تلا، دیا، پھول بھیجا وغیرہ۔ایسے لفظ کو انگریزی میں (Homo phone) کہتے ہیں جس کے معنی "ہم آواز" کے ہیں۔ اس کے برعکس جب ایک ہی خیال کے لیے متعدد الفاظ ہوں گے تو اُس کے مظہر نشان کی متعدد آوازیں ہوں گی ایسے نشان کو "کثیر الاصوات" (Polyphone) کہتے ہیں۔ ان کے استعمال کی صورت میں کہاں پر کون سی خاص آواز مراد ہے اس کا سیاق عبارت سے چلتا ہے یا پھر معاون نشانات استعمال کیے جاتے ہیں۔ پہلے ہر لفظ کے لیے علیحدہ نشان تھا۔ پھر لفظوں کے ٹکڑے کر کے لکھنے لگے ان کا اصطلاحی نام "ارکان الفاظ" (Syllables) ہے جس لکھائی میں [illegible] کام آتے ہیں اُسے رکنی خط (Syllabery) کہتے ہیں۔

مثلاً شمالی امریکہ کے کری ہندیوں[1] کی لکھائی کے یہ نشانات :-



شکل ۵

انھیں حروف علت اور حروف صحیحہ کو ملا کر بائیں سے دائیں کو اس طرح پڑھیے:
پا ، پے ، پو ، پاہ ، تا ، تے ، تو ، تاہ وغیرہ۔

حروف علت اور حروف صحیحہ جن کے اخیر میں حروف علت جڑے ہوں "کھلے ارکان" (Open Syllables) کہلاتے ہیں۔ ایسے ارکان جاپانی خط اور افریقہ کے وائی[2] خط میں پائے جاتے ہیں۔ ایران کے متروک میخی خط اور قدیم قبرصی خط کے نشانات بھی اسی نوع کے تھے۔

حروف صحیحہ جن کے شروع میں حروف علت جڑے ہوں (مثلاً اَب، اِب

---

[1] کری ہندیوں (Cree Indians) کے رسم خط کو ۱۸۴۰ء میں ایک پادری مسمّی جیمس ایونس (James Evans) نے ایجاد کیا تھا۔ اس کے بنیادی نشانات ۹ [illegible] جنھیں اوپر نیچے اور دائیں بائیں گھما کر ۴۸ آوازیں ظاہر کی جاتی ہیں۔

[2] وائی خط (Vai Script) کو کسی نیگرو نے ۱۸۲۹ء یا ۱۸۳۹ء [illegible] اس میں ۲۲۶ نشانات کام آتے ہیں۔

اب وغیرہ) یا دو حروف صحیح جن کے درمیان حرف علت آیا ہو "بند ارکان" (Closed Syllables) کہلاتے ہیں۔

چونکہ بغیر حرف علت کے حرف صحیح کا تلفظ نہیں ہو سکتا، اسی لئے زمانۂ قدیم کی بیشتر مہذب اقوام حروف صحیحہ میں حروف علت جوڑ کر عرصۂ دراز تک رُکنی خط استعمال کرتی رہیں۔ بالآخر حروف صحیحہ سے حروف علت کو جدا کر دیا گیا اور دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ علامتیں مقرر کی گئیں۔ اس طرح "الف بائی خط (Alphabetic Scripts) وجود میں آئے۔

الف بے کی ایجاد میں ایک خاص اصول سے مدد لی گئی جسے (Acrophony) کہتے ہیں۔ یعنی کسی لفظ کے شروع کی آواز لے کر بقیہ حصے کو حذف کر دینا۔ اس اصول سے فایدہ اٹھا کر سامی قوم نے لفظوں کی علامات کو حروف تہجی میں منتقل کر دیا۔ چنانچہ آج بھی عربی خط میں یہ صورت پائی جاتی ہے مثلاً اَلَف (بہ معنی "بیل") کے شروع کی آواز اَ لیتے ہیں اور لَ اور فَ کو حذف کر دیتے ہیں۔ یہی اصول دوسرے حروف میں برتا جاتا ہے۔

ہندوستانی خط (اردو اور رومن کو چھوڑ کر) صوتی اعتبار سے رُکنی ہیں کیونکہ ہر حرف صحیح کے اخیر میں حرف علت اَ کی آواز شامل رہتی ہے جیسے کا، کھا، گا، گھا وغیرہ۔ جب اُسے نکالنا مقصود ہوتا ہے تو حرف کے نیچے ایک آڑی لکیر بڑھا دیتے ہیں جسے وِرام کہتے ہیں (یہ لفظ سنسکرت مادہ رَم سے نکلا ہے بہ معنی "رُکنا"، "ٹھہرنا"۔ عبرانی، شیوَو اور عربی ساکن اس کے ...اثل ہیں) حروف علت اور اعراب (ماتراؤں) نے ہندی رسم خط کو رُکنی سے ...ائی خط بنا دیا ہے۔

...تحریر کی تاریخ میں حروف علت کی ایجاد خاص اہمیت رکھتی ہے۔

قدیم مصری اور سامی خط میں حروف علت کو نہیں ظاہر کرتے تھے سب سے پہلے اہل یونان نے سامی خط کے بعض نشانات کو حروف علت کے طور پر استعمال کیا۔ ان کی پیروی سامی اقوام نے کی۔ عبرانی، سُریانی اور عربی رسم خط میں حروف علت کے علاوہ اعراب بھی وضع کیے گئے۔

تاریخی تحقیق کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ صوتیات کی رو سے فن تحریر کے ارتقاء کی تین منزلیں ہیں:-

(۱) لفظی رُکنی دور (Word Syllabic Stage) جب ہر نشان پورے ایک لفظ کا مفہوم ادا کرتا ہے البتہ بعض الفاظ کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے لکھتے ہیں۔

(۲) رُکنی دور (Syllabic Stage) جب لفظوں کی علامات متروک ہو جاتی ہیں اور صرف رُکنی علامات استعمال کرتے ہیں۔ نشانات کی تعداد کافی گھٹ جاتی ہے۔

(۳) الف بائی دور (Alphabetic Stage) اس منزل میں لفظوں کے ٹکڑے حروف صحیحہ اور حروف علت میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور نشانات کی تعداد میں مزید کمی ہو جاتی ہے۔

لفظی رکنی منزل میں کتنے زیادہ نشانات کام آتے ہیں اس کا اندازہ ذیل کی جدول سے ہو سکتا ہے۔

	کل نشانات	رُکنی علامات
سمیری خط (عراق) متروک	تقریباً ۶۰۰	تقریباً ۱۰۰—۱۵۰
ہیروغلیفی خط (مصر) متروک	تقریباً ۷۰۰	تقریباً ۱۰۰
حِتّی خط (ترکی) متروک	تقریباً ۴۵۰ ×	تقریباً ۶۰
چینی رسم خط - مروجہ	تقریباً ۵۰,۰۰۰	تقریباً ۶۲

شکل

بعض مُلکی خطوں میں نشانات کی تعداد اس طرح ہے :-

فارس کا میخی خط (متروک) ۴۱ قبرصی خط (متروک) ۵۶

جاپانی رسم خط (مروجہ) ۴۷ کِرَتی ہندی (مروجہ) ۴۸

الف بائی منزل میں حروف کی تعداد کتنی کم ہوجاتی ہے اس کا اندازہ ذیل کی جدول سے کیجیے جس میں دنیا کی مشہور ابجدوں کے حروف کی تعداد ظاہر کی گئی ہے۔

عبرانی	۲۲	پُشتو	۴۰	یُونانی	۲۴
عربی	۲۸	سندھی	۵۲	انگریزی	۲۶
فارسی	۳۲	آرمنی	۳۸	رُوسی	۳۲
اُردو	۳۸	گرجی	۴۰	سنسکرت	۴۸

شکل ۷

(۱)

فنِ تحریر سے پہلے

پیغام رسانی کے طریقے

زمانۂ قدیم کے انسان کے بارے میں ہماری معلومات کا خاص ذریعہ آثارِ قدیمہ ہیں۔ نیم مہذب قبائل کی زندگی کو سامنے رکھ کر، ہم قدیم انسان کے جذبات و خیالات کا بہت کچھ اندازہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ قبائل آج ارتقاء کی جن منزلوں میں ہیں، اُن منزلوں سے دنیا کی کل مہذب قومیں گزر چکی ہیں۔

فنِ تحریر کی ایجاد سے پہلے اُس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قدیم انسانوں نے کیا ذرائع اختیار کیے تھے اس کا کوئی یقینی جواب نہیں دیا جا سکتا البتہ نیم مہذب اقوام میں جو طریقے رائج ہیں، اُن سے ہم اس بات کا ضرور اندازہ کر سکتے ہیں کہ فنِ تحریر کی عدم موجودگی میں اُس کی کمی کو کس طرح پورا کیا جاتا ہے۔

تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بات کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو یا دونوں تاریکی میں ہوں تو اشاری گفتگو ناممکن ہو جاتی ہے۔ اسی طرح زیادہ فاصلہ ہونے پر زبانی بات چیت نہیں کر سکتے۔ ان خامیوں کو محسوس کر کے انسان نے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے بعض مادی وسائل سے کام لیا اور پیغام رسانی کے مختلف طریقے ایجاد کیے جن میں سے خاص یہ ہیں:-

ڈھول کی زبان — اس کا استعمال اُن علاقوں میں پایا جاتا ہے جہاں آبادی گنجان ہوتی ہے اور لوگ کھیتی باڑی کرتے یا مویشی پالتے ہیں۔ افریقہ، آسٹریلیا، نیوگنی اور جنوبی امریکہ کے نیم مہذب قبائل میں

پایا جاتا ہے۔ افریقہ میں تو اس نے خصوصاً بڑی ترقی کرلی ہے۔ وہاں کے ڈھول دراصل درخت کے پورے پورے تنے ہوتے ہیں جنھیں اندر سے کھوکھلا کرلیا جاتا ہے۔ ڈھول کے دونوں سرے بند ہوتے ہیں صرف اوپر ایک لمبا شگاف ہوتا ہے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گول سوراخ ہوتے ہیں۔ جب اس ڈھول پر ہلکے یا بھاری ہاتھ سے جلدی جلدی یا ٹھہر ٹھہر کے موگری سے ضرب مارتے ہیں تو اندر کی ہوا مختلف انداز سے گونجتی ہے۔ آواز کے ہلکے یا بھاری ہونے، ضربات کی تعداد، اُن کے تسلسل یا وقفوں کا مفہوم مقرر ہوتا ہے جسے وہاں کے لوگ خوب سمجھتے ہیں۔

چونکہ ڈھول کی آواز میلوں سُنی جاسکتی ہے اس لیے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ضروری خبریں پہنچانے میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس طرح یہ ڈھول بے تار کے ٹیلیگراف کا کام دیتے ہیں۔

روشنی کے پیغامات۔ بعض امریکی ہندیوں میں دھوپ کے ذریعہ پیغام رسانی کا طریقہ پایا جاتا ہے۔ وہ آئینے کے ذریعہ روشنی کو منعکس کرکے خبریں نشر کرتے ہیں۔ اسی کی ترقی یافتہ صورت ہیلیوگراف (Helio Graph) ہے جسے تمام دنیا کی فوجیں کام میں لاتی ہیں۔

بعض غیر مہذب اقوام رات کو آگ کے ذریعہ پیغام رسانی کرتی ہیں۔ جب آگ سے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں تو اُس کے سامنے کسی چیز کی آڑ کرکے روشنی کو کبھی چھپا لیتے ہیں اور کبھی مختلف انداز سے ظاہر ہونے دیتے ہیں اس کا مطلب جاننے والے سمجھ لیتے ہیں۔

بعض ملکوں میں اونچے مقامات پر آگ جلاکر لوگوں کو خطرے سے آگاہ [illegible] ایسی روشنی کو انگریزی میں (Beacon) کہتے ہیں۔ عرب میں

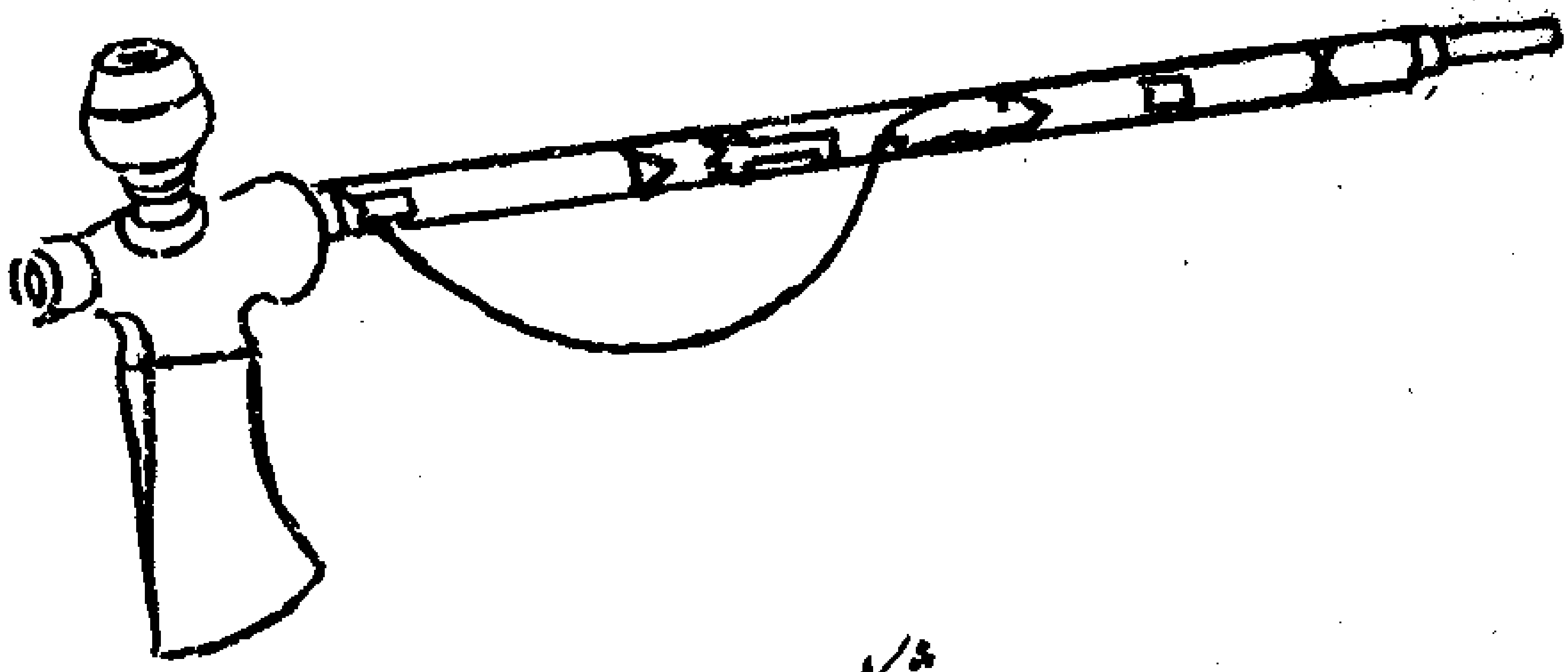
یہ قاعدہ تھا کہ رات کو راستہ دکھانے کے لیے اونچے مقامات پر آگ روشن کرتے تھے جنھیں مَنار (مِنار یا مینار) کہتے تھے اس کے معنی ہیں "آگ کی جگہ" (نار بمعنی "آگ") بعد میں یہ لفظ "لائٹ ہاؤس" کے لیے استعمال کیا جانے لگا اور پھر مینار اُس اونچی عمارت کو کہنے لگے جہاں کھڑے ہو کر اذان دی جاتی ہے۔ اخیر میں وہ عمارت کا محض ایک آرائشی جزو بن کر رہ گیا۔

دھویں کے پیغامات ۔اس کے لیے پہلے آگ روشن کی جاتی ہے۔ پھر اُس پر گھاس ڈال کر دھواں پیدا کیا جاتا ہے اور بعد ازاں اس دھویں کو ایک چادر سے چھپا کر کم یا زیادہ نکلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ جسے دیکھ کر جاننے والے مطلب سمجھ جاتے ہیں۔ اس کا استعمال خانہ بدوش اقوام میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ سیر و شکار کی زندگی بسر کرتی ہیں اور چونکہ اُن کے خاندان دور دور آباد ہوتے ہیں اس لیے پیغام رسانی کا یہ طریقہ بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔

یہ تمام پیغامات جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا ' وقتی ہوتے ہیں۔ دیرپا یا مستقل پیغامات کے لیے مختلف اشیاء کو علامات کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور ضروری باتوں کو گرہ لگا کر یا کسی چیز پر نشان بنا کر یاد رکھتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :-

مختلف اشیاء سے خیالات کا اظہار

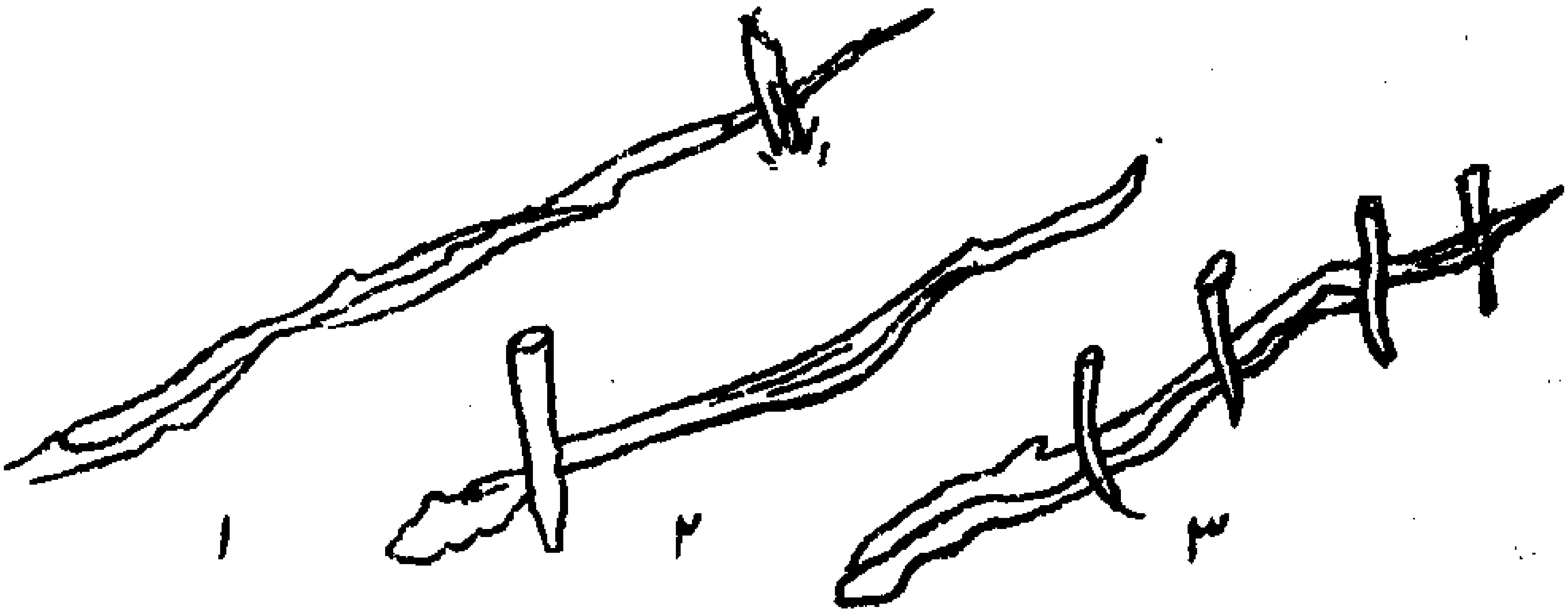
سرخ ہندیوں کا طریقہ۔شمالی امریکہ کے سرخ ہندیوں (Red Indians) میں کلہاڑی جنگ کی اور تمباکو پینے کا پائپ صلح کی علامت تھا کیونکہ صلح کے موقع پر وہ مل جل کر پائپ پیتے تھے۔ بعد میں تمباکو کے پائپ اور کلہاڑی کو ایک ساتھ ملا کر بنایا جانے لگا۔



شکل ۸

اور اب صلح کے اظہار کی صورت بدل گئی یعنی کلہاڑی کو زمین پر رکھ کر اس کے پھل کو گاڑ دیتے۔ اسی سے انگریزی کا محاورہ (Bury the hatchet) نکلا ہے۔

سرخ ہندیوں کا یہ بھی قاعدہ تھا کہ وہ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے درخت کی ٹہنیوں کو خاص انداز سے آنے والوں کی اطلاع کے لیے رکھتے تھے مثلاً :۔



شکل ۹

(۱) اگر ایک لمبی شاخ زمین پر رکھی ہوتی اور اس کے پچھلے سرے کے پاس ایک کھونٹی گڑی ہوتی تو اس کا مطلب ہوتا کہ میں دور جا رہا ہوں (۲) اگر لمبی شاخ کے اگلے سرے کے پاس کھونٹی ہوتی تو اس کا مطلب ہوتا کہ میں قریب ہی گیا ہوں (۳) اگر لمبی شاخ سے ملی ہوئی کئی کھونٹیاں گڑی ہوتیں تو اس کا مطلب ہوتا کہ ... دنوں کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ جانے والا کدھر گیا ہے اس کا پتہ

لکڑی کے رخ سے چلتا ۔

ٹامپسن ہندیوں کا طریقہ ۔ یہ لوگ برٹش کولمبیا میں آباد ہیں۔ ان میں سے اگر کسی کے خیمے کے سامنے چار لکڑیاں گڑی ہوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ چار آدمی اُس طرف گئے ہیں جدھر لکڑیوں کا جھکاؤ ہے۔ اگر وہیں پر گھوڑے کے بال ہوں تو انھیں گن کر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے پاس کتنے گھوڑے تھے اور اگر گھوڑے کے بالوں سے ہرن کے بال بندھے ہوں تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ اپنے ساتھ ہرن کا گوشت کھانے کو لے گئے ہیں۔ اگر کوئی چھڑی دور پر رکھی ہو اور اس نے مچھلی کے کانٹے یا جڑیں بندھی ہوں تو اُس کا مطلب ہوگا کہ وہ لوگ بھوکے مر رہے تھے اور مچھلی کے کانٹے اور جڑیں کھا کر دن گزار رہے تھے[1]۔

جپسیوں کی پیغام رسانی ۔ جپسی یورپ کی ایک خانہ بدوش قوم ہے جو غالباً ہندوستان سے زمانۂ قدیم میں ہجرت کرکے وہاں جا بسی ۔ اب سے کچھ پہلے اُن میں یہ طریقہ تھا کہ اگر اُن کے قافلے میں سے کوئی شخص اپنی گاڑی کے آگے درخت کی خشک شاخ ڈال دیتا تو اِس کا مطلب ہوتا کہ اُن کے یہاں کوئی بیمار ہے۔ اگر شاخ جلی ہوئی ہوتی تو موت کا اظہار ہوتا اور ہری شاخ ولادت کو ظاہر کرتی ۔ اگر برادری کو دعوت دینا مقصود ہوتا تو راستے میں کھال کا ایک ٹکڑا ڈال دیتے جس میں چوکھنٹے اور گول سوراخ ہوتے ۔ چوکور سوراخوں سے شہر اور گول سے گاؤں مراد ہوتے ۔ انھیں گن کر یہ معلوم کر سکتے تھے کہ کتنے شہروں یا ۔ دیہاتوں کے بعد وہ مقام ملے گا جہاں دعوت ہے[2]۔

---

[1] General Anthropology, Edited by F. Boas (1938) Page 271

[2] علامہ نیاز فتحپوری "مجرموں کی اصطلاحات" نگار [illegible]

ترکستانی لڑکی کا محبت نامہ۔ مشرقی ترکستان کی ایک دوشیزہ نے اپنے محبوب کو ایک تھیلا بھیجا جس میں کئی چیزیں تھیں۔ ان میں سے ہر چیز ایک خاص مفہوم کو ظاہر کرتی تھی۔ ان کی تفصیل یہ ہے: (چائے کی ٹکیہ) "اب مجھ سے چائے نہیں پی جاتی" (بھوسے کا تنکا) "تمھاری محبت میں میرا رنگ زرد ہو گیا" (سرخ پھول) "جب میں تمھارا تصوّر کرتی ہوں تو میرا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔" (سوکھی خوبانی) "میں اس پھل کی طرح سوکھ گئی ہوں" (جلا ہوا کوئلہ) "میرا دل تمھاری محبت میں سُلگ رہا ہے" (ایک خوشنما پھول) "تم حسین ہو" (شکر کی ڈلی) "تم شیریں ہو" (پتھر کا ٹکڑا) "کیا تمھارا دل پتھر کا بنا ہے؟" (باز کا پر) "اگر میرے پر ہوتے تو میں تمھارے پاس اُڑ کر پہنچ جاتی" (اخروٹ کی گری) "میں اپنے کو تمھیں سونپتی ہوں"

ایک تاریخی واقعہ۔ مختلف اشیا کے ذریعہ سے اظہار خیال کی کلاسیکی مثال یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس کی تاریخ میں پائی جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب شہنشاہ ایران دارا نے سیتھیوں[۱] Scythians کے ملک پر حملہ کیا تو اُسے دشمن کی طرف سے بجائے خط کے ایک چڑیا، ایک چوہا، ایک مینڈک اور چند تیر بھیجے گئے۔

ان سے دارا نے یہ مطلب نکالا کہ "دشمن نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ وہ مثل پرندے کے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ چوہا خشکی کا مظہر ہے اور مینڈک پانی کا، گویا دشمن نے مجھے اپنے وطن کی زمین اور پانی کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے" لیکن

۱؎ ایک جنگجو قوم جو بحیرہ اسود کے شمال میں آباد تھی۔ ان لوگوں کو مغلوب کرنے کے لیے دارا (دارائے اعظم) دریائے دانیال کے پار اترا اور ڈینیوب پر کشتیوں کا پل باندھ کر ان کی سرزمین ... — مولانا عبدالحلیم شرر "عصر قدیم" (مطبوعہ ۱۹۲۵ء) صفحہ ۳۰

یہ تاویل غلط ثابت ہوئی کیونکہ اُسی روز دشمن نے شبخون مارا اور سخت نقصان پہونچایا بعد میں دارا کو معلوم ہوا کہ اِس عجیب و غریب پیغام کا واقعی مطلب یہ تھا کہ "جب تک ایرانی پرند کی طرح ہوا میں اڑنا، چوہے کی طرح زمین میں گھسنا اور مینڈک کی طرح پانی میں چھپنا نہ سیکھ لیں وہ سیتھی تیروں سے نہیں بچ سکتے"[1]

اوپر کی مثالوں میں اشیاء اور اُن سے ظاہر کئے جانے والے خیالات میں کچھ نہ کچھ تعلق موجود ہے لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیاء اور خیالات میں کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ فلاں چیز سے فلاں بات مراد ہوگی مثلاً یوروبا (افریقہ) کے جیبو لوگوں میں رواج ہے کہ وہ کوڑیوں کو مختلف وضع سے ملا کر تاگوں میں پرو لیتے ہیں اور اُن سے مختلف مطلب ظاہر کرتے ہیں۔ یہ کوڑیاں سرداروں کے پاس بطور خط کے بھیجی جاتی ہیں۔

کسی حد تک ہم لوگ بھی اشیاء کے ذریعہ سے خیالات کا اظہار کرتے ہیں جیسے کسی بڑے آدمی کے مرنے پر جھنڈا نیچا کرنا، شادی میں بلاوے کے طور پر ہلدی بھیجنا یا دعوت نامے میں ہلدی کا رنگ لگانا اور موت سے مطلع کرنے والے خط کا ایک کونا پھاڑنا یا اُس کے گرد سیاہ حاشیہ کھینچنا۔

رنگوں سے کئی طرح کے خیالات وابستہ ہیں۔ سیاہ رنگ موت اور غم کی علامت ہے۔ سفید اور سبز سکون کے مظہر ہیں۔ زرد بیماری کی اور سرخ خون اور خطرے کی نمایندگی کرتا ہے۔

ہندو کام شاستر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صنفی تعلقات کے سلسلے میں بعض خیالات و جذبات کا اظہار اشیاء سے کیا جاتا تھا مثلاً اگر پیاری دل کی

---

1. "The Historians' History of the World", Edited by H.S. Williams (London. 1908). Vol. I Pages 39-40.

علامت) کے بیچ میں تیر کا نشان بنا ہوتا تو اس کا مطلب محبت کی زیادتی ہوتی لیکن اگر وہ بیچ سے ٹوٹی ہوتی اور اُس کے گرد سیاہ دھاگا لپٹا ہوتا تو اس سے تعلقات محبت کا منقطع ہونا مراد لیا جاتا۔[1]

(۲) گرہوں کی یادداشت

اگرچہ زمانۂ قدیم میں مذہبی لٹریچر کو زبانی یاد رکھنے کا رواج عام تھا لیکن روز کی زندگی میں اکثر باتوں کو گرہوں کی مدد سے بھی یاد رکھتے تھے چنانچہ "بات کو گرہ میں باندھنا" مشہور محاورہ ہے۔ بات کو یاد رکھنے کے لیے بھلکڑ مرد رومال میں اور عورتیں آنچل میں گرہ لگاتی ہیں۔ حالی نے مرزا غالب کے متعلق لکھا ہے کہ "وہ اکثر رات کو عالم سرخوشی میں فکر کیا کرتے تھے اور جب کوئی شعر سرانجام ہوجاتا تھا تو کمر بند میں ایک گرہ لگا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح آٹھ آٹھ دس دس گرہیں لگا کر سو رہتے تھے اور دوسرے دن یاد پر سوچ کر تمام اشعار کو قلمبند کر لیا کرتے تھے"۔ (یادگار غالب)

بعض گھرانوں میں رواج ہے کہ جب بچہ ایک سال کا ہو جاتا ہے تو کسی دھاگے میں ایک گرہ لگا دیتے ہیں جسے "سالگرہ" یا "ورش گانٹھ" کہتے ہیں۔ اسی طرح ہر سال ایک نئی گرہ لگائی جاتی ہے۔ ان گرہوں کو دیکھ کر بتایا جا سکتا ہے کہ جس کے نام کا وہ تاگا ہے اُس کی عمر کیا ہے۔

اصل میں یہ طریقہ اُس زمانے کی یادگار ہے جب انسان لکھنا نہ جانتا تھا۔ ... گنتی اور ضروری باتوں کو گرہ کے ذریعہ یاد رکھتے تھے۔ گرہوں کا استعمال

---

[1] Dr. Rustam J. Mehta "Scientific Curiosities ... Life and Marriage" (Bombay) Page 36

کتنا عام تھا، یہ بات ذیل کی مثالوں سے ظاہر ہوگی :-

یونانی مورخ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ دارا نے چند یونانیوں کو دریائے ڈینیوب کے ایک پُل پر متعین کیا اور انھیں ایک چرمی تسمہ دیا جس میں دو مہینے کے لیے ساٹھ گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے کہا "یونان کے لوگو! اس تسمے کو اپنے پاس رکھو اور جیسا میں کہوں ویسا کرو، میرے سیتھیوں کے مقابلے پر جانے کے بعد ہر دن ایک گرہ کھولنا اور جب ساری گرہیں کھل جائیں اور میں واپس نہ آؤں تب تم اپنے وطن کو واپس چلے جانا لیکن اس سے پہلے نہیں"[1]

مشہور چینی فلسفی لاؤتزو اپنی کتاب "تاؤتیہ کنگ" (زمانہ تصنیف چھٹی صدی ق م) میں لکھتا ہے "لوگوں کو گرہ دار رسّیوں کی طرف پھر جانے دو تاکہ وہ اُن کا استعمال کریں"۔

چین کے علاوہ تبت اور بعض دوسرے ملکوں میں بھی گرہ دار رسّیاں کام آتی تھیں اور پیرو (جنوبی امریکہ) کے اِنکا لوگوں میں تو یہ رسم انتہائی ترقی کو پہونچ چکی تھی۔ اُن کا طریقہ یہ تھا کہ ایک موٹی رسّی میں بہت سے دھاگے جھالر کی طرح باندھ دیتے جو کئی گچھوں میں منقسم ہوتے۔ ہر گچھے کے درمیان کچھ فصل ہوتا اور ہر گچھے میں دھاگوں کی تعداد برابر ہوتی۔ یہ دھاگے سفید یا رنگین ہوتے۔ اُن میں سُرخ دھاگا سپاہی کی، زرد سونے کی، سفید چاندی کی اور سبز اناج کی علامت تھا۔ ان دھاگوں میں مختلف طرح سے گرہیں لگائی جاتی تھیں اور کبھی کبھی تاگوں کو آپس میں ملا کر مختلف شکلیں بنائی جاتی تھیں جن میں سے ہر گرہ اور ہر شکل ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ ان جھالروں کو قوپیس (Quipus)

---

1. Encyclopaedia Britannica (14th. Edition) Article on Knots Signs.

قویپو (Quipu) کہتے تھے جس کے لفظی معنی "گرہ" کے ہیں[۱]۔

اول اول ان گرہوں سے گنتی یا تعداد کا شمار رکھا جاتا تھا بعد کو تاریخی واقعات قوانین اور فرمانوں کو بھی محفوظ کیا جانے لگا۔ انھیں پیغام رسانی کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔

زمانۂ قدیم کے بہت سے قویپو ابھی تک محفوظ ہیں لیکن وہاں کے لوگ ان کا بنانا اور سمجھنا بھول گئے ہیں اس لیے ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی گرہوں میں کیا کیا راز پنہاں رہیں۔

وہاں کے باشندوں میں اب صرف پونا کے گلہ بان اپنے مویشیوں کی تعداد یاد رکھنے کے لیے گرہوں کا استعمال کرتے ہیں۔ جھالر کی پہلی رتی پر وہ بیلوں کو ظاہر کرتے ہیں اور دوسری پر گایوں کو اور پھر اُس کے دو حصے کر دیتے ہیں۔ ایک پر تو اُن گایوں کی تعداد ظاہر کی جاتی ہے جو دودھ دیتی ہیں اور دوسری پر اُن کی جن کا دودھ سوکھ گیا ہے۔ اس کے بعد والی رتی پر بچھڑے ظاہر کیے جاتے ہیں اور پھر وہ رتی ہوتی ہے جس پر بھیڑیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ دودھ وغیرہ کا حساب بھی قویپو کی مدد سے رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ دھاگوں کے رنگ اور گرہ لگانے کے انداز پر منحصر ہے۔

کیلیفورنیا کے پالونی ہندیوں کے متعلق ڈاکٹر ہوف مین نے لکھا ہے کہ اُن میں ہر سال کچھ لوگ کمبل بیچنے کے لیے سین جبرئیل بھیجے جاتے ہیں۔ ہر شخص کمبل بھیجتا ہے اُنھیں بٹے ہوئے بالوں یا اُون کی دو رتیاں دیتا ہے تاکہ جب [illegible] کمبل بیچے تو ایک رتی پر ایک گرہ کمبل کے لیے لگا دے اور دوسری [illegible] (ریکر) کے لیے جو اُسے قیمت کے طور پر ملے جب اُس کے پاس

---

[۱] Ibid—Articie on "Quipus"

دس ریال یعنی ایک ڈالر ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوہری گرہ لگا دیتا ہے۔ جب یہ لوگ کمبل بیچ کر واپس لوٹتے ہیں تو کمبل دینے والے فوراً آجاتے ہیں اور گرہ دار ستلیوں کو دیکھ کر دام لے لیتے ہیں۔

اسی طرح بعض نیم مہذب اقوام روزانہ گفتگو میں تعداد کا اظہار گرہوں سے کرتی ہیں۔ مثلاً ٹینگنیکا (افریقہ) میں کونڈے نامی ایک قبیلہ آباد ہے۔ ان لوگوں میں اظہار اعداد کی جو صورت ہے اُسے یوں سمجھئے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو رسّی کا ایک فٹ لمبا ٹکڑا دیا جس میں گیارہ دن کے لیے گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے پہلی گرہ کو چھوتے ہوئے کہا "اس سے مراد آج ہے جب میں جارہا ہوں"۔ پھر اُس نے دوسری، تیسری اور چوتھی گرہ پر انگلی رکھی اور کہا "میں ان دنوں برابر چلتا رہوں گا"۔ پانچویں گرہ پکڑ کر بولا "میں اس دن اپنی منزل پر پہونچ جاؤں گا"۔ اس طرح چھٹی گرہ سے قیام کا دن اور ساتویں گرہ سے روانگی کا دن ظاہر کیا اور کہا "بیوی روزانہ ایک گرہ کھولنا نہ بھول جانا اور دسویں دن تھیں میرے لیے کھانا پکانا ہوگا کیونکہ دیکھو، یہ گیارھواں دن ہے (گرہ کو چھوتے ہوئے) جب میں واپس آجاؤں گا"۔

ہندوستان کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ۱۸۷۲ء میں سنتھال لوگوں کو سنتھال پرگنے کی مردم شماری کرنا تھی۔ اُن کے سردار نے چار رنگ کی چار ڈوریاں لیں، سیاہ، سرخ، سفید اور زرد، سیاہ سے مراد مرد تھے، سرخ سے عورتیں، سفید سے لڑکے اور زرد سے لڑکیاں۔ وہ ہر گھر پر جاتا اور گھر والوں کو دیکھ کر ستلیوں میں ضروری گرہیں ڈال لیتا۔ اسی طرح اُس نے سارے علاقے کی آبادی کا شمار کر لیا۔ اُس کا یہ کارنامہ مدراس کے عجائب گھر میں اب بھی محفوظ ہے۔

الغرض گرہوں کے ذریعہ گنتی اور ضروری باتوں کو یاد رکھنے کا رواج

زمانۂ قدیم میں بہت عام تھا اور اب بھی جاپان، پالی نیشیا، وسطی اور مغربی افریقہ، کیلیفورنیا اور جنوبی پیرو کی بعض نیم مہذب اقوام میں اس کا رواج ہے کسی حد تک یہ طریقہ جزائر سلیمان، کیرولائن، پے لو اور مارکوئس جزائر میں بھی مستعمل ہے۔

(۳) کٹاؤ دار چھڑیاں

جس طرح گنتی کو یاد رکھنے کے لیے رسیوں میں گرہیں لگائی جاتی تھیں۔ اسی طرح پتھر، لکڑی اور ہڈی وغیرہ پر کھڑے یا آڑے نشانات بنائے جاتے تھے۔ یہ ترکیب کتنی پرانی ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ فرانس کے مقام (Masd' Azil) میں جہاں عہد حجری کے درمیانی زمانے (Mesolithic Age) کی تہذیب کا انکشاف ہوا ہے، چند پتھر کے ٹکڑے ملے ہیں جن پر منجملہ دیگر نشانات کے سیدھی لکیریں کھنچی ہوئی ہیں اور قیاس غالب یہی ہے کہ ان سے مراد اعداد ہیں اسی طرح اسپین کے ایک غار میں جو زمانۂ قدیم کے انسان کا مسکن تھا رینڈیر (بارہ سنگھے) کے سینگ کا ایک ٹکڑا ملا ہے جس پر کسی سخت چیز غالباً پتھر سے سیدھی لکیریں کھینچی گئی تھیں۔ ان سے غالباً شکار یا دنوں کی تعداد مراد ہے۔

مصر قدیم کے بعض نقوش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں لکڑی پر دندانے بنا کر گنتی کو یاد رکھا جاتا تھا۔ مثلاً شکل نمبر ۱۰، جس میں دیوتاؤں کے کاتب تھاتھ کو گنتی کا شمار کرتے دکھایا ہے[۱]

قرون وسطیٰ کے یورپ میں کٹاؤ دار چھڑیوں سے روپیے کا حساب

---

[۱] Dr. Albert Churchward "The Origin and Evolution of Religion" (London, 1924) Plate LII

رکھتے تھے ۔بڑے کٹاؤ ۱۰۰۰ پونڈ
اُن سے چھوٹے ۱۰۰ پونڈ اور
اُن سے چھوٹے ۱۰ پونڈ ظاہر
کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن پر
شلنگ اور پینس بھی ظاہر کیے
جاتے تھے ۔ روپے کے لین دین
کے وقت ۸ یا ۱۰ انچ لمبی پٹڑی
یا قلم لیا جاتا ۔ اُس پر رقم کے
مطابق دندانے بنائے جاتے
اور پھر لمبائی کی طرف سے اُسے
چیر کر دو ٹکڑے کر دیتے ۔ جن میں
سے ایک روپیہ لینے والا رکھتا
اور دوسرا روپیہ دینے والا جب
روپیہ واپس کیا جاتا تو روپیہ لینے



شکل ۱۰

اور دینے والے ان کٹاؤ دار لکڑیوں کو آپس میں ملا کر دیکھتے تھے ۔ حساب لانے کو
انگریزی میں Tally کہتے ہیں لیکن اصل میں ٹیلی "کٹاؤ دار چھڑی" کو
کہتے ہیں چنانچہ شکسپیر اپنے ایک ڈرامے میں لکھتا ہے :

"Our Forefathers had no other books but the Score and The Tally."

—2, Henry, VI, IV, VIII, 38

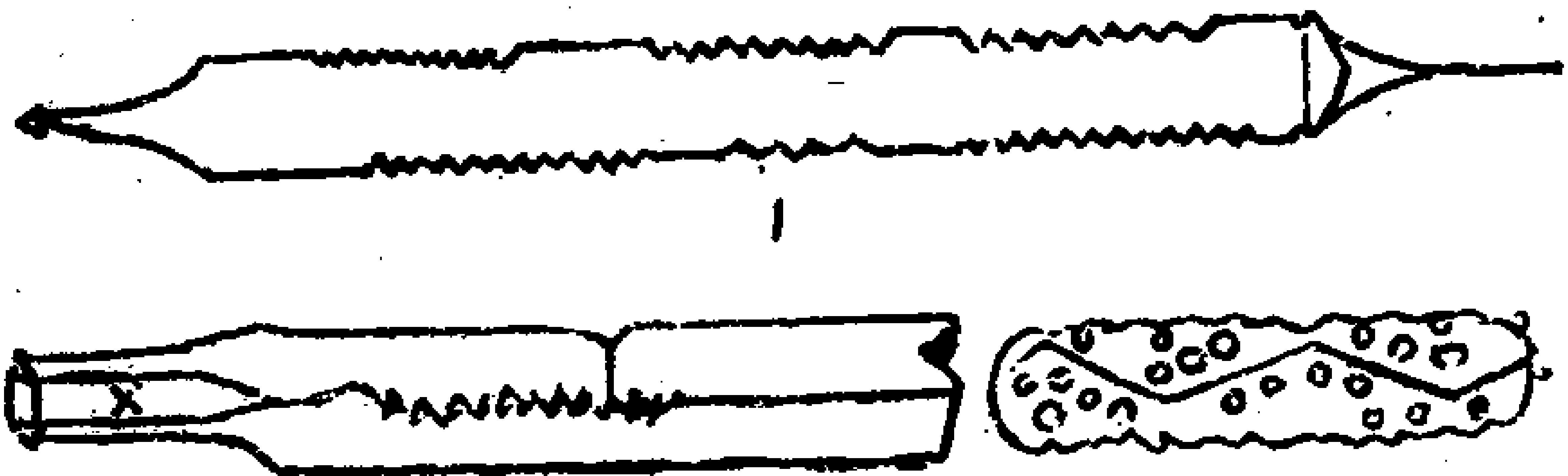
اِسکور کے اصلی معنی ہیں نشان جو کسی چیز پر کاٹ کر بنایا جائے …

چونکہ پہلے حسابی قلموں پر بیسواں نشان زیادہ گہرا اور بڑا کاٹا جاتا تھا اس لیے اسکور کے معنی "بیس" کے بھی ہو گئے ۔

عوام کے علاوہ انگلستان کا "بینک آف ایکسچیکر" بھی کٹاؤدار چھڑیوں کا استعمال کرتا تھا۔ جب کوئی شخص روپیہ جمع کرتا تو رسید کی جگہ اُسے لکڑی کا ایک ٹکڑا ملتا جس پر رقم کے نشانات بنے ہوتے ۔ جارج سوم کے زمانے میں کسی شخص نے یہ سوال اُٹھایا کہ جب ہمیں لکھنا پڑھنا آگیا ہے تو پھر ان کے استعمال کی کیا ضرورت ہے ۔ آخر بڑی ردو قدح کے بعد ۱۸۲۶ء میں یہ رسم منسوخ ہو گئی لیکن ۱۸۳۴ء میں سوال پیدا ہوا کہ بینک میں اس قسم کی سڑی گلی اور کرم خوردہ لکڑیوں کا جو انبار لگا ہے اُس کا کیا ہو؟ کتنا اچھا ہوتا اگر اُنھیں غریب لوگوں میں جلانے کے لیے تقسیم کر دیا جاتا مگر قانوناً اُنھیں بینک سے باہر نہ لے جا سکتے تھے ۔ لہٰذا یہ قرار پایا کہ اُنھیں پارلیمنٹ ہی کے کسی حصے میں جمع کر کے جلا ڈالا جائے اور جب اس حکم پر عملدرآمد ہو رہا تھا تو عمارت میں آگ لگ گئی ۔ دارالامراء اور دارالعوام دونوں جل کر خاک ہو گئے اور اُن کے دوبارہ تعمیر کرنے میں لاکھوں روپیہ صرف ہوا ۔ چارلس ڈکنس نے اس حادثے کا اپنی ایک تقریر میں بڑا مذاق اڑایا ہے[۵]۔

خیر یورپ سے تو یہ رسم اٹھ گئی لیکن آج بھی مغربی افریقہ ۔ آسٹریلیا ، میلانیشیا ، انڈونیشیا ، ہند چینی ، منگولیا شمالی امریکہ اور برٹش کولمبیا کی نیم مہذب اقوام میں کٹاؤدار چھڑیوں کا استعمال پایا جاتا ہے ۔

Ou line of Knowlec ge, Edited by J.A. Richards
(Newyork, 1924) Vol. VIII Pageg 448-49



۱ ۲ ۳

شکل ۱۱ کٹا دُودار چھڑیاں ۱ لاؤس[1] ۲ آسٹریلیا ۳ کیلیفورنیا

عموماً کٹا دُودار لکڑیوں کا استعمال حساب رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے لیکن بعض ملکوں میں اِنھیں پیغام رسانی کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً آسٹریلیا میں، جہاں پیشہ ور پیغامبر ہوتے ہیں ۔ وہ خبریں سنتے جاتے ہیں اور درخت کی ایک ٹہنی پر سیپ کے کنارے یا چاقو سے نشانات بناتے جاتے ہیں۔ یہ نشانات مختلف وضع کے ہوتے ہیں اور یہ لکڑیاں بھی مختلف ناپ کی ہوتی ہیں جنھیں جالی کے تھیلوں میں لے جایا جاتا ہے ۔ منزلِ مقصود پر پہونچ کر یہ چھڑیاں مرسل الیہ کے حوالے کردی جاتی ہیں اور سارا پیغام سنا دیا جاتا ہے[2] ۔ یہ پیغامات کئی طرح کے ہوتے ہیں ۔ جیسے کسی دعوت یا مذہبی رسم میں شرکت کا بلاوا یا کوئی تجارتی فرمائش ۔ بسا اوقات قیدیوں کو کٹا دُودار چھڑیاں بھیجی گئیں اور وہ ضروری ہدایات پر عمل کرکے آزاد ہوگئے۔

---

[1] J. Deniker 'The Races of Man' (London, 1900) Page 136

[2] Encyclopaedia Britannica (14th Edition) Article on "Message sticks"

فن تحریر کا آغاز

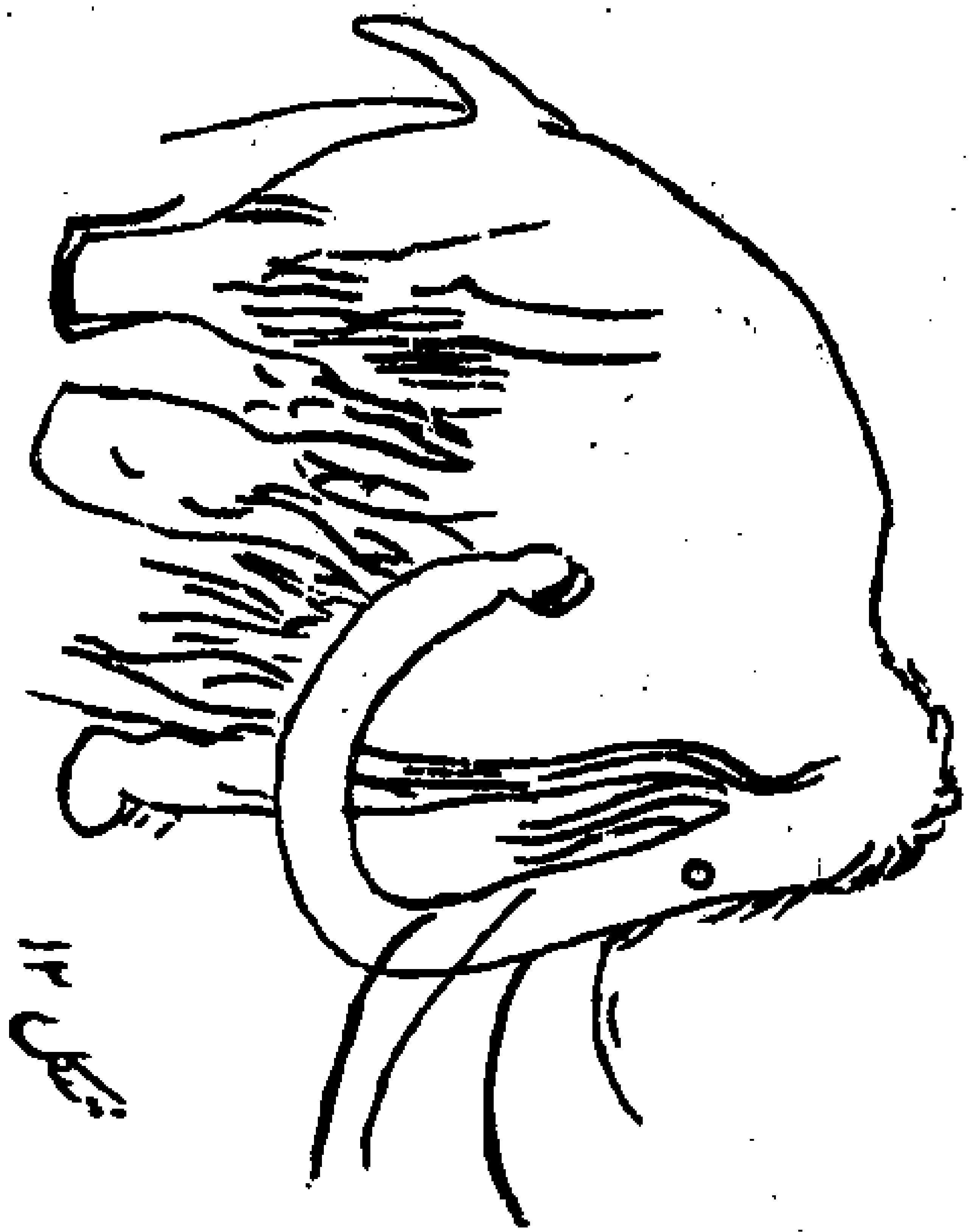
فن تصویر کشی مصوری کا آغاز کب اور کیونکر ہوا، یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ مجسم اشیاء کی تصویریں بنانے کی ابتدا غالباً یوں ہوئی ہوگی کہ جن چیزوں کا سایہ زمین پر پڑتا ہوگا اُن کے سائے کے گرد لکیر کھینچ دیتے ہوں گے۔ اسے سایہ کشی (Silhoutte) کہتے ہیں۔ جہاں تک اس فن کی قدامت کا تعلق ہے، قدیم عصر حجری (Palaeolithic Age) کا انسان اس سے واقف تھا۔

اب سے تقریباً بیس ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ اسپین اور فرانس میں اب تک ایسے ۳۰ غاروں کا پتہ چلا ہے جن میں اس زمانے کی مصوری کے نمونے ملے ہیں (ملاحظہ ہو اشکال ۱۲ — ۱۷) عموماً تصویروں کو غار کے بعید ترین حصوں میں بنایا گیا ہے، غالباً اس لیے کہ وہاں تک عورتیں نہ پہونچ سکیں کیونکہ ان کے بنانے کا مقصد جادو ٹونا تھا۔

ہندوستان، وسط ایشیا، سوئیڈن اور شمالی افریقہ کی بعض چٹانوں پر نہایت قدیم زمانے کے نقوش ملے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں بشمین (Bushmen) کے آباو اجداد نے غاروں میں تصویر کشی کے اچھے نمونے چھوڑے ہیں ان کا تعلق غالباً مذہبی رسوم سے تھا جیسا کہ آسٹریلیا کی نیم مہذب اقوام میں اب بھی ہے۔

ایک سیاح نے وسطی آسٹریلیا کے ایک قبیلے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کسی

کندہ کی ہوئی تصاویر کا اصطلاحی نام (Petroglyph) ہے اور رنگوں سے [illegible] (Petrogram) کہلاتی ہیں۔



شکل ۱۲



شکل ۱۳



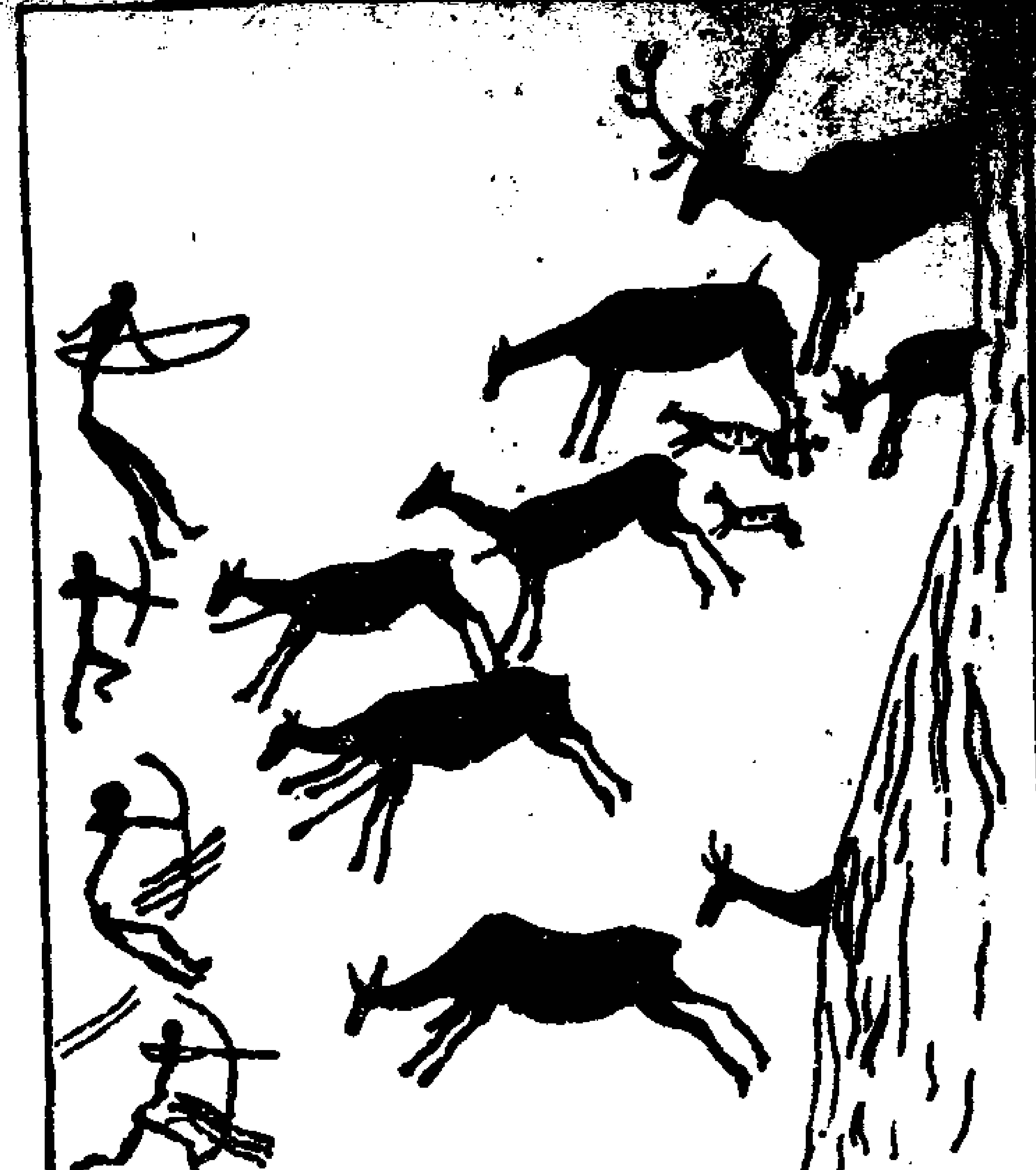
شکل ۱۴



شکل ۱۵

دُنیا کی سب سے پرانی تصویریں

فرانس (۱۲، ۱۴) اور اسپین (۱۳، ۱۵) کے غاروں میں پائی جانے والی یہ تصویریں کم از کم پندرہ یا بیس ہزار سال پرانی ہیں



شکار کا یہ منظر اسپین کے ایک غار میں پایا جاتا ہے۔ اسے اب سے تقریباً دس ہزار سال پہلے بنایا گیا تھا۔



... عہد قبل تاریخ کی یہ تصویر سنگن پور ضلع رائے گڑھ (وسطی ہندوستان) کے ایک غار میں بنی ہے۔

چٹان پر ایک خاص قسم کے کیڑوں کی، تصویریں بناتے ہیں اور پھر گاکر افزایش نسل کی التجا کرتے ہیں کیونکہ یہ کیڑا اُن کی خاص غذا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے قبیلے کے لوگ۔ جن کی خوراک ایمو نامی پرندہ ہے اُس کی افزایش کے لیے زمین کو اپنے خون سے رنگتے ہیں اور پھر اُس پر ایمو اور اُس کے انڈوں کی تصویریں بناکر کچھ رسمیں ادا کرتے ہیں۔ یہ رسوم عورتوں سے چھپا کر ادا کی جاتی ہیں[1]

بعض امریکی ہندی (خصوصاً نواجو) زمین پر بالو بچھا کر رنگین تصویریں بناتے ہیں اور وہاں بھی یہ چیز مذہب سے وابستہ ہے[2]

خود ہمارے ملک میں بعض موقعوں پر ہندو عورتیں دیوار یا فرش پر تصویریں بناتی ہیں میں نے حیدرآباد (دکن) میں تلنگا عورتوں کو ہر ہفتے دہلیز کے سامنے نقش و نگار بناتے دیکھا ہے۔ اس آرائش کو وہ "مگو" کہتی ہیں۔ بمبئی کے علاقے میں یہی چیز "رنگولی"[3]، بنگال میں "الپونا"[4] اور سیلون میں "کولم"[5] کہلاتی ہے۔

مذہبی رسوم کے علاوہ فن تصویرکشی کا استعمال آرائش و زیبایش کے لیے

---

[1] James Hastings "Ency of Religion and Ethics" 1908)
Article on "Art" Vol. I Page 821

[2] Modern Review (Calcutta) Dec. 1923 Pages 685-86
"Navajo Sand Paintings"—Illustrated London News March 5, 1949.

[3] "Rangoli" Illustrated Weekly of India, Feb. 1953

[4] "Alpona" by T.M. Chatterji (Calcutta, 1948)

[5] Illustrated Weekly of India April 2, 1950

...بنانے پر کیا جاتا رہا ہے۔ پرانے زمانے سے لے کر آج تک خانگی استعمال کی چیزوں کو گل بوٹوں سے سجاتے آئے ہیں۔

مصوری کا تیسرا مصرف اظہار خیال ہے۔ اس کی سب سے ادنیٰ صورت امتیازی نشانات، نشانات ملکیت اور وہ نشانات ہیں جنھیں راہگیروں کی اطلاع کے لیے راستے میں بنایا جاتا ہے۔

امتیازی نشانات۔ ان کا آغاز غالباً اس طرح ہوا کہ پرانے زمانے کا انسان سردی، گرمی اور پانی کے اثرات سے بچنے کے لیے اپنے جسم پر چربی اور مٹی وغیرہ ملا کرتا تھا۔ پھر عورتوں کو لبھانے، دشمنوں کو ڈرانے اور ارواح خبیثہ کو بھگانے کے لیے اُن میں رنگ ملانے لگا۔ اس آرایش میں ماحول کا بھی دخل تھا بسا اوقات اُس نے جانوروں کی رنگین کھالوں اور چڑیوں کے خوش رنگ پروں کی نقل اتاری (جیسا کہ نیوگنی کے باشندوں میں اب بھی نظر آتا ہے) پہلے سارا جسم پوتا جاتا تھا۔ بعد میں اِدھر اُدھر چند لکیریں کھینچنا کافی سمجھا گیا۔ کبھی کبھی یہ لکیریں سماج میں اُس شخص کا مرتبہ ظاہر کرتی تھیں۔ ہندوؤں کے قشقے جنھیں سینے، شانے اور پیشانی پر بناتے ہیں اِسی قبیل کی چیز ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس دھرم کے ماننے والے ہیں۔ وِیشنو ہیں۔ شیومت کے ماننے والے ہیں۔ شکتی کے پجاری ہیں یا سناتن دھرمی ہیں وغیرہ[1]۔ ہوسکتا ہے کہ ان علامتوں کا تصور نیم مہذب اقوام سے ماخوذ ہو اور یا پھر یہ اُس دور کی باقیات ہوں جب وہ خود تہذیب کے ابتدائی مدارج طے کر رہے تھے۔

چونکہ پہلے انسان کپڑے بہت کم پہنتا تھا (خصوصاً گرم ملکوں میں) اس لیے

[1] C- Coleman "Mytholgy of the Hindus" (Lo... 1832) Fig2

ایسے نشانات عموماً جسم پر رنگوں سے یا گودنا گود کر بنائے جاتے تھے لیکن جب اُس نے کپڑے پہننا شروع کئے تو اِن آرائشی یا امتیازی نشانات کو کپڑوں میں منتقل کر دیا گیا۔ فوجیوں کے تمغے، فیتے اور پٹیاں اِسی قبیل کی چیزیں ہیں جن کا تخیل نیم مہذب اقوام کے امتیازی نشانات سے ماخوذ ہے :-



شکل ۱۸

اِسی سلسلے میں "انتخابی نشانات" کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً کانگریس کا نشان دو بیلوں کی جوڑی، سوشلسٹ پارٹی کا برگد اور پرجا سوشلسٹ پارٹی کا جھونپڑا وغیرہ۔

دوسروں سے اپنے کو ممتاز کرنے کے لیے نیم مہذب اور مہذب اقوام نے نشانات کے علاوہ بعض اور ترکیبوں کا بھی استعمال کیا ہے جیسے بالوں کو مخصوص وضع کا بنانا اور خاص طرح کے زیور اور لباس پہننا۔ مختلف تحریکوں، پیشوں اور آب و ہوا کے لحاظ سے بھی لباس میں فرق ہوتا آیا ہے۔

نشاناتِ ملکیت - جس طرح ہم اپنی چیزوں پر اپنا نام یا اپنے نام کے پہلے حروف لکھتے ہیں اُسی طرح نیم مہذب اقوام اپنی چیزوں پر اپنا یا اپنے قبیلے کا مخصوص نشان بناتی ہیں۔ عموماً یہ نشانات اُس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جسے (To te mism) کہتے ہیں۔ اس مذہب کے ماننے والے اپنا مورثِ اعلیٰ کسی جانور یا پیڑ پودے کو مانتے ہیں جس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ اس کی تصویر اُن کا امتیازی نشان بن جاتی ہے۔ جسے وہ اپنی چیزوں پر علامت



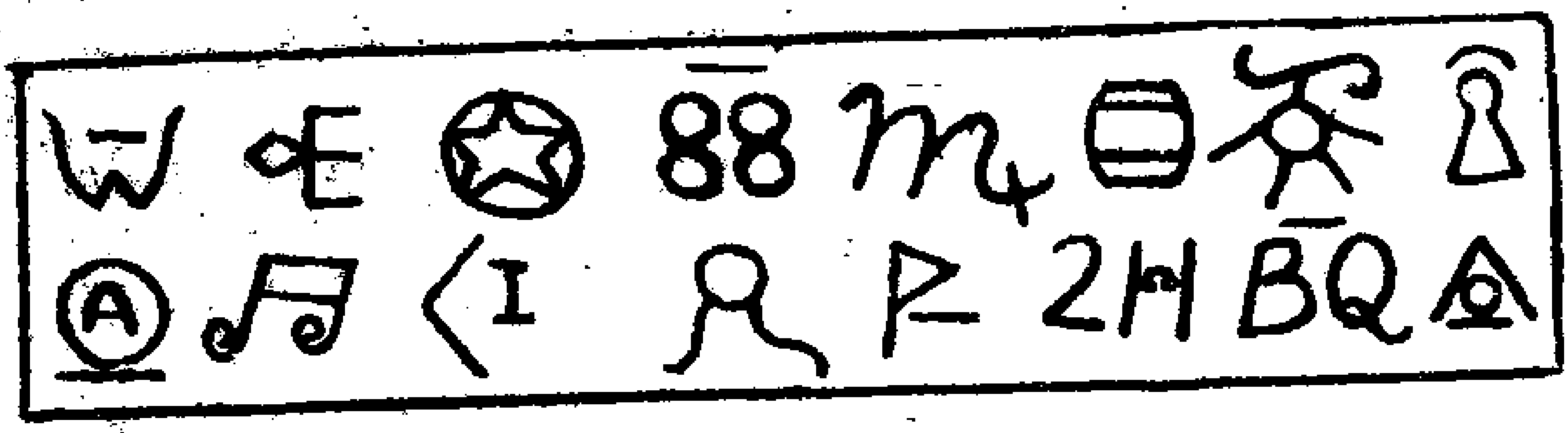
شکل ۱۹ [1]

کے لیے بناتے ہیں۔ اسی سلسلے میں (Tetem pole) کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے۔ جو الاسکا میں ہر دیسی باشندے کے گھر کے سامنے نظر آتا ہے یہ ایک نقشی ستون ہوتا ہے جس پر اوپر سے نیچے کو انسانوں اور حیوانوں کی تصویریں کھُدی ہوتی ہیں اور اُن پر رنگ چڑھا ہوتا ہے۔ یہ تصویریں مالک مکان کے روایتی آباو اجداد کو ظاہر کرتی ہیں گویا یہ ستون "خاندانی شجرے" کا کام دیتا ہے۔ جیسے آج کل گھوڑوں کو داغنے کا رواج ہے اُسی طرح پرانے زمانے میں پالتو جانوروں پر کسی نہ کسی طرح کے نشان بنائے جاتے تھے۔ رگ وید میں اکثر جگہ ایسی گایوں کا ذکر آیا ہے جن کے کان پر ہنسئے وغیرہ کے نشان بنائے گئے تھے۔ عرب اور عراق کے گڈریے اب بھی ایسے نشانات کا استعمال کرتے ہیں جنھیں وسم کہتے ہیں وسم کے لغوی معنی "نشان" اور "داغ" کے ہیں۔ شمالی امریکہ کے (Cow boys) میں بھی ایسے نشانات کا رواج ہے جنھیں Cattle brands کہتے ہیں[2]:۔

---

[1] Indians in pop-up action pictures by E. Joseph ... breany.

[2] Cow Boys and Indians (Pleasure Books) pages ...

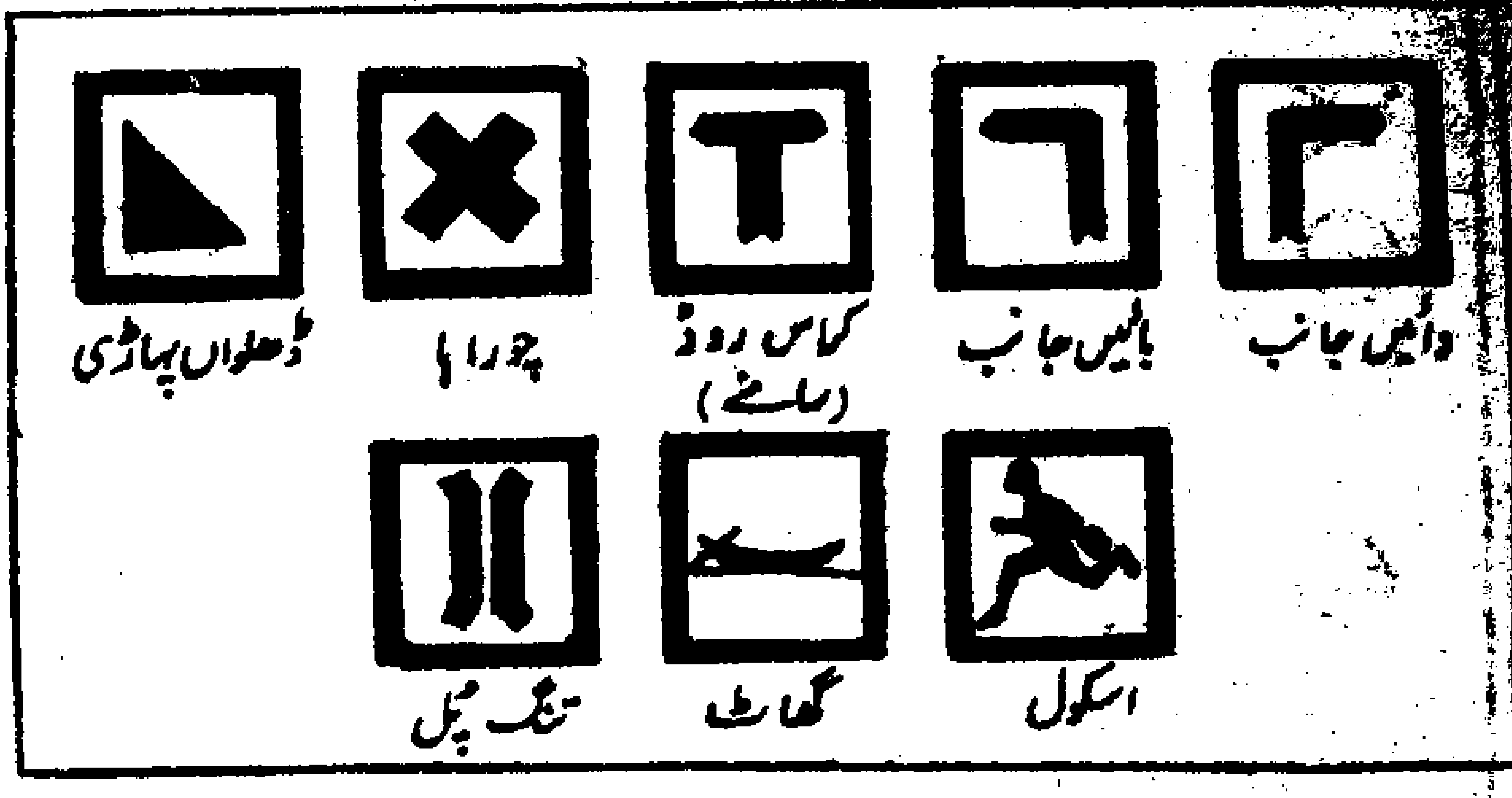


شکل ۲۱

بحرِ روم کے اطراف سے لے کر جنوبی ہند تک زمانہ قدیم کے جو برتن دستیاب ہوئے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اظہار ملکیت کے لئے سب جگہ تقریباً یکساں نشانات بنائے جاتے تھے۔ بعض ماہرین خصوصاً سر فلنڈرس پٹری (Sir flinders petrie) کا خیال ہے کہ یہی نشانات ہمارے حروف تہجی کا ماخذ ہیں۔

راستہ بتانے والے نشانات۔ ان کا استعمال نیم مہذب اقوام میں عام ہے خصوصاً اُن لوگوں میں جو خانہ بدوش زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ راستے میں کچھ نشانات بناتے جاتے ہیں تاکہ آنے والوں کو راستے کے حال سے آگاہی ہو جائے۔ نیم مہذب اقوام سے ان نشانات کا خیال مہذب اقوام میں منتقل ہوا چنانچہ موٹر چلانے والوں کی ہدایت کے لئے جو نشانات آپ سڑک کے کنارے دیکھتے ہیں اِسی قبیل کی چیز ہیں[1]۔

[1] "ہندوستان کی شاہراہوں کے حالات اور قاعدے" (شائع کردہ انڈیا [illegible] ربر کمپنی لمیٹڈ)



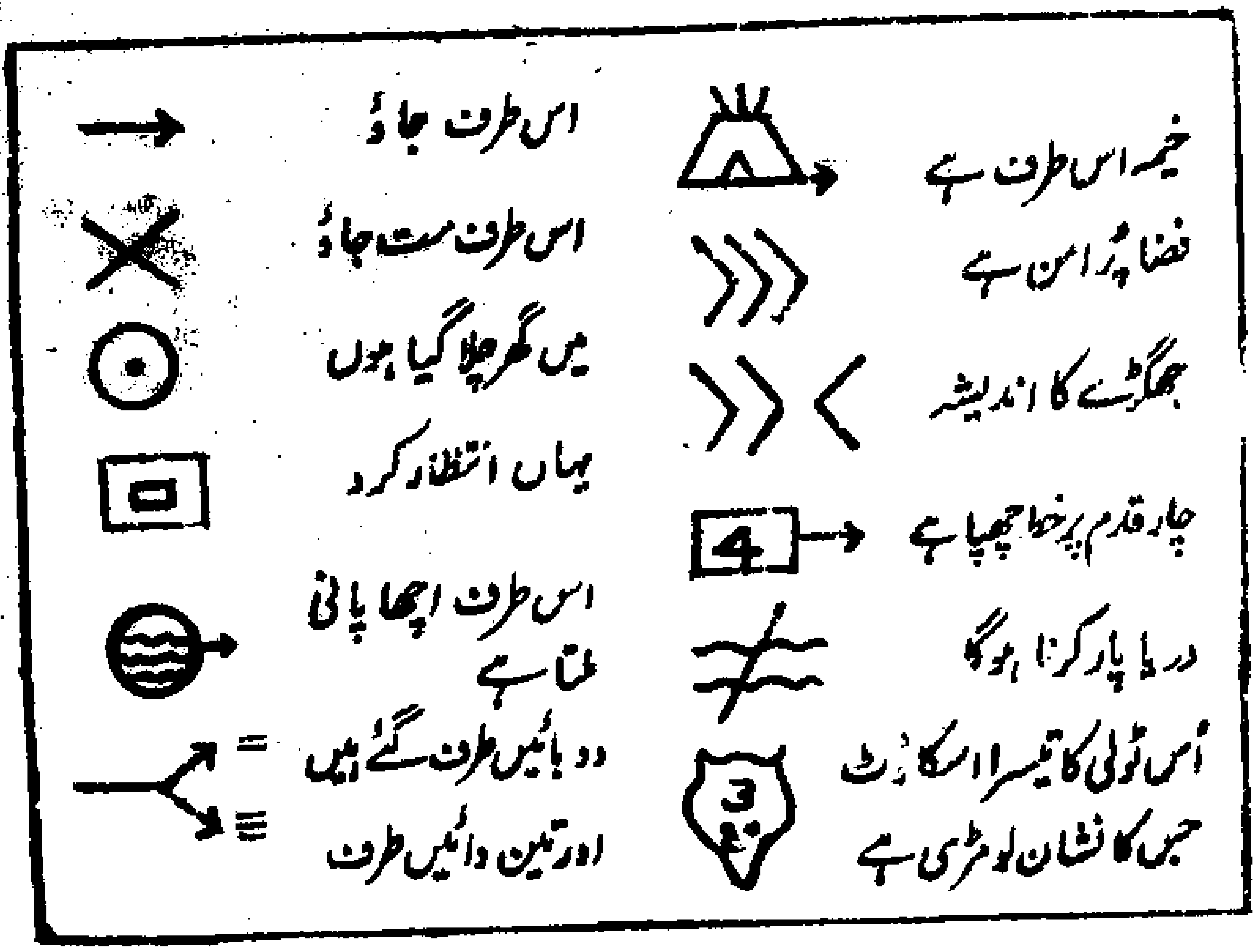
شکل ۲۲

اسی سلسلے میں اسکاؤٹ لوگوں کی علامتوں کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے۔ جب کوئی اسکاؤٹ آگے آگے جاتا ہے اور اُس کے ساتھی پیچھے رہ جاتے ہیں تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کی طرف کچھ نشانات بناتا جاتا ہے۔ یہ نشانات عام طور سے دھول میں اُنگلی سے بنائے جاتے ہیں۔ بسا اوقات اُنھیں درخت کی شاخوں، گھاس پھوس یا کنکریوں سے بنایا جاتا ہے۔ ایسے نشانات کاکھریا سے بنانا یا درختوں پر نقش کرنا بُرا سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس طرح وہ آسانی سے نظر نہیں آسکتے۔ اسکاؤٹ لوگوں کے بعض نشانات ملاحظہ ہوں:۔[1]

---

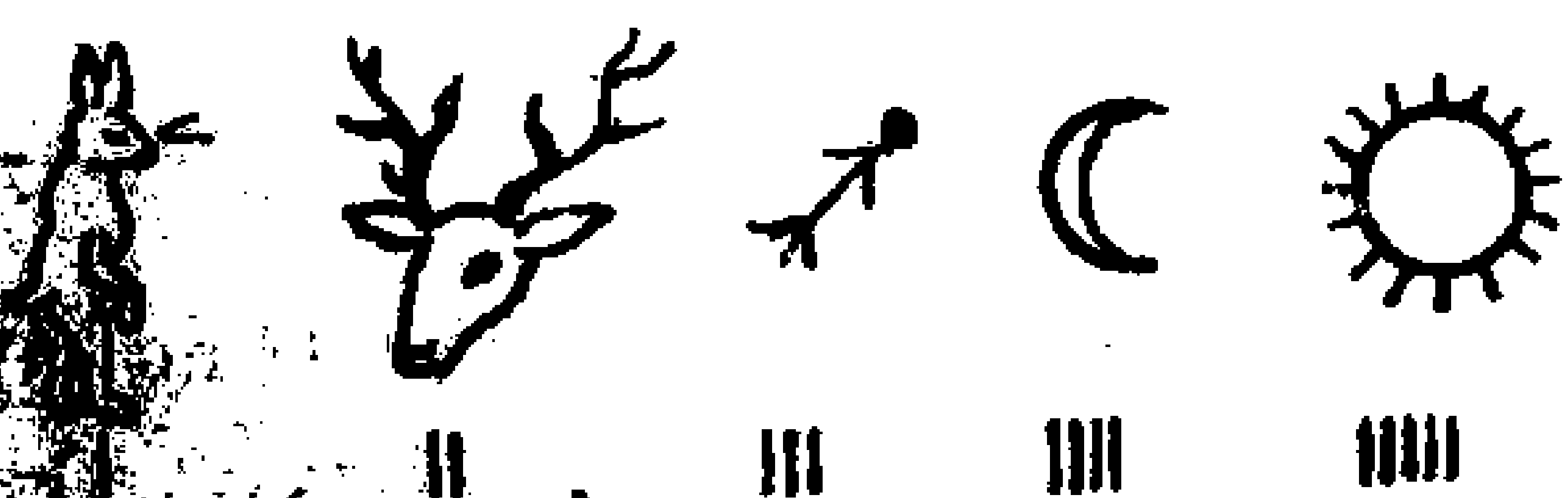
[1] K. zachariah "Scout-lore for India (B[illegible]

page 18



شکل ۲۳

تصویری حساب - زمانۂ قدیم کے انسان کو شکار کئے ہوئے جانوروں، مارے ہوئے دشمنوں، دنوں، مہینوں اور خرید و فروخت کا حساب رکھنے کے لئے بار بار گنتی کی ضرورت پڑا کرتی تھی - پہلے تو وہ شمار کے لئے رسی یا سُتلی میں گرہیں ڈال لیا کرتا تھا پھر لکیریں کھینچنے لگا - حساب کتاب رکھنے میں تصویروں سے بھی مدد لی گئی - ضروری اشیاء کی تصویریں بنا کر اُن کے نیچے گنتی کی لکیریں کھینچ دیتے تھے - یہ ترکیب اتنی آسان ہے کہ بہت سے ان پڑھ لوگ بغیر کسی کے بتائے اس طریقے پر کاربند ہو گئے اور اب بھی بہت سے جاہل لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔



شکل ۲۴

منظر کشی مصوری کا اصول یہ ہے کہ پہلے ہر چیز کی الگ الگ تصویریں بنا دکھاتے ہیں۔ پھر تصویروں کو باہمی ربط کا خیال رکھتے ہوئے یکجا کرنا بتایا جاتا ہے اسے اصطلاح میں "کمپوز" کرنا کہتے ہیں۔ یہ چیز نیم مہذب اور مہذب اقوام دونوں کے آرٹ میں نظر آتی ہے۔ نیم مہذب قبائل میں مناظر فطرت کی تصویر کشی کا رجحان کم پایا جاتا ہے۔ عموماً وہ مذہبی اغراض یا آرائش کے لئے خاص خاص واقعات کی تصویریں بناتے ہیں مثلاً:[1]



شکل ۲۵

یہ تصویر، جسے شمالی آسٹریلیا کے ایک غیر مہذب قبائلی نے درخت کی چھال پر بنایا تھا۔ اس میں کانگرو کا شکار دکھایا ہے۔



شکل ۲۶

اس تصویر کو الاسکا کے ایک باشندے نے بنایا تھا۔ اس میں اسکیمو لوگوں کا سفر دکھایا ہے۔ سلیج پر سامان لدا ہے اور کتے انہیں گھسیٹ رہے ہیں۔[2]

---

[1] و [2] Leon hard Adam "Primitive Art" (Peli Books, 1957 pages 47, 192)

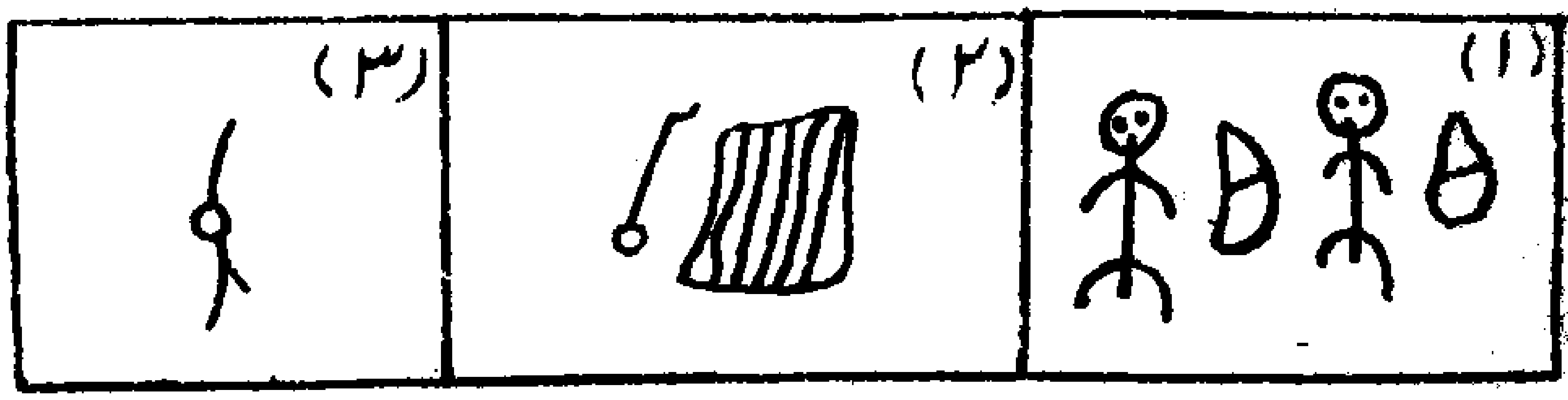
اس قسم کی منظر کشی کو ہم تصویری خط نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب تک تصویریں بنانے کا مقصد کسی بات کو یاد رکھنا یا دوسرے تک خبر کا پہونچانا نہ ہو وہ تصویری خط کے ذیل میں نہیں آتیں۔ بہرحال منظر کشی خصوصاً کسی واقعہ کو تصاویر میں ظاہر کرنا تصویری رسم خط کی طرف ایک ضروری قدم ہے۔

۳

نیم مہذب اقوام کا رسم خط

زمانۂ قدیم کے بیشتر ملکوں میں تصویری خط رائج تھے۔ اُن کی ابتدا کس طرح ہوئی اس کا جاننا مشکل ہے غالباً شروع میں اُن کی وہی صورت رہی ہوگی جو نیم مہذب اقوام میں نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے نیم مہذب اقوام کے تصویری خط کا جائزہ لینا بیحد ضروری ہے۔

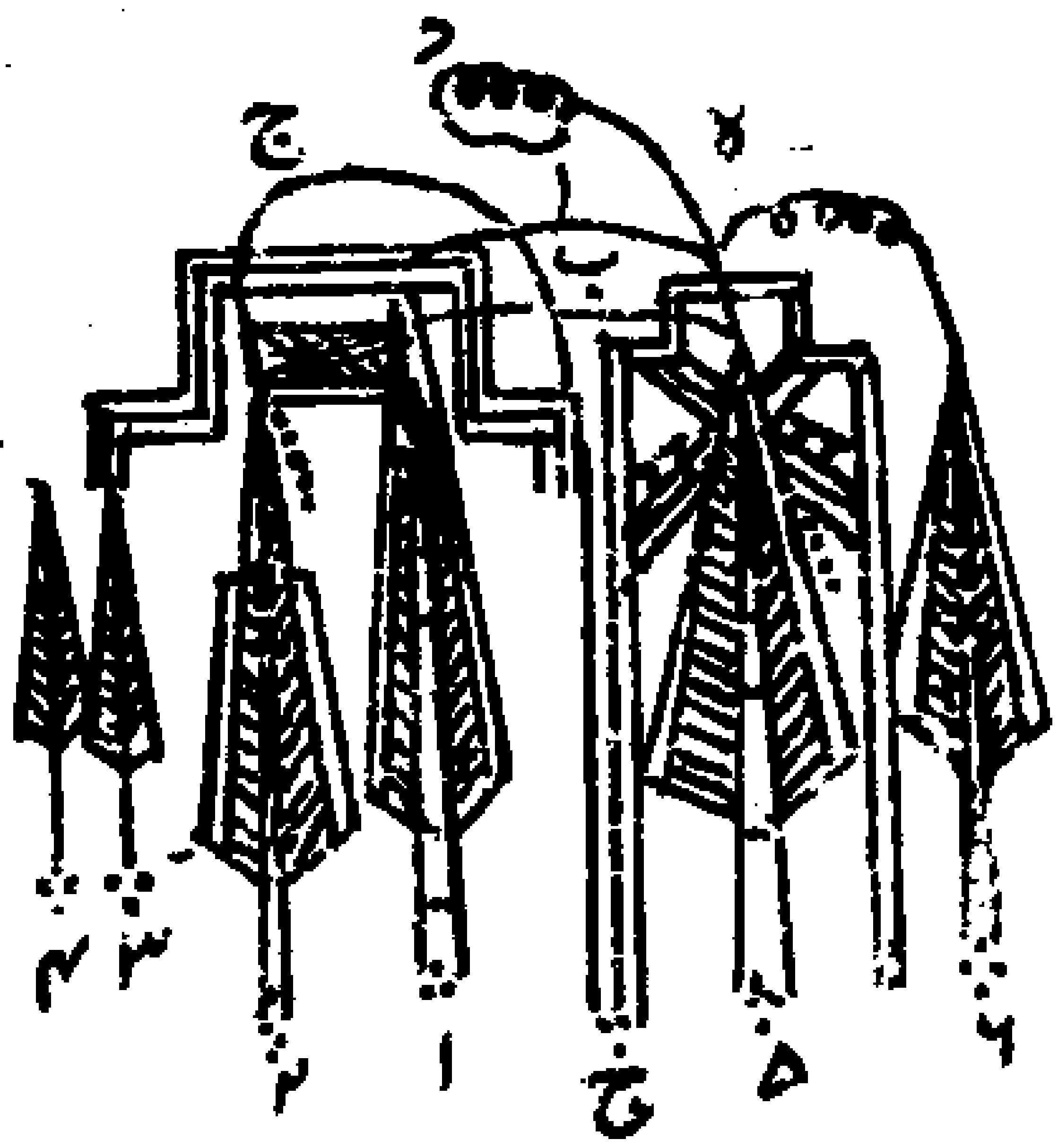
افریقہ۔ نیچے ایوے زبان بولنے والے نیگرو لوگوں کی چند ضرب الامثال ملاحظہ ہوں۔ یہ لوگ ٹوگو میں آباد ہیں:۔



شکل ۲۷

(۱) "دو جنگجو ایک میدان میں نہیں رہ سکتے" (۲) "سوئی بڑے بڑے کپڑے سیتی ہے" یعنی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بڑے بڑے کام ہوتے ہیں" (۳) "تاگا سوئی کے ساتھ چلتا ہے" یعنی لڑکے باپ کی پیروی کرتے ہیں۔

سائبیریا۔ یہاں کسی حد تک تصویری خط مستعمل ہے نیچے دی ہوئی [illegible] کی ایک درد بھری داستان ہے:۔



شکل ۲۸

(۱) شوہر ہے اور (۲) اُس کی بیوی، سر کے پاس نقطوں سے مراد چوٹی ہے (۳) اور (۴) اُس کے بچے ہیں لیکن وہ اس شادی سے خوش نہیں ہے جیسا کہ گھر کے درمیان صلیب سے ظاہر ہوتا ہے وہ ایک دوسری لڑکی (۵) سے محبت کرنے لگتا ہے۔ (الف) اور وہ بھی اُسے چاہنے لگتی ہے (ب) لیکن اُس مرد کی بیوی بیچ میں حائل ہو جاتی ہے اور رشتۂ محبت منقطع ہو جاتا ہے (ج) تاہم وہ لڑکی اُسے چاہے جاتی ہے (د) اگرچہ ایک دوسرا نوجوان (۶) بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ (ہ) اس طرح دونوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ گھر کے درمیان صلیبیں ملاحظہ ہوں۔

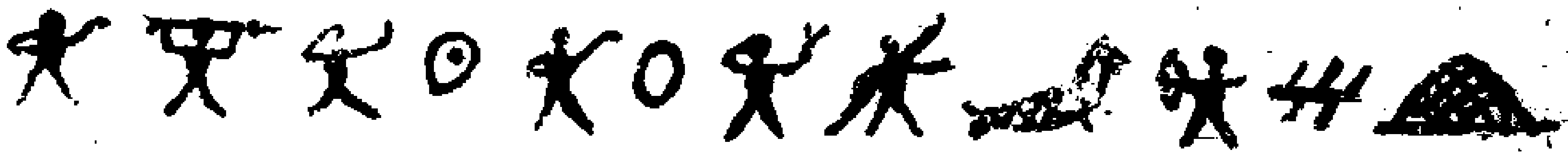
الاسکا - یہاں کے باشندوں میں تصاویر کے ذریعہ پیغام رسانی کا رواج تھا۔ عموماً یہ پیغامات لکڑی کی کھپاچوں پر نقش کر کے مکان کے سامنے آنے والوں کی اطلاع کے لئے رکھ دئے جاتے۔ نیچے اس کی دو مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

A. C. Haddon "Evolution in Art" (Lndon 1895) page 207-208



شکل ۲۹

(دائیں سے بائیں کو) گھر میں --- کچھ کھانے کو --- نہیں ہے۔



شکل ۳۰

(بائیں سے دائیں کو) میں اُس طرف جاؤں گا --- ناؤ کے ذریعہ (اور)
ایک رات سوؤں گا --- جزیرے کے ایک جھونپڑے میں --- (پھر
وہاں سے) میں جاؤں گا - (ایک) دوسرے جزیرے میں - (اور
وہاں) دو راتیں سوؤں گا میں شکار کروں گا --- ایک بحری شیر ---
تیر کمان سے --- (پھر لوٹ آؤں گا) ناؤ سے - اپنے گھر کو -

شمالی امریکہ۔ یہاں کے اصلی باشندے منگول نسل سے تعلق رکھتے ہیں غالباً وہ اب سے ... ۱۵ سال پہلے آبنائے بیرنگ کو پار کر کے الاسکا ہوتے ہوئے امریکہ پہونچے۔ اُن کی ابتدائی تاریخ پردۂ خفا میں ہے۔ ۱۴۹۲ء میں جب کولمبس نے امریکہ کا پتہ چلایا تو وہ خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ کولمبس نے اُن کا نام سُرخ ہندی Red Indians رکھا کیونکہ اُن کا رنگ تانبے کی طرح سُرخ تھا اور وہ غلطی سے یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ میں ہندوستان پہنچ گیا ہوں۔ رفتہ رفتہ یورپی اقوام نے دیسی باشندوں کو مغلوب کر لیا اب ان کی تعداد گھٹ کر تقریباً ۵ لاکھ رہ گئی ہے۔

[illegible] کے ذریعہ مافی الضمیر کے اظہار کا جتنا مکمل طریقہ امریکی ہندیوں میں

پایا جاتا تھا شاید ہی کسی نیم مہذب قوم میں پایا جاتا ہو۔ وہ تصاویر کے ذریعے آپس میں نامہ و پیام کرتے، خرید و فروخت کا حساب رکھتے اور اہم واقعات کی یادداشت مرتب کرتے۔ نیچے اُن کے تصویری خط کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔



شکل ۳۱

اوپر کی ہر تصویر گیت کے ایک بند کی قائم مقام ہے۔ گیت کا صحیح مفہوم ہمیں نہیں معلوم۔ بہرحال تصاویر کی تشریح یوں ہے (۱) عاشق کھڑا ہے۔ (۲) بیٹھ کر جادو کا ڈھول بجا رہا ہے (۳) ایک جھونپڑے میں چھپا منتر پڑھ رہا ہے۔ (۴) مطلوب طالب سے آملا ہے۔ (۵) محبوبہ کسی دوسری جگہ چلی گئی ہے (۶) وہ سو رہی ہے اور عاشق اُس کے دل پر جادو کر رہا ہے (۷) اُس کا دل۔ (۸) کنوارپن کی علامت۔ [1]

---

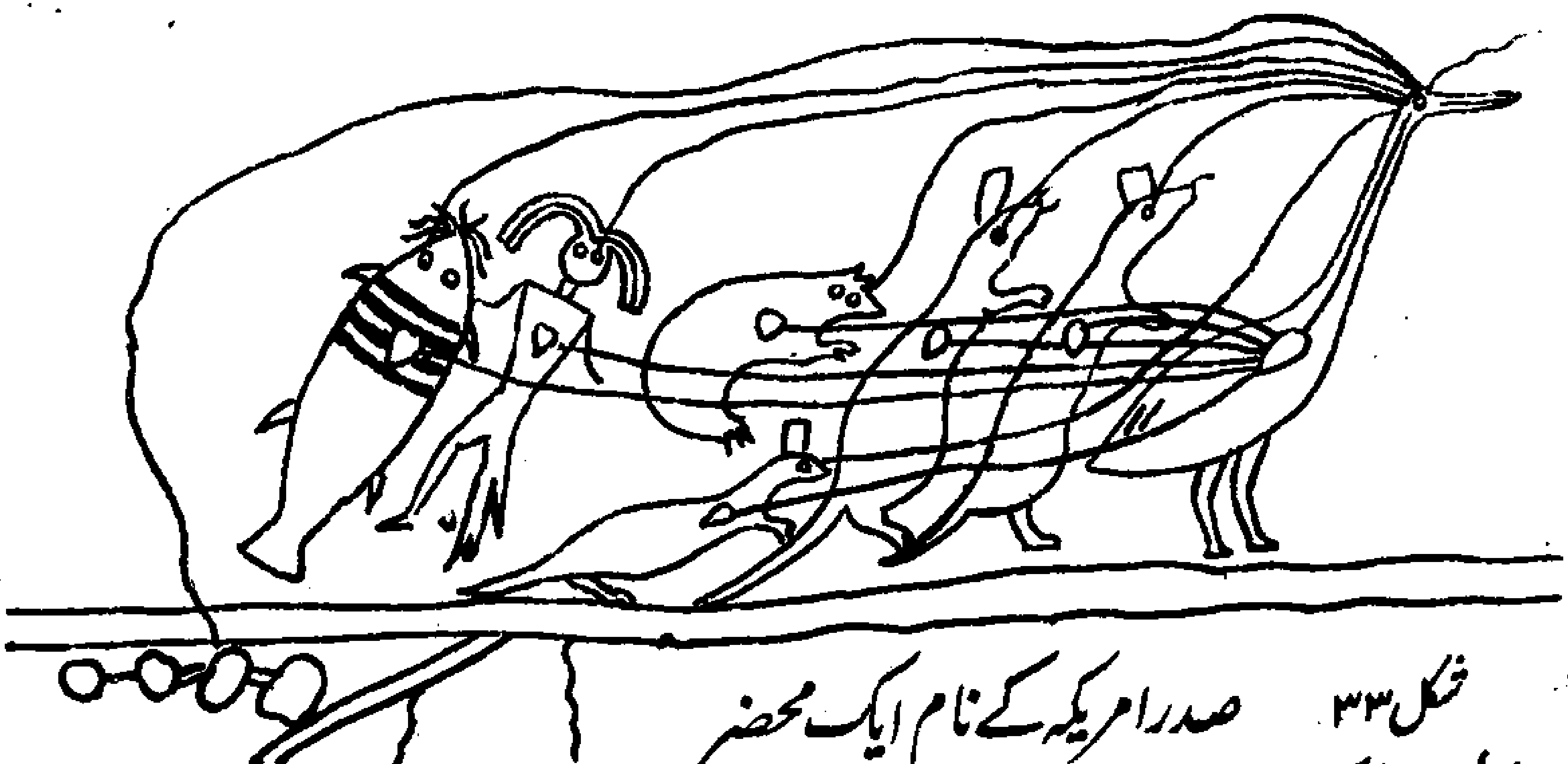
[1] J. N. Jolly "Man before metals" (London 1892)



شکل ۳۲

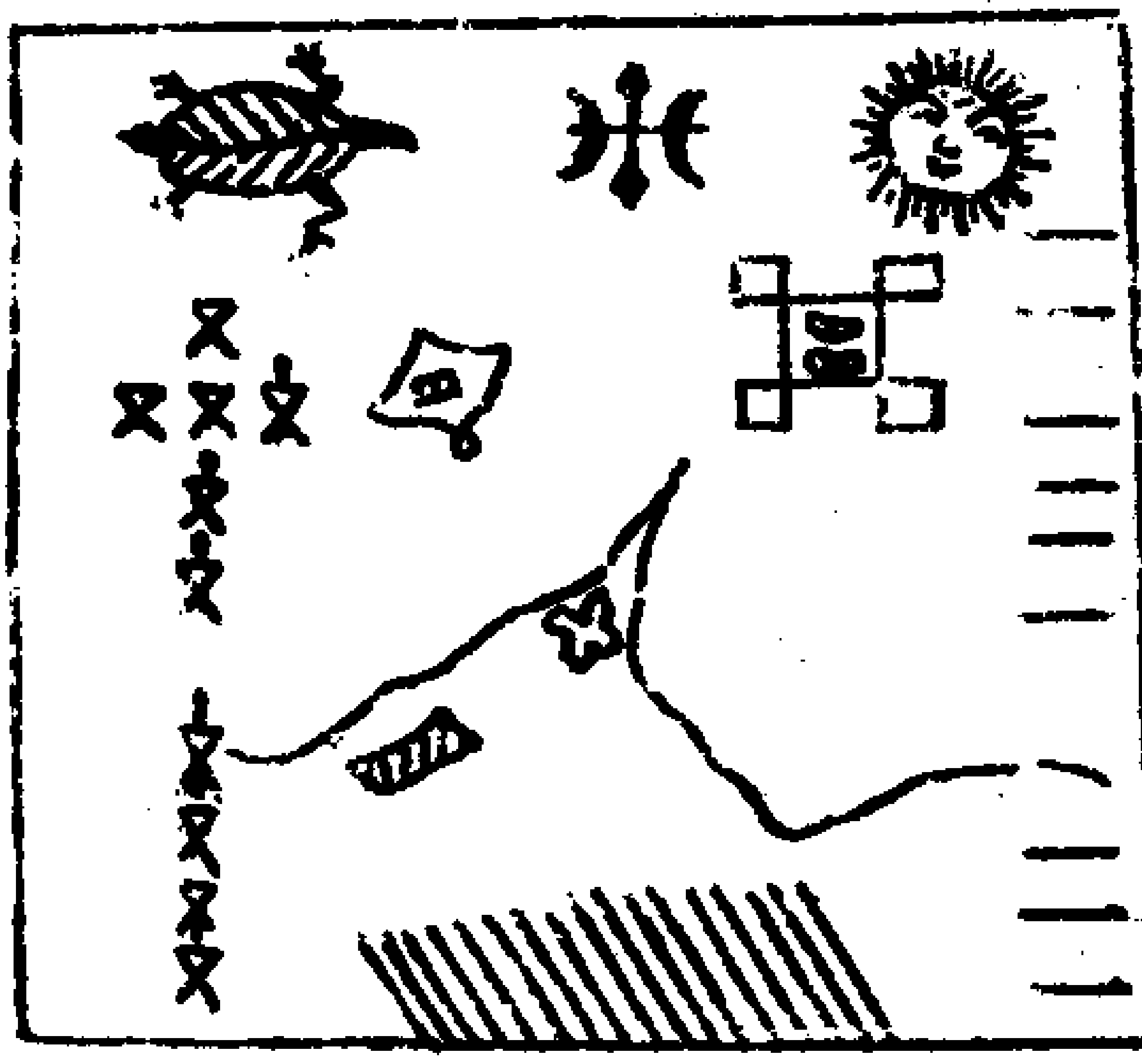
بائیں طرف کا آدمی باپ ہے۔ اُس کا نام ہے "کچھوا اپنی مادہ کے تعاقب میں"۔ یہ بات اُن تصاویر سے ظاہر ہے جنھیں ایک لکیر کے ذریعہ اُس کے سر سے ملایا ہے۔ دائیں طرف لڑکے کی تصویر ہے۔ اُس کا نام ہے "چھوٹا آدمی"۔ باپ کے منہ سے نکلی ہوئی لکیریں چھوٹے آدمی کو اپنی طرف گھسیٹ رہی ہیں گویا اُسے بلایا جا رہا ہے۔ اُن کے درمیان چھوٹے چھوٹے دائرے ڈالر کی علامت ہیں۔ اس خط کا مطلب ہے کہ میں تمھیں ۵۳ ڈالر سفر خرچ کے لئے بھیج رہا ہوں تم فوراً چلے آؤ۔

ایک اور نقش صفحہ ۴۶ پر ملاحظہ ہو۔



شکل ۳۳ صدر امریکہ کے نام ایک محضر

اس محضر کو بعض قبائل نے ایک چھوٹی جھیل حاصل کرنے کے لئے صدر موصوف کو جنوری ۱۸۴۹ء میں بھیجا تھا۔ درخواست دینے والوں کو [illegible] علامتوں سے ظاہر کیا ہے۔ سب سے آگے اُن کا سردار سارس ہے۔ اُس کے سر پر لہراتی ہوئی لکیر اُس جھیل کی طلب کا اظہار [illegible] ایک طویل خط کے ذریعہ اُس کے سر سے ملایا ہے۔ دوسرے جانوروں کے دلوں اور آنکھوں کے سردار کے دل اور آنکھ سے [illegible] کہ جملہ قبیلے سردار کے ہم خیال ہیں اور سب کی دلی خواہش یہ ہے کہ مطلوبہ جھیل اُنھیں مل جائے ۔



شکل ۳۴

ڈلاورے خاندان نے اپنے سردار وِنج مُنڈ کی اُس فتح کا حال جو اُس نے انگریزوں کے خلاف ۶۳-۱۷۶۲ء میں حاصل کی تھی اوہیو ریاست میں ایک پیڑ کی چھال پر تصویروں میں کندہ کیا تھا[۱]۔ اس میں نیچے کی طرف ۲۳ متوازی لکیریں سپاہیوں کا اظہار کرتی ہیں جو میدان جنگ کو جا رہے ہیں۔ سورج کے نیچے کھنچی ہوئی لکیریں اس سے پہلے لڑائی میں گئی ہوئی دو فوجوں کے ایام سفر کو ظاہر کرتی ہیں۔

تصویر کے وسط میں تین انگریزی قلعے ہیں۔ دریا کے سنگم پر واقع قلعہ کا نام "فورٹ پٹ" ہے۔ دائیں طرف والا قلعہ جس میں دو تجارتی کوٹھیاں ہیں "ڈیٹرائٹ" کا ہے اور تیسرا قلعہ ایری جھیل میں واقع ہے بائیں طرف جو دس انسانی شکلیں ہیں اُن میں ۶ بے سر والے مقتولین کو ظاہر کرتے ہیں اور چار سر والے اُن مردوں اور عورتوں کی جو قید کر لئے گئے۔ (مردوں کو عورتوں سے ممتاز کرنے کے لئے

---

[۱] Sir John Ludbock "Origin of Civilisation" (L...
1870) page 44

اُن کی ٹانگوں کے درمیان ایک لکیر کھینچی ہے) کچھوا غالباً خاندانی علامت ہے بالائی شکل کا مفہوم غیر واضح ہے ۔

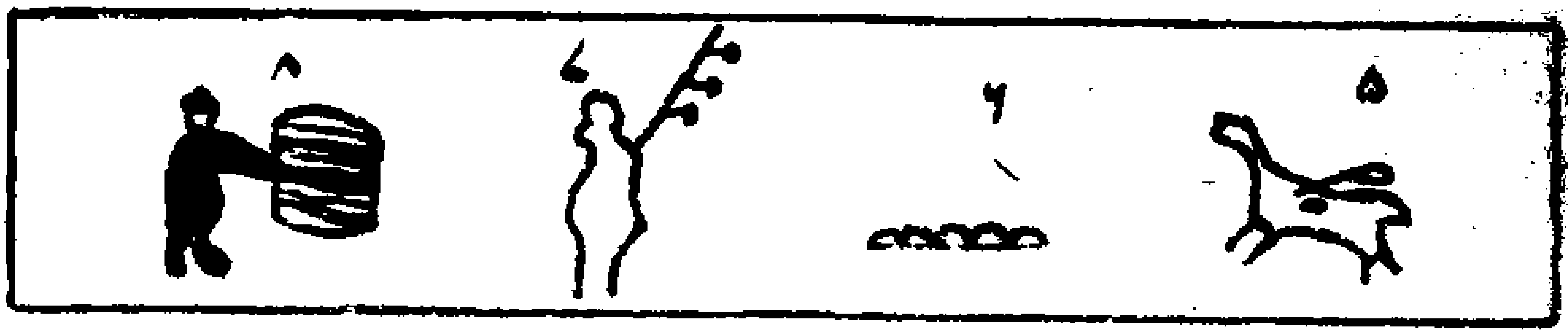


شکل ۴۵

یہ تصویریں سُوپیریر جھیل کے پاس ایک چٹان پر بنی تھیں ۔ اس میں ایک سردار کے جھیل پار کرنے کا حال ہے ۔ سردار کا نام "کنگ فِشر" تھا جسے اس نام کے پرندے سے اوپر (بائیں جانب) ظاہر کیا ہے ۔ اُس کے ۵۱ سپاہی ۵ کشتیوں میں سوار تھے ۔ اس سفر میں تین دن لگے جسے سورج کے تین مرتبہ نکلنے ڈوبنے سے تعبیر کیا ہے ۔ کچھوا خشکی یعنی منزل مقصود کا مظہر ہے ۔
امریکی ہندیوں کی ایک شاخ ڈیکوٹا کے نام سے مشہور ہے ۔ اُن کے یہاں سالوں کا شمار بہت دلچسپ طریقے سے کیا جاتا ہے یعنی وہ ہماری طرح کسی اہم واقعہ کے بعد سے سالوں کا شمار نہیں کرتے ۔ اُن کا سال جاڑے سے شروع ہوتا ہے اور اُس جاڑے کے خاص واقعہ سے منسوب کر دیا جاتا ہے ۔ اُن میں سے ایک شخص مسمیٰ لون ڈاگ نے بھینس کی صاف کی ہوئی کھال پر سنہ ۱۸۰۰ء سے لے کر سنہ ۱۸۷۰ء تک کے واقعات کی یادداشت رکھی تھی ۔ اُن میں سے چند مثالیں نیچے نقل کی جاتی ہیں ۔ اب یہ کھال "امریکن میوزیم آف نیچرل ہسٹری" (نیویارک) میں [illegible]



سنہ ۱۸۰۱ء　سنہ ۱۸۰۲ء　سنہ ۱۸۱۳ء　سنہ ۱۸۱۷ء

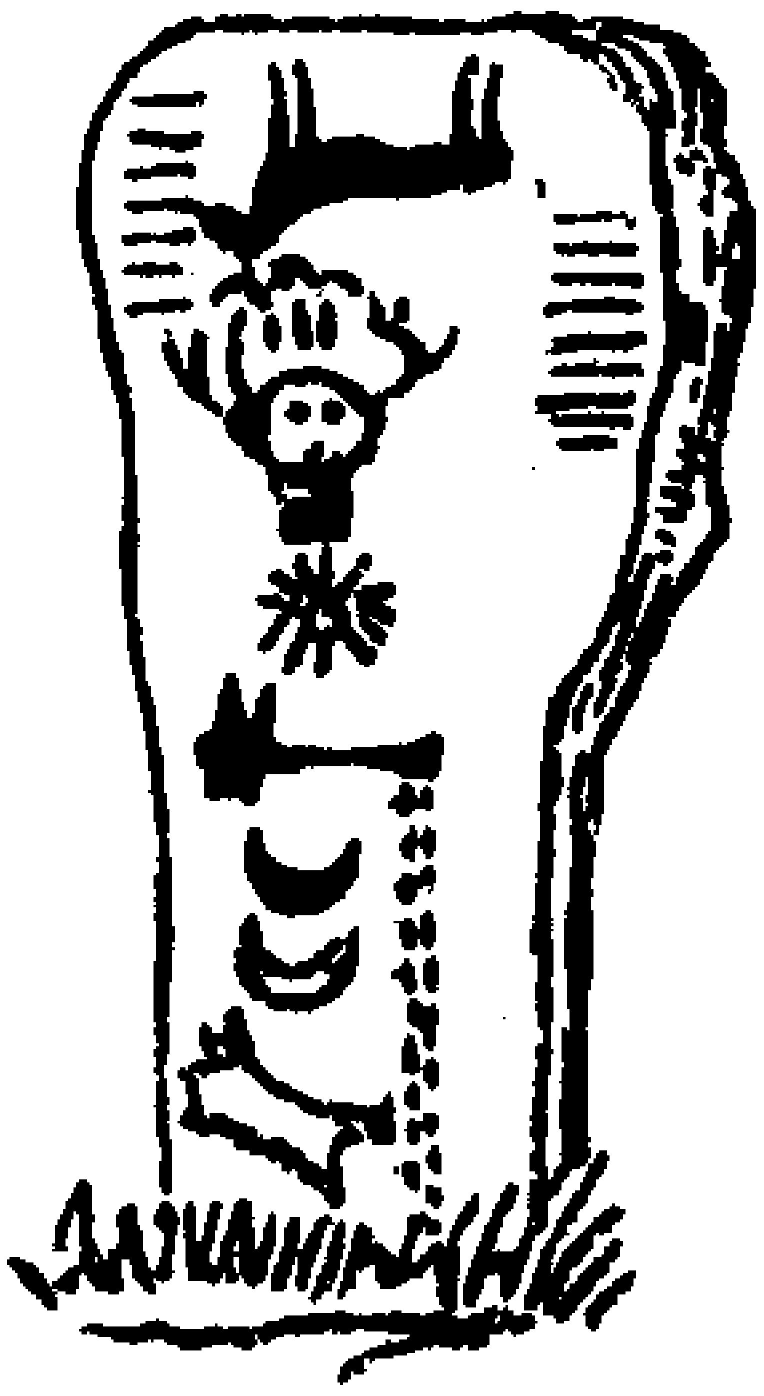


سنہ ۱۸۲۴ء　سنہ ۱۸۲۵ء　سنہ ۱۸۴۸ء　سنہ ۱۸۵۳ء

شکل ۳۶

(۱) چیچک کی وبا پھیلی (۲) نعل بند گھوڑے چرائے (۳) کالی کھانسی کا زور (۴) سوکھی لکڑی سے گودام بنایا (۵) سردار کے گھوڑے مارے گئے (۶) سیلاب میں بہت سے ہندی ڈوب گئے۔ (۷) کبڑا نامی ہندی بھالے سے مارا گیا۔

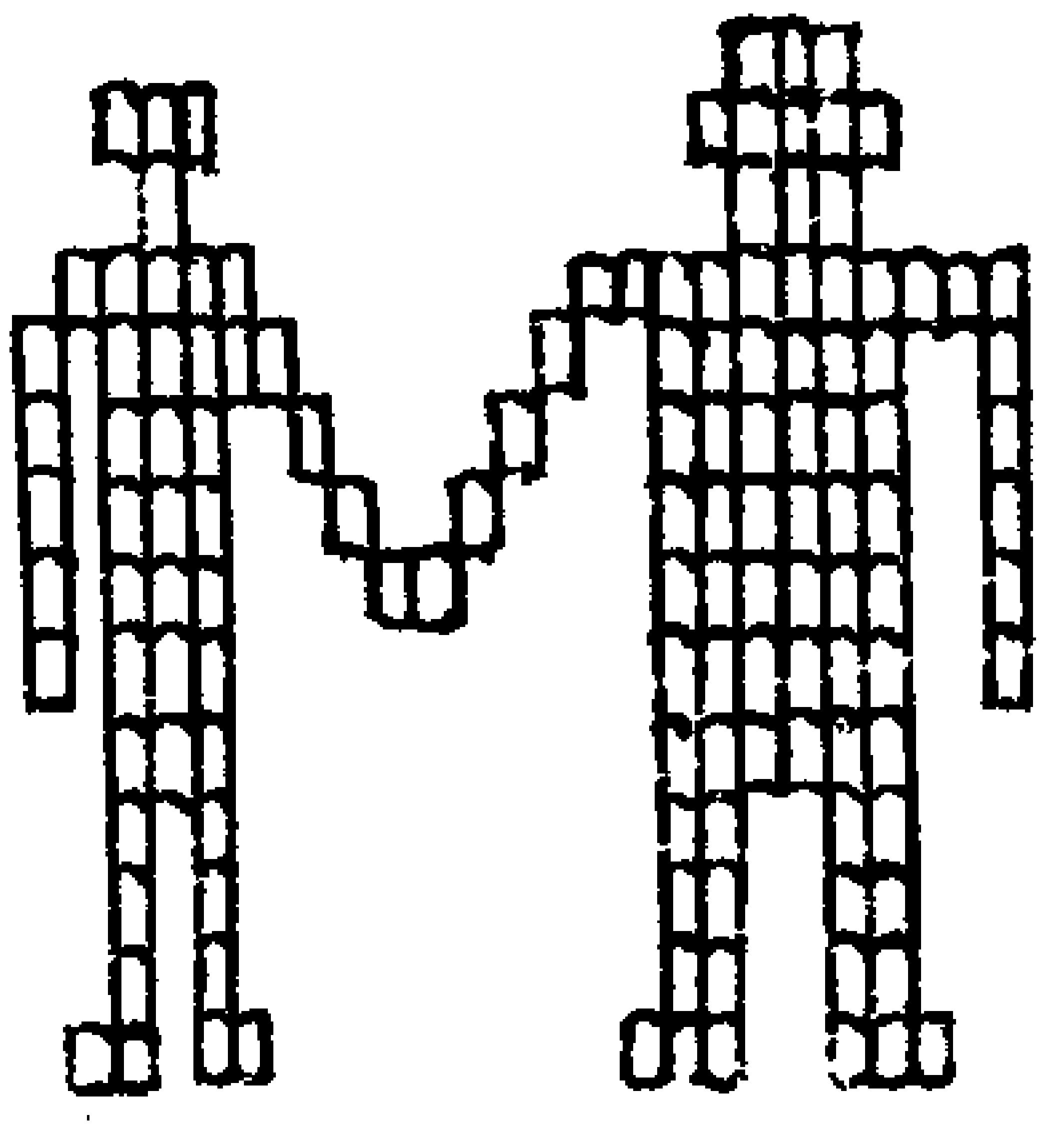
(۸) مسٹر جان رچرڈ سے کمبل خریدے



شکل ۳۷

بائیں طرف کی تصویر وابوچیک نامی سردار کا سنگِ مزار ہے جو سُوپیریر جھیل کے نزدیک سنہ ۱۷۹۳ء میں مرا تھا۔ اُس کے قبیلے کا نشان رینڈیر (بارہ سنگھا) تھا جسے اُلٹا بنانے سے اُس کی موت مراد ہے۔ رینڈیر کے نیچے کھنچی ہوئی لکیریں اُس کے زخموں کو ظاہر کرتی ہیں اور دائیں بائیں جانب کی آڑی لکیریں اُن لڑائیوں کی جن میں وہ شریک ہوا تھا۔ [illegible] کا مطلب غیر واضح ہے۔

امریکی ہندی عموماً صاف کئے ہوئے چمڑے پر رنگوں سے لکھتے تھے لیکن اُن میں سے بعض قبائل پوتوں کی بُنائی یا ٹکائی میں تصویریں بنا کر خاص خاص مطلب مراد لیتے۔ اس پوت کو جو ایک خاص قسم کی سیپ کو گھس کر بنائی جاتی تھی ڈیم پم (Wampum) کہتے تھے۔ ایسی پوت کی ٹکائی کا سب سے اچھا نمونہ وہ پٹی ہے جسے لینی لینیپ خاندان کے سردار نے ۱۶۸۲ء میں ولیم پین کو صلح کے موقعہ پر پیش کیا تھا۔ اِس میں ایک انگریز اور ایک ہندی کو مصافحہ کرتے ہوئے دکھایا ہے (صلح کی علامت) اب یہ پیٹی "پینسلوانیا ہسٹاریکل سوسائٹی" میں محفوظ ہے۔



شکل ۳:

اگرچہ اب بھی بعض امریکی ہندی تصویری خط کا استعمال کرتے ہیں لیکن انھیں وہ مہارت حاصل نہیں جو اُن کے آباواجداد کو تھی۔

وسطی امریکہ۔ کولمبس کی دریافت امریکہ سے پہلے وہاں کی [illegible] میں مایا اور ازتیق قوم کی تہذیبیں خاص تھیں جن کا مرکز میکسیکو تھا۔ مایا قوم میں ایک تصویری خط رائج تھا جس کے [illegible]

کامیابی نہیں ہوئی ہے[1]۔ غالباً ان کے رسم خط کا ہر نشان ایک لفظ یا تخیل کو ظاہر کرتا تھا۔ ان نشانات میں دیوی دیوتاؤں اور نجوم کی علامات کا علم حاصل ہو چکا ہے۔ مایا قوم کے سال میں ۱۸ مہینے اور ہر مہینے میں ۲۰ دن ہوتے تھے گویا اُن کا سال ۳۶۰ دن کا ہوتا تھا۔ ہر دن اور ہر مہینے کو ظاہر کرنے کے لئے علیحدہ علامتیں تھیں۔ بعد ازاں انھوں نے سال میں ۵ دنوں کا اضافہ کیا جنھیں منحوس مانا جاتا تھا انھیں "یُوایب" کہتے تھے اور ان کے لئے بھی ایک علیحدہ علامت تھی۔ انھوں نے اپنی تقویم کا حساب ۴۰۰ سال کی مدت میں محدود کیا تھا جس کی منزلیں اور اُن کے نشانات شکل ۳۸ (صفحہ ۵۳) میں ملاحظہ ہوں۔

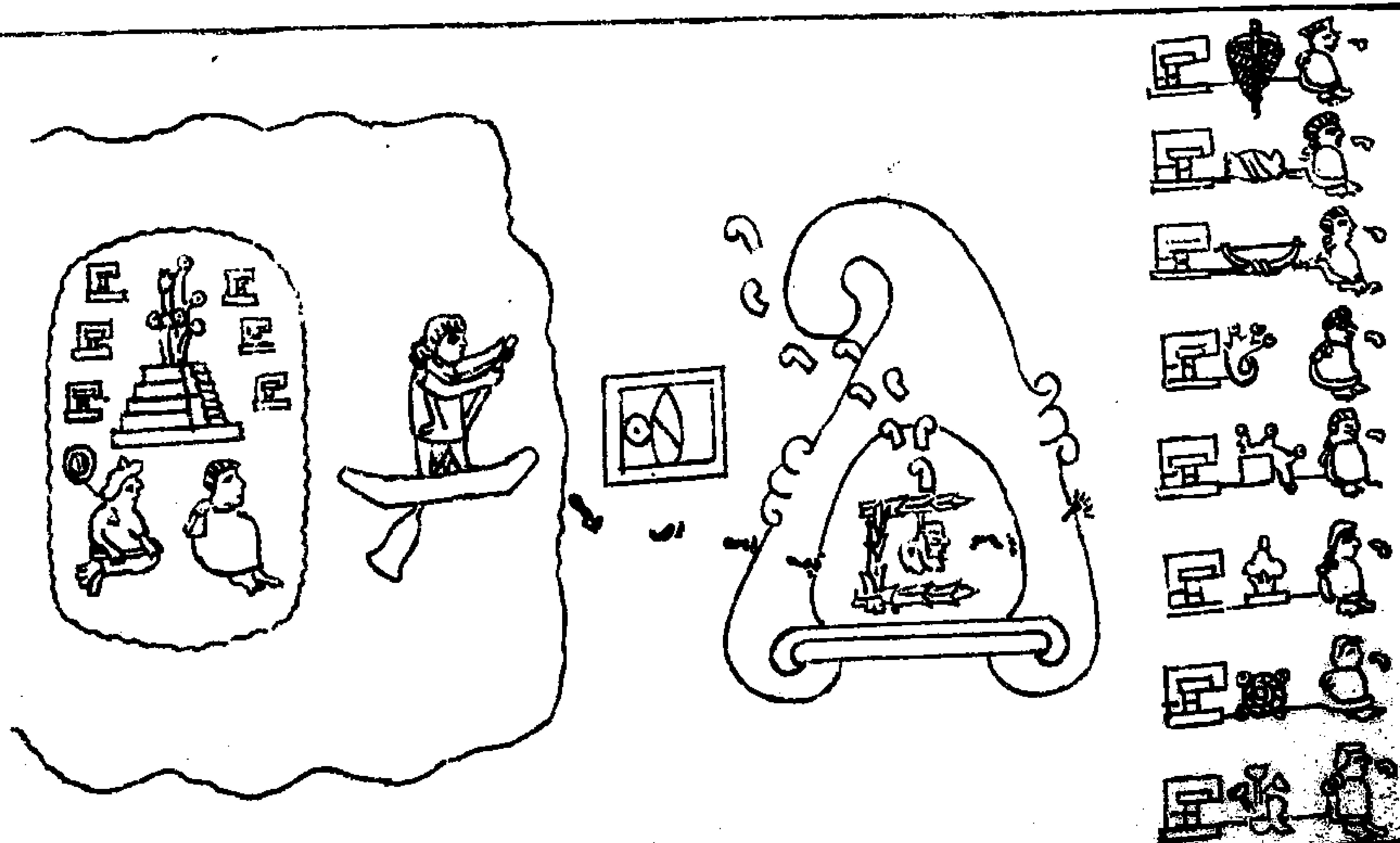
مایا تہذیب کو تالتیق لوگوں نے برباد کیا (وہ جنوبی میکسکو میں آباد تھے) جب کولمبس امریکہ پہنچا تو تالتیق اور مایا تہذیبیں مٹ چکی تھیں اور میکسکو میں ازتیق لوگوں کا دور دورہ تھا۔ اگرچہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے کی تہذیبوں سے بہت سی باتیں سیکھی تھیں تاہم اُن کا تمدن ۱۵۱۹ء میں (اسپین والوں کی آمد کے وقت) اُسی منزل میں تھا جہاں عراق اور مصر ۳۰۰۰ ق۔م تھے یعنی پتھر کا زمانہ ختم ہو رہا تھا اور دھاتوں کا استعمال شروع ہوا تھا۔

---

[1] چند سال پہلے یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ ایک روسی عالم مایا خط کو پڑھنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی دریافت کے مطابق اس خط میں ۲۷۰ نشانات کام آتے تھے جن کے استعمال کا مصری ہیروغلیفی یا چینی خط کے مماثل تھا۔ (روزنامہ پائنیر لکھنؤ، رمئی ۱۹۵۵ء)

[2] British museum guide to the maudslay colle[ction] of maya sculptures (London 1923)

A. Hyatt verril "Old Civilizations of the ...

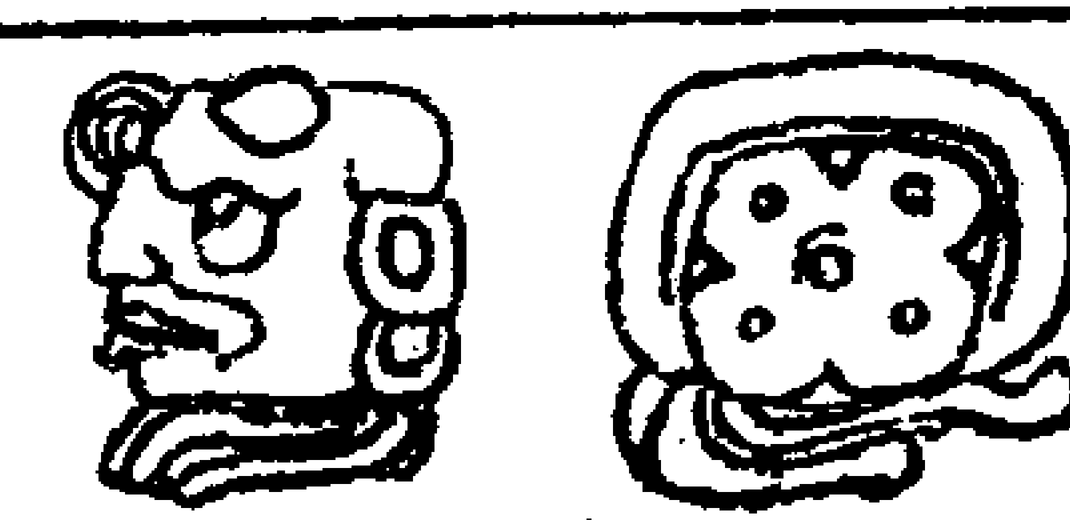


شکل ۴۱ ازٹیک قوم کا رسم خط (بائیں سے دائیں کو) ہجرت کا منظر، باقی صفحہ ۵۲ پر

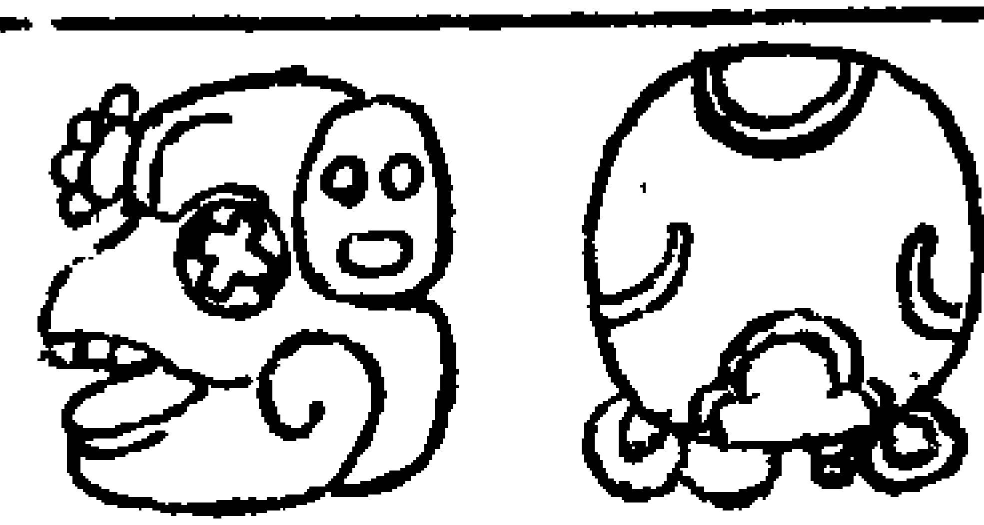
صفحہ ۵۲ سے آگے



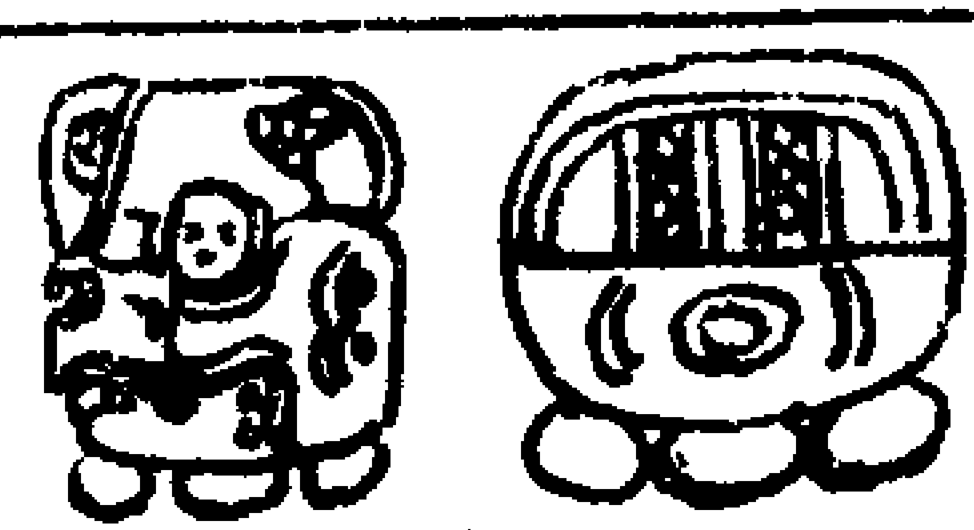
شکل ۴۱



رکن (ایک دن)



یوئنیل (۲۰ دن)



تون (۳۶۰ دن یا ایک سال)

شکل ۳۸
مایا قوم کا
رسم خط



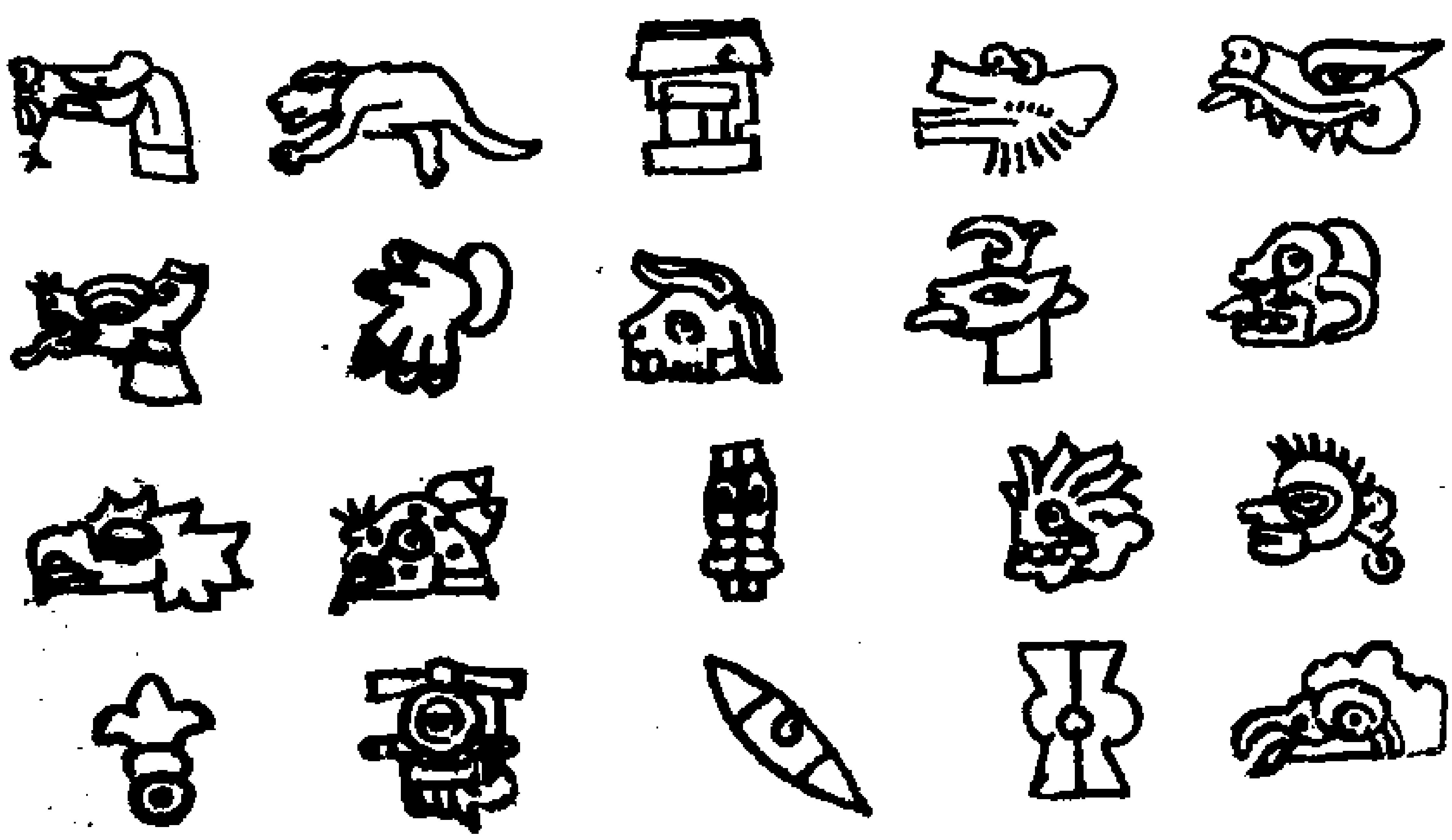
کاتون (۷۲۰۰ دن یا ۲۰ سال)



باکتون (۱۴۴۰۰۰ دن یا ۴۰۰ سال)

ازتیق قوم کا آخری بادشاہ مانٹی زوما (Monte zuma) تھا جسے ہسپانوی سردار کارٹیز (Corzez) نے دھوکے سے گرفتار کر کے میکسکو پر قبضہ کر لیا۔ یہ ۱۵۲۱ء کا واقعہ ہے۔

ازتیق قوم کا رسم خط غالباً مایا خط کی بگڑی ہوئی صورت تھا۔ مایا قوم کی طرح ان کے سال میں بھی ۱۸ مہینے اور ہر مہینے میں ۲۰ دن ہوتے تھے۔ یہاں ان کے "دنوں کی علامتیں" نقل کی جاتی ہیں[1]



شکل ۳۹

(۱ - ۵) مگر، ہوا، مکان، چھپکلی، سانپ
(۶ - ۱۰) موت، ہرن، خرگوش، پانی، کتا
(۱۱ - ۱۵) بندر، گھاس، نرکل، بلی، عقاب
(۱۶ - ۲۰) گدھ، حرکت، چاقو، بارش، پھول

---

[1] G. C. Vaillant "The Aztecs of Mezico (Pelican series, 1950) page 187

نیچے ازتیق رسم خط میں بعض "مقامات کے نام" ملاحظہ ہوں:۔



شکل ۴۰

(۱) کال تے پیک = کلی (گھر) + تے پیک (پہاڑ)

(۲) کو تے پیک = کوتل (سانپ) + تے پیک (پہاڑ)

(۳) اتزتےپیک = اتز (کتا) + تے پیک (پہاڑ)

(۴) اتزتلان = اتز (کتا) + تلانتلی (دانت)

(۵) بذتلان = مذتلی (بادل) + تلانتلی (دانت)

(۶) مازتلان = مازتل (ہرن) + تلانتلی (دانت)

شکل ۴۱ اس خط کا ایک اہم نمونہ ہے[1] اس میں" ازتیق قوم کی ہجرت" کو دکھایا ہے ۔ وہ ایک روایتی جزیرے ازتلان (لفظی معنی" مقام ازتیق") سے ہجرت کرکے" چقماق کے چاقو" کے پہلے سال مطابق ۱۱۶۸ء میں" ویت زیلوپوچتلی" نامی غار میں پہنچی اور وہاں سے ان کے آٹھ قبیلے اپنے اگلے

---

[1] Aztecs of Mexico plate 62

Maxschmidt-Primitive Races of Man kind (1926)

page 527

F. Bodmer-Loom of Language (London 194

سفر پر روانہ ہوئے۔ آگے گرے ہوئے درخت سے "تا مو الکان" (منزل) مراد ہے۔ وہیں ایک قربانگاہ بنی ہوئی ہے جہاں وہ کھاپی رہے ہیں اور دائیں طرف اُنھیں ایک دوسرے سے رخصت ہوتے دکھایا ہے۔ چلنے کے لئے نقش قدم اور بولنے کے لئے منہ کے پاس بھاپ کا نشان بنایا ہے۔ ہر قبیلے کا مخصوص نشان مکان کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ آدمیوں کے نام لکھنے کے لئے اُن کی علامتوں کو سروں سے ملا دیا گیا ہے۔ نام لکھنے کا بالکل یہی طریقہ سُرخ ہندیوں میں رائج تھا۔

تصاویر کے ذریعہ خیالات کے اظہار میں نیم مہذب اقوام کہاں تک کامیاب ہوئی ہیں اس کا اندازہ آپ نے اوپر کی مثالوں سے کرلیا ہوگا۔ اب ہم زمانۂ قدیم کی مہذب اقوام کے تصویری خط کا جائزہ لیں گے۔

۴
میخی خط کا عروج و زوال

دنیا کے خطوں میں میخی خط کی تاریخ بہت قدیم و طویل ہے۔ اُس کا استعمال تقریباً ۳۰۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوا اور سنہ عیسوی کے آغاز تک جاری رہا۔ ایک زمانہ تھا جب وہ ایران سے لے کر ایشیائے کوچک تک ہر جگہ مستعمل تھا اور اُس نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کرلی تھی حتیٰ کہ فراعنۂ مصر کا محکمۂ خارجہ بھی اِسی خط میں مراسلت کیا کرتا تھا۔

چونکہ اس خط کی بنیاد ایسے نشانات پر ہے جو کبھی کھونٹی (میخ) کبھی تیر کے پھل (پیکان) اور کبھی کیل (مسمار) سے مشابہ ہوتے ہیں اِس لئے اِسے میخی، پیکانی اور مسماری تین ناموں سے یاد کیا جاتا ہے :-



شکل ۲۴

انگریزی میں اِسے کیونیفارم (Cunei form) کہتے ہیں جو لاطینی لفظ کیونیس (Cuneus) "میخ" اور فارما (Forma) "شکل" سے مرکب ہے۔ یہ نام اول اول سن ۱۷۰۰ء میں مسٹر ٹامس ہائیڈ (Mr. Thomas Hyde) نے استعمال کیا تھا جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں عبرانی کے پروفیسر تھے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ابتداءً اس خط کے حروف تھے بلکہ تصویری تھے۔ کیونکہ دنیا کے دوسرے رسوم خط کی طرح اس [illegible] تصویروں سے ہوا تھا، لیکن جب خاص وضع کے قلموں سے

گیلی مٹی کی تختیوں پر نقش و نگار بنانے کا رواج ہوا تو نشانات کا تصویر پن غائب ہوگیا اور میخی خط وجود میں آیا۔

اِس خط کو دنیا بھول چکی تھی یہاں تک کہ اصطخر (Persepolis) کے کھنڈروں میں پائے جانے والے میخی کتبوں کی طرف مغربی سیاحوں اور عالموں کی توجہ مبذول ہوئی۔ جرمن عالم جی، ایف گروٹ فینڈ (G. E. Grotefend) نے ۱۸۰۲ء میں اُس کے بعض اصول و قواعد اور چند نشانات کی آوازیں معلوم کیں۔ اس کے بعد چند اور مستشرقین نے میخی رسم خط کا راز معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ میجر جنرل سر ہنری رالنسن (Sir Henry Rawlinson) نے اس کام کو پورا کیا۔ وہ سالہا سال کی محنت کے بعد ۱۸۴۶ء میں بے ستون[1] کا کتبہ پڑھنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ کتبہ کرمان شاہ کے نزدیک بے ستون نامی پہاڑی کی ایک سپاٹ چٹان پر میخی رسم خط میں کندہ ہے۔ کل نو تختیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کی اونچائی تین یا چار آدمیوں کے برابر ہے۔ زمین سے ان کی اونچائی ۳۰۰ فیٹ ہے۔ اتنی بلندی پر ان کے نقش کئے جانے کا منشاء یہ تھا کہ کوئی آدمی وہاں تک پہنچ کر انھیں ضرر نہ پہنچا سکے لہذا جب کام ختم ہوگیا تو کاریگروں نے وہاں تک پہنچنے والے تمام راستے کاٹ کر چٹان کو ہموار کر دیا۔ رالنسن نے پہلے دوربین کی مدد سے کتبوں کو نقل کرنے کی کوشش کی

---

[1] مولانا ابوالکلام آزاد نے "غبار خاطر" کے مقدمے میں لکھا ہے "ایران کے قدیم آثار میں ایک اثر "بے ستون" کے نام سے مشہور ہے اور داستان سراؤں نے اُسے فرہاد کوہکن کی طرف منسوب کر دیا ہے مگر در اصل یہ "بے ستون" نہیں "بہستون" "بغستان" یا "بغستان" ہے۔ قدیم فارسی میں باغ "خدا" یا "دیوتا" کو کہتے تھے یعنی یہ مقام "خداؤں کی جگہ" ہے [illegible]

لیکن جب بالائی حصے کے حروف صاف نظر نہ آئے تو سوا اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ اوپر چڑھ کر انھیں نقل کیا جائے۔ بہ ظاہر یہ بہت مشکل کام تھا لیکن راکنسن اپنی جان خطرے میں ڈال کر وہاں تک پہنچ گئے اور کسی نہ کسی طرح کتبوں کی نقل حاصل کر کے اُن کے پڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کتبوں کو دارایوش اعظم (۵۲۱ ق-م ۴۸۶ ق-م) نے تین زبانوں — فارسی، ایلمی اور بابلی — میں کندہ کرایا تھا۔

اُسی زمانے میں جب راکنسن میخی رسم خط کی کلید دریافت کرنے میں مصروف تھے سر آگسٹس ہینری لے یرڈ (Sir A. H. Layard) نینوا کے کھنڈروں میں کھدائی کر رہے تھے۔ ۱۸۵۲ء میں انھوں نے شہنشاہ آشور بنی پال (۶۶۸ - ۶۲۶ ق-م) کا کتب خانہ دریافت کیا۔ وہاں سے ۲۰۰۰۰ مٹی کی تختیاں برآمد ہوئیں جو اب برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ ہیں — یہ تختیاں جن پر میخی حروف کے کتبے ہیں گویا اُس زمانے کی کتابیں تھیں۔ ان میں بعض بابلی اور سُمیری زبان کی لغات تھیں اور الفاظ کے معنی آشوری خط میں لکھے تھے۔ اُس وقت تک سُمیری قوم کا کسی کو علم نہ تھا اور نہ اُس کے آثار ہی دریافت ہوئے تھے لہذا جب راکنسن نے ان لغتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ یہ کتبے ایک ایسی قوم کی نشان دہی کرتے ہیں جو سامی قوم سے پہلے عراق میں آباد تھی تو مختلف عالموں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا لیکن بالآخر یہ بات صحیح نکلی۔ اسی لیے سر ہینری راکنسن کو "آشوریات کا معلم اول" کہا جاتا ہے۔

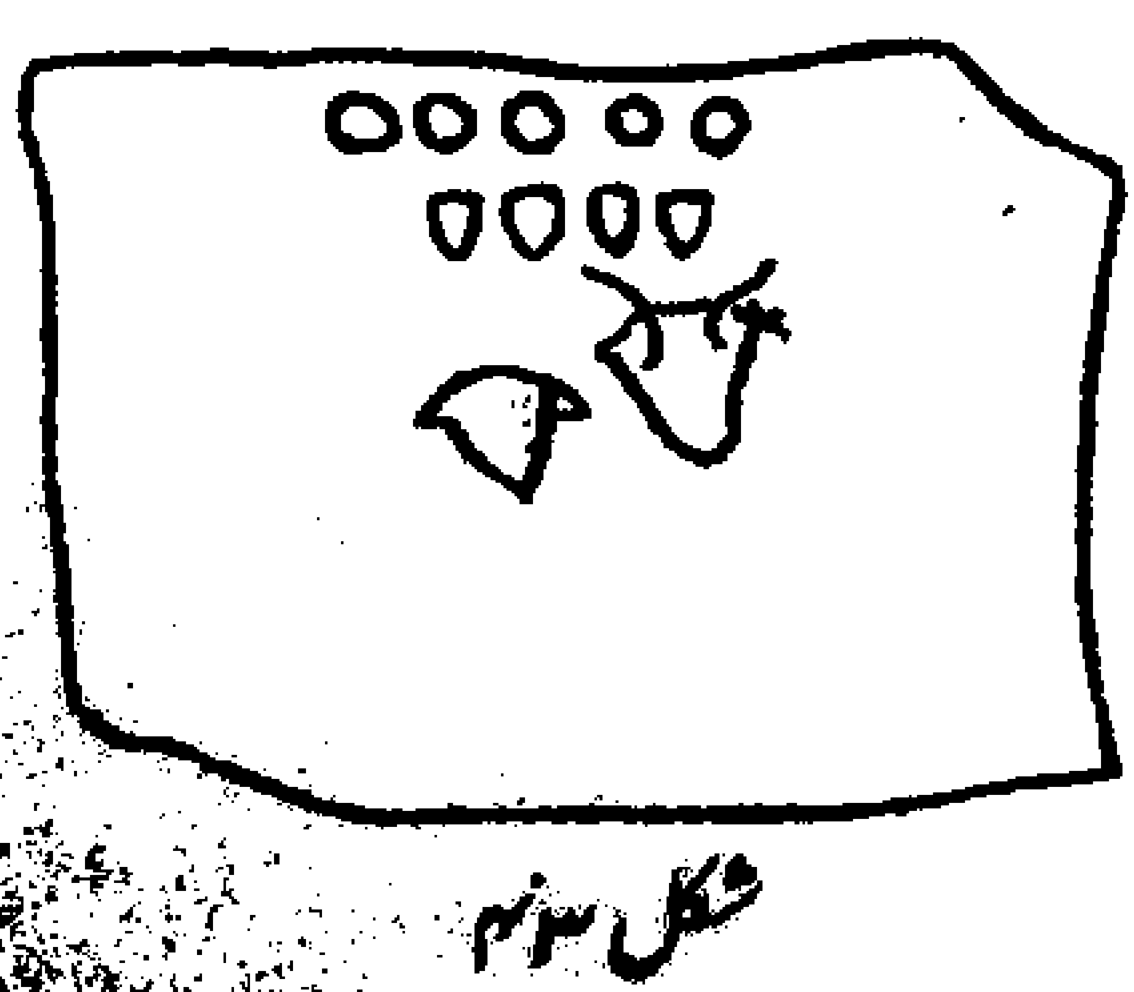
سُمیری رسم خط

قدیم ایام میں عراق میں دو قومیں آباد تھیں جن میں ایک سُمیری تھی

اور دوسری کوئی اور، لہذا بعض عالموں کا خیال ہے کہ جس خط کو سُمیری کہا جاتا ہے وہ ممکن ہے دوسری قوم کی ایجاد ہو ۔

ابھی تک اس امر کی پوری تحقیق نہیں ہو سکی کہ سُمیری قوم کہاں سے ہجرت کر کے آئی تھی اور نسلی و لسانی اعتبار سے اُس کا تعلق کس گروہ سے تھا لیکن یہ یقینی ہے کہ اُس کی زبان قدیم ترکی، منگولی اور دراوڑی سے ملتی جلتی تھی ۔

سُمیری قوم کا عروج ۳۵۰۰ سے ۲۰۰۰ قبل مسیح تک رہا ۔ اُس وقت عراق کا جنوبی حصہ جہاں یہ قوم آباد تھی چھوٹی چھوٹی شہری ریاستوں میں بٹا ہوا تھا ۔ ہر ریاست کا مرکز عموماً ایک مندر ہوا کرتا تھا اور شہر کا انتظام بھی مندر کے پروہتوں کے ہاتھ میں تھا ۔ ریاست کی آمدنی مندروں میں جمع ہوا کرتی تھی جو تجارت کی منڈی بھی تھے اور بینک بھی ۔ یہاں سے لوگوں کو ضروریات زندگی کا سامان اور تجارت کے لئے سرمایہ قرض مل جایا کرتا تھا ۔ شہر میں جو مال آتا یا باہر جاتا یا لوگوں کو قرض دیا جاتا اُس کے حساب رکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ مختلف اشیاء کی مختصر تصویریں بنا کر اوپر گنتی کی علامتیں بنا دی جاتی تھیں ۔ مثلاً اُرک کی ایک تختی پر ۵۴ مویشیوں کا حساب اس طرح درج ہے :-



شکل سوئم

اس حساب میں فریقین کے نام بھی درج کئے جاتے تھے اور بسا اوقات پہ نام ایک بیلن نما مُہر پر کھُدے ہوتے اور اُسے دستاویز پر پھیر کر نام چھاپ دیتے ۔ لکھنے کے لئے گیلی مٹی کی تختیاں استعمال کی جاتیں جنھیں لکھ کر دھوپ میں سکھا لیا جاتا اور اگر ضروری سمجھا جاتا تو آگ میں پکا بھی لیتے ۔ مندروں میں حساب کتاب کی ایسی تختیاں کافی دستیاب ہوئی ہیں ۔

ایک زمانہ تھا جب مصری ہیروغلیفی خط کو دنیا کا سب سے پُرانا خط مانا جاتا تھا لیکن اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سُمیری خط مصری سے پُرانا ہے ۔ سُمیری خط کے قدیم ترین کتبے ۳۵۰۰ سے لے کر ۲۹۰۰ قبل مسیح تک کے ہیں ۔ یہ درکہ ، جمدۃ نصر ، تل المُقیر اور فارہ میں ملے ہیں ۔ پہلے یہ خط تقریباً ۲۰۰۰ نشانات پر مشتمل تھا ۔ نشانات کی اِس کثرت کا سبب یہ تھا کہ بعض چیزوں کی تصویریں مختلف طرح سے بنائی جاتی تھیں مثلاً بھیڑ کے لئے ۳۱ نقوش تھے لیکن بعد میں صرف ایک ہی رہ گیا ۔ رفتہ رفتہ نشانات کی تعداد گھٹ کر صرف ۸۰۰ رہ گئی ۔ ان نقوش و تصاویر کی دو قسمیں تھیں :-

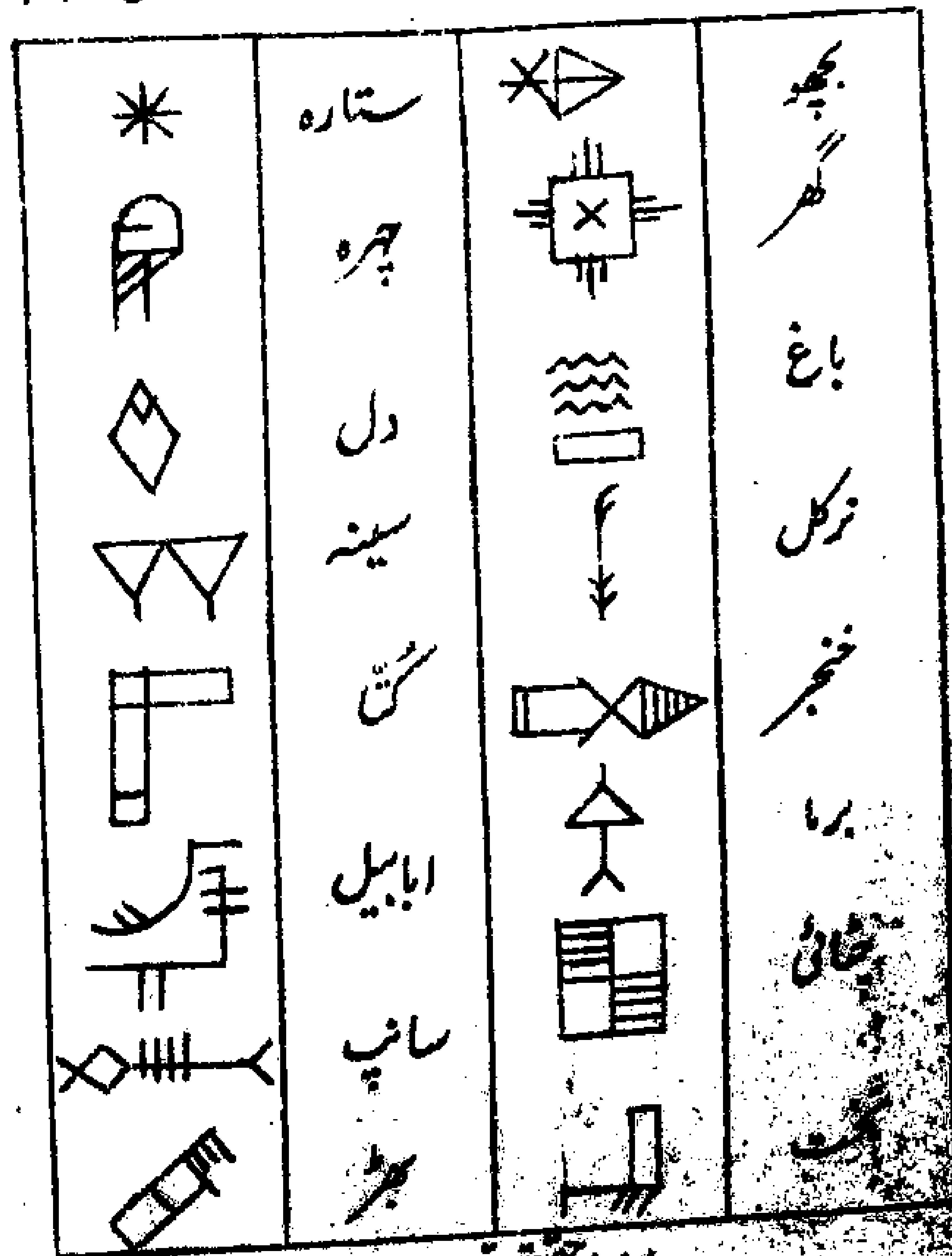
(۱) حقیقی تعبیرات (شکل ۴۴ جدول ۱) اس میں ہر تصویر سے اُس کا ظاہری مفہوم مراد لیا جاتا تھا ۔

(۲) مجازی تعبیرات (شکل ۴۴ جدول ۲) اس میں دُور کے معنی مراد ہوتے تھے جیسے سورج بنا کر دن یا وقت اور پاؤں بنا کر چلنا یا کھڑا ہونا ۔

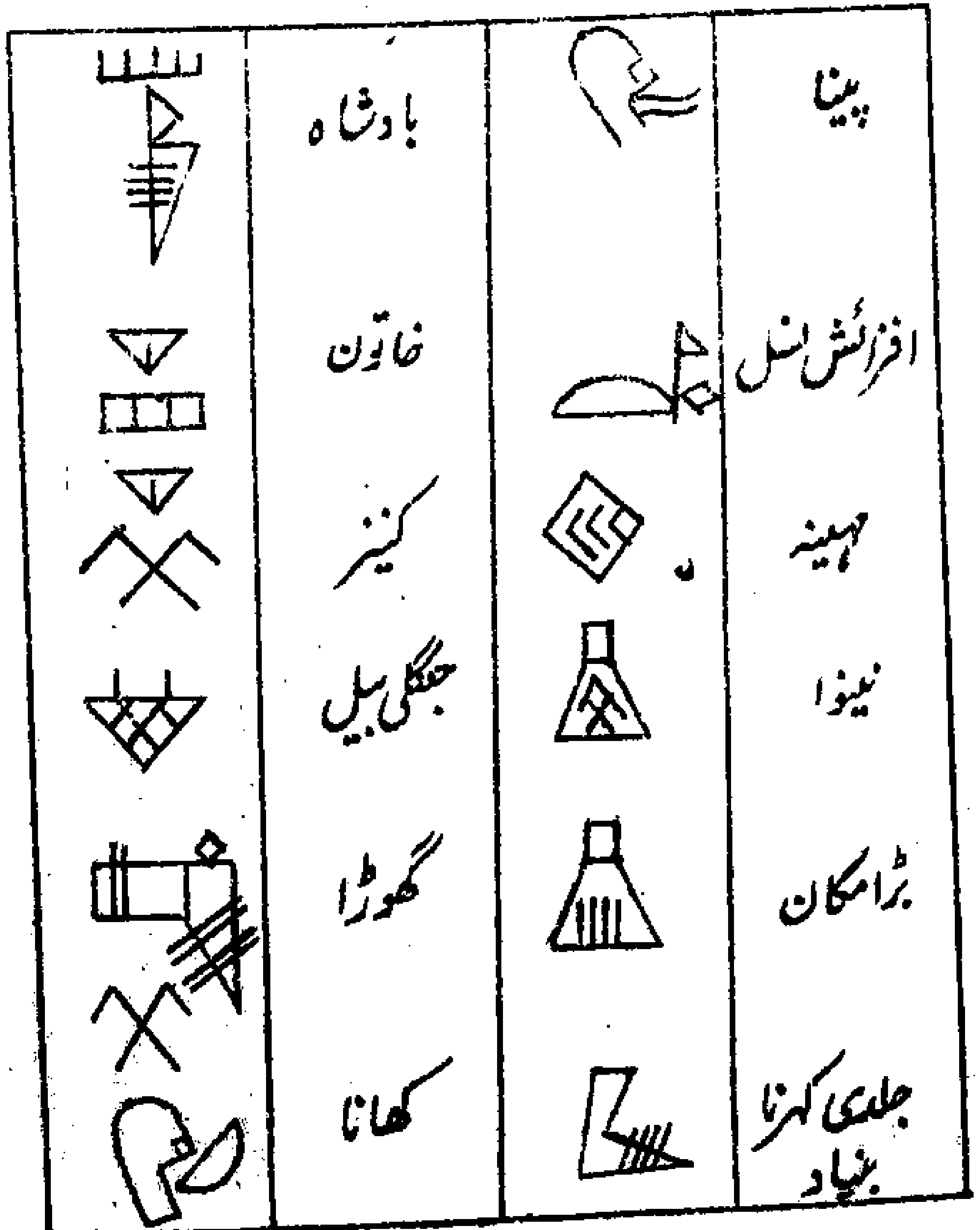
بعض خیالات کا اظہار مرکب تصاویر سے کیا جاتا تھا مثلاً :-

بادشاہ کے لئے آدمی اور تاج کی تصویر بنائی جاتی تھی اور خاتون کے لئے عورت اور لباس کی (عورت کے لئے پوری تصویر بنانے کی جگہ اُس کے [illegible] کا بنانا کافی سمجھا جاتا تھا) اسی طرح کنیز کے لئے عورت اور

شکل ۴۴ سمیری خط کی علامتیں



(۱) حقیقی تعبیرات



(۲) مجازی تعبیرات

...ا کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ شاید اس لئے کہ اُس زمانے میں پہاڑی عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈیاں بنایا جاتا تھا۔

بیل کے چہرے کے اندر پہاڑ کا نشان بنا کر جنگلی بیل مراد لیا جاتا تھا۔

گھوڑے کے لئے یہ لوگ گدھے اور پہاڑ کی تصویر بناتے تھے کیونکہ اُن کی زبان میں گھوڑے کو "پہاڑی گدھا" کہتے تھے۔ شاید اس لئے کہ جنگلی بیلوں کی طرح گھوڑے بھی پہاڑوں ہی پر پائے جاتے تھے۔

کھانے کے لئے یہ لوگ آدمی کا چہرہ بنا کر اُس کے مُنہ سے پیالہ لگا دیتے اور پینا لکھنے کے لئے حرف کے پاس پانی کی لہر بنا دیتے۔ افزائشِ نسل کے لئے بطخ اور انڈے کی تصویر بنائی جاتی تھی۔

سورج کو دن کی علامت مانا جاتا تھا جس میں ۳۰ کا ہندسہ لکھ کر مہینہ مراد لیا جاتا تھا۔ سمیریہ کے شمال میں ایک شہر نینوا تھا جو آگے چل کر آشوری قوم کا دارالحکومت ہوا۔ اُس کے لئے سُمیری رسم خط میں مکان اور مچھلی کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ شہر ماہی گیروں کی بستی تھا۔

کسی لفظ میں عظمت یا کثرت کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے اصل نشان میں چار لکیروں کا اضافہ کر دیا جاتا جیسے اگر مکان کی تصویر بنا کر اُس میں چار لکیریں کھینچ دی جائیں تو اس کے معنی "بڑا مکان" ہو جاتے۔ پاؤں کھڑا ہونے اور چلنے کی علامت تھا۔ اگر اُس میں چار لکیریں بڑھا دی جائیں تو اس کے معنی "بنیاد" اور "جلدی کرنے" کے ہو جاتے۔ ایسے نشانات کو سُمیری زبان میں گُونُو والے نشانات کہتے تھے۔ گُونُو کے معنی اُن کی زبان میں بڑھانے کرنے کے تھے۔

...ات۔ پہلے سُمیری خط میں نشانات کو پڑھا نہیں جاتا تھا

بلکہ صرف دیکھا اور سمجھا جاتا تھا۔ پھر تصویروں کے نام رکھے گئے مثلاً ستارے کو وہ "اَن" کہتے تھے لہٰذا ستارے کا نشان آواز "اَن" کا مظہر قرار پایا۔ پھر چونکہ ایک ہی نشان سے مختلف خیالات کا اظہار کیا جاتا تھا۔ لہٰذا ایک ہی نشان کئی کئی آوازوں کے لئے استعمال ہونے لگا۔ مثلاً سُمیری خط میں انسان کا چہرہ چار چیزوں کو ظاہر کرتا تھا۔ چہرہ، بولنا، چلّانا، لفظ اور اس طرح یہ چار آوازوں (کا، دگ، گگ، اینم) کی علامت تھا۔ ایسے نشانات کو "کثیر الاصوات" کہتے ہیں۔

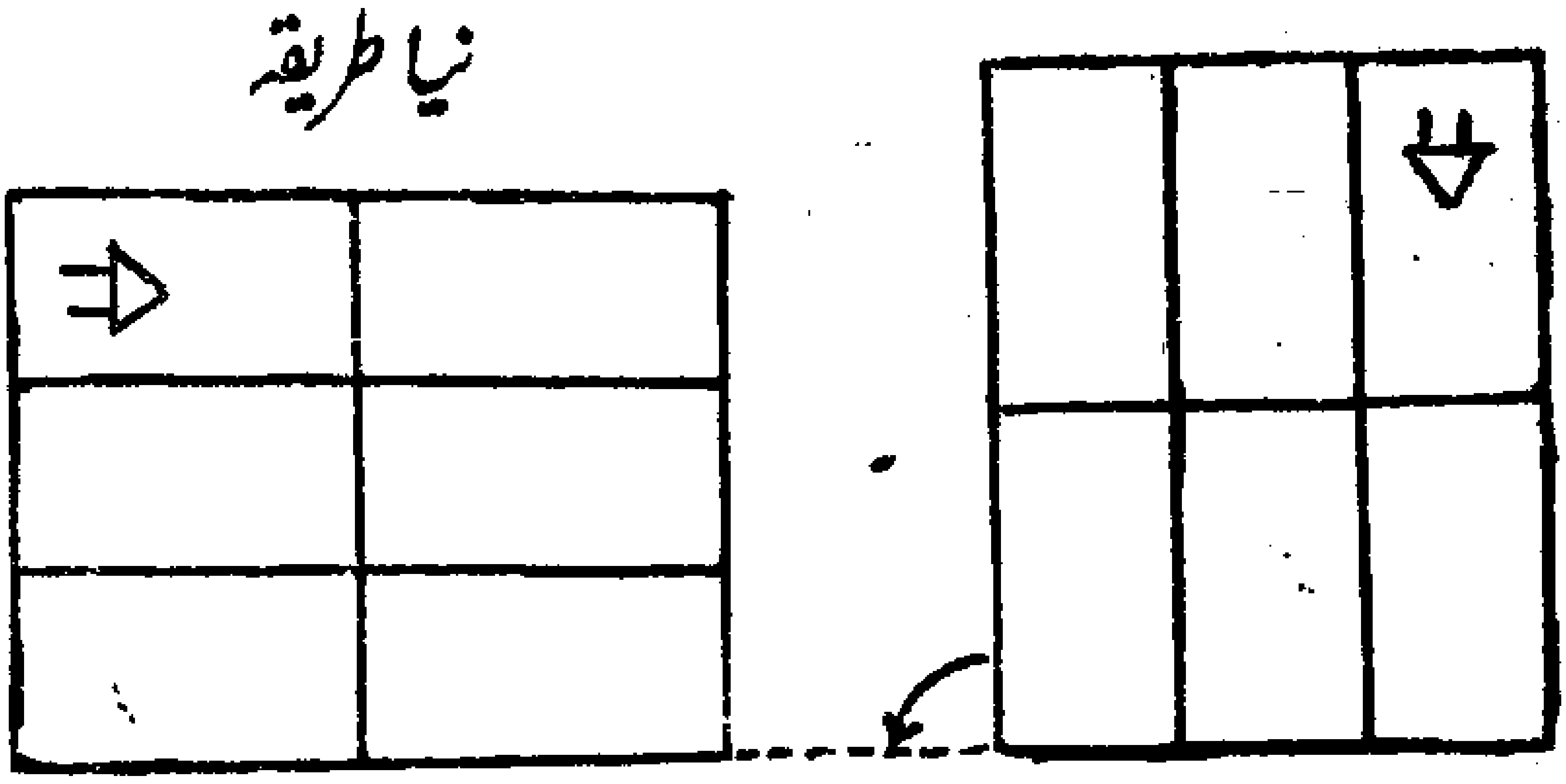
دوسری صورت یہ تھی کہ ایک ہی خیال کو بذریعہ تصاویر ایک سے زاید طریقوں سے ظاہر کرتے تھے اور اس طرح ایک ہی آواز کے بہت سے نشانات بن گئے تھے جنھیں "ہم آواز" کہتے ہیں۔

رُکنی علامات — بعض صورتوں میں تصویروں کے معنی نظر انداز کر دیے جاتے اور صرف آوازیں لی جاتیں ایسی دو تین آوازوں کے ملانے سے جو مرکب آواز تیار ہوتی وہ عموماً کوئی ایسا لفظ ہوتا جس کی تصویر نہیں بنائی جا سکتی تھی۔

معاون علامات — یہ فی الواقع لفظی علامات تھیں جنھیں رُکنی علامات کے اخیر میں لفظ کا مفہوم متعین کرنے کے لئے بڑھا دیتے تھے۔

تقریباً ۳۲۰۰ ق۔م سُمیری خط میں ایک زبردست انقلاب ہوا یعنی پہلے وہ اوپر سے نیچے کو کھڑے خانوں میں لکھا جاتا تھا (لکھنا دائیں طرف سے شروع کرتے تھے) اور اب وہ بائیں سے دائیں کو آڑے خانوں میں لکھا جانے لگا۔ غالباً اس لئے کہ شروع میں جب تختیاں چھوٹی بنائی جاتیں تو انھیں ہتھیلی پر سیدھا رکھ کر لکھنا آسان تھا لیکن جب تختیاں

...ل جانے لگیں تو انھیں عمودی طور پر قائم رکھنا ناممکن ہوگیا اور انھیں بجائے طول کے عرض کی طرف سے پکڑنے لگے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کل نشانات کو بجائے عمودی کے افقی طور پر بنایا جانے لگا :-

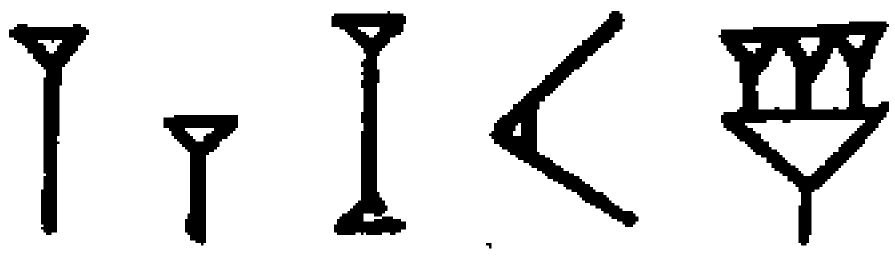


شکل ۴۵

پرانے کتبوں کی لکھائی بھدی تھی ، بعد میں اس عیب کو دور کرنے کی کوشش کی گئی - چونکہ گیلی مٹی پر گول لکیروں کا کھینچنا مشکل تھا اور سیدھی لکیروں کا بنانا آسان - اس لئے نشانات کو باقاعدہ بنانے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر نشان لکیروں کا مجموعہ معلوم ہونے لگا - اس زاویے دار خط کو "لکیروں کی لکھائی" (Linear Script) کہتے ہیں -

اکثر ایسا ہوتا کہ جب مٹی خراب ہوتی یا جلدی جلدی لکھا جاتا تو قلم کی نوک سے مٹی پھٹ جاتی اس لئے سمیری کاتبوں نے ایک خاص طرح کے قلم ...مال کرنا شروع کئے جس کی نوک یا سرے کو مٹی پر کھینچا نہیں جاتا تھا بلکہ ...یا کر لکھا جاتا تھا قلم کے سرے کو مٹی پر دبانے سے میخ یا پیکان کا نشان ...ے میخیں تین ناپ کی ہوتی تھیں - بڑی ، چھوٹی اور چوڑی - چھوٹی ...ہوتی تھی - ایسی دو میخوں کو نوک کی طرف سے ملا سکتے تھے یا

موٹے سرے کی طرف سے۔ تیسری میخ اتنی چوڑی ہوتی تھی کہ اُس پر چھوٹی تین میخیں کھڑی کی جاسکتی تھیں اور اُس کی اونچائی بڑی کی نصف ہوتی تھی۔



شکل ۴۶

بعد میں ان میخوں کی نقل پتھر اور دھات پر کندہ کرنے میں بھی کی جانے لگی اور یہ تھی ابتدا میخی رسم خط کی۔ سُمیری خط کی تصویریں کیونکر میخی نشانات میں تبدیل ہوئیں اِس کا اندازہ شکل ۴۷ سے کیا جاسکتا ہے۔

اَکادی و بابلی خط

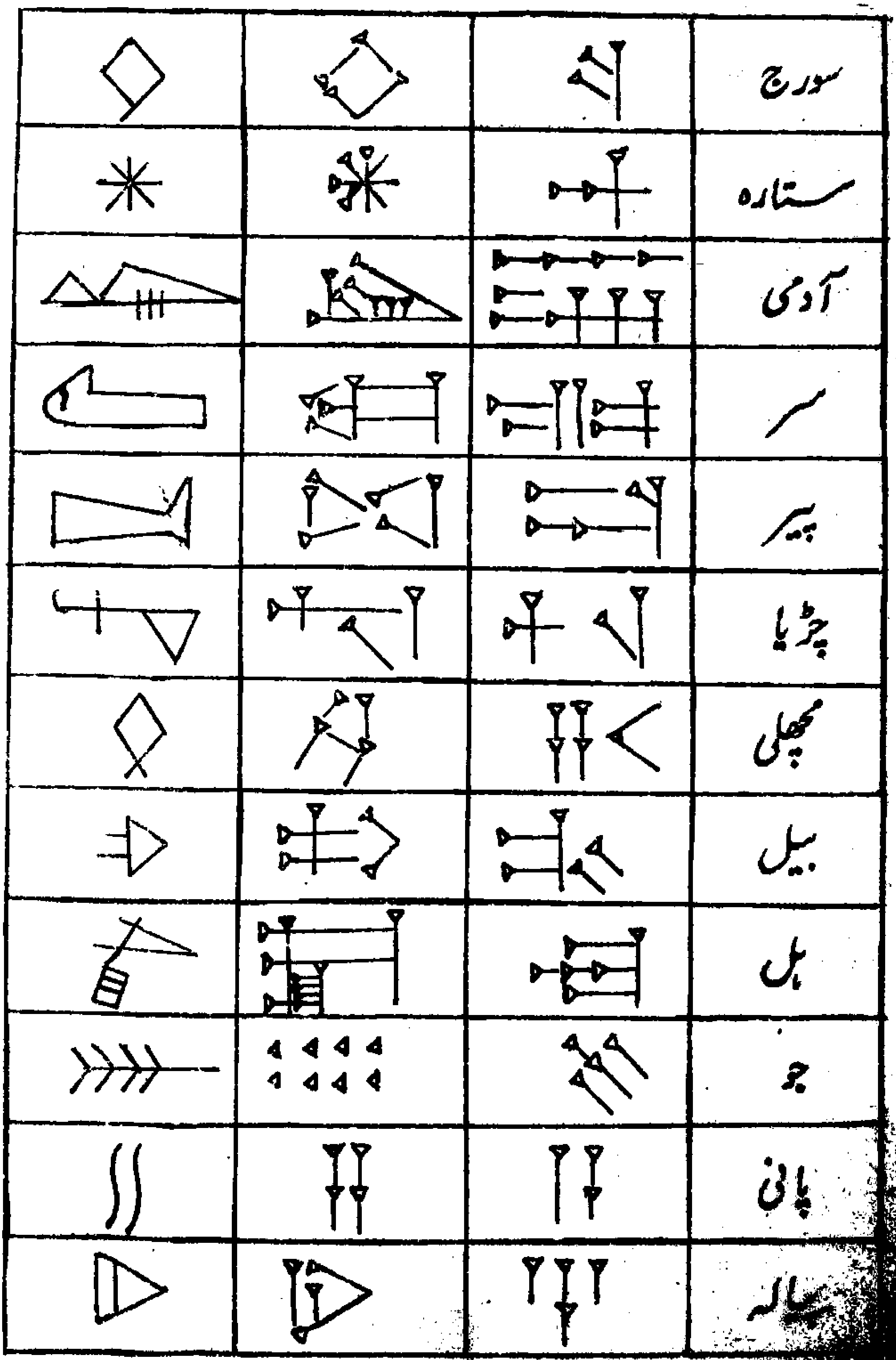
عراق کے شمالی حصے کو اکاد کہتے تھے جہاں سامی[1] قوم آباد تھی۔ اِس قوم نے سُمیری رسم الخط ۳۰۰۰ ق-م کے کچھ بعد اختیار کیا اور ۲۵۰۰ ق-م سے اُن میں اِس کا عام رواج ہوگیا۔ اکادیوں کے زمانے تک سُمیری خط "لکیروں کی لکھائی" میں بدل چکا تھا چنانچہ سامی قوم کے مشہور حکمراں سارگون اول (زمانہ ۲۵۰۰ ق-م) کا ایک کتبہ سنگِ سماق پر اِس رسمِ خط میں کندہ برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ ہے۔

---

[1] بائبل (پیدائش باب ۱۰) کے مطابق حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے سام، حام اور یافث۔ حضرت سام کی اولاد یا سامی قوم کا مسکن ملک عرب ہے۔ حامی قوم کے لوگ افریقہ میں آباد ہیں اور یورپ کی آبادی یافث کی اولاد ہے۔ زمانۂ قدیم میں عرب کے بعض قبائل ہجرت کر کے عراق میں جا بسے تھے چنانچہ عراق کی قدیم زبانیں (اکادی، بابلی، آشوری) عربی سے ملتی جلتی تھیں۔ یہی حال شام اور فلسطین کی زبانوں کا ہے جہاں کے قبائل بھی سامی النسل ہیں۔

شکل ۴۷ یعنی رسم خط کا ارتقاء

آشوری　　　بابلی　　　سمیری



ہر چند اکادیوں نے سُمیری نقوش و تصاویر کے نام اپنی زبان میں رکھے لیکن ساتھ ہی سُمیری نام بھی رہنے دیے اس طرح نشانات کی آوازیں بہت بڑھ گئیں ورنہ سُمیری اور اکادی خط میں بظاہر کوئی فرق نہ تھا۔

شاہان اکاد کے زوال کے بعد حکومت بابل[1] کا عروج شروع ہوا۔ اس کا پہلا بادشاہ حمورابی (۱۹۰۰ ق۔م) تھا۔ اُس کی حکومت رفتہ رفتہ اکاد کی پوری مملکت پر پھیل گئی اور اُس کا نام بجائے اکاد کے بابل پڑ گیا۔ بابل والے زبان اور نسل کے اعتبار سے اکاد والوں سے مختلف نہ تھے۔ حمورابی سے پہلے کی زبان و قوم اکادی کہلاتی ہے اور بعد کی بابلی۔ اِن کا رسم خط اکادیوں سے صرف اس بات میں مختلف تھا کہ اِن لوگوں نے میخوں کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کر دی تھی اور بعض نشانات کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ پھر بھی بابلی خط میں ۶۴۰ نشانات کام آتے تھے۔ دورِ آخر میں اِن کی صورتیں بہت مختصر ہو گئی تھیں۔

آشوری رسم خط

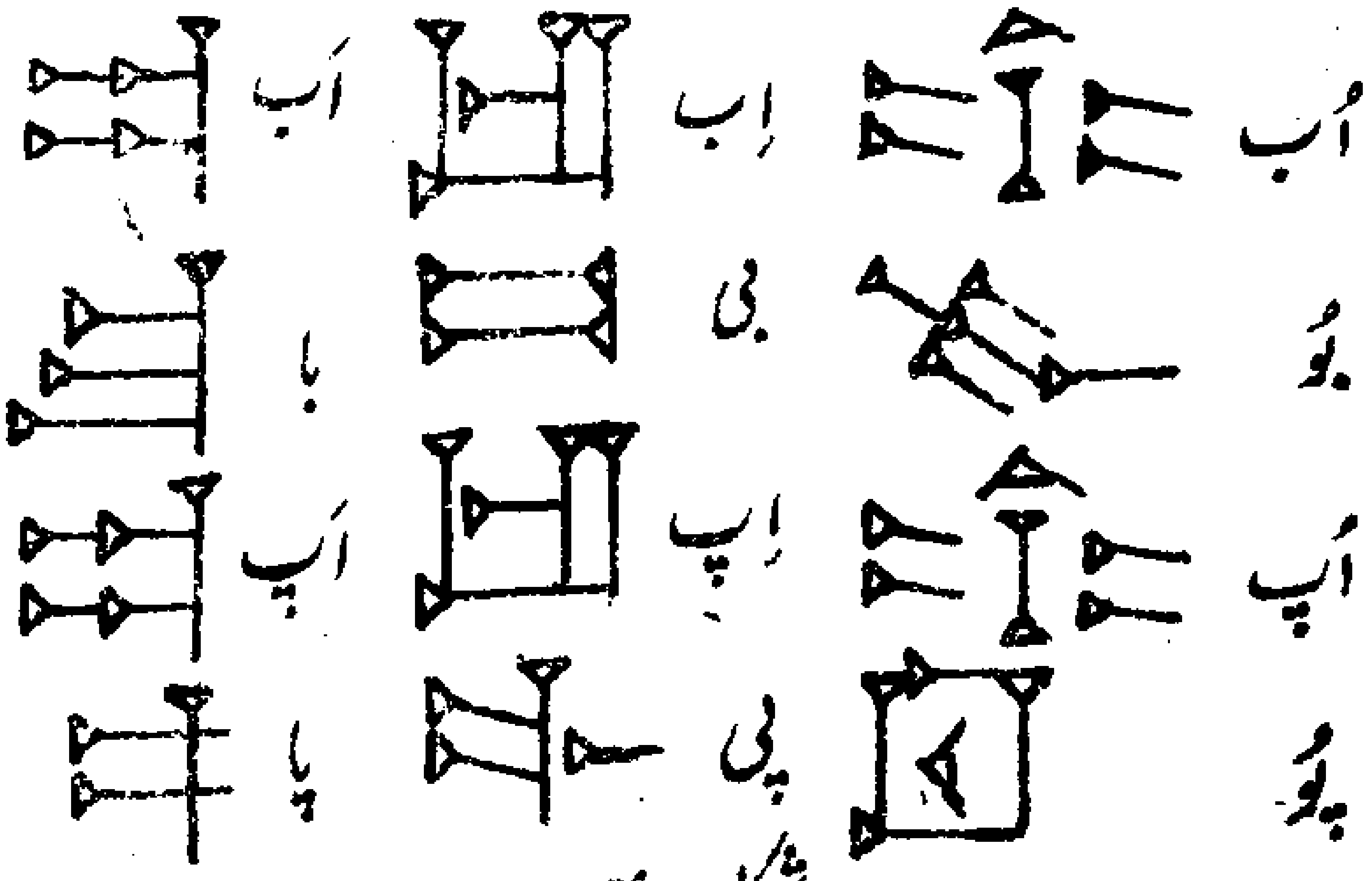
وادیٔ دجلہ و فرات کا شمالی حصہ آشوریہ یا اسیریا (Assyria) کہلاتا تھا۔ یہ نام اُن کے دارالحکومت آشور سے ماخوذ ہے جو اس شہر کے دیوتا کا بھی نام تھا۔

آشوریہ میں سُمیری رسم خط کا رواج بابل والوں کے بعد تقریباً ۲۴۰۰ ق م میں ہوا۔ چونکہ بابل اور آشوریہ والے سامی النسل تھے اس لئے دونوں نے

[1] بابل کے لفظی معنی ہیں "خدا کا دروازہ" اِل وہی لفظ ہے جو عربی میں اللہ ہے۔ اس شہر کا نام ہندوؤں کے "ہردوار" کے مماثل ہے۔

…ری نشانات کے نام سامی زبان میں رکھے - آشوریہ والوں نے بابلی رسم خط میں کچھ تبدیلیاں کیں یعنی نشانات کو چوکور بنانے کی کوشش کی، پیکانوں کی ترتیب میں فرق کر دیا، کچھ کو گھٹا دیا اور بعض نشانات کا استعمال ترک کر دیا۔ آشوری رسم خط میں کام آنے والے نشانات کی تعداد ۵۰۰ تھی جن میں سے تقریباً ۳۰۰ عام طور سے مستعمل تھے۔ ان کی پانچ قسمیں تھیں:-

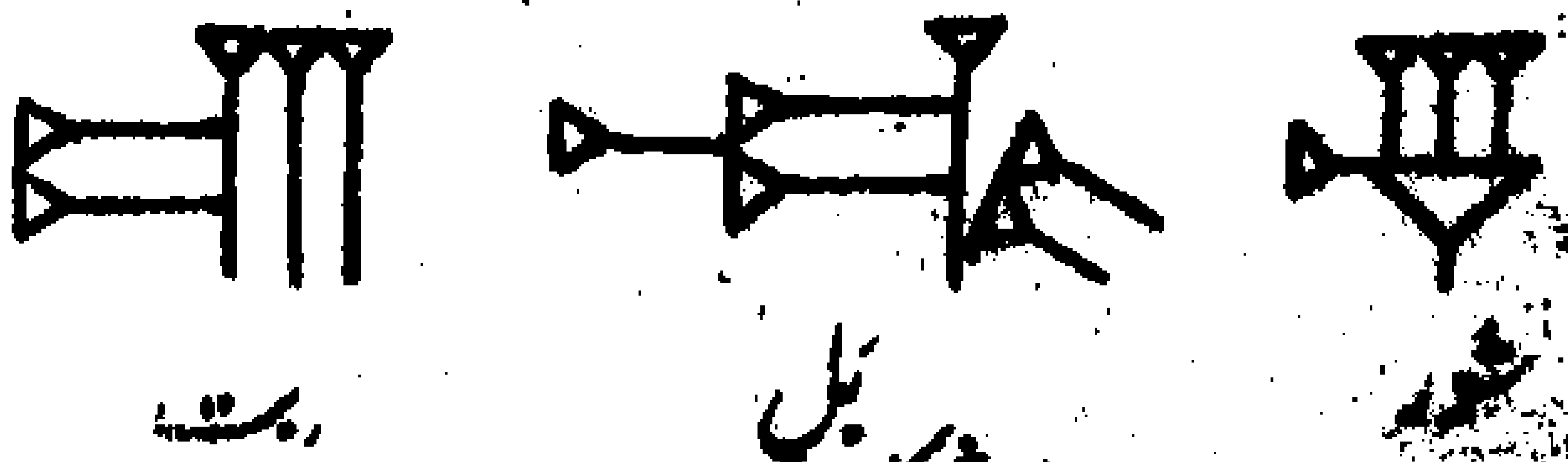
(۱) **مفرد رکنی علامات** ۔ حروف علت یا وہ حروف صحیحہ جن کے شروع یا آخر میں حروف علت جڑے رہتے ہیں مثلاً :-



شکل ۴۸

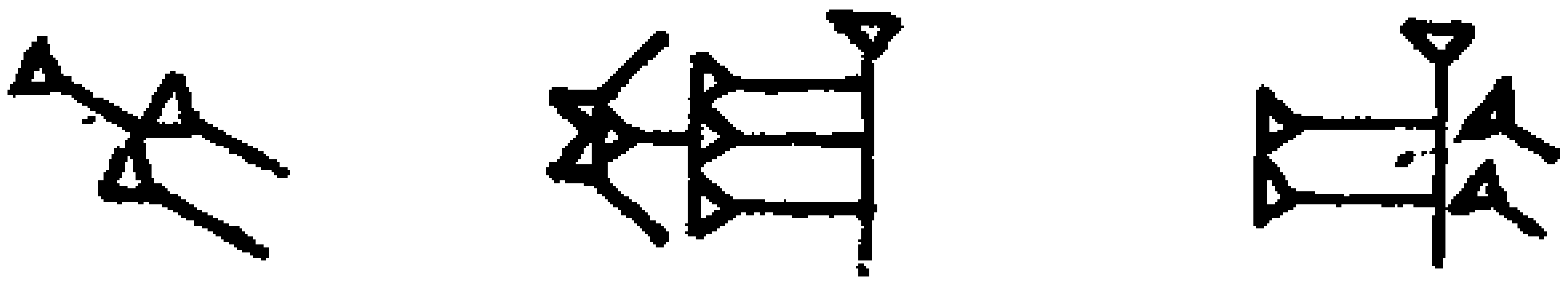
مندرجہ بالا نشانات کو بائیں سے دائیں کو پڑھئے۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ آشوری میں حرف ب کے لئے ایک نشان نہ تھا بلکہ چھ تھے اور ب کبھی کبھی پ کی آواز بھی دیتا تھا۔ یہی حال دوسرے حروف صحیحہ کا تھا۔

(۲) **مرکب رکنی علامات** ۔ حروف صحیحہ جن کے بیچ میں ایک حرف علت ہوتا ہے مثلاً :-



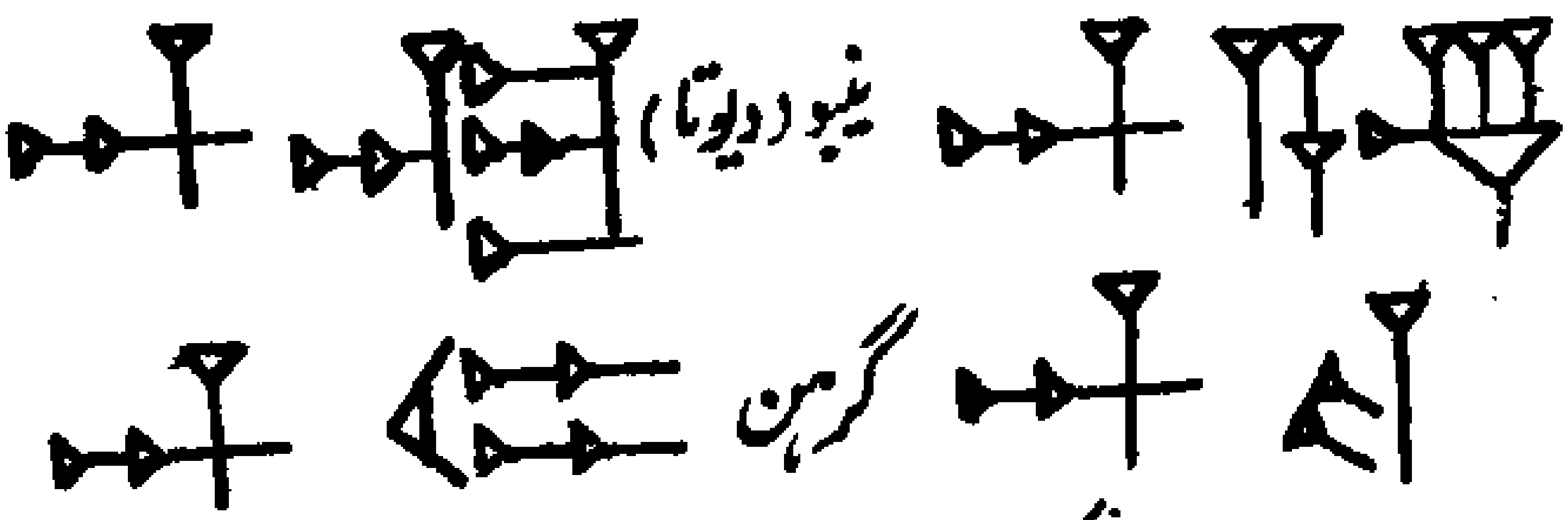
شکل ۴۹

(۳) **لفظی علامات** ۔ وہ نشانات جو پورے لفظ کا مفہوم ادا کرتے تھے مثلاً :۔



شکل ۵۰

(۴) **معاون نشانات** ۔ لفظی علامات جنھیں بسا اوقات ناموں کے پہلے یا بعد میں لکھا جاتا تھا لیکن پڑھا نہیں جاتا تھا یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے کہ پاس جو لفظ آیا ہے وہ کس چیز کا نام ہے مثلاً :۔



شکل ۵۱

آشوری خط بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا تھا۔ اوپر کی کل مثالوں میں پہلا نشان (ستارے کی مختصر صورت) معبود اور تقدس کی علامت ہے اور اس بات کو متعین کرتا ہے کہ اس کے بعد دیوتا یا کسی مقدس چیز کا نام ہے۔

(۵) **صوتی لاحقے** ۔ وہ نشانات جو الفاظ کا تلفظ متعین کرنے کے لئے اخیر میں لکھے جاتے تھے مثلاً یہ نشان [نشان] اُن کے یہاں دو معنی رکھتا تھا، سورج اور دن ۔جب اس کے معنی دن ہوتے تو اس کے لئے ایک جداگانہ صوتی لاحقہ استعمال کیا جاتا اور جب اس کے معنی سورج ہوتے

تو دوسرا لاحقہ استعمال کرتے ۔

ابتک ہم نے جن میخی رسوم خط کا ذکر کیا ہے (سُمیری ، اکادی ، بابلی ، آشوری) وہ وادیٔ دجلہ و فرات میں مستعمل تھے ۔ اب ہم دیگر ممالک کے میخی خطوں کا ذکر کریں گے ۔

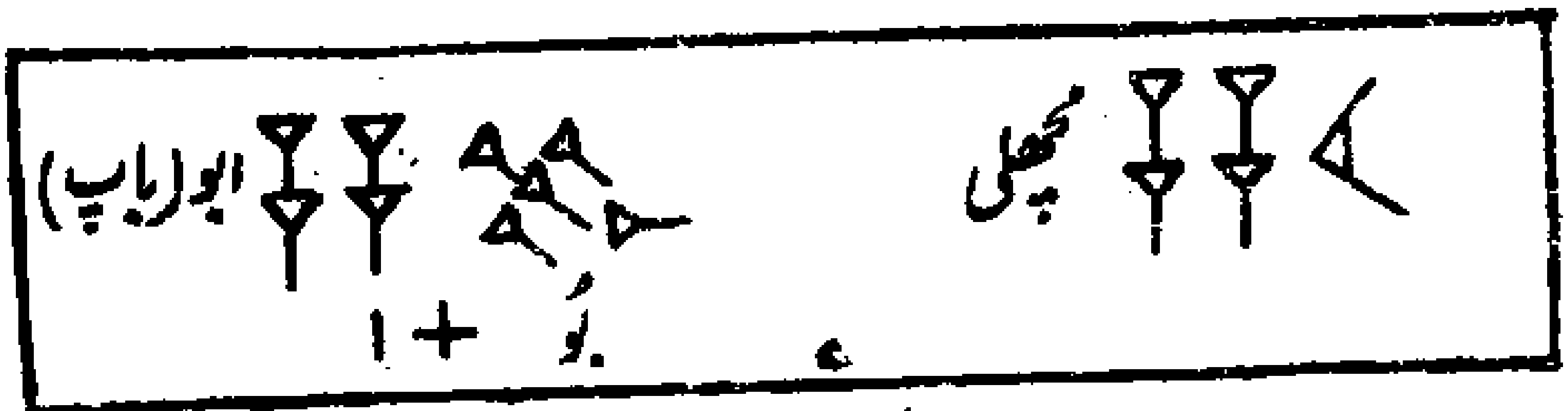
ایشائے کوچک کے رسم خط

ترکی کے پرانے شہر قیصریہ اور دوسرے مقامات پر کھدائی کے دوران میں بہت سی پختہ تختیاں میخانی رسم خط کی ملیں (زمانہ ۲۳۰۰ ق م) یہ سب تجارتی تحریریں ہیں صرف ایک کتبہ قوانین سے متعلق ہے ۔ ان کے لکھنے والے حامی تاجر تھے ۔ ان کی زبان اور رسم خط آشوری سے مشابہ ہیں ۔ ملک کے جس حصے میں یہ کتبے ملے ہیں اُس کا نام پرانے زمانے میں کیپاڈوشیا تھا لہٰذا انھیں "کیپاڈوشیا کی" تختیاں کہتے ہیں ۔

ایشائے کوچک کی حِتّی قوم میں بھی میخی خط رائج تھا ۔ اُس کا دارالحکومت بوغازکوئی تھا جو ترکی کے موجودہ دارالحکومت انگورا (انقرہ) کے نزدیک ہے ۔ سن ۱۹۰۶ء میں یہاں کھدائی کرتے ہوئے ڈاکٹر ہیوگو ونکلر Dr Hugo Winckler) کو میخی رسم خط کی بیس ہزار تختیاں ملیں ۔ ان کا زمانہ ۱۵۰۰ اور ۱۲۰۰ ق م کے درمیان کا ہے ۔ ان کی زبانیں مختلف ہیں جو ہندیورپی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں ہندوستانی اور ایرانی زبانوں کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں ۔ ان کا رسم خط بابلی سے ماخوذ ہے ۔

بابلی رسم خط میں بعض نشانات پورے الفاظ کا مفہوم ظاہر کرتے تھے ... علامات تھے ۔ جب حِتّی قوم نے پہلی قسم کے نشانات لئے

جیسے مچھلی کے لئے مچھلی کا نشان تو اُن کے اختیار کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور محض ترجمہ کرنے سے کام چل گیا لیکن جب انھوں نے دوسری قسم کے نشانات لئے مثلاً اَبُو (بمعنی "باپ") جو دو ارکان آ اور بُو سے مرکب ہے تو اس کا نام اپنی زبان میں اَتّش رکھا گویا اُسے لفظ کی علامت کے طور پر اختیار کیا۔



شکل ۵۲

یہ رسم خط حتی قوم میں اُس کے زوال (۱۲۰۰ ق۔م) تک رائج رہا۔ اس کے علاوہ اُن میں ایک تصویری خط کا بھی چلن تھا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

تل الامرنہ کا رسم خط

(چودھویں پندرھویں صدی ق۔م)

تل الامرنہ۔ مصر میں ایک مقام ہے جو امینوفس چارم یا اخناتون (۱۳۸۰۔۱۳۶۲ ق۔م) کا دارالحکومت تھا۔ ۱۸۸۷ء میں یہاں ۳۲۰ مٹی کی تختیاں میخی خط کی برآمد ہوئیں۔ یہ وہ خطوط تھے جنھیں شاہان بابل، متانی[1] اور امرائے فلسطین و شام نے امینوفس سوم[2] (۱۴۱۵۔۱۳۸۰ ق۔م)

---

[1] ایک آریہ ذات جو سوریہ (سورج) وَرُن (آسمان) اور اِندر (بارش کے دیوتا) کی پرستش کرتی تھی۔ ایک زمانے میں اس نے اتنا عروج حاصل کیا کہ وادیٔ دجلہ و فرات کے ایک حصے میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ اُس کا آخری بادشاہ دشرت تھا جس کا نام ... راجہ دشرتھ کی یاد دلاتا ہے۔ [2] مشہور ملکہ نیفرتیتی کا شوہر۔ اس کا دوسرا نام ...

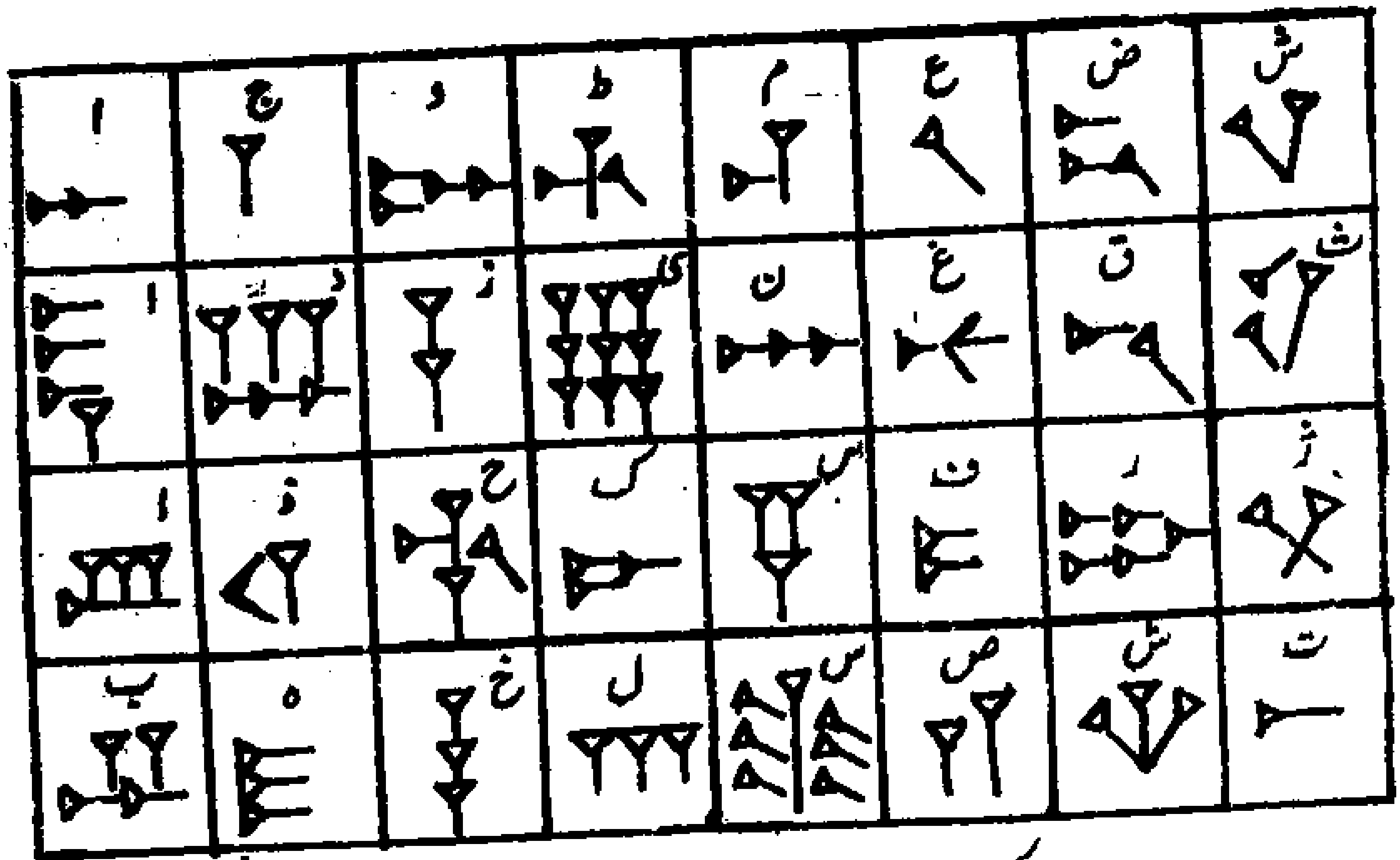
اور امینوفس چہارم کو لکھے تھے۔ فراعنۂ مصر یا اُن کے نائب وزیروں نے ان خطوں کے جو جواب دیئے اُن میں سے بعض کی نقلیں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کی زبان اور رسم خط بابلی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت یعنی پندرھویں چودھویں صدی ق۔م میں بابلی زبان اور رسم خط کا استعمال کتنا وسیع ہو گیا تھا۔

راس شامرہ کا رسم خط

(چودھویں صدی ق۔م)

۱۹۲۸ء میں ملک شام کے ایک گاؤں راس شامرہ کے پاس قدیم شہر یگارت کے آثار دریافت ہوئے یہ مقامی حکمرانوں کے مقبروں اور مندروں پر مشتمل ہیں۔ مندر کے کتب خانے سے جو تختیاں دستیاب ہوئیں اُن میں فنیقی رسم خط والے کتبوں کو جلد پڑھ لیا گیا لیکن اُن تختیوں کے پڑھنے میں کچھ دقت ہوئی جن پر ایک خاص قسم کے میخی حروف میں کچھ لکھا تھا۔

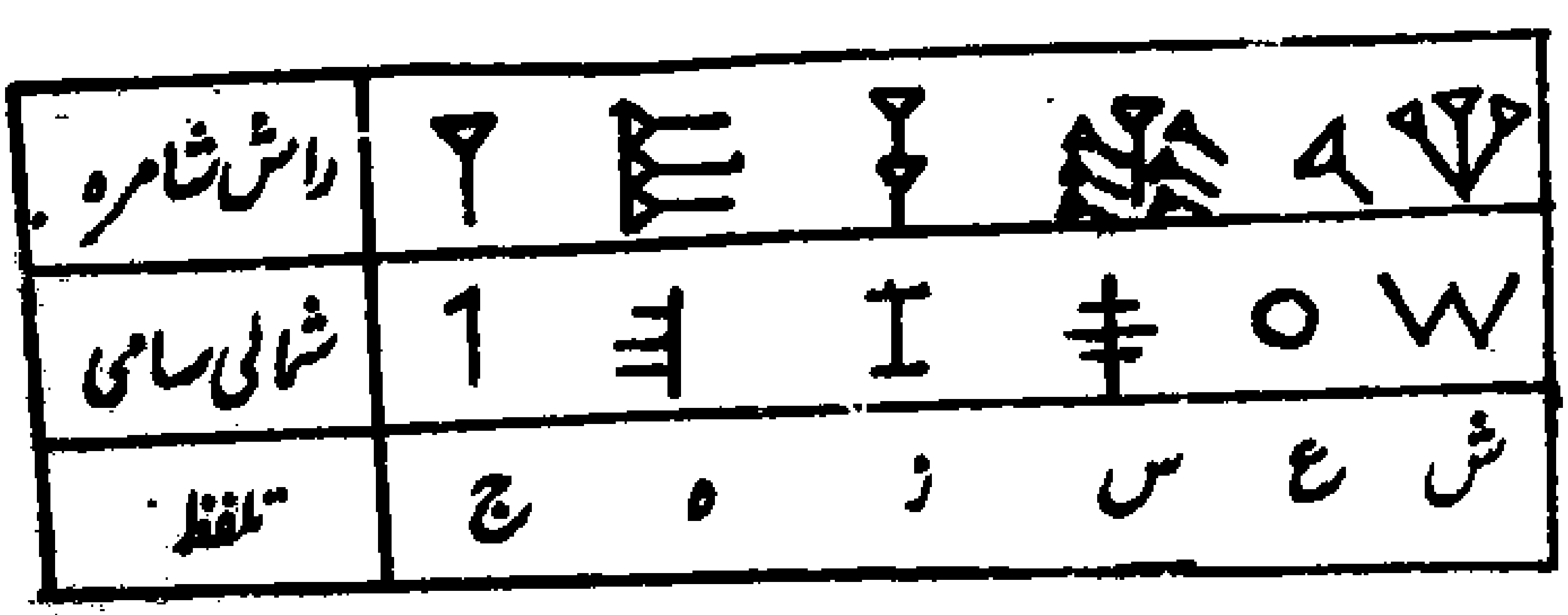
اس رسم خط میں دو زبانیں لکھی جاتی تھیں۔ ایک سامی جو فنیقی اور عبرانی سے مشابہ تھی اور دوسرے حُرّی (غیر سامی زبان) جو اُس وقت شمالی شام اور وادیٔ دجلہ و فرات کے وسیع علاقے میں بولی جاتی تھی۔ اس خط میں ۳۲ حروف کام آتے تھے جو یہ ہیں:۔



شکل ۵۳ راش شامرہ کے میخی حروف

ان کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بعض آوازوں کے لئے متعدد نشانات تھے جن کے تلفظ میں یقیناً کچھ فرق رہا ہوگا۔ سُمیری، بابلی اور آشوری اقوام کے میخی خط کی طرح یہ بھی بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا تھا۔

یہ خط غالباً پندرھویں یا سولھویں صدی ق۔م میں ایجاد ہوا تھا۔ اس کے چھ حروف شمالی سامی خط سے مشابہ ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس خط کے موجد نے سامی ابجد سے استفادہ کیا تھا۔



شکل ۵۴

تیرھویں صدی ق۔م سے اس خط کا استعمال بند ہو گیا۔ اس کے بعض کتبے بیت شمس اور گیلی (فلسطین) سے دستیاب [illegible]

ہوتا ہے کہ یہ خط راس شامرہ سے نکل کر بعض دوسرے مقامات پر بھی رائج ہو گیا تھا۔

آرمینیا کا رسمِ خط

(نویں صدی ق۔م)

آرمینیا کے لوگوں نے آشوری رسم خط سے اپنی ضرورت کے مطابق کچھ نشانات چُن لئے اور اُن میں سے ہر نشان کو بجائے کئی آوازوں کے ایک آواز کا مظہر قرار دیا۔ اس رسم خط کی یہ خصوصیت تھی کہ جب دو پیکان ایک دوسرے کو منقطع کرتے تو بجائے صلیب کے یہ شکل  بنائی جاتی کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں کھڑے اور آڑے پیکانوں کے ملنے کی جگہ پتھر ٹوٹ جاتا تھا۔

شاہانِ وان کی یادگاروں اور مٹی کی تختیوں کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں یہ رسم خط عام طور سے رائج تھا وان کے کتبوں کی زبان الارودی (Alarodian) گروہ کی زبانوں سے تعلق رکھتی ہے جس کی نمائندہ اس وقت کی جارجین زبان ہے۔

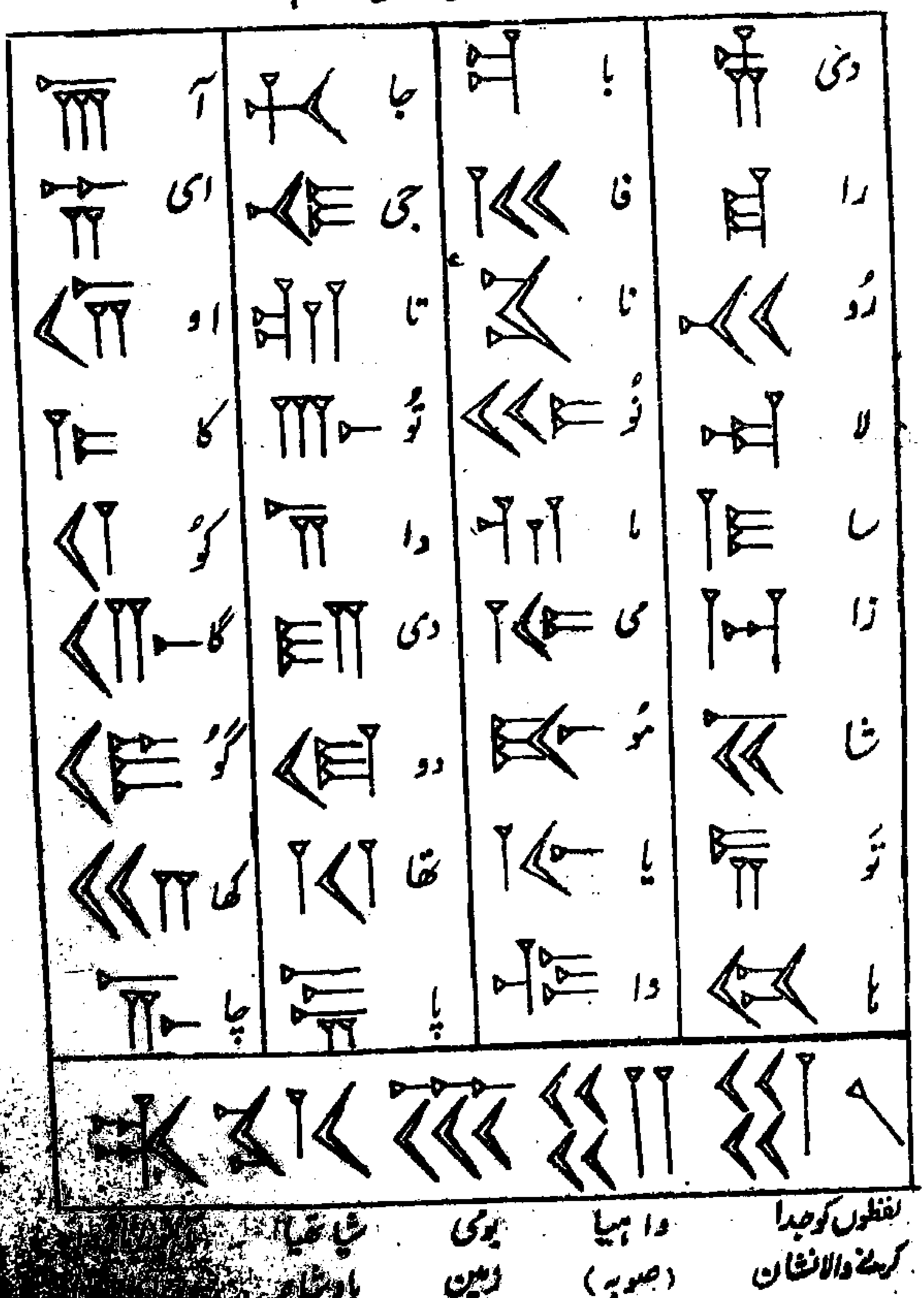
جب آرمینیا میں آریہ آباد ہو گئے تو یہ رسم خط متروک ہو گیا۔ اس کا کوئی کتبہ ساتویں صدی ق۔م کے بعد کا نہیں ہے۔

قدیم فارسی رسم خط

چھٹی اور چوتھی صدی ق۔م کے درمیان فارس میں پیکانی خط مستعمل تھا [illegible] کل اہم نشانات کام آتے تھے جن کے ترکیبی پیکانوں کی تعداد بہت

کم تھی۔ ان میں سے ایک نشان لفظوں کو جدا کرنے کے لئے اور چار آہورامزدا، بادشاہ، سرزمین اور صوبے کے الفاظ کے مظہر تھے بقیہ ۳٦ نشانات ارکان الفاظ پر مشتمل تھے :-

شکل ۵۵ فارسی کا میخی رسم خط



ابھی تک یہ مسئلہ طے نہیں ہوا کہ آیا فارسی کا میخی خط رفتہ رفتہ ترقی پزیر ہوا یا اُس کے نشانات بہ یک وقت وضع کر لئے گئے تھے ۔ نیز یہ کہ اُس کا وادی دجلہ و فرات کے رسم خط سے کیا تعلق تھا۔ پروفیسر آپرٹ (Prof. Oppert) کا خیال ہے کہ پہلے ایران کے لوگوں نے آشوری رسم خط سے چند نشانات لئے ۔ پھر اُنھیں آشوری ناموں کے بجائے فارسی نام دئے اور ان ناموں کے شروع کی آواز لینے اور پیکانوں کے گھٹانے یا طریقہ ترتیب میں فرق کرنے سے فارسی کا میخی رسم خط بنایا لیکن اب یہ نظریہ تسلیم نہیں کیا جاتا ۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کے نشانات کا آشوری اور بابلی رسم خط سے کوئی تعلق نہ ہو اور صرف پیکانوں کے استعمال کا تخیل اُن سے ماخوذ ہو ۔ اِسی طرح بجائے سیکڑوں کے چند درجن نشانات استعمال کرنے کی خواہش آرامی حروف تہجی کو دیکھ کر پیدا ہوئی ہوگی جس کا استعمال رفتہ رفتہ بڑھتا جا رہا تھا ۔

فارسی کے پیکانی حروف کی ایجاد کا زمانہ بھی مشکوک ہے ۔ بعض کیخسرو یا سیروس کبیر کا عہد (۵۵۰ – ۵۲۹ ق ۔ م) ظاہر کرتے ہیں اور بعض دارا یا دارایوش اعظم (۵۲۱ – ۴۸۶ ق ۔ م) کا ۔ بہر حال اس رسم خط کے مشہور کتبے دارا اور اُس کے زمانے کے بعد کے ہیں جن میں اہم ترین بیستون کا کتبہ ہے ۔ اس کے بعد نقش رستم اور کوہ الوند کے کتبات ہیں ۔ خشیارشا یا ژرزیز (Xerxes) کا وہ کتبہ بھی قابل ذکر ہے جو وان کی جھیل کے پاس ایک چٹان پر کندہ ہے ۔ علاوہ ازیں اصطخر کے کتبے بھی خاصے ہیں ۔

خاندان ہخامنشی (Achaemenid Dynasty) کے علاوہ جس میں ... وغیرہ شامل تھے ، خاندان سیلیوکس (Selucid Dynasty)

کے کتبے بھی اس رسم خط میں پائے جاتے ہیں۔

شاہانِ عجم نے اپنے کتبے تین زبانوں میں کندہ کرائے تھے۔ اس لئے انھیں (Trilingul inscriptions) کہتے ہیں۔ یہ زبانیں قدیم فارسی ایلمی اور بابلی ہیں۔ ان کا رسم خط بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

ماقبل ایلمی خط

(Proto Elamite)

خلیج فارس کے شمالی مشرقی علاقے کو پرانے زمانے میں ایلم کہتے تھے اُس کا دارالحکومت سوسا یا شوشان تھا۔ اس علاقے میں تقریباً وہی حصہ شامل تھا جسے اب خوزستان کہتے ہیں۔ یہاں بہ زمانۂ قدیم میں ایک تصویری خط کا رائج تھا جس میں کئی سو نشانات کام آتے تھے مثلاً:۔



شکل ۵٦

اس لکھائی کو ابتک پڑھا نہیں جا سکا ہے

علامتوں کا کسی حد تک پتہ چل گیا ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہو گئی ہے کہ حساب کی بنیاد اعشار والے طریقے پر رکھی گئی تھی۔

اس خط کا سُمیریوں کے رسم خط سے گہرا تعلق ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایلم والوں کا رسم خط سُمیریوں سے ماخوذ ہو یا اس کے برعکس سُمیریوں کا ایلم والوں سے، یا پھر دونوں کا ماخذ ایک ایسی لکھائی ہو جس کا علم ہمیں نہیں ہے اور یہی بات وادیٔ سندھ کے رسم خط کے متعلق کہی جا سکتی ہے جس کی علامتوں سے ایلمی اور سُمیری رسوم خط کی علامتیں بہت کچھ ملتی جلتی ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے کوئی خط دوسرے سے براہ راست ماخوذ نہ تھا بلکہ ایک قوم نے فن تحریر کا تخیل دوسری قوم سے لیا اور پھر خود اپنی ضروریات کے مطابق علامتیں وضع کر لیں۔

اس رسم خط کے کتبے بہت کم ہیں۔ پتھر پر لکھے ہوئے کتبوں کی تعداد صرف نو ہے اور مٹی کی تختیوں کی کئی سو۔

(زمانہ تقریباً ۳۰۰۰ ق۔م) لکھائی کا رخ عموماً دائیں سے بائیں کو ہے اور کمتر بائیں سے دائیں کو۔ ایسے کتبے بھی موجود ہیں جو "دو رُخی تحریر" کے حامل ہیں۔

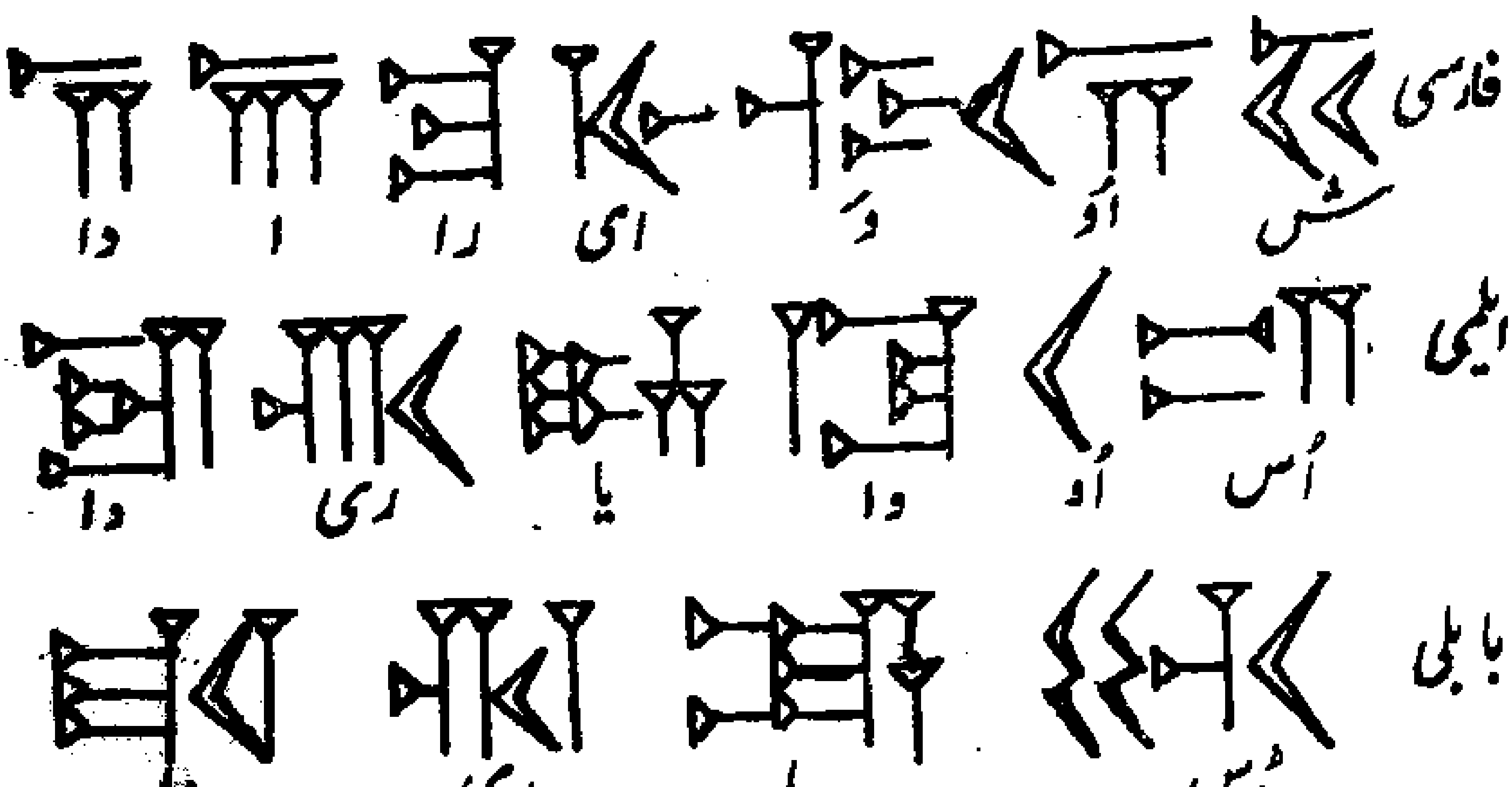
ایلم کا نیا خط

(Neo Elamite)

بعد میں ایلم کے باشندوں نے پرانے تصویری خط کو چھوڑ دیا اور بابل کے میخی رسم خط سے اپنی ضرورت کے مطابق مخصوص نشانات لے لئے۔ (... صدی ق۔م) اور پھر اُن میں بھی کافی تبدیلیاں کیں۔

اس لکھائی میں کل ۱۱۳ نشانات کام آتے تھے جن میں ۸۰ سے کچھ اوپر ارکان الفاظ تھے اور باقی لفظی علامات اور معنی متعین کرنے والے نشانات۔

قدیم فارسی کے بعد شاہان عجم کے پرانے کتبوں میں دوسری جگہ اسے دی جاتی ہے اور تیسری بابلی کو۔ تینوں ایک دوسرے سے ممیز ہیں لیکن پھر بھی ایلمی اور بابلی رسم خط میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ یہاں پر ہم بے ستون کے کتبے پر پائے جانے والے داراَیوش اعظم کے نام تینوں رسوم خط میں درج کرتے ہیں جن سے آپ ان کا باہمی فرق سمجھ سکتے ہیں :-



شکل ۵۷

ان تینوں لکھائیوں کی زبانیں بھی مختلف ہیں۔ فارسی رسم خط کے کتبوں کی زبان ہند یورپی شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔ بابلی حصے کی زبان سامی ہے اور ایلمی کتبوں کی زبان یورال الطائی شاخ سے تعلق رکھتی ہے اُسے ایران کے شمالی مغربی حصے کی سیتھی قوم بولتی تھی۔

ایلم کی لکھائی کے اور بھی کئی نام ہیں۔ دار [illegible] کے [illegible] شوسانی (Susian) شوسا کے شمالی حصے [illegible]

میڈی (Median) اور لکھنے والوں کی قومیت کے لحاظ سے اُسے سیتھی (Scythian) کہتے ہیں۔

خاتمہ

میخی رسم خط کے خاتمہ کا سبب بابل اور آشوریہ کی سلطنتوں کا کمزور ہو جاتا تھا۔ ۵۳۹ ق۔م۔ کیخسرو (Cyrus) کی فتح بابل کے بعد اس کا استعمال رفتہ رفتہ کم ہو گیا۔

دوسرا سبب فنیقی رسم خط کی ایجاد و اشاعت تھی۔ بابلی اور آشوری رسوم خط میں سیکڑوں نشانات کام آتے تھے جن میں سے بعض چودہ چودہ پندرہ پندرہ پیکانوں سے بنتے تھے برخلاف اس کے فنیقی رسم خط میں کل ۲۲ حروف کام آتے تھے جن کا لکھنا بڑا ہی آسان تھا۔

فنیقی رسم خط کی آرامی شکل ۸ ویں صدی ق۔م شام میں رائج ہو گئی تھی اور اُس کا رواج بابل اور آشوریہ میں بھی ہونے لگا تھا لیکن جب تک یہ ملک آزاد رہے آرامی خط میخی کی جگہ نہ لے سکا۔ آرامی خط بابل میں چھٹی صدی ق۔م کے خاتمے یا پانچویں صدی ق۔م کے آغاز سے پہلے نہیں ظاہر ہوتا۔ اُس کی ترویج کی رفتار سست لیکن یقینی تھی۔ بہرحال میخی رسم خط سنہ عیسوی کی ابتدا تک رائج رہا۔ اُس کا آخری کتبہ ایک تختی ہے جو غالباً ۷۳ء میں لکھی گئی تھی اور اب میوزیم کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

۵

مصر قدیم کے رسم خط

ہیروغلیفی رسم خط

مصر کی منظم تاریخ اُس وقت سے شروع ہوتی ہے جب مینیس نے شمالی اور جنوبی مصر کو ۳۱۰۰ ق م میں متحد کر کے پہلے حکمراں خاندان کی بنیاد ڈالی جب سکندر اعظم نے ۳۳۲ ق م میں مصر کو اپنی قلمرو میں شامل کیا تو فراعنۂ مصر کے ۳۱ ویں خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد اہل یونان و روما اور عربوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔

مصر کے آثار قدیمہ اُس کے شاندار ماضی کے گواہ ہیں۔ ہزاروں سال پرانے اہرام، منادر اور محلوں کی دیواریں ایک خوشنما تصویری خط سے مزین ہیں۔ انھیں میں مصر کی تاریخ پنہاں ہے، اسکندریہ کے عالم کلیمینٹ (۲۱۴ء) نے لکھا ہے کہ اہل یونان ان نوشتوں کو "مقدس نقوش" (Hieroglyphika Grammata) کہا کرتے تھے۔ اسی یونانی نام سے انگریزی کا لفظ (Hieroglyphic) نکلا ہے جس کی معرب صورت ہیروغلیفی یا ہرغلفی ہے بعض لوگ ہیروغلیفی کا لفظ ہر ملک کے تصویری خط کے لئے استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہ مخصوص ہے صرف مصر قدیم کے تصویری خط کے لئے، جو ۳۰۰۰ ق۔م سے لے کر تیسری صدی عیسوی تک رائج تھا۔ اس کے بعد لوگوں نے اُسے بھلا دیا اور ڈیڑھ ہزار سال تک بھلائے رکھا۔ یہاں تک کہ کتبۂ روزیٹا (Rosetta Stone) دستیاب ہوا اور اس سے

اس کی مدد سے اس رسم خط کو پڑھنے میں کامیابی ہوئی۔

روزیٹا اسکندریہ سے چند میل دور مشرق میں واقع ہے۔ ۱۷۹۹ء میں جب نپولین نے مصر پر حملہ کیا تو اس کے توپخانے کے افسر بوسارڈ (Boussard) نے فوجی اغراض کے تحت روزیٹا کے ایک قلعہ کی دیوار کھدوانا شروع کی اتفاقاً کھودنے والوں کی نظر ایک سیاہ پتھر پر پڑی جس پر عجیب وغریب نشانات تھے۔ سپاہیوں نے یہ پتھر اپنے افسر کو دکھایا۔ بوسارڈ نے اسے مفید اور دلچسپ پاکر ان عالموں کے حوالے کر دیا جو نپولین کے ساتھ آئے تھے۔ ۱۸۰۱ء میں جب فرانسیسیوں نے شکست کھائی تو یہ کتبہ انگریزوں کے ہاتھ لگا۔ وہ اسے انگلستان لے آئے اور برٹش میوزیم (لندن) میں رکھ دیا۔

اس کتبے کی لمبائی ۳ فیٹ ۹ انچ، چوڑائی ۲ فیٹ ۴ ۱/۲ انچ اور موٹائی ۱۱ انچ ہے۔ اس کے اوپر کا کچھ حصہ اور دائیں جانب نیچے کا ذرا سا کونا ٹوٹا ہوا ہے۔ اس کے اوپر کی ۱۴ سطریں تصویری حروف میں، درمیان کی ۳۲ سطریں دیموطیقی حروف میں اور نیچے کی ۵۴ سطریں یونانی حروف میں ہیں۔

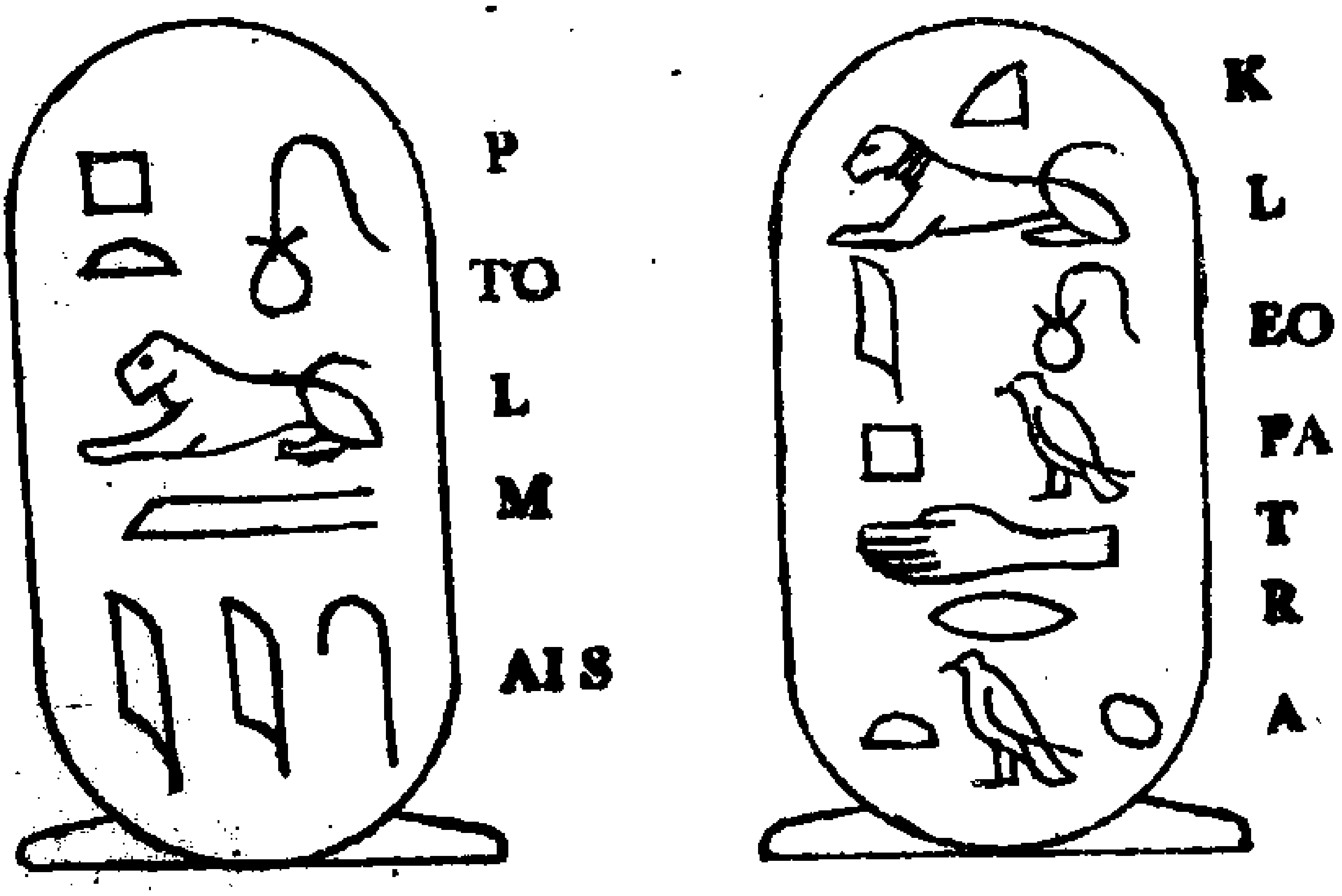
یونانی تحریر سے معلوم ہوا کہ اس کتبے کو بطلیموس پنجم مسمی ایپی فانیس (Ptolemy Epiphanes) نے ۹۶-۱۹۷ ق۔م میں کندہ کرایا تھا۔ یہ بات ظاہر تھی کہ تینوں کتبوں کا مضمون ایک ہے۔ صرف زبان اور لکھائی کا فرق ہے۔ یونانی رسم خط معلوم تھا لہٰذا سب سے پہلے اسے پڑھا گیا، اس کے بعد دیموطیقی خط اور اخیر میں ہیروغلیفی خط کے کتبے پڑھے گئے۔

ہیروغلیفی رسم خط کے پڑھنے میں دو چیزوں سے بڑی مدد ملی، ایک تو قبطی زبان جو قدیم مصری سے نکلی ہے اور دوسرے مصری رسم خط کی یہ خصوصیت کہ اس میں حکمرانوں کے نام ایک خاص قسم کا حلقہ بنا کر لکھے جاتے تھے

جنھیں جدید اصطلاح میں کارتوس کہتے ہیں یعنی یہ شکل ▭ جو میرے خیال میں انگوٹھی ◯ کو لمبا کرنے سے بنی ہے (انگوٹھی کو مُہر کے طور پر استعمال کرنے کا طریقہ بہت پرانا ہے)

۱۸۱۴ء میں انگریز سائنسداں ڈاکٹر ٹامس ینگ (Thomas Young) نے کتبہ روزیٹا کے ہیروغلیفی حصے میں اُس حلقے کو معلوم کر لیا جس میں بطلیموس (ٹالمی) کا نام تھا لیکن وہ اُس کی تصاویر کی ٹھیک ٹھیک آوازیں نہ متعین کر سکا۔

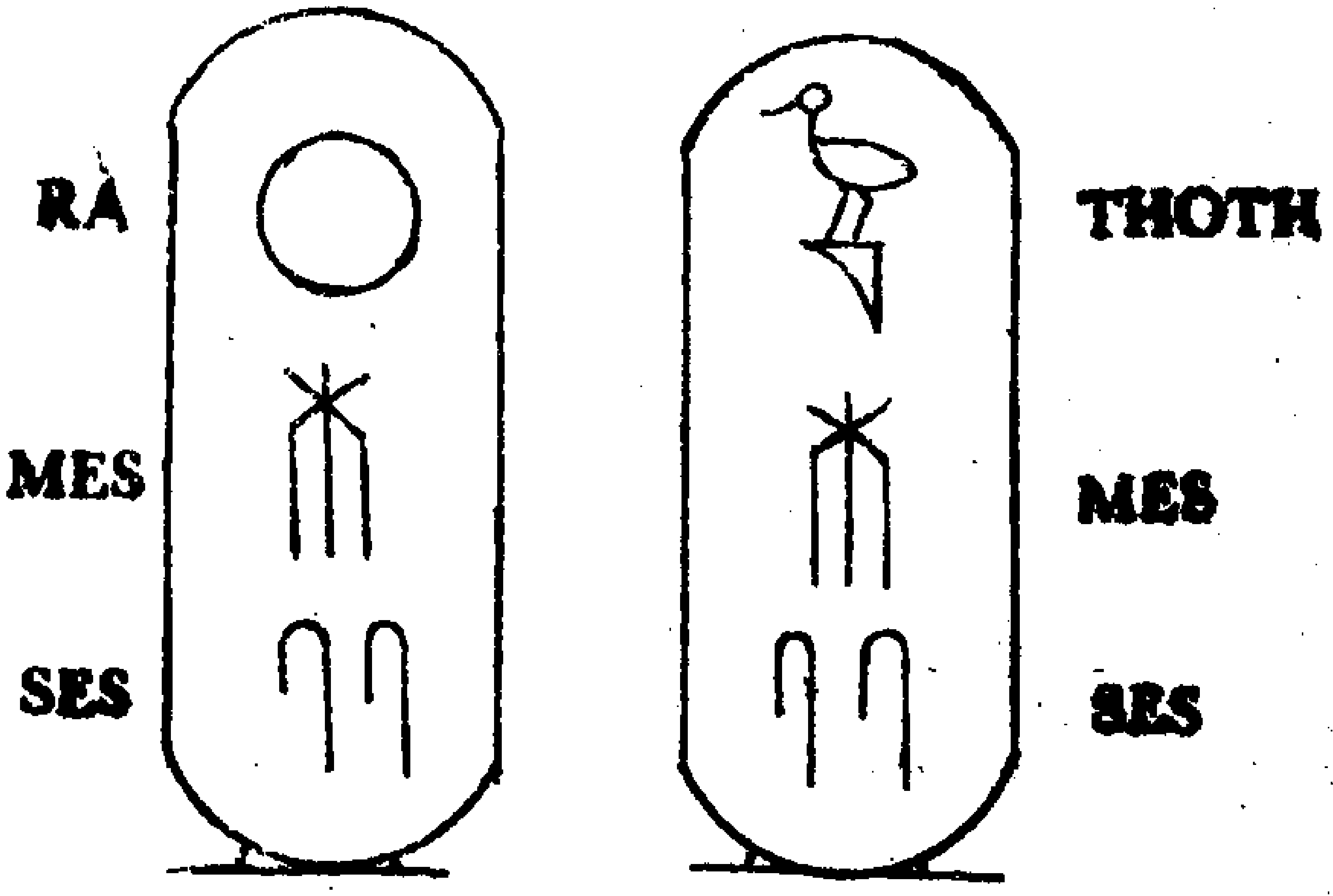
اسی اثناء میں فرانسیسی عالم جے۔ ایف شاں پولیاں (J. F. Champollion) بھی کتبۂ روزیٹا کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس کے سامنے کتبۂ روزیٹا کی نقل کے علاوہ جزیرۂ فلائی کے ایک مخروطی مینار (Obelisk) پر پائے جانے والے دو کارتوسوں کی نقلیں بھی تھیں:۔



شکل ۵۸

اس مینار کے یونانی کتبے میں بطلیموس اور قلوپطرہ کا ذکر تھا اور

کتبے میں ایک حلقے کے نقوش کتبۂ روزیٹا کے حلقے سے مشابہ تھے۔ صفحہ ۸۴ بائیں جانب کی تصویر) ظاہر ہے کہ دونوں میں بطلیموس کا نام تھا اور دوسرے حلقے میں قلوپطرہ کا (دائیں جانب کی تصویر) جب بطلیموس اور قلوپطرہ کے ناموں کے رومن حروف کی حلقوں کی تصاویر پر تطبیق کی گئی تو اتفاق سے پوری اُتری۔ اس طرح بعض ہیروغلیفی نقوش کی آوازیں معلوم ہوگئیں ۱۸۲۲ء میں اُس نے دو اور مندروں پر پائے جانے والے کارتوسوں کی نقلیں حاصل کیں :-



شکل ۵۹

ان میں سے ایک میں سورج کی تصویر تھی (اوپر بائیں جانب کی تصویر) جسے قبطی زبان میں را کہتے ہیں۔ بیچ کا نشان کتبۂ روزیٹا میں بھی پایا جاتا تھا اور وہ پیدائش کے معنی دیتا تھا اور قبطی زبان میں مِس کے معنی "پیدا ہونا" اور مِس کے معنی "بچے" کے ہیں۔ س کے نشانات جو آخر میں ہیں اُسے معلوم تھے۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ یہ رامیسیس کا نام ہے اور

اس کے معنی ہیں "سورج دیوتا را کا بیٹا"

دوسرے کارتوس میں او پرنقلق (Ibis) کی تصویر تھی۔ یونانی تحریروں سے معلوم ہوا کہ یہ پرند دیوتاؤں کے کاتب تھاتھ کی علامت تھا۔ باقی علامتیں وہی تھیں جو پہلے کارتوس میں ہیں۔ اِسے تھاتھموسیس پڑھا گیا بمعنی "تھاتھ دیوتا کا بیٹا"۔ چونکہ یہ نام یونانی مورخ مَنیتھو (Manitho) کی تاریخ میں بھی پایا جاتا ہے لہٰذا اس کے صحیح ہونے میں شبہ نہ رہا۔

رفتہ رفتہ شاں پولیوں کو ہیروغلیفی رسم خط پر اتنا عبور ہوگیا کہ وہ اُس کے کتبوں کو وثوق کے ساتھ پڑھنے لگا۔ اُس نے کتبۂ روزیٹا کے کافی حصے کو پڑھ ڈالا لیکن اُس کی زندگی نے وفا نہ کی اور ۱۸۳۲ء میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ تب اس کام کو اُس کے بیٹے نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ کتبۂ روزیٹا کا ترجمہ ۱۸۴۱ء میں شایع ہوا۔ شاں پولیوں کو صحیح معنی میں "مصریات کا معلم اول" کہا جاتا ہے۔ ہیروغلیفی رسم خط کے پڑھنے میں اُس کا وہی مقام ہے جو رالنسن کا میخی رسم خط کے پڑھنے میں ہے۔

یہ بتانے کے بعد کہ ہیروغلیفی رسم خط کیسے پڑھا گیا ہم اُس کے اصول و قواعد کا ذکر کرتے ہیں۔

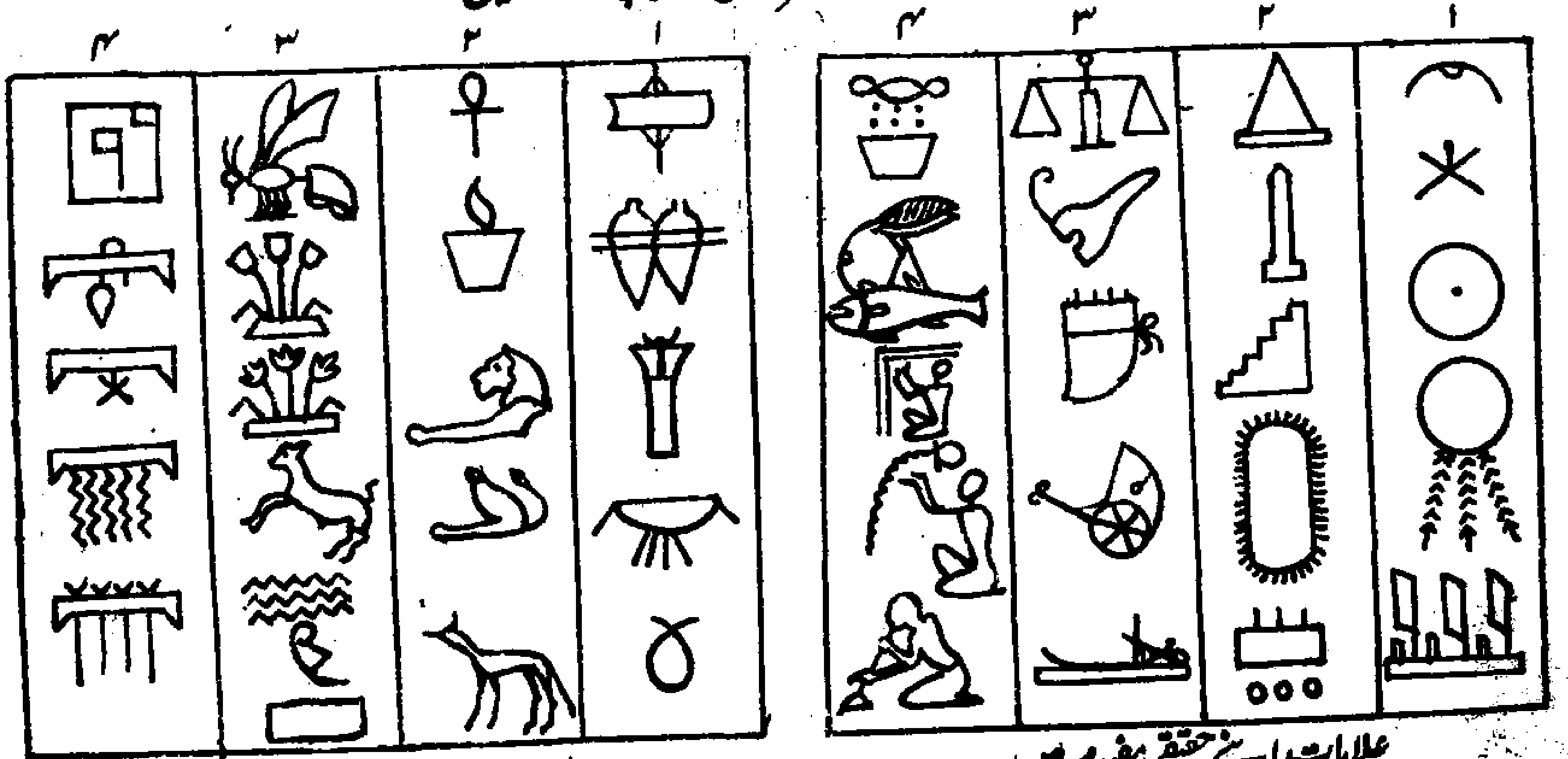
ہیروغلیفی غالباً دنیا کا سب سے خوبصورت رسم خط تھا جب اُس کی چھوٹی چھوٹی تصویروں میں رنگ بھر دیا جاتا تو اُن کا حسن دوبالا ہو جاتا۔ اس خط میں تقریباً .. ، تصویریں کام آتی تھیں۔ مناظر فطرت ، انسان اور حیوان، طرح طرح کی عمارتیں اور اُن کا فرنیچر، کھانے پینے کا سامان، ظروف و آلات ، لباس و زیورات ، مختصر یہ کہ زندگی کے کل لوازمات کی خوشنما تصویریں اس خط میں استعمال کی جاتی تھیں۔ ان حقیقی تصاویر کے علاوہ

دائیں جانب دیکھئے۔

ان کے علاوہ بعض خیالات کا اظہار مرکب تصاویر سے کیا جاتا تھا۔ صفت کے لئے موصوف، سبب کے لئے مسبب اور مظروف کے لئے ظرف بناتے تھے۔ ان "مجازی تعبیرات" کو شکل ۶۰ میں بائیں جانب دیکھئے جس کی تفصیل یہ ہے:-

ہوا کے لئے بادبان، شراب کے لئے خُم اور تیل کے لئے بوتل کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ سونے (طلا) کے لئے سونے کی خاک چھاننے کا کپڑا اور کپڑوں کے لئے گٹھڑی بناتے تھے۔ مردانہ اور زنانہ اعضائے تناسل کا اتصال ایک نئی جان کو وجود میں لانے کی بنا پر زندگی کی علامت تھا۔ روح کے لئے چراغ بناتے، شروع یا آغاز ظاہر کرنے کے لئے شیر کے جسم کا اگلا حصہ اور ختم کے لئے پچھلا۔ گیدڑ چالاکی کی علامت تھا اور شہد کی مکھی اپنی قوت نظم و نسق کی بنا پر بادشاہت کی۔ پیپرس (ایک پودا) کو شمالی مصر اور کنول کو جنوبی مصر کا مظہر مانتے تھے۔ پیاس کے لئے پانی اور ہیمنے کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ انصاف کے واسطے شترمرغ کا پر بنایا جاتا کیونکہ اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ شترمرغ کے سب پر برابر ہوتے ہیں۔ اِسی لئے عدالت کے واسطے شترمرغ کا پر اور گھر بناتے۔ کلہاڑی کو قوت اور معبود کی علامت مانتے تھے۔ لہذا مندر کے واسطے کلہاڑی اور گھر بنایا جاتا۔ اگر انھیں شام کا وقت ظاہر کرنا ہوتا تو وہ آسمان کی تصویر میں ایک کنول کا پھول لٹکا دیتے کیونکہ شام کو یہ پھول بند ہو جاتا ہے۔ رات لکھنے کے لئے آسمان میں ایک تارا لٹکا دیا جاتا اور بارش کے لئے آسمان سے پانی برستا دکھایا جاتا۔ اُن کے نزدیک آسمان چار ستونوں پر ٹکا ہوا تھا لہذا جب

شکل ۶۰ ہیروغلیفی خط کی چند علامتیں



علامات اپنے حقیقی مفہوم میں

(۱)
[illegible]

(۲)
اہرام
مینار
زینہ
قلعہ
اناج

(۳)
ترازو
طرح
ترکش
کشتی

(۴)
رس نکالنا
مچھلی پکڑنا
چھپنا
پکڑواہٹ
شکار

علامات اپنے مجازی مفہوم میں

(۱)
ہوا
شراب
تیل
سونا
کپڑے

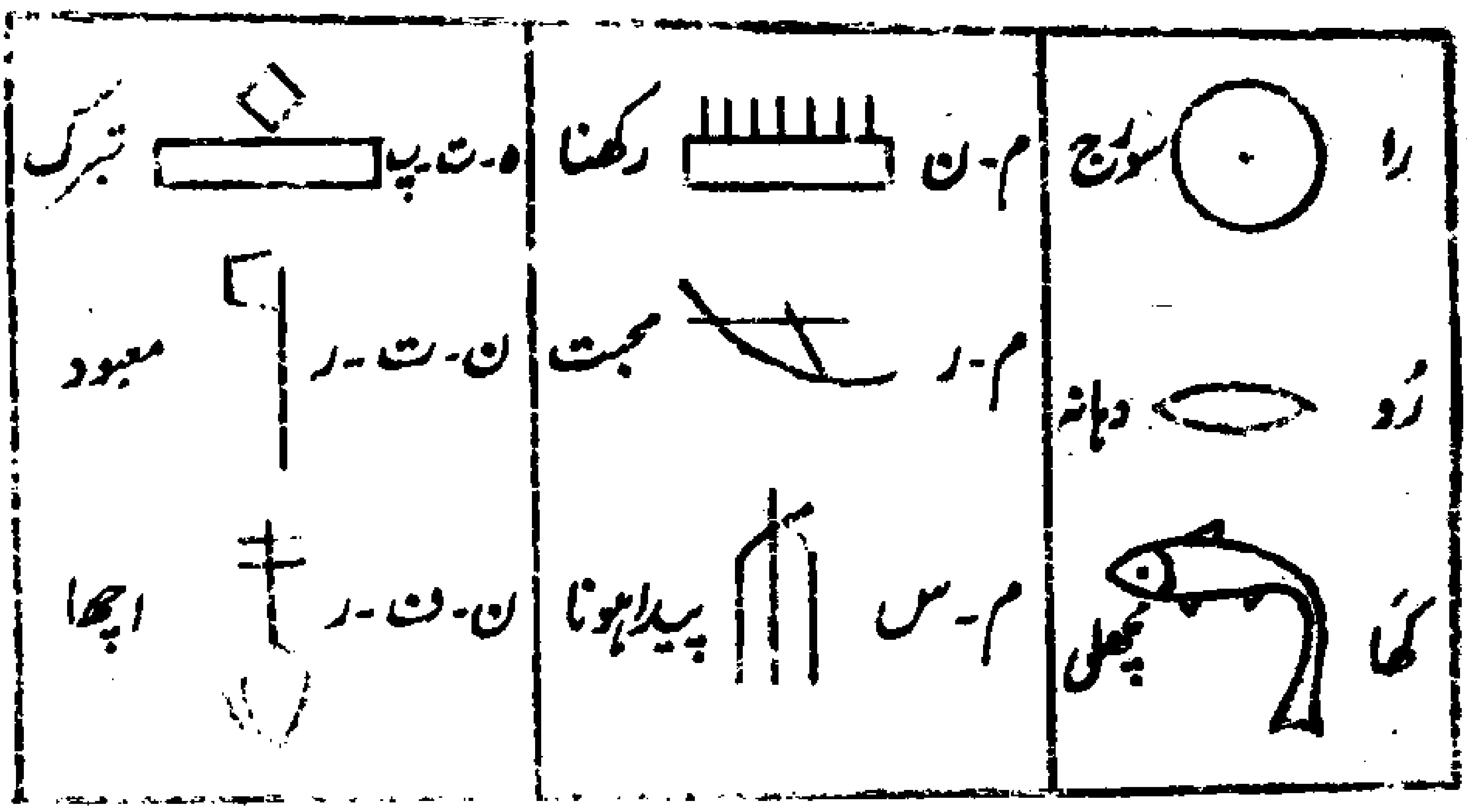
(۲)
زندگی
روح
شروع
ختم
چالاکی

(۳)
بادشاہت
شمالی مصر
جنوبی مصر
پیاس
عدالت

(۴)
مندر
شام
رات
بارش
طوفان

وہ طوفان لکھنا چاہتے تو آسمان کو اِن ستونوں سے پھسلتا ہوا دکھاتے ۔

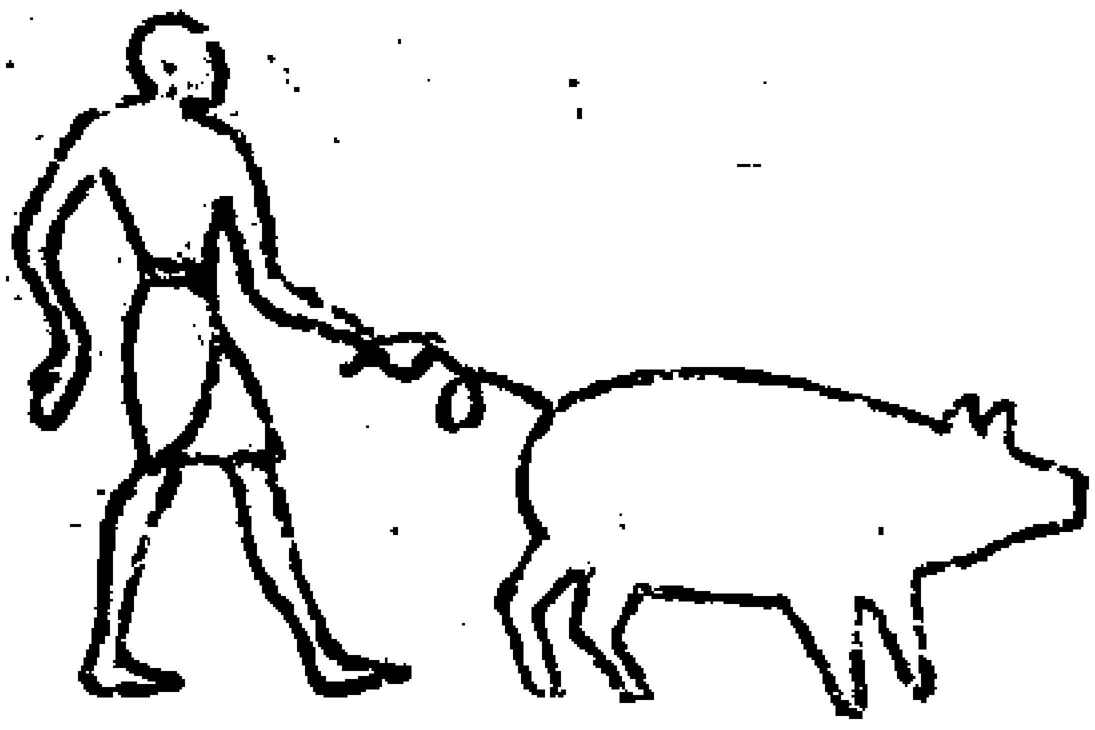
صوتی لحاظ سے نشانات کی تین قسمیں تھیں ۔ یک حرفی کلمات ۔ دوحرفی کلمات ۔ سہ حرفی کلمات ۔ ان کی مثالیں یہ ہیں :-



شکل ۶۱

مصری رسم خط میں لفظوں میں آنے والے حروف علت کو ظاہر نہیں کیا جاتا تھا ۔ حروف علت شامل کر کے دوسری اور تیسری قطار کے نشانات کو یوں پڑھا جائے گا : مین ، میر ، میس ، ہیتیپ (یا ہوتیپ) نیتر ، نیفر ۔

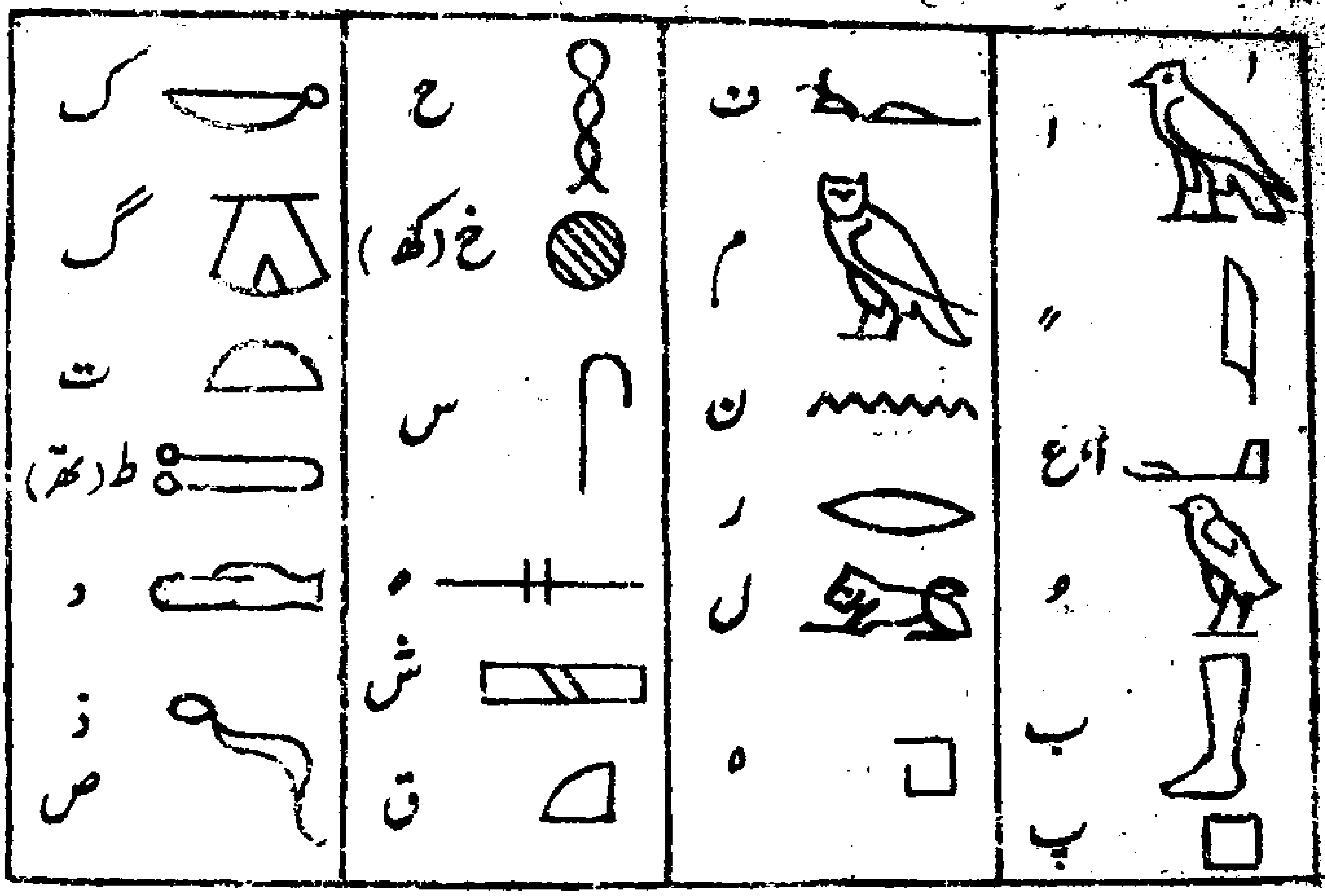
جب اہل مصر نے یہ محسوس کیا کہ ہر چیز کی تصویر نہیں بنائی جا سکتی تو وہ ریبس والا طریقہ ایجاد کرنے پر مجبور ہو گئے یعنی مختلف معنی والی تصاویر کو ملا کر کوئی نیا لفظ لکھنا ۔ مثلاً اُن کی زبان میں لاجورد کو خیس تیب کہتے تھے لیکن خیسف کے معنی " روکنے " اور تیب کے معنی " سور " کے تھے لہذا لاجورد لکھنے کے لئے سور کو روکتے ہوئے آدمی کی تصویر بنائی جاتی تھی :



شکل ۶۲

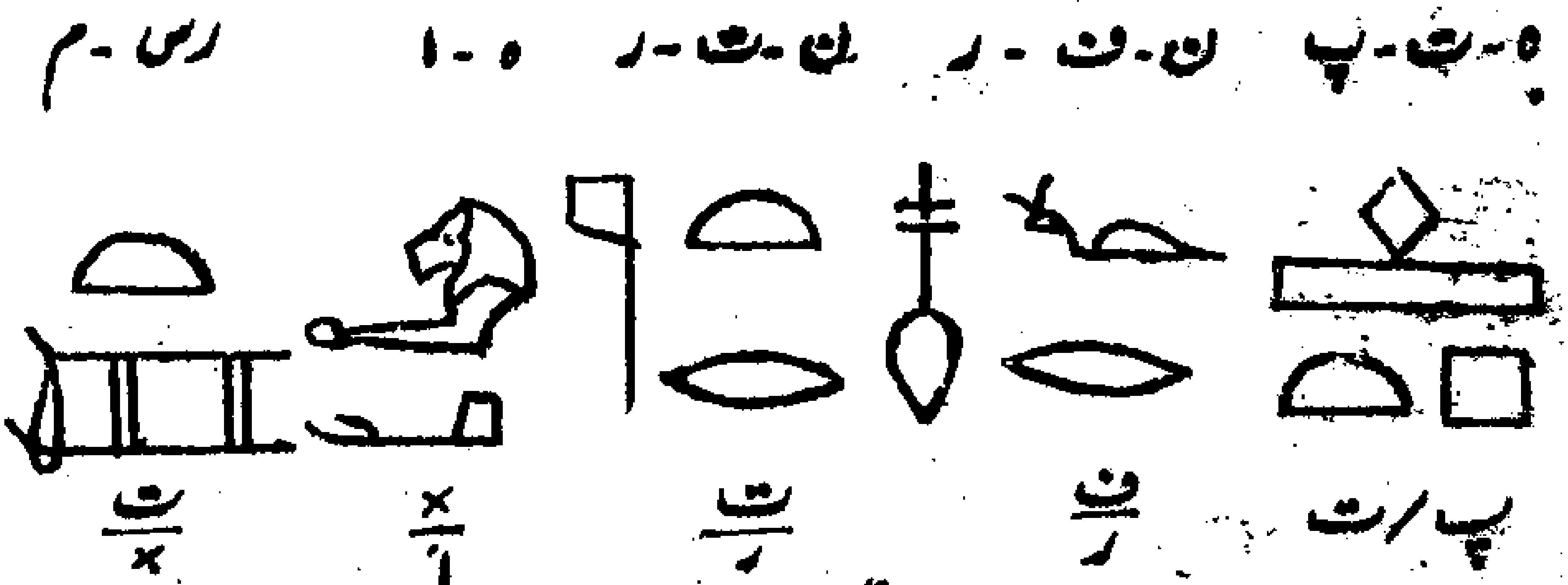
اس طرح " رکنی علامات " کا استعمال شروع ہوا جو اصل کے اعتبار سے یک حرفی اور دو حرفی الفاظ ہیں لیکن اس صورت میں وہ معنی نہیں دیتے۔ ایسے نشانات کی تعداد ۱۰۰ سے زاید نہیں ۔

اس سے پہلے ہم " ایکروفونی " کے اصول کا ذکر کر چکے ہیں یعنی لفظ کے شروع کی آواز لے کر بقیہ حصّے کو حذف کر دینا ۔ اس اصول کے مطابق قدیم مصریوں نے اپنے بعض الفاظ کو حروف بنا لیا تھا مثلاً اُن کی زبان میں شیرنی کو لابُو کہتے تھے لہذا شیرنی کے نشان کو آواز لَ کا مظہر قرار دیا ۔ پانی کو نُون کہتے تھے لہذا پانی کی لہر آواز نَ کی مظہر قرار پائی ۔ اسی طرح اُلو جسے مُلوک کہتے تھے آواز مَ کی نمائندگی کرنے لگا ۔ انھوں نے بیشتر یک حرفی کلمات کے آخری حروف علت کو حذف کر کے حروف صحیح بنا لیا تھا ۔ عام طور سے استعمال کئے جانے والے مصری حروف تہجی یہ تھے :-



شکل ٦٣

مصری رسم خط میں اکثر لفظوں کی علامات کے ساتھ اُن کے شروع یا آخر کے دو ایک حرف بھی بنا دیتے تاکہ تلفظ معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ ایسے چند صوتی سابقے اور لاحقے یہ ہیں :-



شکل ٦٤

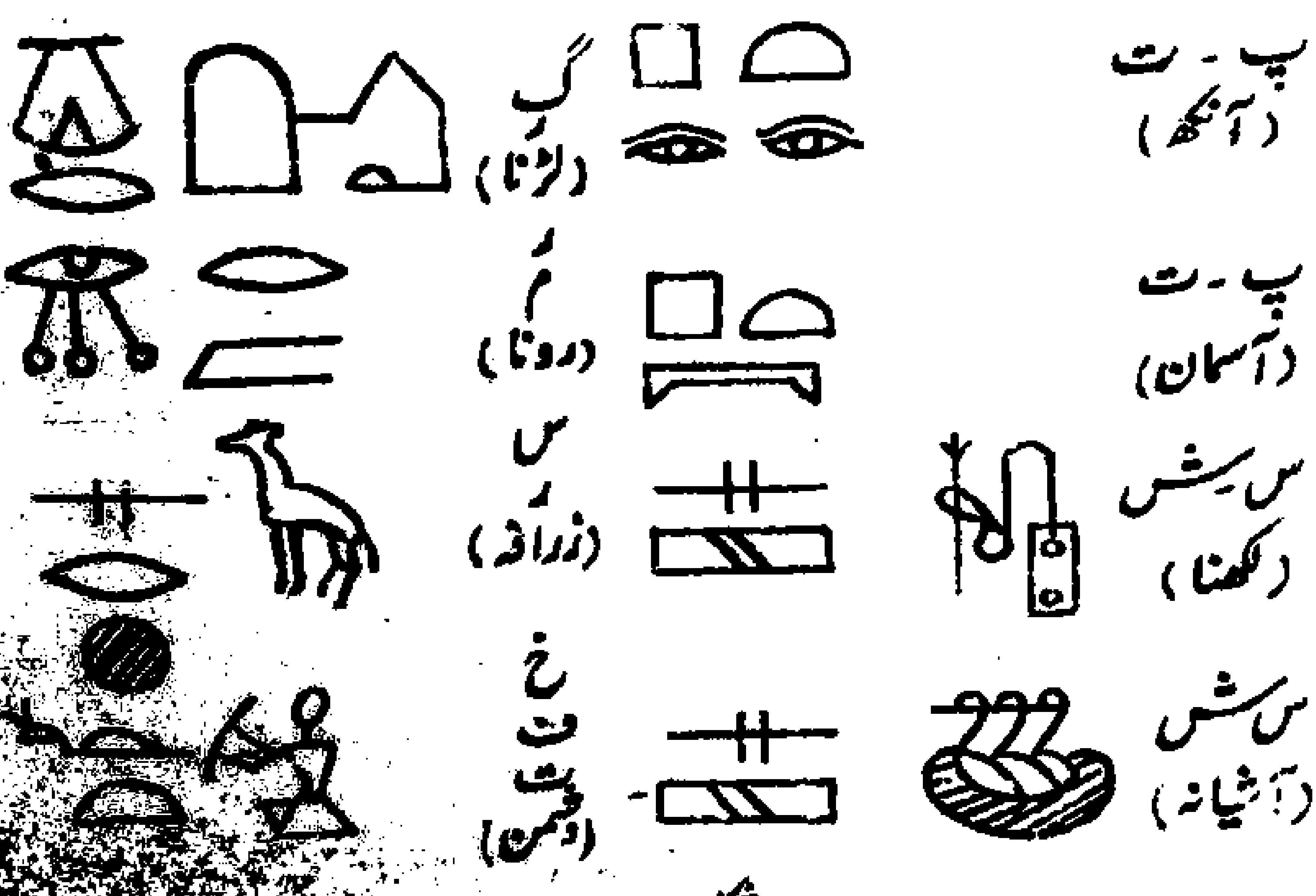
ان کے علاوہ مصری خط میں بعض دوسرے "معاون نشانات" کام آتے جنہیں الفاظ کے اخیر میں بنا دیتے۔ اِن کی دو قسمیں تھیں (ا) عمومی،

ان سے معلوم ہوتا کہ جس چیز کا نام لیا گیا ہے وہ کس قسم کی ہے۔ آیا وہ کسی دیوی دیوتا کا نام ہے یا کسی مرد عورت کا یا کسی مقام کا۔ ایسی چند علامتیں یہ ہیں :۔



شکل ۶۵

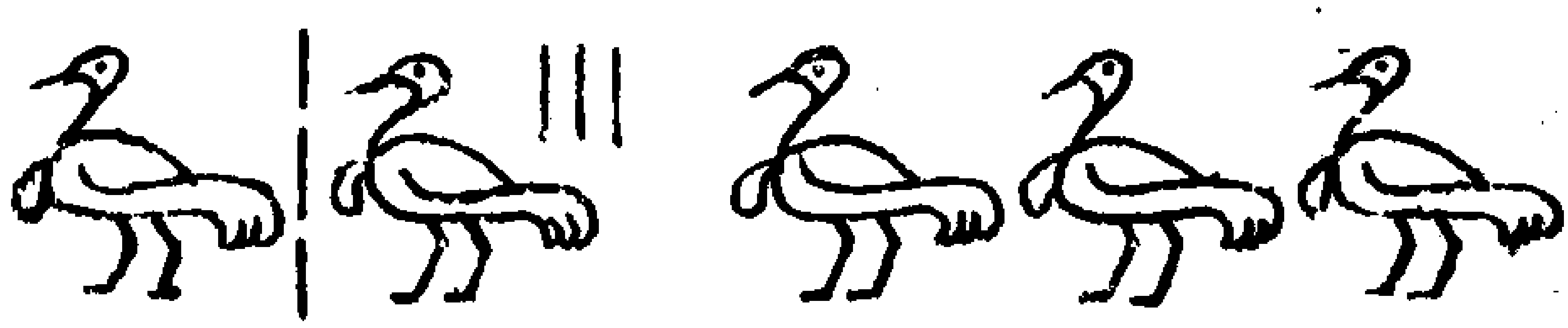
(۲) خصوصی، الفاظ کو رکنی علامات میں لکھنے کے بعد اُن کے معنوں کی تصویر بنا دیتے مثلاً :۔



شکل ۶۶

چونکہ مصری زبان میں بیشتر الفاظ کے متعدد معنی تھے لہذا اُن میں تمیز کرنے کے لئے اِن کا بنانا بے حد ضروری تھا مثلاً پیت کے دو معنی ہیں "آنکھ" اور "آسمان" لہذا حروف میں لکھنے کے بعد اِن کی تصویریں بھی بنا دیں۔ اسی طرح سیش کے دو معنی ہیں "لکھنا" اور "گھونسلہ" انھیں بھی حرفوں میں لکھنے کے بعد ضرورت کے مطابق تصویریں بنائیں۔ کبھی کبھی ان تصاویر کو محض خوبصورتی کے خیال سے بنایا جاتا تھا۔ ان تصاویر کو پڑھا نہیں جاتا تھا۔ یہ صرف معنی معلوم کرنے میں مدد دیتی تھیں۔ اِن کی وجہ سے ہمارے لئے قدیم مصری زبان اور رسم خط پر عبور حاصل کرنا بڑا آسان ہو گیا۔

جمع بنانے کا ہیروغلیفی خط میں ایک خاص طریقہ تھا یعنی جس لفظ کی جمع بنانا ہوتی اُسے تین مرتبہ لکھ دیتے یا اُس کے نیچے تین لکیریں کھینچ دیتے مثلاً رُوح کا اظہار اُن کے یہاں بگلے سے ہوتا تھا لہذا ارواح لکھنے کے لئے تین بگلے بنا دیتے یا ایک بگلہ بنا کر تین لکیریں کھینچ دیتے۔



شکل ۹۷

مصری رسم خط نیچے سے اوپر کو چھوڑ کر ہر طرف سے لکھا جاتا تھا عموماً دائیں سے بائیں کو لکھتے تھے لیکن کبھی کبھی بائیں سے دائیں کو اور بسا اوقات دونوں طرف سے لکھا جاتا تھا۔ آخری صورت میں کچھ حصہ دائیں طرف سے آتا اور کچھ بائیں طرف سے اور بیچ میں آکر ختم ہو جاتا لیکن ایسا محض خوبصورتی کے خیال سے کیا جاتا تھا۔ عمودی گھیروں میں فراعنۂ مصر کے نام

اوپر سے نیچے کو لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پڑھنا کدھر سے شروع کیا جائے گا اس کا پتہ تصویروں کے رخ سے چلتا ہے۔ جدھر جانداروں کا منہ ہوتا ہے اُدھر ہی سے پڑھتے ہیں۔

مصری رسم خط کے بہت سے نشانات صوری، صوتی اور معنوی لحاظ سے سمیری نشانات سے مشابہ ہیں۔ اس مشابہت کی بنا پر ڈاکٹر ایل۔ اے۔ ویڈل (Dr. L. A. Waddell) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مصری رسم خط سمیری سے ماخوذ ہے[1] اور اب یہ نظریہ عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے۔

ہراطیقی رسم خط۔ ہیروغلیفی نقوش عام طور سے عمارتوں پر کندہ کئے جاتے تھے لیکن جب روزانہ زندگی کی ضروریات کے لئے انھیں پیپرس پر لکھا جانے لگا تو وہ عرصۂ دراز تک اپنی خوبصورتی قایم نہ رکھ سکے تصویری حروف کی صورتیں مسخ ہونے لگیں اور اس مسخ شدہ نئے خط کو ہراطیقی کہتے ہیں لفظ ہراطیقی معرب ہے انگریزی (Hieratic) کا جو یونانی لفظ (Hiera Tikos) سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ہیں "مقدس" یا "پروہتوں کا" یہ نام کلیمینٹ اسکندری نے اپنے زمانے کے اس مصری خط کے لئے استعمال کیا تھا جو پروہتوں میں رائج تھا۔

ہیروغلیفی اور ہیراطیقی میں وہی فرق ہے جو انگریزی کے چھپے اور لکھے ہوئے حروف یا نستعلیق اور خط شکست میں ہوتا ہے۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لکھنے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ تصویروں کا تصویرپن غائب ہوگیا نیچے ہراطیقی خط کی بعض علامات معہ ہیروغلیفی اصلوں کے

---

[1] Egyptian Civilisation—Its Sumerian Origin & Real Chronology (1930)

درج کی جاتی ہیں جن سے آپ دونوں کا فرق سمجھ سکتے ہیں ۔ تحریر کا رُخ دائیں سے بائیں کو ہے :۔

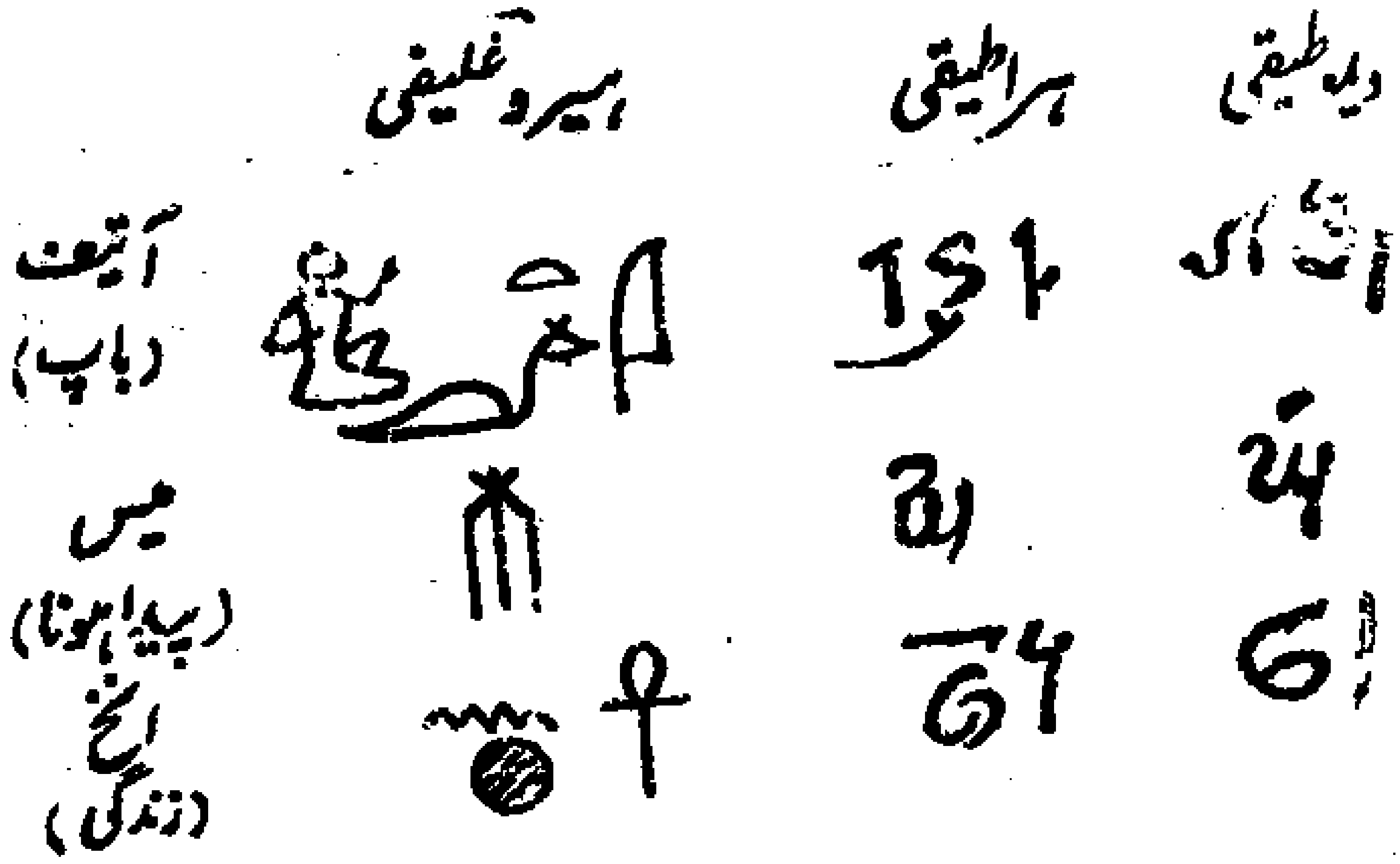


شکل ۶۸

پہلے ہراطیقی خط اوپر سے نیچے کو لکھا جاتا تھا لیکن بعد میں دائیں سے بائیں کو لکھا جانے لگا ۔ جہاں تک قدامت کا تعلق ہے ہراطیقی خط ہیروغلیفی سے کچھ ہی کم پرانا ہے ۔ یہ خط تقریباً ۳۰۰۰ سال تک رائج رہا اور تیسری صدی عیسوی سے اس کا استعمال بند ہوگیا ۔

دیموطیقی رسم خط ۔ مصری عوام کی لکھائی پروہتوں سے جدا تھی ۔ یونانی مورخین ہیروڈوٹس اور ڈیوڈورس نے اُسے (Demorika Grammata) یعنی " عوامی یا جمہوری لکھائی " کہا ہے ۔ اس سے انگریزی نام (Demotic) ماخوذ ہے جس کی معرب صورت " دیموطیقی " ہے ۔

یہ لکھائی ہراطیقی کے مزید اختصار سے پیدا ہوئی تھی ۔ اِسے ایک قسم کی مختصر نویسی (شارٹ ہینڈ) کہنا چاہیئے ۔ ہراطیقی کی طرح اِسے بھی پیپرس پر لکھا جاتا تھا، لکھائی کا رخ دائیں سے بائیں کو ہے ۔ اس کے قدیم نمونے ساتویں صدی ق ۔ م کے ہیں اور آخری ۴۷۶ء کا ہے ۔



شکل ۶۹

مصر کے یونانی حکمرانوں کے زمانے میں اس لکھائی نے بڑی اہمیت حاصل کرلی تھی چنانچہ کتبۂ روزیٹا اور فرمانِ کینوپس پر ہیروغلیفی کے بعد دوسری جگہ اسے اور تیسری جگہ یونانی کو دی گئی ہے۔

دیموطیقی مخطوطات کے پڑھنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ ہر کاتب کا ہاتھ دوسرے سے جدا اور ہر پیپرس کی لکھائی دوسرے سے مختلف ہے۔ انھیں پڑھنے کے لئے بڑی محنت اور مشق کی ضرورت ہے۔ چونکہ دیموطیقی مخطوطات کے موضوع غیر دلچسپ ہیں (تجارتی اور قانونی معاملات وغیرہ) اس لئے انھیں پڑھنے کی خواہش بھی نہیں ہوتی۔

میرو کا خط۔ مصر کے جنوب میں نوبیا کا ملک ہے جس کا دارالحکومت زمانۂ قدیم میں میرو کا شہر تھا۔ نوبیا پر مصر والوں کی حکومت تھی۔ نویں آٹھویں صدی ق۔م میں اس نے آزادی حاصل کرلی لیکن وہاں کے لوگ مصری زبان اور رسم خط استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ ولادت مسیح سے کئی صدی قبل مصری زبان بھی ترک کردی گئی اور مقامی زبان کا استعمال شروع ہوا جسے لکھنے کے لئے تیسری یا دوسری صدی ق۔م میں ایک نیا رسم خط

ہوا جسے میرو کی رعایت سے ہم میروئی (Meroitic) کہہ سکتے ہیں۔

اس خط کی دو قسمیں تھیں: تصویری خط، اور گھسیٹ یا رواردی کا خط۔ تصویری علامتیں ہیروغلیفی رسم خط سے ماخوذ تھیں۔ گھسیٹ علامتوں کا ماخذ دیموطیقی رسم خط معلوم ہوتا ہے، اگرچہ اُس کے مقابلے میں میروئی علامتیں زیادہ مختصر ہیں۔ غالباً یہ خط یونانی سے متاثر ہوا تھا۔ اس میں حروف کی تعداد بہت کم تھی یعنی کل ۲۳۔ اس کے بیشتر کتبے دوسری یا چوتھی صدی عیسوی کے ہیں۔

۶

وادیٔ سندھ کا رسم خط

پنجاب میں ملتان اور لاہور کے درمیان ایک مقام ہے ہڑپا جہاں اونچے اونچے ٹیلوں کا ایک سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں رائے بہادر دیا رام ساہنی نے یہاں کھدائی شروع کی اور معلوم ہوا کہ یہ مقام ایک نہایت قدیم تہذیب کا مرکز تھا۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں رکھل داس بنرجی نے ہڑپا سے ۴۰۰ میل دور سندھ میں موہنجوداڑو کے آثار دریافت کئے جو ہڑپا کے آثار سے ملتے جلتے تھے۔ اس نئی دریافت کی اہمیت کے پیش نظر محکمۂ آثار قدیمہ کے ڈائرکٹر سر جان مارشل نے کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُنھوں نے موہنجوداڑو میں ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۷ء تک کھدائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر ای۔ ایچ میکے کی نگرانی میں ۱۹۳۱ء تک کام ہوا۔ رائے بہادر دیارام ساہنی کے بعد مادھو سروپ وتس نے ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۳۴ء تک ہڑپا میں کھدائی کی۔ اس طرح وادیٔ سندھ کی شاندار تہذیب کا پتہ چلا جو سر جان مارشل کی تحقیقات کے مطابق ۳۲۵۰ اور ۲۷۵۰ ق م کے درمیان عروج پر تھی۔

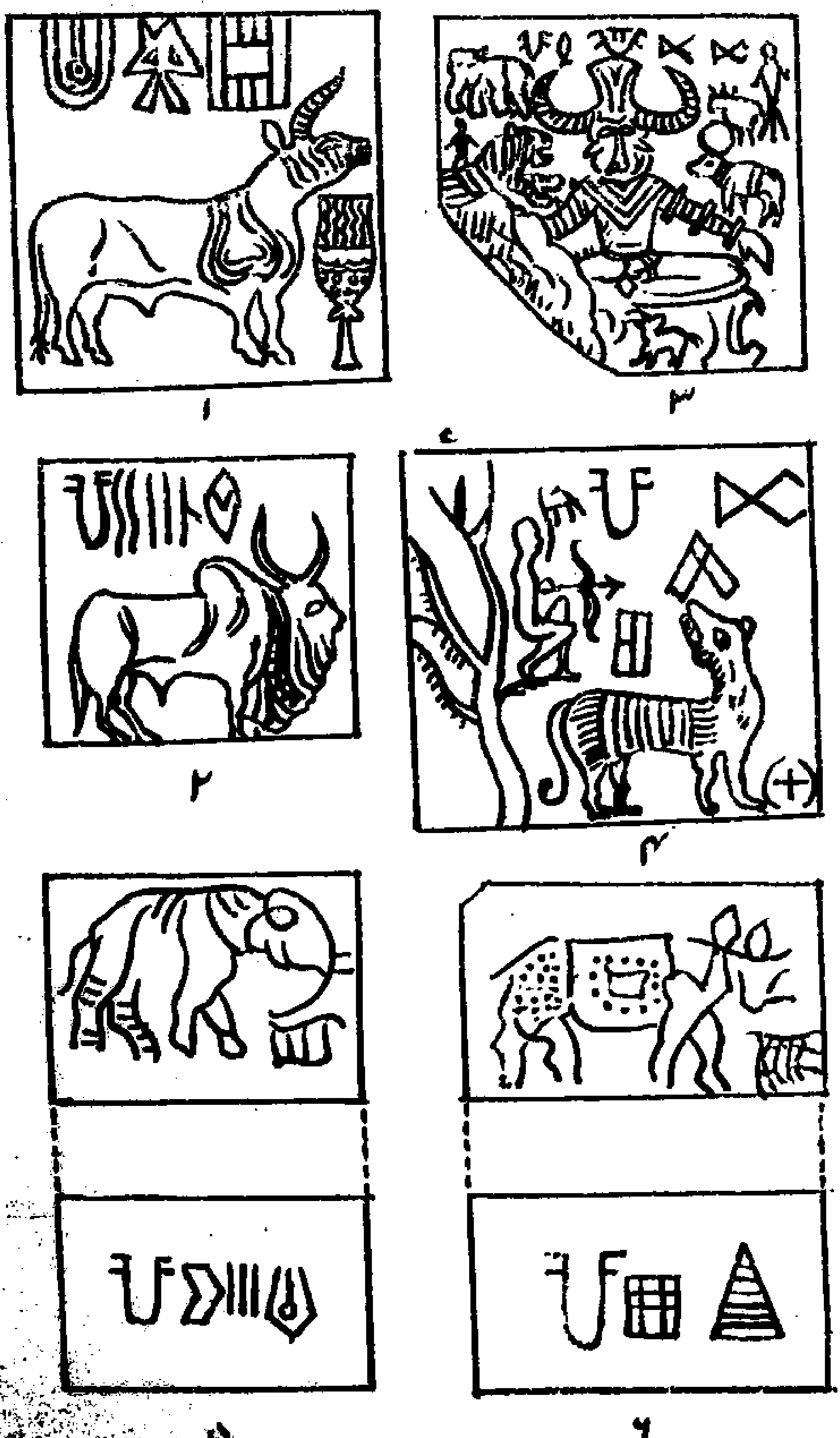
ہڑپا اور موہنجوداڑو اُس زمانے کے دو بڑے شہر تھے۔ یہاں کی کشادہ سڑکیں، پکّی اینٹوں کے دو منزلہ مکان، زمیں دوز نالے نالیاں اور عوام کے لئے شاندار حمام ایک اعلیٰ تہذیب کے مظہر ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا خاص پیشہ کاشتکاری اور جانوروں کا پالن تھا۔ وہ کپڑا بُننا جانتے تھے، چاک پر برتن بناتے تھے۔ اُنھیں لکھنا بھی آتا تھا اور وہ دوسرے ملکوں

کرتے تھے۔ لیکن کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس تہذیب کے بانی کون لوگ تھے۔ وہ کہاں سے آئے اور کہاں چلے گئے؟ بعض عالموں نے وادیٔ سندھ کی تہذیب کو ویدک زمانے کی "آریہ تہذیب" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اکثریت کا خیال ہے کہ یہ تہذیب "آریوں کی آمد" سے پہلے کی ہے اور اُس کے بانی دراوڑ تھے۔

مُہریں اور تعویذ ۔ عراق اور مصر کی طرح وادیٔ سندھ کا خط بھی تصویری تھا لیکن اب تک اس خط کا کوئی طویل کتبہ نہیں ملا ہے۔ غالباً اسلئے کہ عوام ایسی اشیاء پر لکھا کرتے تھے جو دیرپا نہیں ہوتیں مثلاً کھجور کے پتے، لکڑی کی تختیاں، سوتی کپڑا اور صاف کیا ہوا چمڑا وغیرہ۔ ابتک اس لکھائی کے جتنے بھی کتبے ملے ہیں وہ مُہروں اور تعویذوں پر پائے جاتے ہیں۔ یہ مُہریں چوکور اور چپٹی ہیں اور ایک خاص قسم کے پتھر کی بنی ہیں جسے (Steatite) کہتے ہیں۔ ان کے درمیان کسی جانور کی تصویر ہوتی ہے اور اوپر کے حصے میں تصویری لکھائی۔ پیتل کی چھوٹی چھوٹی تختیاں بھی ملی ہیں جن کے ایک رُخ پر کسی جانور کی تصویر ہوتی ہے اور دوسرے رخ پر کتبہ (ملاحظہ ہو شکل ۷) غالباً یہ تعویذ ہیں۔

حیوانی تصاویر میں بیل، ہرن، ہاتھی، چیتا اور مگر خاص ہیں۔ ان میں سے بعض کے سامنے کھانے یا بخور جلانے کا برتن ہوتا ہے۔ بیل کے نشان والی مہریں سب سے زیادہ ہیں۔ غالباً اس لئے کہ آج کل کی طرح اُس زمانے میں بھی بیل کو تقدس کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا (ہندوؤں کے نزدیک بیل شیو کی سواری ہے) ایک مُہر پر شیوجی کا پشوپتی روپ پایا جاتا ہے یعنی سینگ کا تاج پہنے مراقبے کی حالت میں بیٹھا ہے اور اُسکے جنگلی جانور

شکل ۷۰



وادیٔ سندھ کی مہریں (۱-۴) اور تعویذ (۵-۶)

گھرے ہوئے ہیں ۔ ایک مُہر پر پیپل کے نو پتوں کا گلدستہ ہے اور ایک پر پیپل کے درخت میں دیوی کو دکھایا ہے ۔ ان تصاویر سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہروں اور تعویذوں کو مذہبی اہمیت حاصل تھی ۔

نشانات کی تعداد ۔ سندھ کی لکھائی کو ابھی تک پڑھا نہیں جا سکا ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ اس میں کتنے نشانات کام آتے تھے ۔ ڈاکٹر جی ۔ آر ہنٹر نے ان کی تعداد ۲۵۳ ظاہر کی ہے[۱] ۔ پروفیسر اسٹیفین لینگڈن نے ۲۸۸، سی ۔ جے گڈ اور بیڈنی اسمتھ نے ۳۹۶، اسٹوارٹ پگٹ نے ۴۰۰[۲] لیکن میرا اندازہ اس سے کہیں زیادہ کا ہے ۔ سر جان مارشل نے اپنی کتاب میں موہنجوداڑو کی تقریباً ۵۰۰ مہروں کے فوٹو دیے ہیں[۳] اور مادھو سروپ وتس نے اپنی کتاب میں ہڑپا کی تقریباً ۹۰۰ مہروں کے[۴] ۔ ان ۱۴۰۰ مہروں کے بغور مطالعے کے بعد میں نے وادیٔ سندھ کے رسم خط میں کام آنے والے نشانات کی ایک فہرست مرتب کی ہے جس میں تقریباً ۷۵۰ اندراج ہیں لیکن ان میں سے بیشتر ایک ہی نشان کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں ۔ ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ کن نشانات کو مفرد مانتے تھے

---

۱ G .R. Hunter The Script of Harappa and Mohenjodaro and its connection with other Scripts" (London, 1934)

۲ Stuart Piggott Prehistoric India (Pelican Series, 19[illegible]

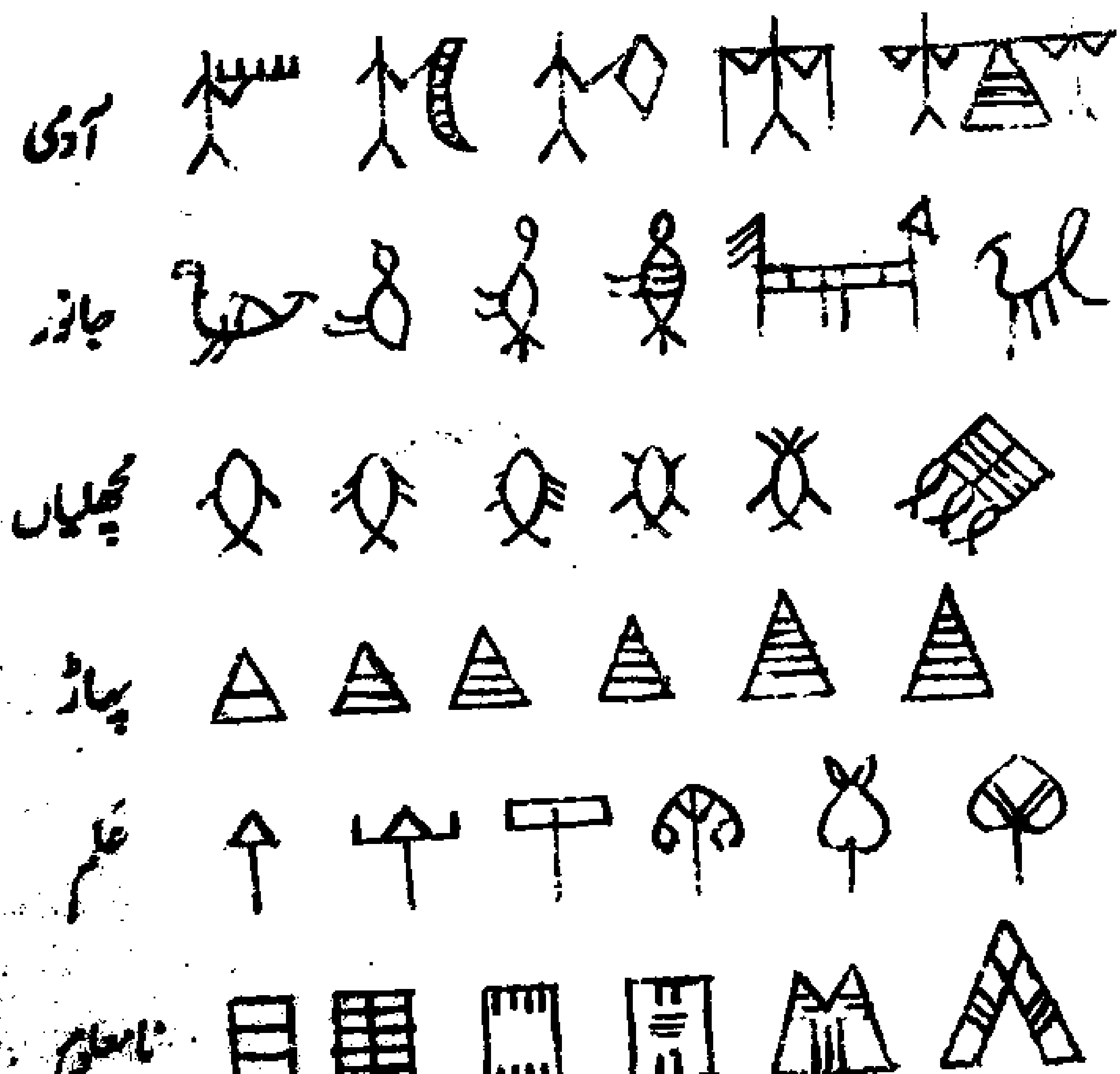
۳ Sir John Marshall "Mohenjodaro and the Indus Civilization" 3 Vols. (London, 1931)

۴ M. S. Vats "Excavations at Harappa" 2 Vo[illegible] (Calcutta, 1940.)

اور کن کو مرکب ۔ ایک ہی نشان مختلف طریقوں سے بنایا جاتا تھا یا ذرا سا فرق کر دینے سے اُس کے معنی میں تغیر ہو جاتا تھا ۔

نشانات کی قسمیں ۔ بعض نشانات اتنے مختصر ہیں کہ ان کی صورتوں کا پہچاننا مشکل ہے ۔ ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ کون سا نشان کس چیز کی تصویر ہے ۔ چونکہ مختصر نویسی فن تحریر کے ارتقاء کی دوسری منزل ہے اس لئے ہمیں وادیٔ سندھ کے رسم خط کے نشوونما کے لئے ایک طویل دور تسلیم کرنا پڑے گا لیکن اس عہد کا کوئی کتبہ نہیں ملتا ۔

اس لکھائی میں کام آنے والے نشانات کی زیادہ قسمیں نہیں ہیں ۔ آدمیوں، جانوروں، مچھلیوں اور پہاڑ وغیرہ کی تصاویر کو پہچانا جا سکتا ہے لیکن بیشتر کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس چیز کی تصویر ہیں :-



شکل ۱۷

کچھ نشانات خاص قسم کی لکیروں اور قوسین میں بند کئے جاتے ہیں مثلاً:-



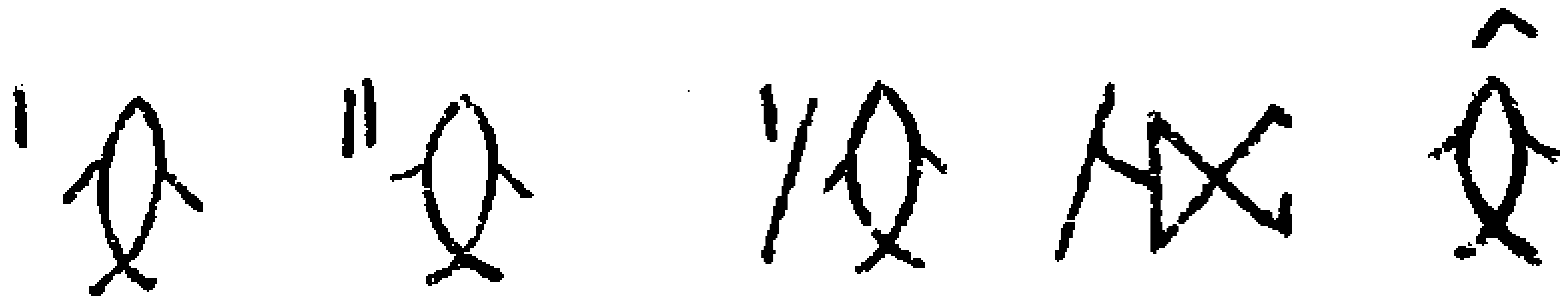
شکل ۷۲

بعض نشانات کے اندر چند لکیروں کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے:-



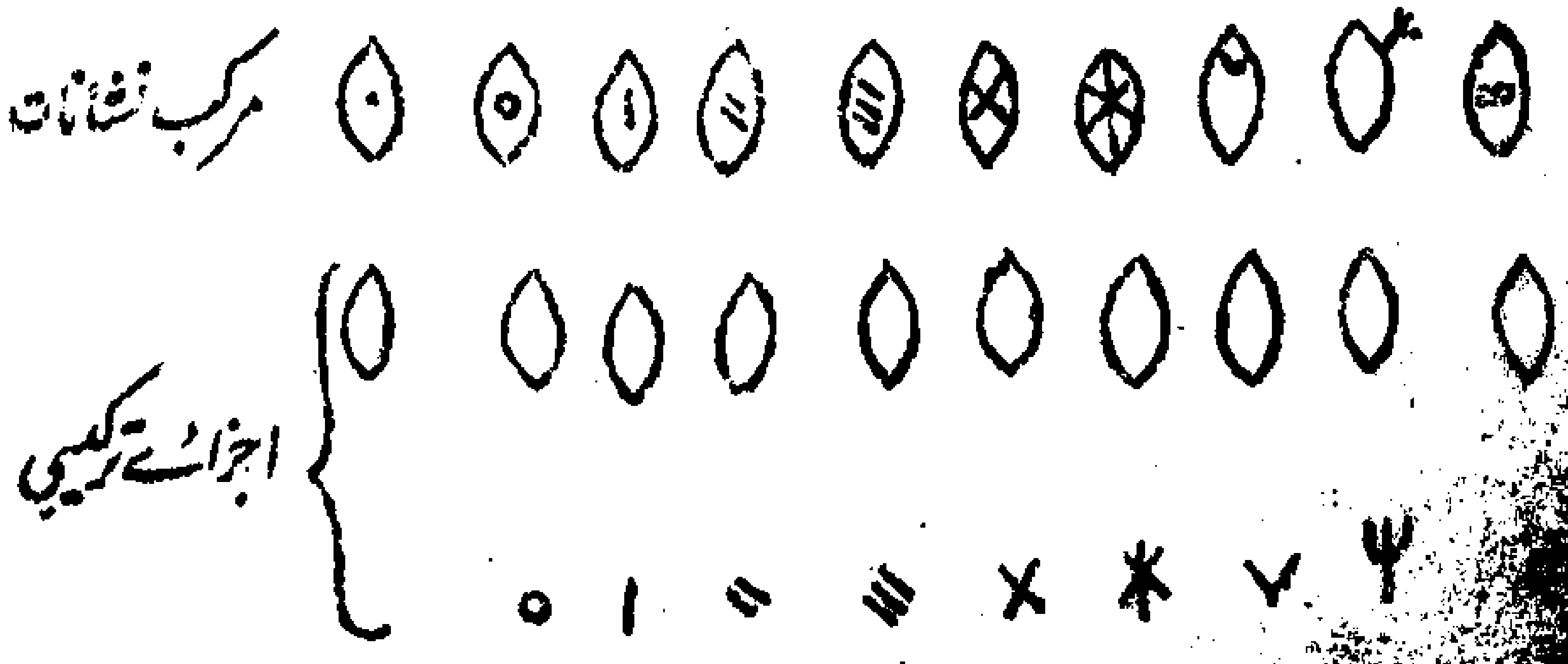
شکل ۷۳

اور بعض میں باہر کی طرف:-



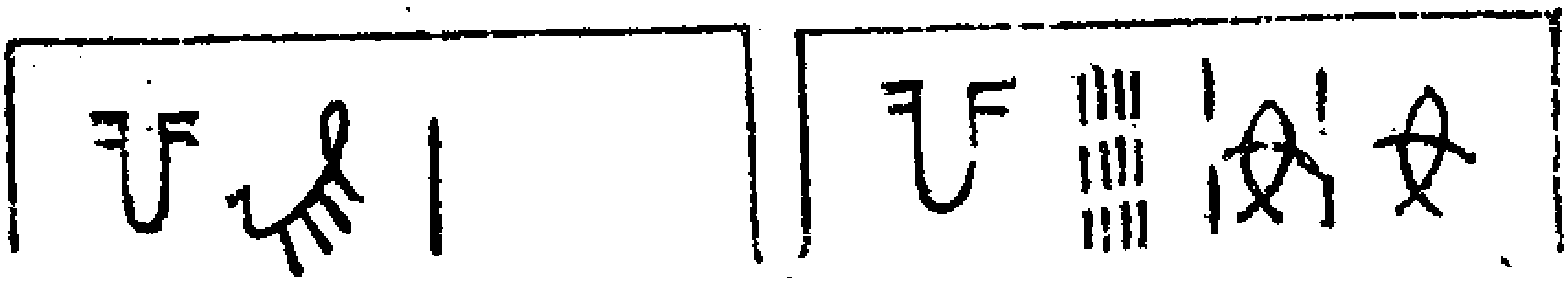
شکل ۷۴

ممکن ہے یہ براہمی اور دیوناگری کی ماتراؤں (اعراب) کے مماثل ہوں۔
بہت سے نشانات مرکب ہیں جن کے اجزائے ترکیبی کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے مثلاً



شکل ۷۵

بعض مہروں پر تصویری علامات کے درمیان ایک سے لے کر بارہ تک کھڑی لکیریں پائی جاتی ہیں[1]۔



شکل ۷۶

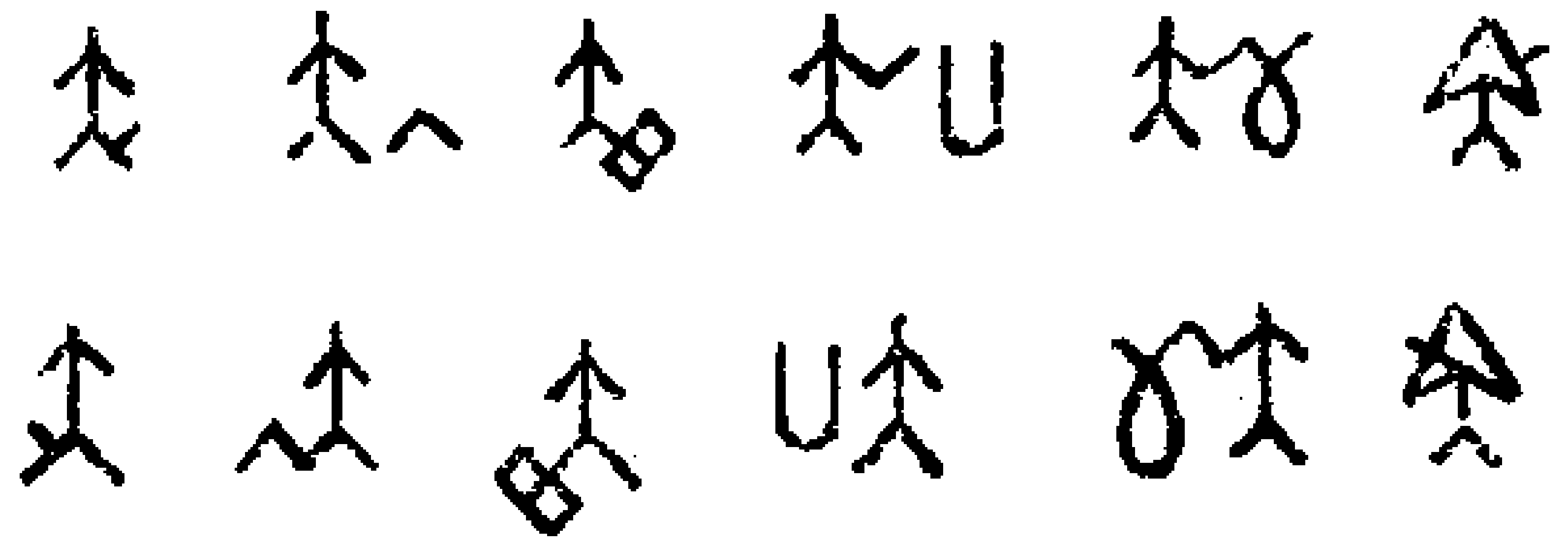
یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ گنتی کی علامتیں ہیں یا گنتی علامات، اگر انھیں گنتی مان لیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ مہروں پر بعض چیزوں کا حساب ہے لیکن سوچنے کی بات ہے کہ معمولی حساب رکھنے کے لئے اتنی خوبصورت مہریں بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ سُمیری رسم خط میں اکثر گنتی کی علامتوں کو ارکانِ الفاظ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اس لئے ممکن ہے کہ وادیٔ سندھ کے رسم خط میں بھی ایسا کیا جاتا ہو۔

تحریر کا رُخ ۔ عام طور سے یہ رسم خط دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا تھا لیکن بعض مہروں پر بائیں سے دائیں کو لکھا ہوا پایا جاتا ہے اور بعض پر دونوں طرف سے یعنی ایک لکیر دائیں سے بائیں کو اور دوسری بائیں سے دائیں کو۔ اس طرزِ نگارش کو (BOUSTROPHEDON) کہتے ہیں[2]۔ نیچے کی مثالوں کو دیکھئے:۔

---

[1] A. S. C. Ross "The Numeral Signs of the Mohenjodaro Script) " (Delhi, 1938)

[2] یہ یونانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنے ہیں" جیسے بیل ہل چلاتا ہے"۔



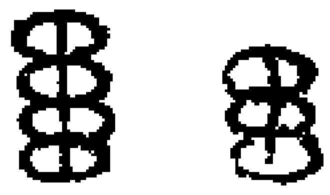
شکل ۷۷

ہیروغلیفی رسم خط کو اُدھر سے پڑھا جاتا تھا جدھر تصویروں کا رُخ ہوتا تھا۔ ممکن ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ بھی اسی اصول پر عامل ہوں اس صورت میں اوپر والے نشانات کو دائیں سے بائیں کو اور نیچے والوں کو بائیں سے دائیں کو پڑھا جائے گا۔

زبان۔ جن عالموں کے نزدیک وادیٔ سندھ کا تمدن آریوں کی آمد سے پہلے کا ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ کتبوں کی زبان سنسکرت نہیں ہے۔ آریوں سے پہلے پورے شمالی ہند میں دراوڑ قومیں آباد تھیں اس لئے بالکل ممکن ہے کہ وادیٔ سندھ کے لوگ دراوڑ ہوں۔ چنانچہ آج بھی بلوچستان میں دراوڑ لوگوں کی ایک شاخ زمانۂ نامعلوم سے آباد چلی آتی ہے جو براہوی زبان بولتی ہے۔ علاوہ اس کے دراوڑی زبانوں کا سُمیری زبان سے بھی کچھ رشتہ تھا اور سُمیری قوم کے تمدن اور وادیٔ سندھ کے تمدن میں گہری مشابہت ہے۔

دوسری لکھائیوں سے تعلق۔ وادیٔ سندھ کا رسم خط ایلم (موجودہ خوزستان یا جنوبی ایران) کے رسم خط سے زیادہ مشابہ تھا اور سُمیری رسم خط سے نسبتاً کم۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس لکھائی کی انسانی تصاویر نہ تو سُمیری سے ملتی ہیں اور نہ ایلمی سے بلکہ اُن کے بنانے کا انداز مصری ہیروغلیفی خط سے مشابہ ہے۔ یہ مشابہت چند اور نشانات میں بھی پائی جاتی ہے۔

وادیٔ سندھ کے رسم خط اور کریٹ کی لکھائی میں بھی کچھ تعلق تھا چنانچہ

دونوں کے بعض نشانات تو بالکل ہی مشابہ ہیں (ملاحظہ ہو شکل ۸۰) اس طرح اُس کا ہتّی قوم کے تصویری خط سے بھی کچھ تعلق معلوم پڑتا ہے چنانچہ ہڑپا کی مہروں پر پائے جانے والے یہ نشانات  ہتّی رسم خط میں بھی کام آتے تھے اِن دو لکھائیوں کے تعلق پر (B. Hrozny) نے کافی تحقیقات کی ہے[1] لیکن اُن کے نظریے کو تسلیم نہیں کیا جاتا ۔

وادیٔ سندھ کے رسم خط اور بعض دوسری لکھائیوں میں مشابہت کے تین وجوہ ہو سکتے ہیں (۱) اُن میں سے کوئی مثلاً سُمیری یا ایلمی باقی سب کا ماخذ تھا (۲) اُن کا ماخذ ایک ایسی لکھائی تھی جس کا ابتک پتہ نہیں چلا ہے ۔ (۳) یہ لکھائیاں ہم عصر تھیں اس لئے ایک دوسرے سے متاثر ہوئیں ۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ خود سندھی خط سے کون کون سے خط نکلے۔ ہند قدیم کے پرانے سکوں پر جو پُرانا یا (Punch Marked Coins) کہلاتے ہیں سندھی خط کی بعض علامتیں پائی جاتی ہیں لیکن اُن کا مطلب غیر واضح ہے[2]۔ پروفیسر لینگڈن نے اشوک کے زمانے کے براہمی خط کا سندھی سے ماخوذ ہونا ظاہر کیا تھا ہندوستانی علما اس خیال کے موید ہیں لیکن مغربی علماء نے اس کی صحت سے انکار کیا ہے ۔

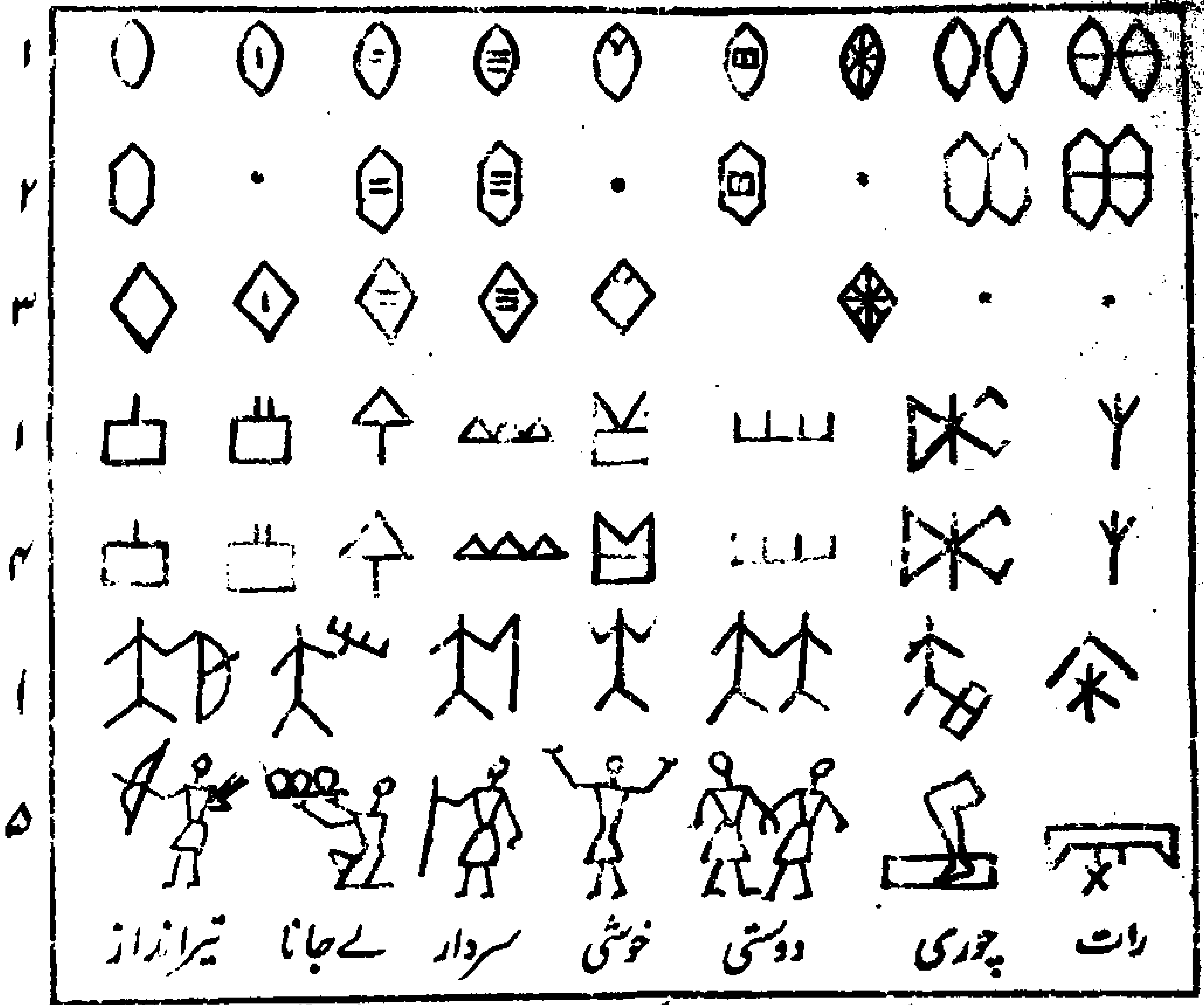
ڈاکٹر ہنٹر نے وادیٔ سندھ کے نشانات کا جنوبی عرب کے حمیری اور سبائی خط، فنیقیہ کے فنیقی خط اور جزیرۂ قبرص کے قبرصی خط سے مقابلہ کرکے

---

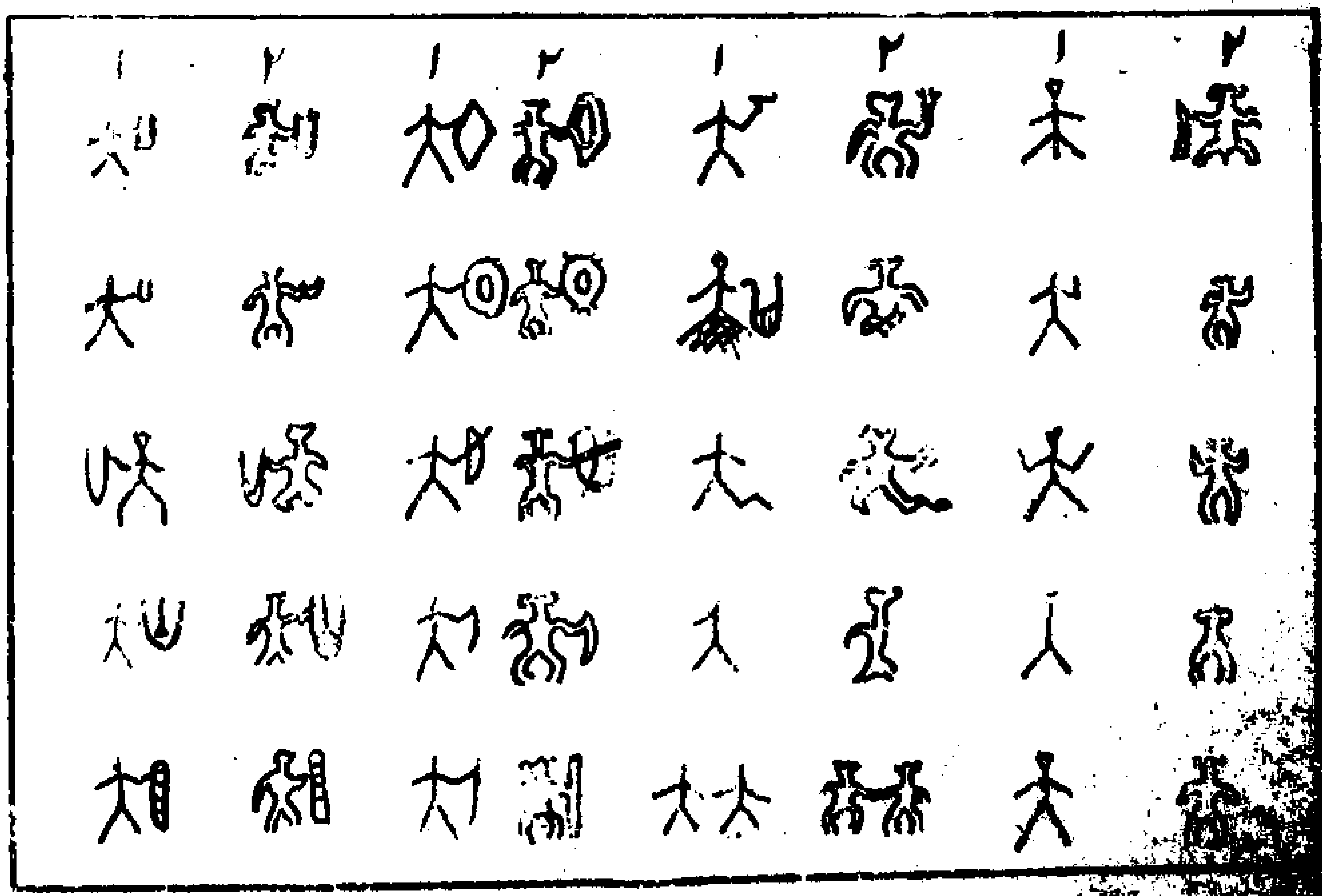
۱ B. Hrozny " Ancient History of Western Asia, India and Crete " (Parague, Czechoslovakia)

۲ Journal & Proceedings of the Asiatic Society of Bengal Vol. XXX 1934, Plates 28 & 29

شکل ۷، ۸



وادی سندھ (۱) ایلم (۲) سمیریہ (۳) کریٹ (۴) اور مصر (۵) کی تصویری علامات کا مقابلہ

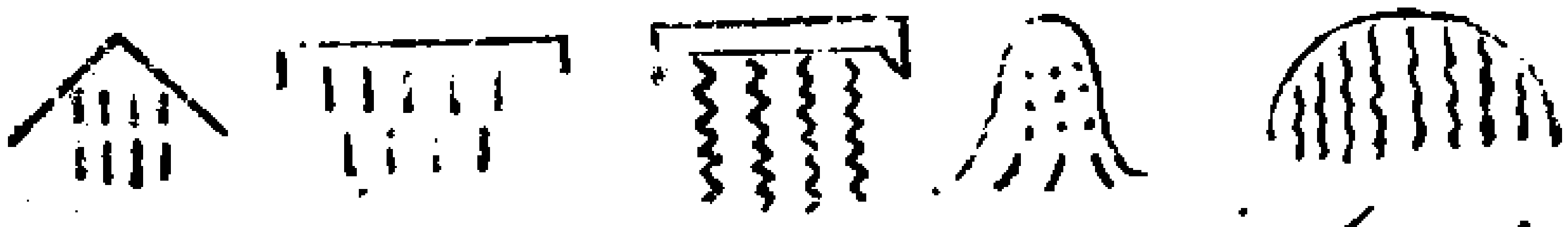


وادی سندھ (۱) اور جزیرہ ایسٹر (۲) کے نشانات کا مقابلہ

یہ ظاہر کیا ہے کہ ان کا ماخذ وادیٔ سندھ کا رسم خط تھا لیکن یہ نظریہ قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ سندھ کی لکھائی سبائی اور فنیقی رسم خط کے وجود میں آنے سے کم از کم دو ہزار پہلے فنا ہوچکی تھی۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز انکشاف (G. De Hevesy) کا ہے اور وہ یہ کہ جزیرۂ ایسٹر کی لکھائی کے بعض نشانات وادیٔ سندھ کے نشانات سے ملتے جلتے ہیں (شکل ۷۸) جزیرۂ ایسٹر یہاں سے ہزاروں میل کے فاصلے پر بحر پیسفک میں واقع ہے اور وہاں تک وادیٔ سندھ کے لوگوں کا پہنچنا ناممکن تھا۔ مزید براں جزیرہ ایسٹر کا رسم خط اب سے کچھ پہلے تک رائج تھا جبکہ وادیٔ سندھ کا رسم خط اب سے پانچ ہزار سال پہلے مروج تھا، اس لئے ان دو لکھائیوں میں کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور اُن کی شباہت محض اتفاقی ہے۔

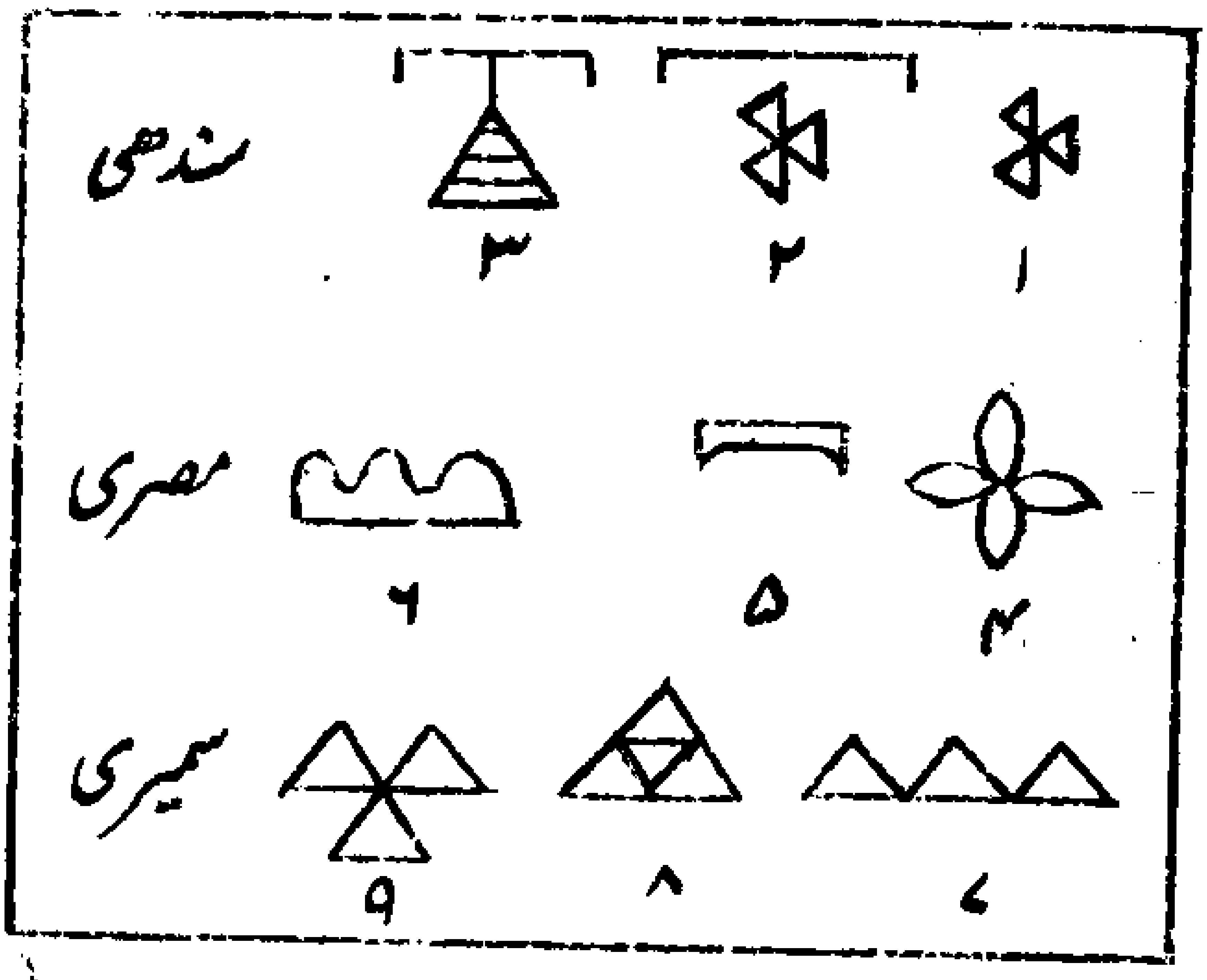
یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ دنیا کے ہر تصویری خط کے بعض نقوش میں مشابہت ہو سکتی ہے۔ اگر کسی چیز کی تصویر بنائی جائے تو تصویر بنانے کے انداز میں تو فرق ہو سکتا ہے مگر تصویر کے بنیادی تخیل میں فرق نہیں ہو سکتا مثلاً برسات کا خیال مختلف تصویری لکھائیوں میں اس طرح ظاہر کیا جاتا تھا:-



شکل ۷۹

اب اگر ان تصاویر کو ایک دوسرے سے ماخوذ بتایا جائے تو یہ غلطی ہوگی۔ اس لئے وادیٔ سندھ کے بعض نشانات کی دوسری لکھائیوں کے نشانات سے شباہت اتفاقی ہو سکتی ہے۔

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ بعض محققین دو لکھائیوں کے نشانات میں ادنیٰ سے ادنیٰ مشابہت پا کر دونوں کا تعلق سمجھ بیٹھتے ہیں اور یہ غلطی ہے مثلاً :۔



شکل ۸۰

ڈاکٹر ہنٹر نے اوپر کی شکلوں میں سے نمبر (۱) اور (۲) کا مقابلہ مصری ہیروغلیفی کے پھول کے نشان (۴) سے کیا ہے حالانکہ دوسرے نشان کے اوپری حصے سے مراد آسمان ہے جیسا کہ ہیروغلیفی علامت (۵) سے معلوم ہوتا ہے اور نیچے کے حصے سے مراد پہاڑ ہے جیسا کہ ہیروغلیفی اور سمیری علامات (۶ - ۹) سے ظاہر ہوتا ہے۔ پہلا نشان اور دوسرے نشان کے نیچے کا حصہ (۹) کے مماثل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرے نشان سے مراد "آسمان کے نیچے کا پہاڑ" یا "فلک بوس پہاڑ" ہے۔ اس کی تائید نمبر (۳) سے ہوتی ہے۔ گویا جس نشان کو ڈاکٹر ہنٹر پھول سمجھتے ہیں وہ اصل میں پہاڑ ہے۔

پڑھنے کی کوشش ۔ موہنجوداڑو کی دریافت کے بعد پروفیسر سٹیفین لنگڈن اور سی۔ جے گڈ نے یہ بات ظاہر کی تھی کہ سندھی رسم خط کے نشانات

سُمیری سے ملتے جُلتے ہیں۔ ڈاکٹر ایل۔ اے ویڈل نے مہروں کو سُمیری رسم خط کی مدد سے پڑھا[۱۵] اور بتایا کہ وادیٔ سندھ ایک سُمیری نو آبادی تھی اور مہروں پر سُمیری اُمرا کے نام پائے جاتے ہیں۔

سر ایلگزانڈر کننگھم، ڈاکٹر کے، پی جیسوال اور رائے بہادر شن سروپ نے مہروں کے تصویری نشانات کو سنسکرت نام دیے اور پھر اُن کے شروع کی آوازیں لے کر کتبوں کو پڑھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اشوک کے زمانے کے براہمی حروف سے بھی مدد لی کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ یہ رسم خط براہ راست وادیٔ سندھ کی لکھائی سے ماخوذ ہے۔ اُن کا نظریہ مقبول نہ ہوا خصوصاً وہ لوگ جن کے نزدیک وادیٔ سندھ کا تمدن "آریوں کی آمد" سے پہلے کا ہے، اس کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔

تاریخ ہند کے مشہور عالم فادر ایچ، ہیراس کے نزدیک مہروں کی زبان ماقبل دراوڑی (Proto-Dravidian) ہے جس سے ہندوستان کی کُل موجودہ دراوڑی زبانیں نکلی ہیں۔ انھوں نے ۲۰ سال کی تحقیقات کے بعد اس موضوع پر ایک کتاب لکھی[۱۶] ہے لیکن یہ نظریہ بھی مقبول نہ ہوا، اگرچہ اب تک جتنے بھی نظریے پیش کئے گئے ہیں اُن میں سب سے معقول یہی ہے کیونکہ اس بات کے ماننے کے لئے زیادہ قوی دلائل ہیں کہ وادیٔ سندھ کے تمدن کے بانی آریہ نہ تھے بلکہ دراوڑ تھے۔

۱۵۔ L. A. Waddell "Indo-Sumerian Seals Deciphered" (London, 1925)

۱۶۔ Rev. H. Heras "Studies in Proto-Indo Mediterranean Culture" Vol. 1 (Bombay, 1953)

ڈاکٹر پران ناتھ (بنارس ہندو یونیورسٹی) کے نزدیک وادی سندھ کا رسم خط الف بائی ہے اُس کے حروف کا علم سندھی نشانات کا تجزیہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے جو براہمی حروف سے مشابہ ہیں ۱۹۳۱-۳۲ء میں انھوں نے فرمایا تھا کہ مہروں پر دیوی دیوتاؤں کے نام پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق سُمیری قوم سے تھا اور بعض ہندوستان کی پُرانک روایات اور تانترک مذہب سے تعلق رکھتے ہیں[1] - اپنے ایک دوسرے مضمون میں جو ۱۹۵۷ء میں شایع ہوا[2] انھوں نے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ ہڑپا اور موہنجوداڑو کے تین بڑے راجہ تھے، سُشر سین، نَر اور رہری (ملاحظہ ہو شکل ۸۱) ہندوستانی روایات میں انھیں سوراشٹر کے راجہ ظاہر کیا گیا ہے - اُن کا زمانہ ۲۸۰۰ لغایت ۲۷۵۰ ق-م تھا - انھوں نے ایک زبردست سلطنت قایم کی تھی جو ہندوستان سے لے کر بحر روم کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی -

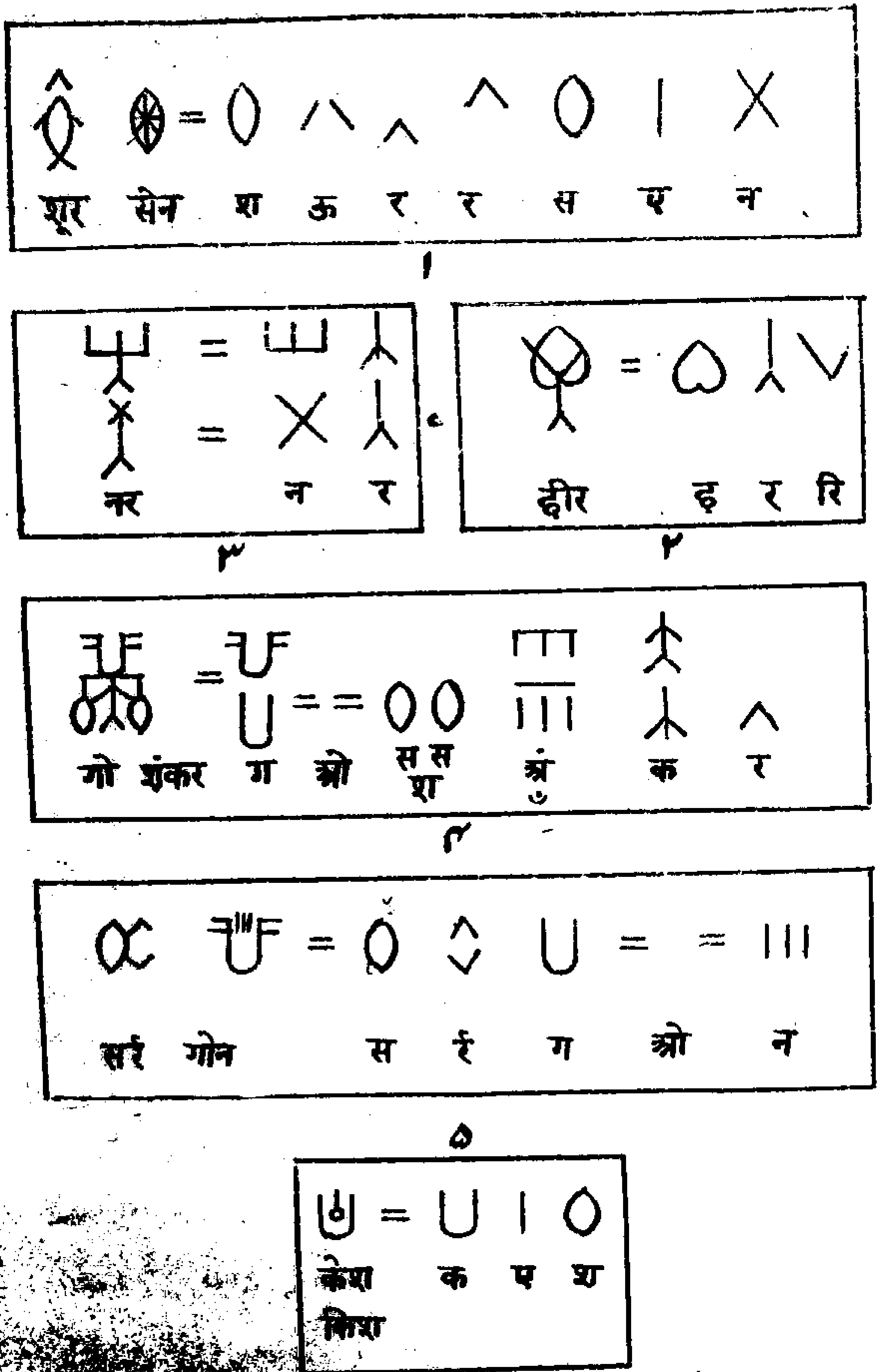
بعض مہروں پر شیوجی کا نام گو شنکر لکھا ہوا ملتا ہے اور بعض پر سمیریہ کے شہر کِش اور مشہور حکمراں سارگون کے نام پائے جاتے ہیں (شکل ۸۱) ڈاکٹر پران ناتھ کی تحقیقات کے مطابق ہندوستانی روایات کا سُشر سین ہی عراق میں سارگون کہلاتا تھا - اُن کے نزدیک سُمیری لوگ آریہ تھے اور سارگون بھی آریہ تھا لیکن علمائے مغرب اُسے سامی قوم کا پہلا حکمراں ظاہر کرتے ہیں -

---

[1] Pran Nath "The Script on the Indus Valley Seals" Indian Historical Quarterly Vols. 7 & 8 (Calcutta, 19[...])

[2] "Decipherment of Mohenjodaro and Harappa Inscriptions" Pioneer (Lucknow) 1957, Feb. [...] & 24, March 3, 10, 17, 24 & 31, April 7.

شکل ۱۸

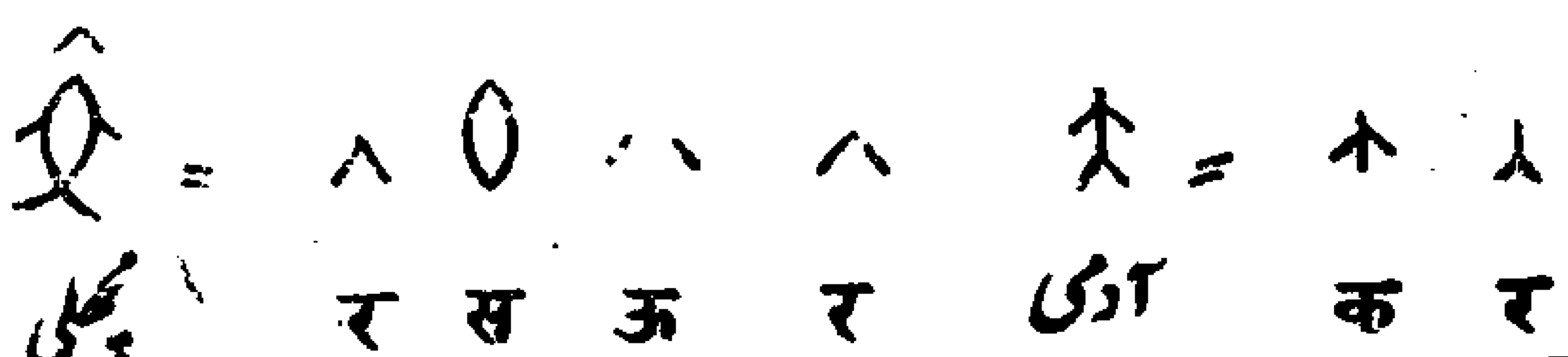


سندھی خط کے بعض نشانات کی تشریح

جہاں تک اس خط کی ایجاد کا تعلق ہے موصوف کے نزدیک اُس کا رشتہ اُن علامات سے تھا جو جنوبی ہند کے مٹی کے تابوتوں پر پائی جاتی ہیں ۔

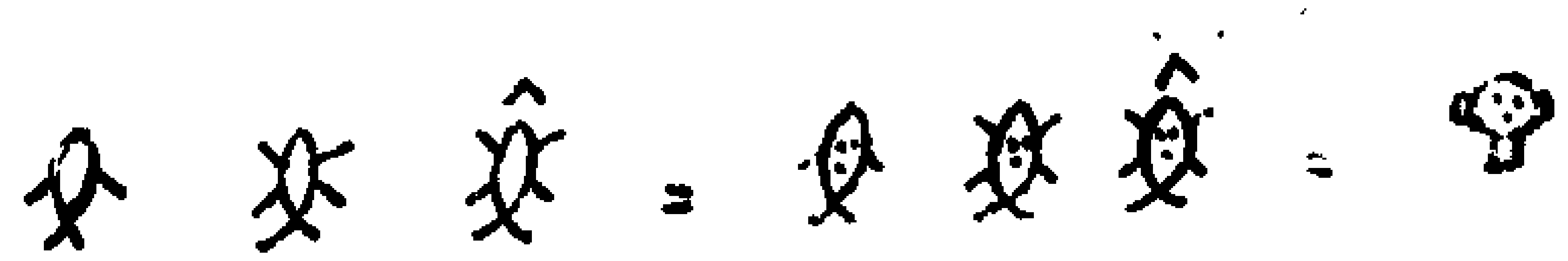
مجھے ڈاکٹر ناتھ کے خیالات سے اختلاف ہے اور اُس کے کئی وجوہ ہیں :-

(۱) یہ امر مُسلّم ہے کہ سندھی رسم خط کے بہت سے نشانات مدغم ہیں لیکن ڈاکٹر ناتھ نے بہت سے مفرد نشانات کے بھی ٹکڑے کر ڈالے ہیں مثلاً بعض مقامات پر انھوں نے مچھلی کے نشان کو توڑ مروڑ کر رسول پڑھا ہے اور آدمی کے دھڑ سے اُس کی ٹانگیں جُدا کرکے لفظ کَر پیدا کیا ہے :-



شکل ۸۲

ایک جگہ انھوں نے مچھلی کے نشانات میں تین نقطے اضافہ کرکے ہیرو غلیفی خط کے چہرے کی علامت کے مماثل بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ طریقہ سراسر "غیر علمی" ہے :-



شکل ۸۳

(۲) اگر ڈاکٹر ناتھ کے پڑھنے کا طریقہ صحیح ہے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ سندھی نشانات تھے تو حروف لیکن ان حروف کو اس طرح ترتیب دیا جاتا تھا کہ آدمی، مچھلی، کیکڑے یا کسی دوسرے جانور کی شکل بن جاتی تھی اور بعض دفعہ یہ شکلیں پیچیدہ ہوتی ہیں (مثلاً گوشنکر، دیکھئے شکل ۸۱) کہ عقل باور

نہیں کرتی کہ کوئی ایسی بھی لکھائی ہو سکتی ہے!

(۳) اس امر پر اتفاق ہے کہ سندھی رسم خط کے نشانات ایلم، سمیریہ اور مصر کے تصویری حروف سے مشابہ ہیں۔ ان چار ملکوں کی لکھائیوں میں گہرا تعلق تھا اس لئے ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اُس وقت جبکہ دوسرے ملکوں میں تصویری خط مستعمل تھے ہندوستان میں ایک خالص الف بائی خط رائج تھا جو براہمی اور دیوناگری سے کہیں زیادہ "سائنٹیفک" تھا۔

مولانا ابوالجلال ندوی کا ایک مسلسل مضمون "قدیم مہریں" ماہ نو (کراچی) میں اگست سے دسمبر ۱۹۵۳ء تک شائع ہوا تھا[1] جس میں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ "۱۵۰۰ مہریں میں نے پڑھ لی ہیں" ان کی زبان عربی ہے اور رسم خط جنوبی عرب کے سبا، اور معین کی ابجد سے تعلق رکھتا ہے۔ سندھی مہر نویس عرب تھے اور مہریں تعویذ نہیں ہیں بلکہ تعلیمی کارڈ یا درسی لوحیں ہیں البتہ بعض پر واقعات اور حوادث درج ہیں اور بعض کی زبان تامل جیسی ہے۔ موصوف نے یہ بھی شکوہ کیا ہے کہ علمائے مغرب اُن کی تحقیقات کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے۔

یہ تمام کوششیں اور کاوشیں اُس وقت تک کامیاب نہیں کہی جا سکتیں جب تک دوسرے ذرائع سے ان کی تصدیق نہ ہو جائے۔ ضرورت ایسے کتبوں کی ہے جو دو زبانوں میں ہوں اور اُن میں سے ایک کی زبان اور رسم خط معلوم ہو اور پھر اُن کی مدد سے وادیٔ سندھ کی نامعلوم زبان اور رسم خط کو پڑھا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے کتبے کسی وقت عراق کے کھنڈروں سے دستیاب ہو جائیں

---

[1] اس سے پہلے اُن کا مضمون "موہنجوداڑو کی زبانیں" روح ادب سالگرہ نمبر ۱۹۵۰ء میں میری نظر سے گزرا تھا۔

کیونکہ وادیٔ سندھ اور وادیٔ دجلہ و فرات میں تجارتی تعلقات عرصے تک قایم رہ چکے تھے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۲۳-۱۹۲۲ء میں اُر اور کش (عراق کے مدفون شہر) میں بعض ہندوستانی وضع کی مہریں ملی تھیں۔ تل اثمر میں مسٹر فرینکفرٹ کو ۲۴۰۰ ق م کی ایک بیلن نما مہر ملی (وادیٔ سندھ میں عموماً چوکور اور چپٹی مہریں مستعمل تھیں) جس پر ہندوستانی جانوروں کی تصویریں ہاتھی، گینڈا اور گھڑیال وغیرہ کندہ ہیں۔ ڈاکٹر ہوٹن کے بیان کے مطابق عراق میں نہایت پرانے زمانے کا ایک سوتی کپڑا ملا ہے جس پر وادیٔ سندھ کی مہر کی چھاپ ہے اس سے مہروں کے استعمال پر روشنی پڑتی ہے۔

۲

چین کا رسم خط

تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم کی اکثر تہذیبیں دریاؤں کے کنارے پروان چڑھیں۔ وجہ یہ کہ ایسے مقامات کی زمین زرخیز ہوا کرتی ہے اور ضروریات زندگی آسانی سے فراہم ہو جاتی ہیں اس لئے تہذیب و تمدن کی ترقی میں کافی مدد ملتی ہے چنانچہ سندھ، دجلہ و فرات اور نیل کی طرح ہوانگ ہو اور یانگ تسی کیانگ کی وادی میں ایک شاندار تہذیب کا ارتقاء ہوا جو آج بھی نہ صرف قایم ہے بلکہ برابر ترقی پر ہے۔

زمانۂ قدیم کی مہذب اقوام کے ساتھ ساتھ اُن کے تصویری خط فنا ہو گئے مگر چینی خط[1] آج بھی زندہ ہے۔ وہ تین ہزار سال سے ایک ایسی قوم میں رائج ہے جو یورپ سے بڑے ملک میں آباد ہے اور دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے۔

ابتدائی صورت۔ بعض علماء نے چینی خط کو سُمیری خط سے ماخوذ ثابت کرنا چاہا لیکن اُن کے نظریے کو رد کر دیا گیا اس لئے کہ اس خط کا کوئی کتبہ سُمیری خط کی قدامت کو نہیں پہنچتا۔ ہو سکتا ہے کہ فنِ تحریر کا خیال اہل چین میں کسی دوسرے ملک سے آیا ہو لیکن اُن کے رسم خط کا ہر نشان اُن کے ذاتی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔

چینی رسم خط کے قدیم ترین نمونے شنگ خاندان (زمانہ ۱۷۶۶ لغایت ۱۱۲۲ ق-م) کے زمانے سے ملتے ہیں۔ یہ چین کا پہلا حکمران خاندان تھا۔

---

[1] ... H. G. Creel "The Birth of China" (New York, 1954)
... XI Writing.

اِس سے پہلے کی تاریخ محض روایات کا ایک دفتر ہے۔ شنگ عہد کے کتنے کانسے کے برتنوں، کچھوے اور دوسرے جانوروں کی ہڈیوں پر لاکھوں کی تعداد میں ین کے ٹیلوں سے برآمد ہوئے ہیں جو دریائے زرد کے شمال میں اَنیانگ کے قصبے اور ہونان کے صوبے میں واقع ہیں۔ صرف کناڈا کے ایک شخص نے جو خاصکران کی تلاش میں آیا تھا ۱۹۱۴ء میں پچاس ہزار سے اوپر ہڈیاں برآمد کیں۔

شنگ خاندان کے زمانے میں شگون و فال کا بڑا رواج تھا۔ علم غیب کے مدعی لوگوں کے سوالات ہڈیوں پر تصویری خط میں لکھ لیتے ہیں۔ پھر ہڈیوں کو آگ سے جلاتے اور اُن کے چٹخنے سے جو نشانات پیدا ہوتے اُن کو دیکھ کر پیشین گوئی کرتے۔ بعد ازاں یہ ہڈیاں دفن کردی جاتیں۔ ان ہڈیوں پر پائی جانے والی تصویری علامات سے قدیم چینی تمدن پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ (ملاحظہ ہو شکل ۸۴[1])

چینی رسم خط کا کوئی نشان ایسا نہیں جس کے بارے میں تحقیق کی جائے اور وہ تصویر نہ ثابت ہو۔ نیچے اِس کی ایک مثال ملاحظہ ہو جس میں گھوڑے کی علامت کا ارتقاء دکھایا ہے۔ اس کا تلفظ ما ہے:-

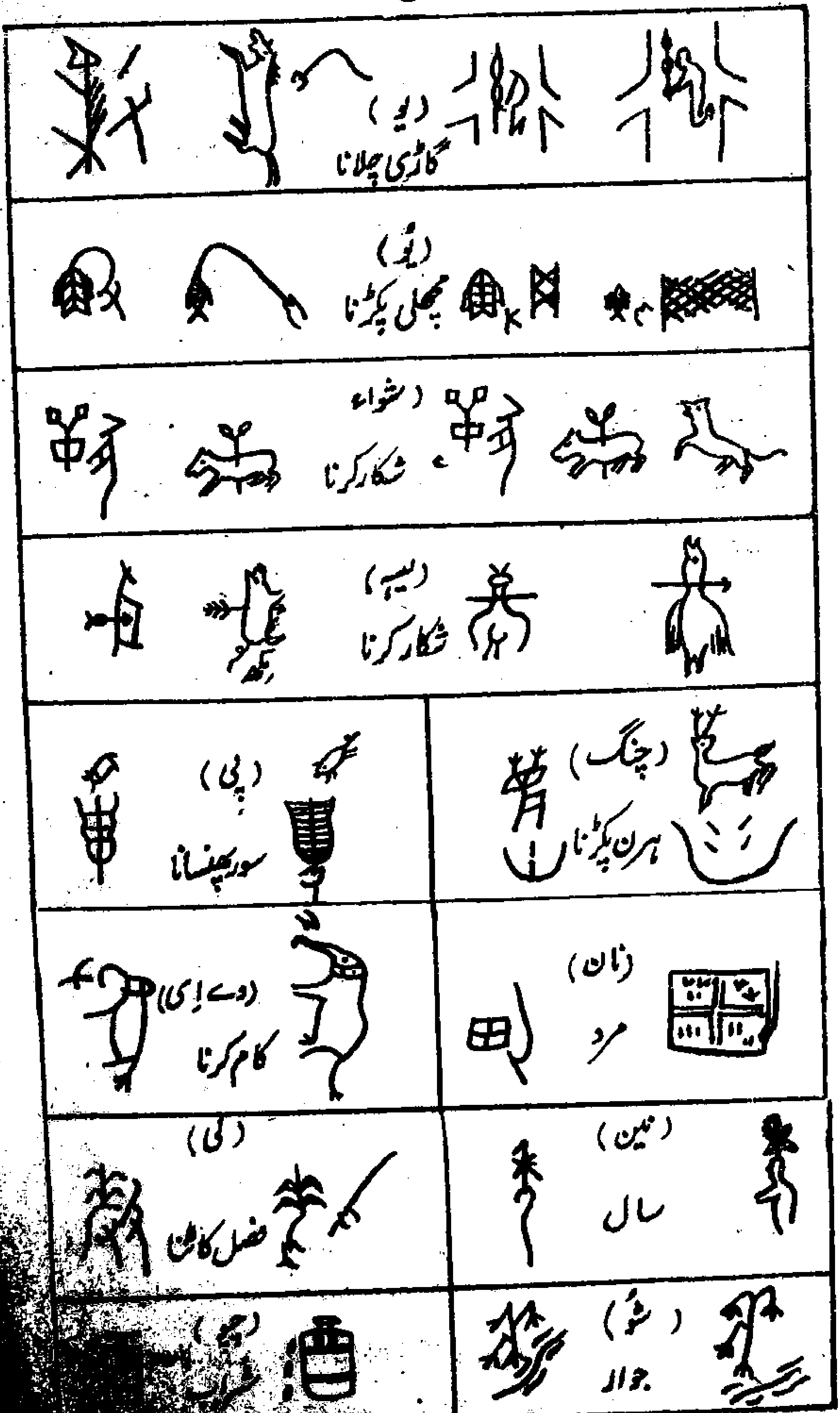


شکل ۸۵

---

[1] Tsui Chi "A Short History of Chinese Civilisation" (London, 1947) Chap. III "The Shells and Bones of Yin."

شکل ۸۴



چینی خط کی ابتدائی صورت ([illegible]

شکل ۸۶ میں موجودہ چینی حروف کی قدیم صورتیں دکھاتی ہیں۔ نئی اور پرانی علامتوں میں آپ کافی فرق پائیں گے لیکن اس ظاہری تبدیلی کے سوا چینی خط کے اصول و قواعد میں تین ہزار سال سے بہت کم رد و بدل ہوا ہے۔

سامان کتابت - پہلے چینی خط بانس کی کھپچیوں پر لکھا جاتا تھا۔ پھر ریشم پر لکھا جانے لگا۔ تیسری صدی ق۔م میں قلم کی جگہ برش نے لے لی (برش کی ایجاد دیوارِ اعظم کے بانی شی ہوانگ ٹی سے منسوب کی جاتی ہے جس کا زمانۂ حکومت ۲۴۶ سے ۲۱۰ ق۔م ہے) دوسری صدی عیسوی میں ایک چینی ماہر نباتات نے جس کا نام سائی لن ظاہر کیا جاتا ہے۔ درخت کے ریشوں اور پھٹے پرانے کپڑوں سے کاغذ بنانے کا طریقہ معلوم کیا۔ چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی میں چراغ یا لکڑی کے دھویں اور گوند کو ملا کر سیاہی بنائی گئی۔ رفتہ رفتہ سیاہی سازی نے ایک باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر لی۔ عموماً چینی سیاہی بتی کی صورت میں ہوتی ہے جس کا ایک سرا چکنے پتھر پر پانی ڈال کر گھستے ہیں اور پھر جو سیاہ محلول تیار ہوتا ہے اُس میں برش ڈبو کر اوپر سے نیچے کو عمودی شکل میں لکھتے ہیں۔ لکھنا دائیں جانب سے شروع کیا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال قدیم سُمیری خط کا تھا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ جس طرح سُمیری خط کو مٹی کی تختیوں پر خاص وضع کے قلم سے لکھنے کے باعث تصویریں مسخ ہو گئیں، اُسی طرح چینی خط کی تصویری علامات برش سے لکھنے کے باعث اپنا تصویرپن کھو بیٹھیں۔

نشانات کی تعداد - شنگ خاندان کے زمانے تک چینی رسم خط میں کام والے نشانات کی تعداد ۲۵۰۰ سے زائد نہ تھی لیکن برابر نئے نئے نشانات بنتے رہے۔ دوسری صدی ق۔م میں ان کی تعداد ۳۰۰۰ تک پہنچ گئی

شکل ۱۲۰
۸۶



چینی رسم خط کے "مفرد نشانات" قدیم

اور پہلی صدی عیسوی میں ۹۳۵۳ ہو گئی اور اب چینی خط میں ۰۰۰، ۵۰ نشانات کام آتے ہیں۔ اخبار یا معمولی کتاب پڑھنے کے لئے کم از کم ۳۵۰۰ نشانات کا جاننا ضروری ہے جن میں سے ہر نشان کو بنانے کے لئے دو سے لے کر تیس بار تک قلم کو جنبش دینا پڑتی ہے۔ ہر علامت کی صورت کے ساتھ اس کا تلفظ بھی یاد کرنا پڑتا ہے کیونکہ نشانات کا آوازوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یونیورسٹی کے طالب علم کو پانچ چھ ہزار نقوش سیکھنا پڑتے ہیں اور قدیم یا کلاسیکی ادب پر عبور حاصل کرنے کے لئے کم سے کم ۰۰۰، ۱۰ نشانات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ نشانات کی اس کثرت سے طباعت میں کافی دقت ہوتی ہے۔ حد یہ ہے کہ چینی ٹائپ رائٹر میں ۲۰۰۰ ہزار سے اوپر علامتیں کام آتی ہیں (یہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جو زیادہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ چینی خط پر عبور حاصل کرنا کس قدر مشکل ہے لیکن یہ کام نرا خشک نہیں چینی خط کا سمجھنا ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ اس کی مرکب علامتیں خصوصاً بڑی پُر لطف ہیں۔

نشانات کی اقسام۔ چینی خط میں دو طرح کے نشانات کام آتے ہیں۔ مفرد اور مرکب۔ مفرد نشانات کی مثالیں شکل ۸۹ میں ملاحظہ کیجئے۔ بعض خیالات کا اظہار مرکب تصاویر سے کیا جاتا ہے مثلاً غریبی کے لئے چاقو اور روپئے کی تصویر بنائی جاتی ہے گویا غریب وہ ہے جس سے روپئے کو جدا کر دیا گیا ہو۔ اسی طرح نفع کے لئے گیہوں کی بالی اور ہنسیا کی، خوشی کے لئے ہاتھ اور ڈھول کی۔ باپ کے لئے چھڑی اور ہاتھ کی تصویریں بنائی جاتی ہیں۔ نوع کی بعض تصاویر یہ ہیں:۔

ﻪﻠ Gustav Haloun "Chinese Script" World [illegible] (London) Sept. 1942.

女女	دو عورتیں = جھگڑا	門口	منھ + دروازہ = پوچھنا
女女女	تین عورتیں = سازش	口鳥	منھ + چڑیا = گانا
安	عورت + مکان = سکون	日月	سورج + چاند = روشنی
女帚	عورت + جھاڑو = بیوی	旦	سورج + افق = سویرا
女子	عورت + بچہ = محبت	東	سورج + درخت = پورب
亻子	مرد + بچہ = حفاظت	木斤	درخت + کلہاڑی = کاٹنا
亻言	مرد + لفظ = صادق	木木	دو درخت = جنگل
亻山	مرد + پہاڑ = سنیاسی	木木木	تین درخت = سایہ
[illegible]	ہاتھ + چھری = باپ	馬馬馬	تین گھوڑے = دوڑنا
手目	ہاتھ + آنکھ = دیکھنا	中國	وسط + سلطنت = چین
友	دو ہاتھ = دوستی	英國	افضل + سلطنت = انگلستان
言	منھ + جواب = لفظ	英國人	افضل + سلطنت + آدمی = انگریز

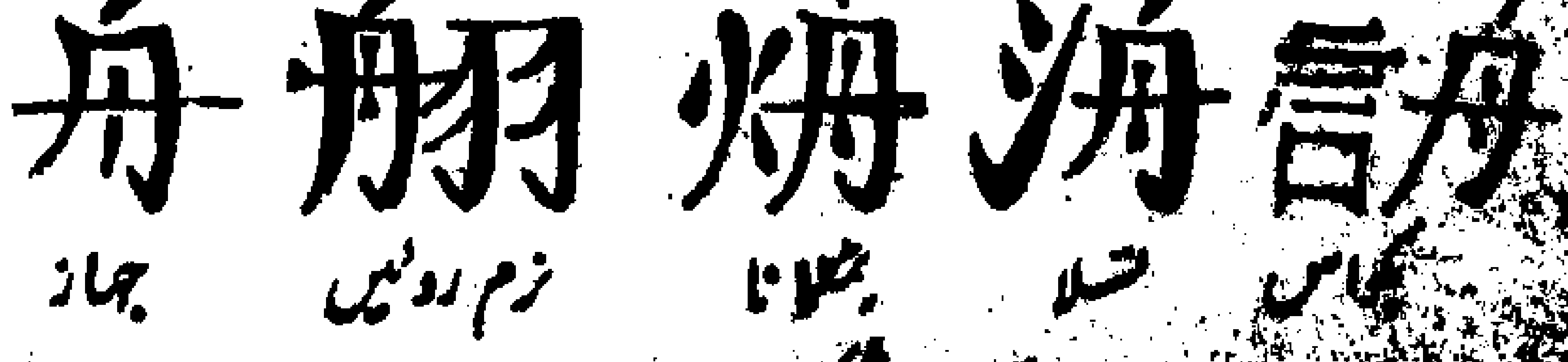
شکل ۸۷

زبان کا اثر۔ چینی، تبتی، برمی، سیامی ایک ہی خاندان کی زبانیں ہیں جسے چینی تبتی (Sino-Tibetan) کہتے ہیں۔ یہ زبانیں قواعد سے معرّا ہیں۔ ان کا ہر لفظ یک رُکنی (Monosyllabic) ہے، جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ ایک ہی لفظ اپنے محل استعمال کے لحاظ سے اسم، فعل یا صفت سب کچھ ہو سکتا ہے۔

چینی زبان میں اوسطاً ہر لفظ کے دس معنی ہیں جن میں انداز [illegible]

تبدیلی سے تمیز کی جاتی ہے یہی نہیں ملک چین میں ہزاروں بولیاں ہیں ہر لفظ ہر جگہ ایک نئے انداز سے بولا جاتا ہے ۔ الفاظ کے مختلف معنوں میں تمیز کرنے کے لئے ایک خاص طریقہ ہے ۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے ۔ انگریزی زبان میں بہت سے الفاظ کا تلفظ یکساں ہے مثلاً (۱) Rite (۲) Write (۳) Right (۴) Wright ان کے معنی بالترتیب (۱) رسم (۲) لکھنا (۳) صحیح ، دایاں (۴) کاریگر ہیں ۔ بولتے وقت ان کے معنوں کا پتہ محل استعمال سے چلتا ہے لیکن لکھتے وقت ہجے مختلف طرح سے کئے جاتے ہیں چین میں ایسا نہیں کیا جاتا ۔ وہاں کے لوگوں نے اپنی مشکلات کا دوسرا حل نکالا ہے یعنی ایسے الفاظ کے لئے دو نشانات بناتے ہیں جن میں ایک آواز ظاہر کرتا ہے اور دوسرا معنی متعین کرتا ہے ۔ آواز بتانے والے نشان کو "صوتی نشان" (Phonetic Sign) اور معنی متعین کرنے والے نشان کو "بنیادی نشان" (Radical Sign) کہا جاتا ہے معنی ظاہر کرنے والے نشانات کی تعداد ۲۱۴ ہے ۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ چینی رسم خط میں کام آنے والے مرکب نشانات کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جن میں دو تصویروں کو ملا کر ایک خیال ظاہر کرتے ہیں (جیسے روشنی کے لئے سورج ، چاند بنانا) اور دوسرے وہ جن میں ایک نشان آواز ظاہر کرتا ہے اور دوسرا معنی مثلاً نیچے دئے ہوئے کل نشانات کو چُو پڑھا جائے گا لیکن اس کے چھ معنی ہیں :-



شکل ۸۸

پہلا نشان (بائیں سے دائیں کو) جہاز کی تصویر ہے۔ دوسرے میں جہاز کی تصویر کے ساتھ "پر" کا نشان ہے۔ اسی طرح تیسرے میں "آگ" کا، چوتھے میں "پانی" کا اور پانچویں میں "لفظ" کا۔ ـــ پر کا تعلق روئیں سے، آگ کا ٹمٹمانے سے، پانی کا تسلے سے اور لفظ کا بکواس سے ظاہر ہے۔

مندرجہ ذیل کا نشانات کو فنگ پڑھا جائے گا لیکن اس کے دس معنی ہیں :۔

方 坊 房 紡 方 芳 訪 方 防 妨

روکنا۔ پُشتہ حفاظت کرنا۔ دریافت کرنا۔ خوشبودار۔ کاتنا۔ کمرہ۔ مقام سڑک۔ مربع

شکل ۸۹

پہلا نشان (بائیں سے دائیں کو) مربع کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ دوسرے میں مربع کے نشان سے پہلے "زمین" کا نشان بنایا ہے۔ تیسرے میں "دروازے" کا چوتھے میں "ریشم" کا۔ پانچویں میں "جڑی بوٹی" کا۔ چھٹے میں "لفظ" کا۔ ساتویں میں "ٹیلے" کا اور آٹھویں میں "عورت" کا ـــ زمین کا مقام اور سڑک سے تعلق ظاہر ہے۔ اسی طرح دروازے کا کمرے سے، ریشم کا کاتنے سے، جڑی بوٹی کا خوشبو سے، لفظ کا دریافت کرنے سے، ٹیلے کا پشتے اور حفاظت کرنے سے، اور عورت کا روکنے سے تعلق بھی کھلا ہوا ہے۔

رسم خط کی تبدیلی ۔۔ چینی رسم خط اتنا مشکل ہے کہ اگر وہ فنا ہو جاتا تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی لیکن وہ باقی ہے اور اس بقا کے دو راز ہیں چینیوں کی قدامت پسندی اور بولیوں کی افراط۔ چین میں ہزاروں بولیاں ہیں لیکن سارے ملک کی تحریری زبان ایک ہے۔ ایک صوبے کا آدمی دوسرے

صوبے میں جا کر زبان سے اپنا مطلب نہیں سمجھا پاتا لیکن لکھ کر اپنا مطلب ظاہر کر سکتا ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ چین کی بولیوں میں بھی تبدیلیاں ہوئی ہیں مگر تحریر کے اصول و قواعد میں ذرا بھی فرق نہیں ہوا اس لئے چین کے پرانے لٹریچر کو لکھی ہوئی صورت میں سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ چینیوں کو متحد رکھنے میں چینی رسم خط کو بڑا دخل ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک نقصان بھی ہوا ہے اور وہ یہ کہ تعلیم طبقۂ اعلیٰ تک محدود ہو کر رہ گئی اور عوام پچھڑ گئے۔ اس وقت چین میں عوام کی تعلیم نے ایک سنجیدہ مسئلہ کی صورت اختیار کر لی ہے اور کافی سوچ بچار کے بعد ترمیم شدہ رومن خط اختیار کر لیا گیا ہے[1] جسے مقبول بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے، جب رومن خط کے سامنے تصویری خط فنا ہو جائے۔

---

[1] Chou You Kuang "China Gets an Alphabet" China Reconstructs Vol. VI, No. 3, March, 1957.

۸

جاپان کا رسم خط

اگرچہ چین اور جاپان کے لوگ، دونوں منگول نسل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اُن کی زبانوں میں بڑا فرق ہے۔ چینی زبان قواعد سے معرا ہے اور اُس کا ہر لفظ یک رُکنی (Mono Syllabic) ہوا کرتا ہے برخلاف اس کے جاپانی زبان قواعد کی پابند ہے اور اُس کے الفاظ کثیرالارکان (Poly Syllabic) ہوتے ہیں۔

غالباً تیسری صدی عیسوی میں بدھ مذہب کی اشاعت کے سلسلے میں چینی مبلغین جاپان پہنچے اور اُن کے ذریعہ وہاں کے لوگ چینی رسم سے واقف ہوئے۔ اہل جاپان نے چینی خط سے اپنی ضرورت بھر کے نشانات چن لئے جو مختلف معنوں کو ظاہر کرتے تھے۔ ان نشانات کو اُنھوں نے بجائے چینی کے جاپانی ناموں سے پکارا۔ مثلاً جنوب کو چین میں "نان" کہتے ہیں لیکن جاپان میں "مینامی" لہٰذا جنوب کو ظاہر کرنے والے نشان کی آواز جاپانی میں بجائے "نان" کے "مینامی" مقرر کی گئی ہے۔ ایسے نشانات کو کانجی (Kanji) کہتے ہیں۔

آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں جاپان کے لوگوں نے دو رسم خط ایجاد کئے، کاٹاکانا اور ہیراگانا، یہ دونوں رُکنی خط ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے۔

کاٹاکانا خط (Kata Kana) یہ خط علمی تصانیف اور [illegible] احکام کے لئے مخصوص ہے۔ اس کا ماخذ چینی کا [illegible] خط [illegible]

سکتے ہیں (Model Script) اس میں کل ۴۷ نشانات کام آتے ہیں جن میں سے بعض کا ماخذ ملاحظہ ہو:۔

معنی	تلفظ	چینی	جاپانی	تلفظ
آسمان	تین	天	テ	تے
غلام	نو	奴	ヌ	نُو
بال	ماؤ	毛	モ	مو
ریڑھ کی ہڈی	رو	呂	ロ	رو

شکل ۹۰

ہیراگانا خط (Hiragana) جاپان کے اخبار اور ناول اسی خط میں شائع ہوتے ہیں۔ یہ چین کے خط شکست (Cursive Script) پر مبنی ہے۔ اگرچہ اس میں ۴۷ نشانات کام آتے ہیں لیکن ایک ہی نشان متعدد طریقوں سے بنایا جاتا ہے اس لئے اُن کی تعداد ۳۰۰ تک پہنچتی ہے جن میں تقریباً ۱۰۰ طباعت میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ خط خاصہ پیچیدہ ہے اور اس کے پڑھنے میں کافی دشواری ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو شکل ۹۱)

ایک انوکھا طریقہ ۔ حروف کی تعداد کو گھٹانے کے لئے جاپانیوں نے دو خاص علامتیں وضع کی ہیں (〃) نیگوری جب اسے ک، س، ت اور ف میں لگا دیا جاتا ہے تو وہ گ، ز، د اور ب کی آواز دیتے ہیں (۰) مارد جب یہ ف پر لگا دیا جاتا ہے تو وہ پ کی آواز دیتا ہے۔

شکل نمبر ۹۱

ہیراگانا	کاتاکانا	تلفظ	ہیراگانا	کاتاکانا	تلفظ	ہیراگانا	کاتاکانا	تلفظ
こ	コ	کو	れ	レ	رے	い	イ	ا
え	エ	اے	そ	ソ	سو	ろ	ロ	رو
て	テ	تے	つ	ツ	تو (تسو)	は	ハ	ہا (ہا)
あ	ア	آ	ね	ネ	نے	に	ニ	نی
さ	サ	سا	な	ナ	نا	ほ	ホ	ہو (ہو)
き	キ	کی	ら	ラ	را	へ	ヘ	ہے (ہے)
ゆ	ユ	یو	む	ム	مو	と	ト	تو
め	メ	مے	う	ウ	او	ち	チ	چی (چی)
み	ミ	می	ゐ	ヰ	وی	り	リ	ری
し	シ	سی (شی)	の	ノ	نو	ぬ	ヌ	نو
ゑ	ヱ	وے	お	オ	او	る	ル	رو
ひ	ヒ	ہی (ہی)	く	ク	کو	を	ヲ	وو (وو)
も	モ	مو	や	ヤ	یا	わ	ワ	وا
せ	セ	سے	ま	マ	ما	か	カ	کا
す	ス	سُو	け	ケ	کے	よ	ヨ	یو
ん	ン	ن	ふ	フ	فو	た	タ	تا

جاپانی رسم خط

カ キ ク ケ コ	ガ ギ グ ゲ ゴ
کو کے کُو کی کا	گو گے گُو گی گا
ハ ヒ フ ヘ ホ	パ ピ プ ペ ポ
فو فے فُو فی فا	پو پے پُو پی پا

شکل ۹۲

اہل جاپان چینی تمدن سے اس قدر متاثر ہیں کہ وہ شاذ ہی اپنی زبان کو محض کاٹا کانا یا ہیراگانا خط میں لکھتے ہیں۔ عموماً لفظوں کے لئے چینی علامتیں بنائی جاتی ہیں لیکن اُنھیں پکارتے جاپانی ناموں سے ہیں اور پھر لفظوں کے شروع یا آخر میں قواعد کی رو سے جو تبدیلیاں ہوتی ہیں اُن کو ظاہر کرنے کے لئے ہیراگانا یا کاٹا گانا خط کی علامتیں بطور سابقوں اور لاحقوں کے استعمال کی جاتی ہیں۔

سن ۱۹ء میں جاپان کے محکمۂ تعلیمات نے ایک فرمان جاری کیا تھا جس کے رو سے جاپانی ناموں والے چینی نشانات (کانجی) کی تعداد بہت گھٹا دی گئی تاہم شروع کی تعلیم کے لئے کم از کم ۱۲۰۰ نشانات کا جاننا ضروری سمجھا گیا۔

چینی کی طرح جاپانی خط بھی پہلے اوپر سے نیچے کو کھڑی لکیروں میں لکھا جاتا تھا لیکن اب دائیں سے بائیں کو یا بائیں سے دائیں کی آڑی لکیروں میں لکھتے ہیں۔ لکھنے کے لئے سیاہی اور برش استعمال کیا جاتا ہے۔

۹

جزیرۂ ایسٹر کا رسمِ خط

بحر پیسفک میں چلی (جنوبی امریکہ) کے مغربی ساحل سے ۲۵۰۰ میل کی دوری پر ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کا رقبہ ۷۰ مربع میل ہے۔ اسے ایک ڈچ سیاح نے ۱۷۲۲ء میں ایسٹر کے دن دریافت کیا تھا یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ یہاں کے باشندے غالباً تیرھویں یا چودھویں صدی عیسوی میں جزائر سوسائٹی (پالی نیشیا) سے ہجرت کرکے آئے تھے۔ اُن میں ایک تصویری خط رائج تھا جسے "رونگو رونگو" کہتے تھے۔ اِسے شارک مچھلی کے دانت سے لکڑی کی تختیوں پر کندہ کرتے تھے۔ ۱۸۶۴ء میں جب کیتھولک مبلغین جزیرہ ایسٹر پہنچے تو انھوں نے بہت سی تختیوں کو جلا ڈالا۔ بہرحال ایسی ۱۵ تختیاں مختلف ناپ کی دستیاب ہوئی ہیں (سب سے بڑی ۶ فیٹ لمبی ہے) جو دنیا کے مشہور عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ تحریر کے رُخ میں یہ عجیب بات ہے کہ ایک سطر کے نشانات سیدھے ہیں اور دوسرے کے اُلٹے اس لئے ایک سطر ختم ہونے کے بعد دوسری سطر پڑھنے کے لئے تختی کو اپنی طرف گھمانا پڑتا ہے۔

تختیوں کے نقوش میں آدمیوں، مچھلیوں اور پرندوں وغیرہ کی تصاویر کو پہچانا جا سکتا ہے جن میں سے بعض وادیٔ سندھ کے نشانات سے مشابہ ہیں (ملاحظہ ہو صفحات ۱۰۸-۱۰۷) کہتے ہیں کہ ان تختیوں پر خاندانی شجرے، مشہور لڑائیوں کے حالات، قربانیوں کی تفصیلات، مذہبی رسوم اور [illegible] منقوش ہیں۔ یہ تختیاں ایک قسم کی یادداشت تھیں جنھیں یاد ر[illegible]

ایک خاص جماعت کے سپرد تھا جس کے افراد "ٹنگٹا رونگو رنگو" کہلاتے تھے وہ سال میں ایک بار جمع ہوتے اور لوگوں کو یہ تختیاں پڑھ کر سناتے تھے ۱۸۶۳ء میں پیرو کے بردہ فروش جزیرہ ایسٹر کے تمام بڑے بڑے لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئے اور آج جزیرۂ ایسٹر کے ۹۰۰ باشندوں میں کوئی بھی ان کے مطلب کو نہیں جانتا۔

روسی عالموں نے ان تختیوں کو پڑھنے کی طرف خاص توجہ کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان کا رسم خط اصولاً مصری ہیروغلیفی سے مشابہ ہے یعنی بعض نشانات کی آوازیں ہوتی ہیں اور بعض معاون نشانات مفہوم متعین کرنے کے لئے ہیں (ملاحظہ ہو صفحات ۹۲-۹۱) انھوں نے بعض تختیوں کو پڑھنے کے بعد مقامی بادشاہوں اور قربانیوں کی تفصیلات معلوم کی ہیں۔ جرمن عالم (Dr. Thomas S. Barthel) کو اس رسم خط کے پڑھنے میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اُن کی تحقیقات کے مطابق لکھنے والوں نے پورے پورے جملے لکھنے کے بجائے محض چند الفاظ یادداشت کے لئے لکھے تھے اس لئے تختیوں کا صحیح مفہوم سمجھنا اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک پہلے سے بھجنوں اور گیتوں کا علم حاصل نہ ہو۔ تاہیٹی کے بشپ (M. Jaussen) نے ایک دیسی باشندے کی مدد سے بعض تختیوں کا ترجمہ کیا تھا لیکن چونکہ انھیں تختیوں کے نقوش اور اُس شخص کے بولے ہوئے الفاظ میں کوئی ربط نظر نہ آیا اس لئے وہ ہمت ہار بیٹھے۔ اُن کا مسودہ عرصے تک گوشۂ گمنامی میں پڑا رہا یہاں تک کہ بارتھیل نے اُسے ڈھونڈ نکالا اور اُس کی مدد سے کافی تختیاں پڑھ ڈالیں۔ انھوں نے تختیوں کی مدد سے جزیرۂ ایسٹر کی رسوم، انسانی قربانیوں اور بھجنوں کا حال معلوم کیا ہے۔

جہاں تک اس خط کی ایجاد کا سوال ہے (A. Metraux) کی رائے یہ

یہ خط غالباً جزائر سوسائٹی میں ایجاد ہوا تھا اور جب چودھویں صدی عیسوی میں وہاں سے کچھ خاندان ہجرت کر کے جزیرۂ ایسٹر میں آگئے تو اپنے ساتھ اس رسم خط کو بھی لائے[1]۔

---

1. Alfred Metraux " Easter Island Script "
[illegible]rald, Lucknow June, 16, 1957June 16, 1957

۱۰

حتّی رسم خط

حتّی قوم کا بائبل میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اُسے بنی حِت بھی کہا گیا ہے (کتاب پیدائش باب ۲۳) مصری اور آشوری کتبوں میں بھی اس قوم کا حال ملتا ہے۔

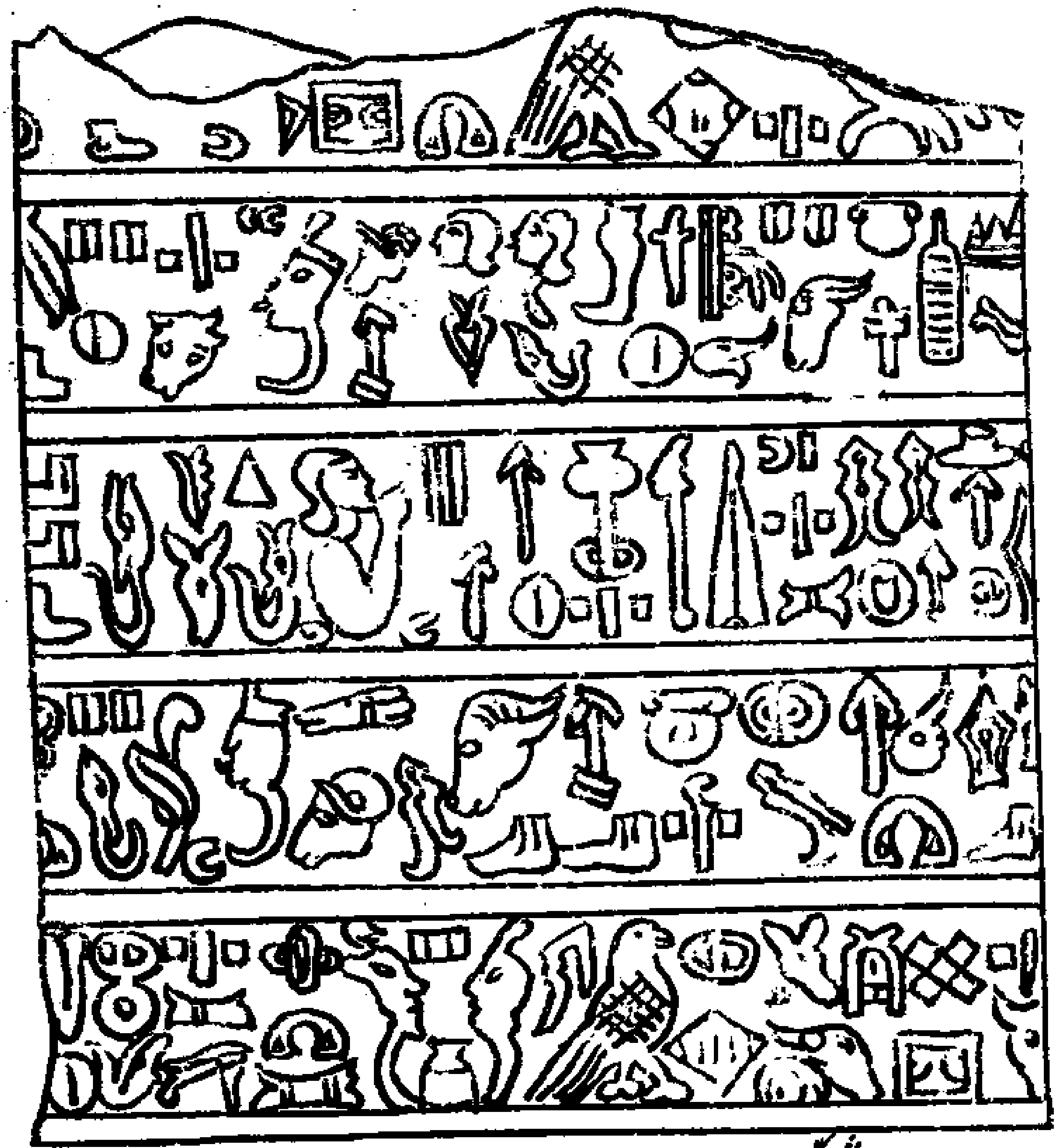
یہ قوم یوں تو موجودہ ترکی میں تین ہزار ق۔م سے آباد تھی لیکن عروج اس کا ۲۰۰۰ سے ۱۲۰۰ ق م تک رہا ترکی سے نکل کر یہ لوگ شام پر بھی قابض ہو گئے۔ شام کو اپنے قبضے میں رکھنے کے لئے انھیں آشوری اور مصری اقوام سے متواتر جنگ کرنا پڑی۔ یہاں تک کہ ۷۱۷ ق۔م آشوری حکمراں سارگون دوم نے انھیں شکست دی اور ان کا سیاسی اقتدار ختم ہو گیا۔

ان کی زبان ہند یورپی شاخ سے تعلق رکھتی تھی اور ان میں دو خط رائج تھے۔ میخی اور تصویری۔ میخی خط کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے (صفحہ ...) تصویری خط کی دو قسمیں تھیں۔

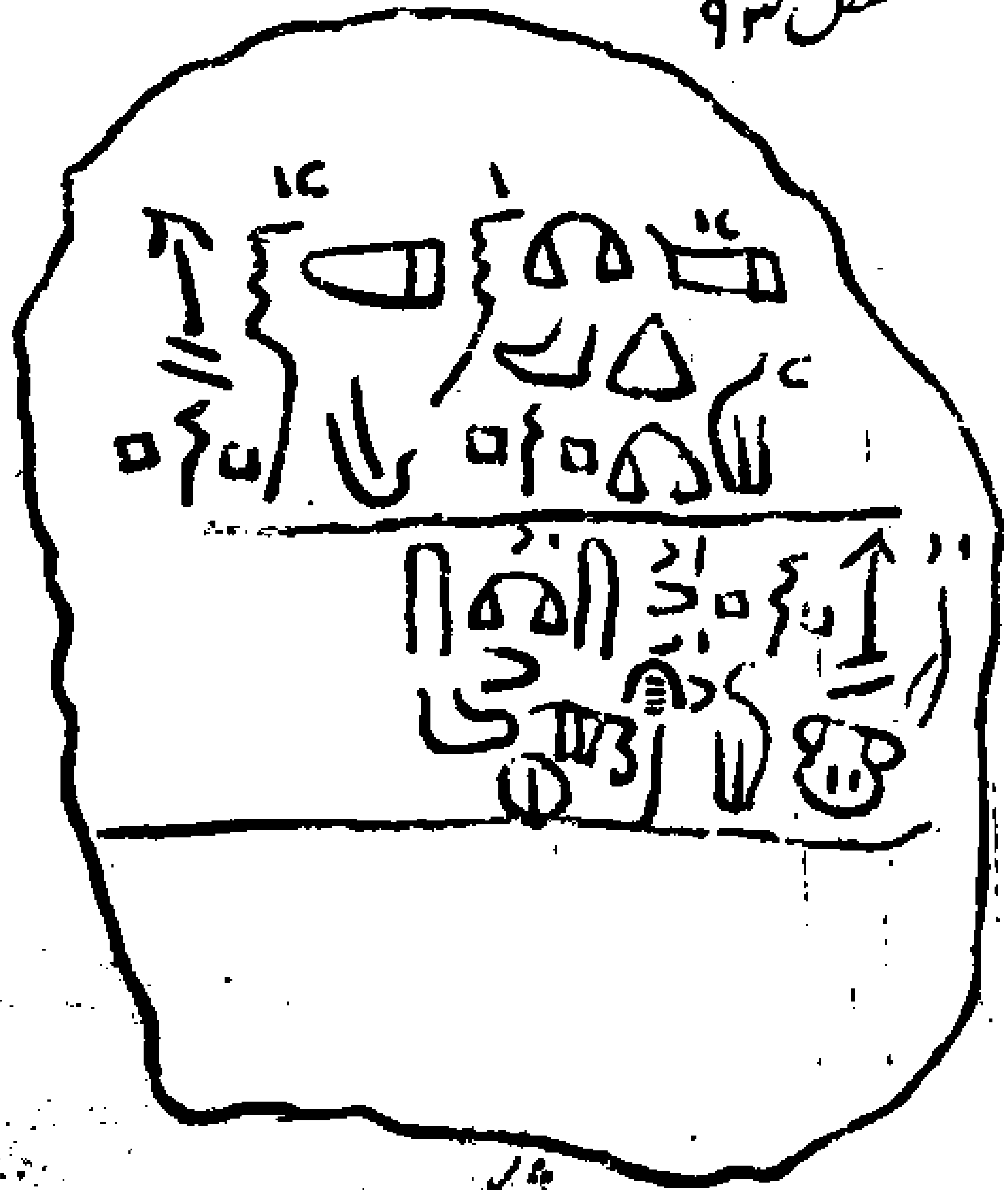
(۱) قدیم خط، جو پتھر کی سلوں پر ابھرے ہوئے حروف میں نقش کیا جاتا تھا۔ اس میں ہر چیز کی مکمل تصویر بنائی جاتی تھی۔ (شکل ۹۳)

(۲) جدید خط، جسے ہموار پتھر پر گہرے نشانات کی صورت میں کھودا جاتا تھا۔ یہ گھسیٹ لکھائی تھی اور اس کی تصویریں مختصر تھیں (شکل ۹۴)

Z. A. Ragozin, "Assyria" London, 1894), Pa…



شکل ۹۳



شکل ۹۴

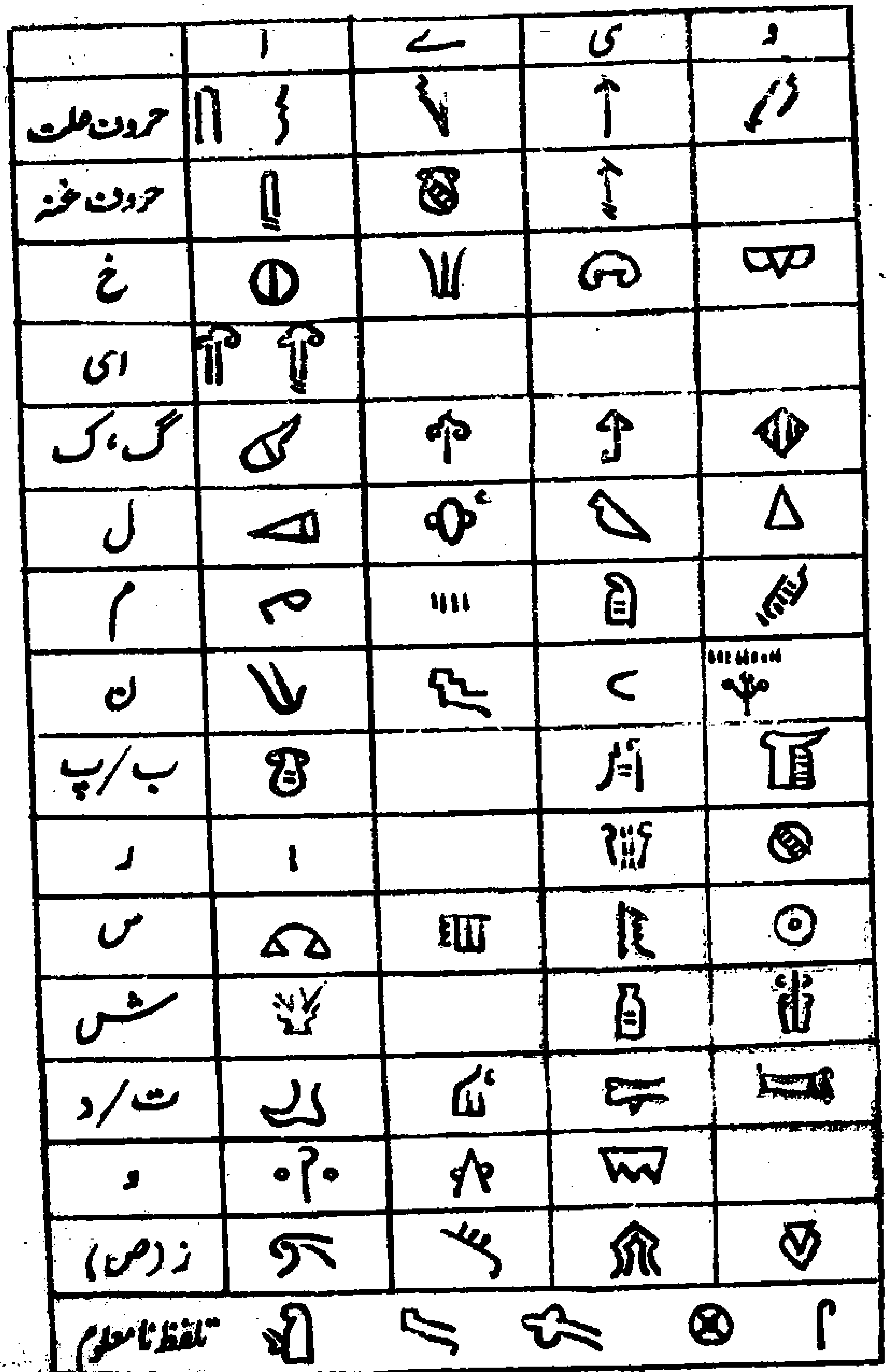
جتی رسم خط کے کتبے

تصویری خط کے کتبے دسویں صدی ق۔م سے لے کر چھٹی صدی ق۔م تک پائے جاتے ہیں اور زیادہ تر بوغاز کوئی، کارچمش، حماۃ اور حلب کے شہروں میں ملے ہیں۔

حتی رسم خط کی ایک سطر دائیں سے بائیں کو اور دوسری بائیں سے دائیں کو لکھی جاتی تھی۔ لکھنا دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔ اسی اعتبار سے تصاویر کے رخ میں فرق ہو جاتا تھا۔ مصری ہیروغلیفی کی طرح اس خط کو اُدھر ہی سے پڑھا جاتا تھا جدھر تصاویر کا رُخ ہوتا تھا۔

تصاویر میں بعض کو پہچانا جا سکتا ہے اور بعض کو نہیں۔ سب سے زیادہ انسانی اعضاء کے نقوش ہیں۔ جانوروں کی پوری تصویریں بنانے کے بجائے صرف سر کا بنانا کافی سمجھا جاتا تھا۔ پرندوں اور مچھلیوں کی تصویریں بھی پائی جاتی ہیں۔ فرنیچر جیسے میز، کرسیاں، عمارتوں کے مختلف حصے اور دو منزلہ مکان کی تصویریں بھی شامل ہیں۔ کل ۴۵۰ تصاویر ہیں جن میں ۲۲۵ عام طور سے استعمال کی جاتی تھیں۔ ان میں بیشتر لفظوں کی علامات ہیں۔ رکنی علامات کی تعداد پروفیسر آئی۔ جے۔ گیلب کے نزدیک ۶۰ ہے۔ (شکل ۹۵)

حتی خط کو پڑھنے میں ابھی تک پوری کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ بہت سے نشانات کی آوازیں اور ان کا تلفظ نامعلوم ہے۔ خوش قسمتی سے بعض دو زبانوں والے کتبے موجود ہیں جن میں سب سے مشہور ٹارکن ڈومیس (Tarkondemos) بادشاہ کی مُہر ہے جس پر حتی رسم خط کے ساتھ ساتھ میخی تحریر بھی ہے۔ اہم ترین کتبہ (Karatepe) کا ہے جس کا پتہ ۱۹۴۶ء میں چلا تھا۔ کراتیپ ایک ٹیلہ کا نام ہے جو طارس کی پہاڑیوں میں دریائے جیحان کے کنارے واقع ہے۔ یہاں حتی قوم کے ایک فوجی قلعے کے آثار تھے جنھیں ۱۹۴۷ء میں



شکل ۹۵

حتی خط کی رکنی علامات (پروفیسر آئی۔ جے گیلب کے مطابق)

کھودا گیا اور معلوم ہوا کہ اندر جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے ایک پھاٹک ہے جس کی دیواروں پر بائیں طرف فنیقی رسم خط کا کتبہ ہے اور دائیں طرف حتّی رسم خط کا اس طرح دو زبانوں والے دو بڑے کتبوں کا پتہ چل گیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ جب انھیں پڑھ لیا جائے گا تو حتّی قوم کے تصویری خط کا علم بڑی حد تک مکمل ہو جائے گا[۱]۔

جہاں تک اس خط کی ایجاد کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر ڈیوڈ ڈرینگر کی یہ رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ حتّی رسم خط مصر کی خوبصورت لکھائی سے متاثر ہو کر گھڑا گیا تھا۔ بعض نے اسے کریٹ کے خط سے ماخوذ بتایا ہے کیونکہ حتّی خط کی بعض علامتیں کریٹ کے نقوش سے مشابہ ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ مشابہت اتفاقی ہو۔ علاوہ ازیں کریٹ کے خط کو ابھی تک وثوق کے ساتھ پڑھا نہیں جا سکا ہے اس لئے حتّی خط کو کریٹ کی لکھائی سے ماخوذ بتانا قبل از وقت ہے۔

۱۔ O. R. Gurney "The Hittites" (Pelican Series) Pages 12 & 13

۱۱

کریٹ کا رسم خط

قدیم تمدن ۔ یورپ میں پہلا متمدن ملک کریٹ تھا، جہاں کی تہذیب مصر اور عراق کی ہم پایہ تھی ۔ ۳۰۰۰ ق۔م "کانسے کے زمانے" سے اس کا آغاز ہوا ۔ ۱۶۰۰ ق۔م میں وہ عروج پر پہنچی اور ۱۱۰۰ ق۔م میں اُس کا زوال ہوگیا۔ کریٹ مصر اور یونان کے درمیان واسطے کی حیثیت رکھتا تھا۔ عراق سے بھی کریٹ والوں کے تجارتی تعلقات تھے۔ اِن ملکوں کے تمدن نے ایک دوسرے کو کافی متاثر کیا تھا۔

کریٹ کے تمدن کو وہاں کے روایتی حکمراں مینوس (Minos) کی رعایت سے مینون (Minoan) کہتے ہیں ۔ دوسرا نام ایجین (Aegean) ہے کیونکہ یہ تہذیب بحرِ ایجین (ترکی اور یونان کے درمیان) کے جزیروں اور یونان میں پھیل گئی تھی ۔ شاہان کریٹ نے اُسے مشرق میں ٹرائے اور مغرب میں سسلی بلکہ اٹلی تک پھیلا دیا تھا ۔ یہی تہذیب موجودہ یورپی تمدن کا سرچشمہ تھی ۔

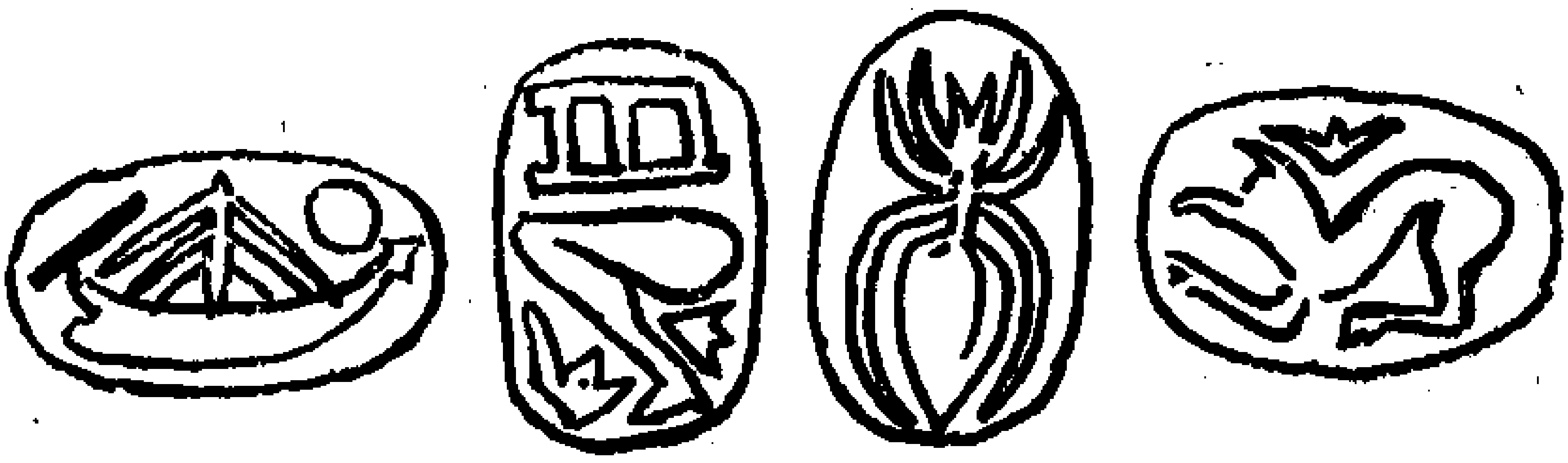
کریٹ کے آثارِ قدیمہ میں ناسس (Knossos) کا محل خاص اہمیت رکھتا ہے جسے سر آرتھر ایونس (Sir Arthur Evans) نے گذشتہ صدی کے آخر میں کھود کر نکالا تھا ۔ یہ محل کئی بار بنایا اور گرایا گیا۔ آخری بار ۱۰۰۰ ق۔م میں اُسے مسمار کر دیا گیا ۔ اِس کی دیواروں کی تصاویر سے اُس زمانے کے طرزِ معاشرت اور مذہبی عقائد پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔ محل سے جو ظروف برآمد ہوئی ہیں اُن میں تختیوں پر کتبے بھی ہیں ۔ ناسس کے علاوہ کریٹ

دوسرے شہروں سے بھی کتبے دستیاب ہوئے ہیں ۱۹۳۹ء میں پروفیسر بلیگین (Prof Blegen) نے جنوبی یونان کے مقام پائلس (Pylos) سے یونانی رسم خط کی ۶۰۰ تختیاں برآمد کیں۔ ان کا زمانہ ۱۲۰۰ ق۔م ہے۔ ان کتبوں کے پڑھنے میں ابھی تک پوری کامیابی نہیں ہوئی ہے۔

کریٹ کے تمدن کے بانی کون لوگ تھے اور وہ کہاں سے آئے تھے۔ نسلی و لسانی اعتبار سے اُن کا تعلق نوعِ انسان کی کس شاخ سے تھا اور اُن میں کون کون سے بادشاہ ہوئے ہیں، ان سوالات کا جواب بغیر کتبوں کے پڑھے ہوئے دینا ناممکن ہے۔ لیکن جہاں تک اُن کے رسم خط کا تعلق ہے مسلمہ رائے یہ ہے کہ اہل کریٹ نے تصویری خط کا خیال مصر والوں سے لیا تھا لیکن نشانات خود اُن کی ایجاد تھے۔ اس خط کی ایونس[1] نے چار قسمیں بیان کی ہیں :-

ا۔ تصویروں کی لکھائی درجہ الف (Pictographic Class A)

۳۰۰۰ ق۔م سے کریٹ کی مہروں پر تصویری علامتیں نظر آتی ہیں۔ یہ غالباً آرائشی یا امتیازی نشانات کے طور پر بنائی جاتی تھیں۔

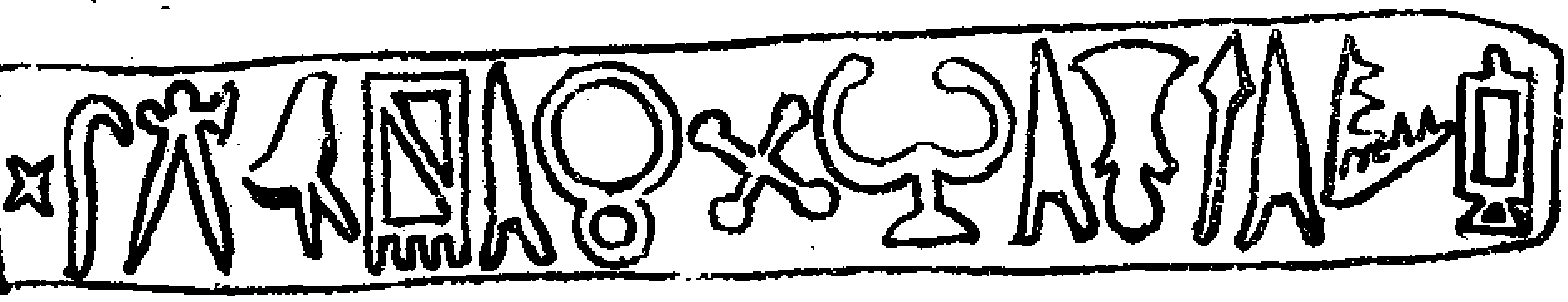


شکل ۹۶

۲۰۰۰ سے لے کر ۱۹۰۰ ق۔م تک ایک مکمل تصویری خط کا پتہ چلتا ہے

[1] Arthur J. Evans "Scripta Minoa" (Oxford,

جس میں ہر چیز کی پوری تصویر بنائی جاتی تھی۔ نیچے ایک چوپہل مہر کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے جس سے اس خط کی شان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔



شکل ۹۷

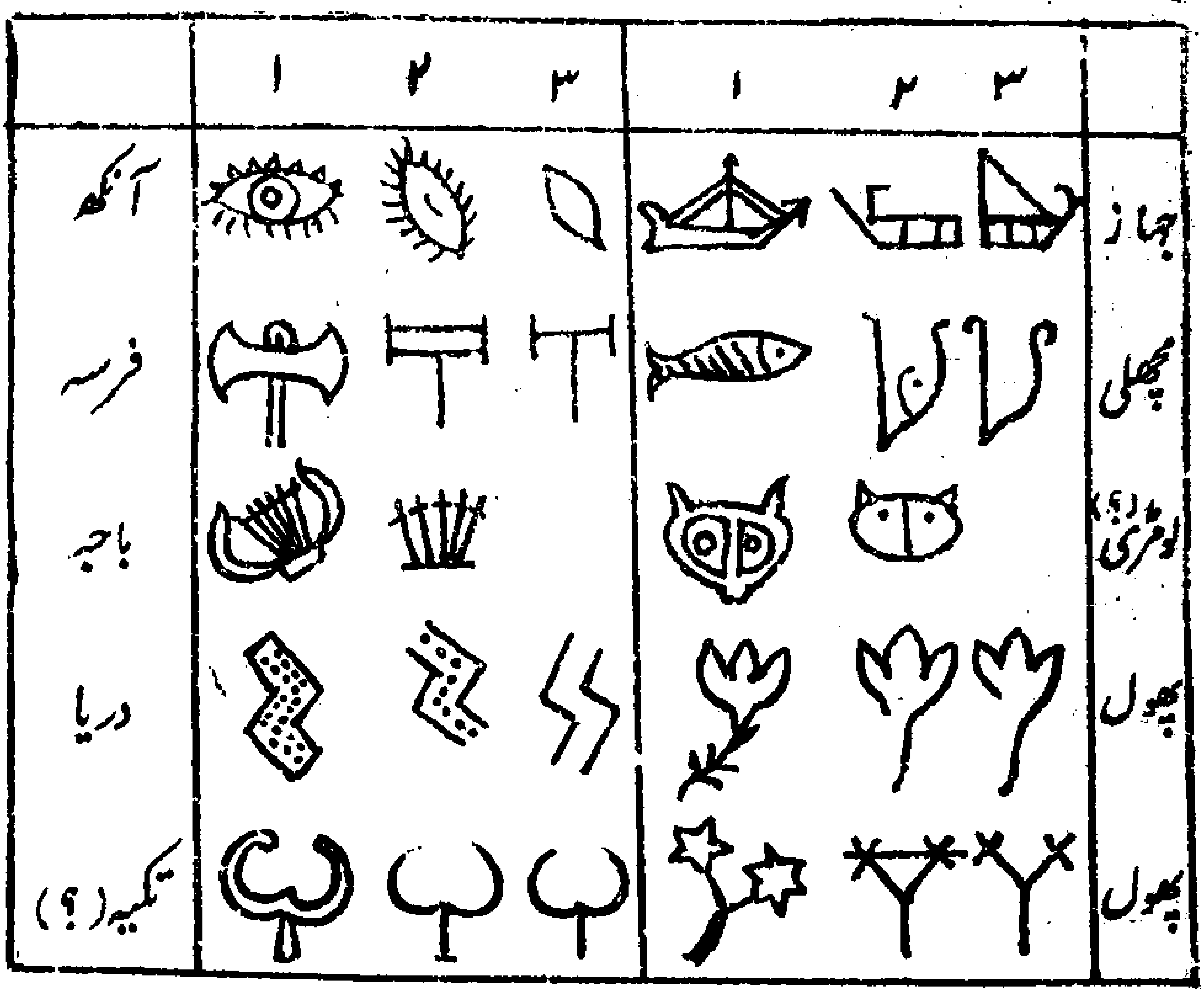
۲۔ تصویروں کی لکھائی درجہ ب (Pictographic Class B)

جس کا آغاز تقریباً ۱۹۰۰ اور ۱۷۰۰ ق۔م کے درمیان ہوا۔ اس عہد سے تصویروں کو کسی قدر مختصر بنایا جانے لگا۔ ایونس کے نزدیک اس خط میں ۱۲۵ نشانات کام آتے تھے جو انسانوں، اعضائے جسم، آلات حرب و ضرب، پالتو جانوروں، پیڑ پودوں کی تصاویر، مذہبی علامات اور اشکال ہندسہ پر مشتمل تھے۔

۳۔ لکیروں کی لکھائی درجہ الف (Linear Class A) جس کی ابتدا ۱۷۰۰ اور ۱۵۵۰ ق۔م کے درمیان ہوئی۔ تصویروں کو مختصر کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ محض خاکہ ہو کر رہ گئیں۔ اس خط میں نشانات کی مجموعی تعداد ایونس کے مطابق ۹۰ تھی لیکن جرمن عالم جے۔ سنڈوال (J. Sundwall) نے ۷۰ یا ۷۶ ظاہر کی ہے۔ اس رسم خط کے نقوش جواہرات اور ظروف پر پائے جاتے ہیں۔ تحریر کا رخ بائیں سے دائیں کو ہے۔

۴۔ لکیروں کی لکھائی درجہ ب (Linear Class B) ۱۴۵۰ء اور ۱۲۰۵ ق۔م کے درمیان وجود میں آئی۔ اس میں تقریباً ۳۰ نشانات مستعمل تھے۔ اس کے کتبے مٹی کی تختیوں پر پائے جاتے ہیں اور عام حساب کتاب سے متعلق ہیں۔

نیچے تصویروں کی لکھائی (۱) لکیروں کی لکھائی درجہ الف (۲) اور لکیروں کی لکھائی درجہ ب (۳) کی بعض علامتیں ملاحظہ ہوں :-



شکل ۹۸

پڑھنے کی کوشش ۔ ناسس اور پائلس وغیرہ میں جو کتبے ملے ہیں اُن کی نقلیں شائع ہو چکی ہیں ۔ اُنھیں مختلف عالموں نے پڑھنے کی کوشش کی ہے ۔ ہندسے بہ آسانی شناخت کر لئے گئے اس لئے کہ وہ کھڑی لکیروں کی صورت میں تھے ۔ گنتی کی علامتوں کے ساتھ برتنوں ، رتھوں اور آدمیوں وغیرہ کی تصاویر پائی جاتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیشتر کتبے حساب کتاب سے متعلق ہیں۔ نشانات کی کثرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسم خط الف بائی نہ تھا بلکہ [illegible] تھا ۔ انگریز عالم (Mr. Michael Ventris) اس رسم خط کو پڑھنے [illegible] تک کامیاب ہو گئے ہیں ۔ انھوں نے اس خط کو ایسے کتبوں کی

مدد سے پڑھا ہے جن میں برتنوں کا حساب درج ہے۔ ہر برتن کی تصویر کے بعد اُس کی تشریح ان الفاظ میں ہے "بے کُنڈے کا"، "دو کُنڈے کا"، "تین کُنڈے کا"، "چار کُنڈے کا"۔ وغیرہ وغیرہ۔ ابھی تک وہ صرف لکیر دن کی لکھائی درجہ ب کے کتبے (زمانہ ۱۴۰۰ ق-م) پڑھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اُن کے بیان کے مطابق کتبوں کی زبان یونانی ہے۔ اس طرح یونانی زبان کی تاریخ میں ۷۰۰ سال کا اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ اب تک یونانی خط کے جو قدیم ترین کتبے پڑھے گئے تھے وہ ۷۵۰ ق-م کے تھے[۱]۔

قرص فیسطس (Phaestfis Disc)

فیسطس، کریٹ میں ایک مقام ہے جہاں سے ۳ جولائی ۱۹۰۸ء کو مٹی کی ایک گول تختی برآمد ہوئی جس کا زمانہ ۱۷۰۰ ق-م ہے (شکل ۹۹) اس کا قطر ۶ یا ۷ انچ ہے۔ اس کے دونوں طرف ایک ایک چکر بنا ہے جو تختی کے ہر رُخ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس چکر کی لکیروں کے درمیان تصویروں کی لکھائی ہے۔ ایک طرف ۱۲۳ اشکال ہیں اور دوسری طرف ۱۱۸۔ یہ کھڑی لکیروں کے ذریعہ ۳۱ اور ۳۰ کے مجموعوں میں منقسم ہیں جو الفاظ ہو سکتے ہیں۔ یہ تصویریں کریٹ کی مذکورہ بالا لکھائیوں میں کام آنے والے نشانات سے بالکل مختلف ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جداگانہ رسم خط ہے۔ لیکن اس لکھائی کا کوئی دوسرا نمونہ کریٹ میں نہیں ملا ہے۔

۱۔ Darsie Gillie "700 Years Added to the History of Greek Language" Careers & Courses (New Delhi) Jan. 1955.



شکل ۹۹

اس لئے بعض عالموں کا خیال ہے کہ یہ تختی کسی دوسرے ملک میں بنائی گئی تھی اور وہاں سے کریٹ پہنچی لیکن اس طرح اس لکھائی کا مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ کسی بھی ملک میں (جہاں تک تحقیق ہو سکی ہے) اس خط سے مشابہ لکھائی کا رواج نہ تھا۔

قرص فیسطس کو بہت سے عالموں نے پڑھنے کی کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ چند قیاسات ضرور قائم ہو گئے ہیں مثلاً بعض تصویری لکھائیوں میں جدھر تصاویر کا رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی سے

پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ قرص فلیسطس میں بھی یہی اصول برتا گیا ہے یعنی اُسے کنارے سے وسط کی طرف پڑھا جائے گا۔ (۲) قرص فلیسطس میں کل ۴۵ تصاویر کو گھما پھرا کر استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ ایک چھوٹا کتبہ ہے اس لئے ہم فرض کر سکتے ہیں کہ اس لکھائی میں تقریباً ۶۰ تصویریں کام آتی تھیں (۳) الفاظ کو کھڑی لکیروں سے جدا کیا ہے ۔ اور ہر خانے میں ۲ سے لے کر ۵ تک نشانات ہیں۔ جو رُکنی علامات ہو سکتے ہیں۔

قرص فلیسطس میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اُس پر تصاویر کو کسی نکیلی چیز سے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ ہاتھی دانت یا لکڑی کے ٹھپوں سے دبا دبا کر بنایا گیا ہے[1]

---

[1] Angelo Mosso "The Dawn of Mediterranean Civilization" London, 1910) Chap. II "The Origin

۱۲

قبرص کا رسم خط

چھٹی صدی سے تیسری صدی ق ۔ م تک قبرص (سائپرس) میں ایک خط رائج تھا جسے اس جزیرے کے نام پر قبرص (Cypriote) کہتے ہیں۔ اس میں ۵۶ نشانات کام آتے تھے جن میں ۵ حروف علت تھے اور ۵۱ حروف صحیح، جن کے اخیر میں حروف علت جڑے ہوئے تھے ۔ ایسے نشانات کو مفرد رکنی علامات (Mono Syllables) کہتے ہیں ۔ انھیں شکل ۱۰۰ میں دیکھئے۔

اس خط کے تقریباً ۸۵ا کتبے موجود ہیں جن میں سے بیشتر یونانی زبان میں ہیں ۔ قبرص کی اصلی زبان کا علم ہمیں نہیں ہے ۔ بعض ایسے کتبے بھی موجود ہیں جن میں قبرصی خط کے ساتھ ساتھ یونانی یا فنیقی تحریر بھی پائی جاتی ہے ۔ ان دو زبانوں والے کتبوں سے قبرص کے خط کو پڑھنے میں بڑی مدد ملی ۔

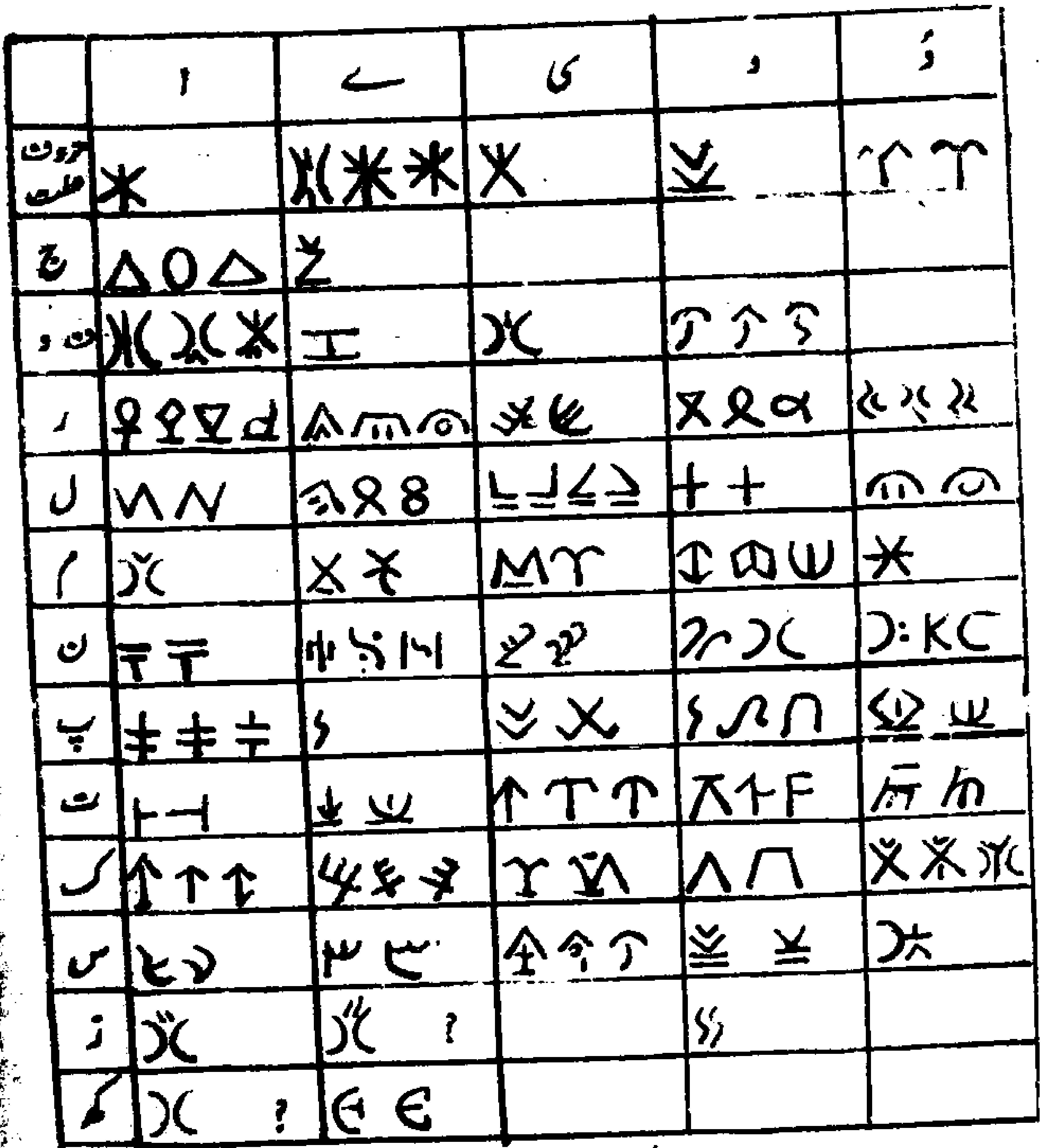
کتبوں میں تحریر کا رخ عموماً دائیں سے بائیں کو ہے بعض کتبے بائیں سے دائیں کو لکھے ہوئے موجود ہیں اور بعض دو رخی تحریر کے حامل ہیں یعنی باری باری ایک سطر دائیں سے بائیں کو اور دوسری بائیں سے دائیں کو لکھی گئی ہے ۔

۱۸۷۱ء میں (Dr. Deecke) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ جب آشوری حکمراں سارگون نے قبرص کو فتح کیا (۷۰۰ ق ۔ م) تو میخی خط سے قبرصی خط اخذ کیا گیا ۔ برخلاف اس کے (Prof. Sayce) نے ۱۸۷۴ء میں یہ ثابت

لہ A. P. Di Cesnola" Salaminia " (London, 18..)

Chapter II General Idea of Cypriote Antiquities.

شکل ۱۰۰

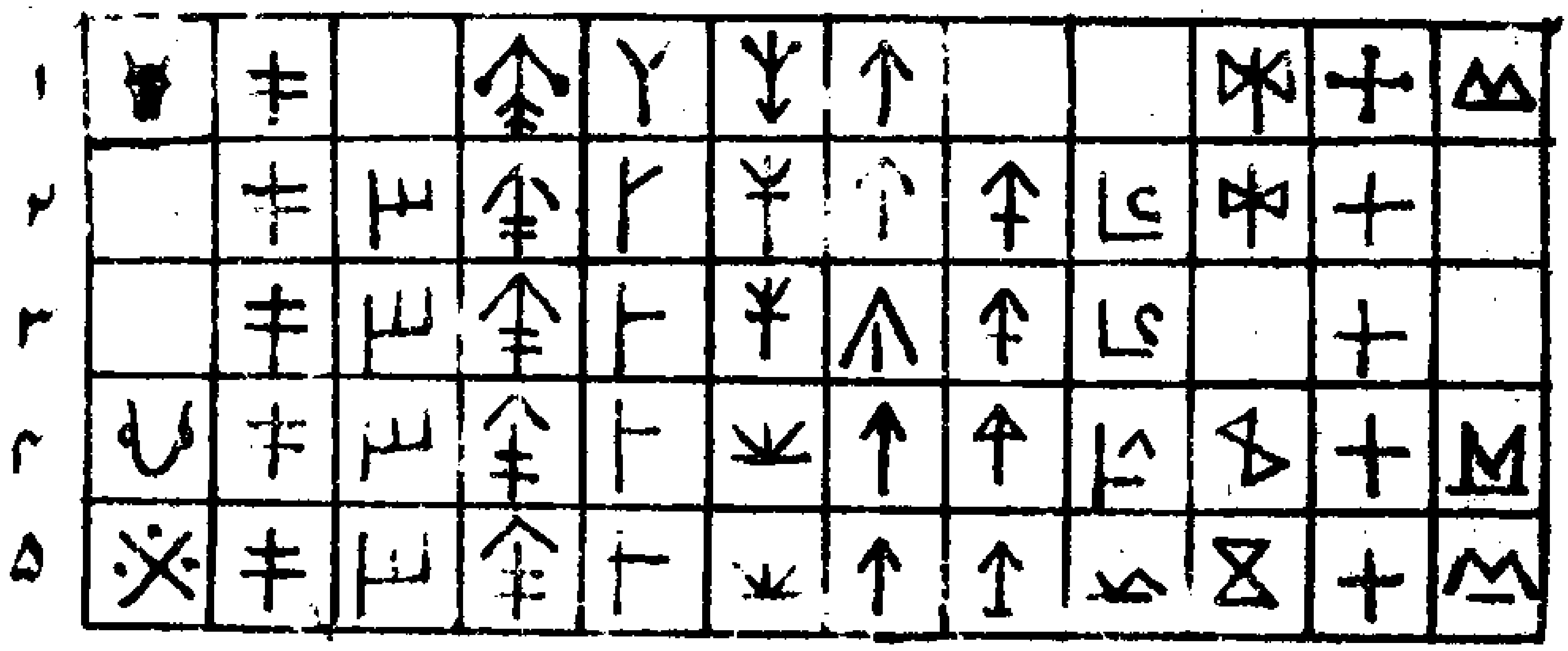


قبرصی خط کی رُکنی علامات

(انھیں بائیں طرف کے حروف صحیحہ اور اوپر کے حروف علت ملا کر پڑھیے)

کرنے کی کوشش کی تھی کہ قبرص کی لکھائی ایشیائے کوچک کے رُکنی خط (Asianic Syllabary) سے نکلی تھی اور اُس کا ماخذ حِتّی رسم خط تھا لیکن

اب ان نظریوں کی تردید ہو چکی ہے اور ایک نئے خط کا پتہ چلا ہے جسے ہم قبرصی اور کریٹ کے خطوں کی درمیانی کڑی کہہ سکتے ہیں۔ اس نئے خط کا نام سرآرتھر ایونس نے (Cypro. Minoan) رکھا تھا۔ ایونس کی رائے میں اس خط کا ماخذ کریٹ کی لکھائی تھی اور خود اس سے قبرص کا خط ماخوذ تھا:۔



شکل ۱۰۱

(۱) کریٹ کا تصویری خط (۲) لکیروں کی لکھائی درجہ الف (۳) لکیروں کی لکھائی درجہ ب (۴) قبرصی مینون خط (۵) قبرصی خط

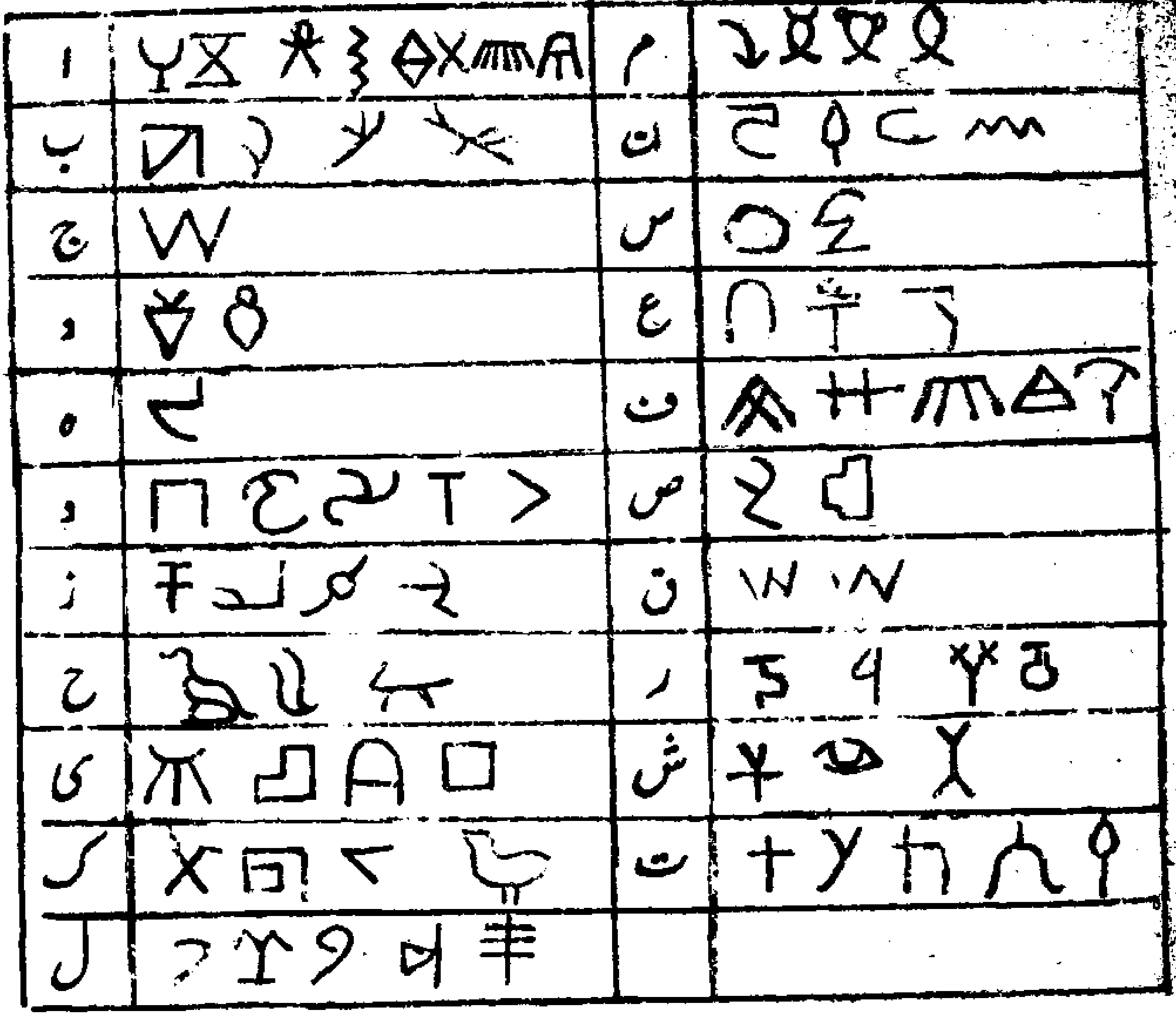
اس خط میں ۶۳ نقوش کام آتے تھے اور اس کے تقریباً ..ا کتبے ظروف پر پائے گئے ہیں جن کا زمانہ ۱۵۰۰ سے ۱۱۵۰ ق۔م تک ہے۔ برخلاف اس کے قبرصی رسم خط کا پتہ زیادہ سے زیادہ ۰۰، ق۔م سے چلتا ہے۔ درمیانی زمانے کے کتبے کیوں نہیں ملتے، اس کی توجیہ ابھی تک نہیں ہو سکی ہے۔ بہرحال تیسری صدی ق۔م میں قبرصی خط کی جگہ یونانی خط نے لے لی۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے فنا ہو گیا۔

۱۴

بائبلس کا رسم خط

بحر روم کے ساحل پر موجودہ بیروت کے شمال میں ایک قصبہ تھا جس کا فینیقی نام جُبَیل (عربی جبلۃ) تھا۔ اہل یونان اُسے بائبلس (Byblos) کہتے تھے۔ یہاں کے آثار قدیمہ کی تحقیقات کے سلسلے میں فرانسیسی عالم مارس دونان (Maurice Dunand) کو نو کتبے ملے جن میں چھ کانسے کی تختیوں پر کندہ ہیں اور تین پتھر پر۔ یہ کتبے ایک نیم تصویری رسم خط (Pseudo Hieroglyphic Script) میں ہیں جو دونان کے بیان کے مطابق ۱۱۴ نشانات پر مشتمل تھا۔ ان میں زمین و آسمان، حیوانات و نباتات، ظروف و آلات، مذہبی علامات، اشکال ریاضی اور جہاز رانی سے تعلق رکھنے والی تصاویر کو پہچانا جا سکتا ہے۔ تاہم بہت سے نشانات کا مفہوم اور اُن کی آوازیں نامعلوم ہیں۔

۲۵ علامتیں براہ راست مصری ہیروغلیفی خط سے ماخوذ تھیں اور ۲۵ علامتیں اُن کی تقلید میں بنائی گئی تھیں۔ باقی نشانات کریٹ، قبرص، سینا اور کنعان کے رسم خط سے مشابہ ہیں۔ دونان کی رائے میں یہ خط مصری ہیروغلیفی سے متاثر ہو کر ۲۲۰۰ ق۔م وجود میں آیا تھا۔ فرانسیسی مستشرق (Prof. E. Dhrome) اس خط کو پڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اُن کے نزدیک (۱) کتبوں کی زبان سامی (فینیقی) ہے اور اُن کا زمانہ فرعون مصر امینوفس چہارم کا عہد یعنی ۱۴۰۵ ق۔م ہے۔



شکل ۱۰۲ بائبلس کی رکنی علامات

(۲) اس خط میں ۱۰۰ سے اوپر نشانات کام آتے تھے۔ (۳) نشانات کی آوازیں یک رکنی (Mono Syllabic) ہیں اور بہت سے نشانات ایک ہی آواز کو ظاہر کرتے ہیں (۴) نشانات کے ناموں اور ان کی شکلوں میں کوئی تعلق نہیں مثلاً آنکھ (عربی عین) کی تصویر ع کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ ش کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح آنکھ کا دیدہ س کا مظہر ہے۔ یہ خیال کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔

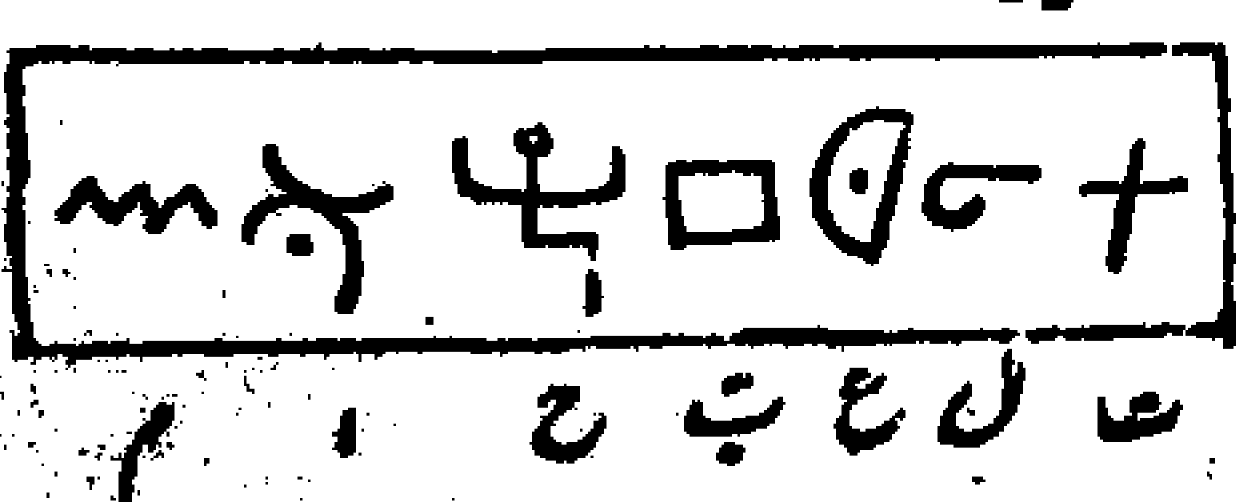
۱۴

سینا کا رسم خط

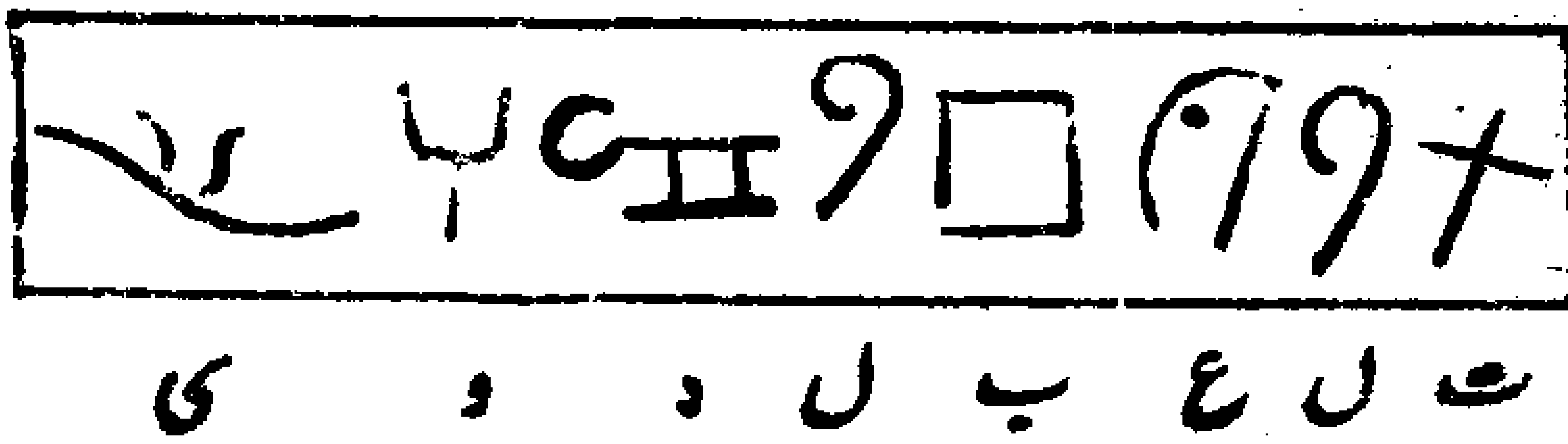
جزیرہ نمائے سینا میں دو خط رائج تھے۔ ماقبل سینائی (Proto Sinaitic) جس کا ذکر ہم یہاں کریں گے اور جدید سینائی (Neo Sinaitic) جو نبطی اور عربی خطوں کی درمیانی کڑی تھا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

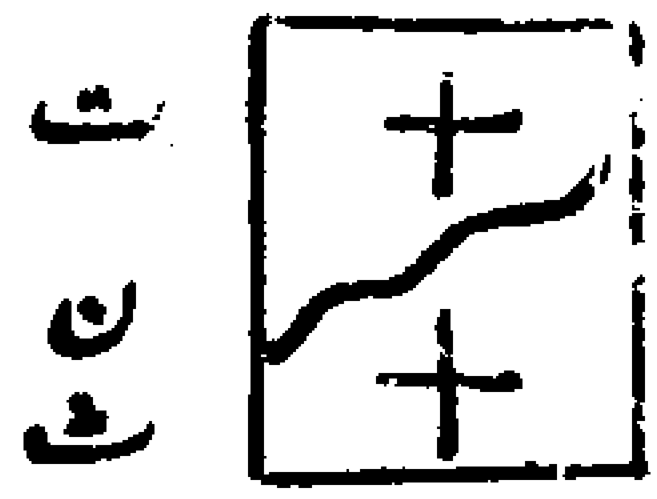
۱۹۰۴-۵ء میں فلنڈرس پیٹری (Flinders Petrie) نے ایک نئے خط کا اکتشاف کیا جس کے کتبے انھیں سینا کے ایک مندر میں ملے تھے ان کا زمانہ ۱۸۰۰ اور ۱۶۰۰ ق۔م کے بیچ کا ہے۔ کوئی ان کے مطلب کا جاننے والا نہ تھا یہاں تک کہ ۱۹۱۶ء میں ایلن گارڈنر (Allen Gardiner) نے معلوم کیا کہ بعض نشانات کو بعلت (بعل کی تانیث) پڑھا جا سکتا ہے۔ اس لفظ کے معنی سامی زبان میں "مالکہ" یا "دیوی" کے ہیں اس کا پتہ انھوں نے ایک براق نما مجسمے (Sphinx) سے چلایا تھا۔ اس پر ہیروغلیفی کتبے کا مطلب ہے۔ "ہیتھر دیوی کا پیارا، فیروزے کی مالکہ" اس کے نیچے سینا کے رسم خط میں جو کتبہ ہے اُسے "بعلت کا پیارا" پڑھا گیا (۱۰۳) اسی مورت کے دوسری جانب ایک اور کتبہ ہے جس کا مفہوم ہے "بعلت کا چڑھاوا" (۱۰۴) اسی طرح بعض کتبوں پر تنت لکھا ہوا پایا گیا (۱۰۵) جس کے معنی "نذرانہ" یا "بھینٹ" کے ہیں۔

شکل ۱۰۳



شکل ۱۰۴





شکل ۱۰۵

یہ کتبے جس مندر میں ملے تھے، وہ ہتھر دیوی (Hathor) کا مندر تھا. مصریوں کی یہ دیوی سامی قوم کی بعلت کے مماثل تھی جسے بعل دیوتا کی بیوی مانا جاتا تھا۔ اس طرح جملہ شواہد سے ڈاکٹر گارڈنر کے نظریے کی تصدیق ہوگئی.

گارڈنر کے بعد دوسرے ماہرین نے اس خط کے اصول و قواعد معلوم کرنے کی کوشش کی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس خط میں کل ۳۲ نشانات کام آتے تھے جن میں ۲۴ اصل تھے اور ۸ اُن کی بدلی ہوئی صورتیں - (ملاحظہ ہو شکل ۱۰۸) -

نشانات کی کمی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خط الف بائی تھا۔ ان میں سے بعض مصری ہیروغلیفی نقوش سے مشابہ ہیں۔ اس لئے عالموں کی متفقہ رائے ہے کہ سینا کا رسم خط ہیروغلیفی خط سے ماخوذ تھا۔ غالباً یہ اُن سامیوں کی ایجاد تھا جنھیں سعیری (Seirites) کہتے ہیں۔ وہ سینا کی فیروزے کی کانوں میں کام کرتے تھے۔ جب وہ اپنے مصری مالکوں کے رسم خط سے واقف ہوئے تو انہوں نے ان میں سے اپنی ضرورت بھر کے نشانات چن لئے اور اُن کے نام اپنی زبان میں رکھے۔ مثلاً ہیروغلیفی خط میں پانی کو لہر سے ظاہر کرتے تھے اور پانی کو

نَت کہتے تھے لہذا یہ نشان آواز ن کو ظاہر کرنے لگا لیکن سامی زبان میں پانی کو مَیم کہتے تھے لہذا یہی تصویر کا نام پڑ گیا اور پھر اُسے آواز م کا مظہر مان لیا گیا۔

فن تحریر کی تاریخ میں یہ رسم خط بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہی شمالی سامی رسم خط کا ماخذ تھا جس سے آج کل کے بیشتر رسم خط عربی اور رومن وغیرہ نکلے ہیں۔

۱۵
حروف تہجی کی ایجاد

ابتدا میں جو تصویری خط رائج تھے اُن میں سیکڑوں نشانات سے کام لیا جاتا تھا اس کے بعد رُکنی خط ایجاد ہوئے جن میں حروف صحیحہ کے آگے پیچھے حروف علت جُڑے رہتے تھے۔ آخیر میں حروف تہجی کی ایجاد ہوئی یعنی حروف صحیحہ اور حروف علت کے لئے علیحدہ علیحدہ علامتیں مقرر کی گئیں اور حروف کی تعداد سیکڑوں سے گھٹ کر درجنوں رہ گئی۔ اس انقلاب آفریں ایجاد کا سہرا سامی قوم کے سر ہے لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ یہ کسی ایک شخص کا کارنامہ تھا یا مختلف لوگوں نے اس میں حصہ لیا۔ بہرحال حروف تہجی کے موجد یا موجدین کا شمار دنیا کی اُن ہستیوں میں کرنا چاہئے جنھوں نے بنی نوع انسان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔

سامی حروف سے ہی دنیا کے تمام قدیم و جدید حروف تہجی ماخوذ ہیں۔ چنانچہ عبرانی، عربی، یونانی، رومن، روسی اور ہندوستانی رسوم خط کا اصل ماخذ یہی سامی حروف تھے۔

سامی خط کی دو قسمیں تھیں، شمالی سامی اور جنوبی سامی۔ شام فلسطین اور کنعان میں شمالی سامی خط رائج تھا اور دمشق سے لے کر عرب کے جنوب تک جنوبی سامی کا رواج تھا۔ ان دو خطوں میں شمالی سامی خط زیادہ پرانا ہے جس کے کتبے ۱۵۰۰ ق م تک ملتے ہیں۔

اگرچہ شمالی سامی خط کے قدیم ترین کتبے سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد دریافت ہوئے

لیکن اس کی ایجاد کے مسئلہ پر علماء اس سے کہیں پہلے سے غور کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے فنیقی[1] رسم خط کے ماخذ سے بحث کی ہے لیکن چونکہ سامی کے قدیم ترین کتبوں کا رسم خط اور فنیقی خط بنیادی طور پر ایک ہیں اس لیے خواہ سامی کہئے یا فنیقی، بات ایک ہی سی ہے اور ہم یہاں ان دو لفظوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کریں گے۔

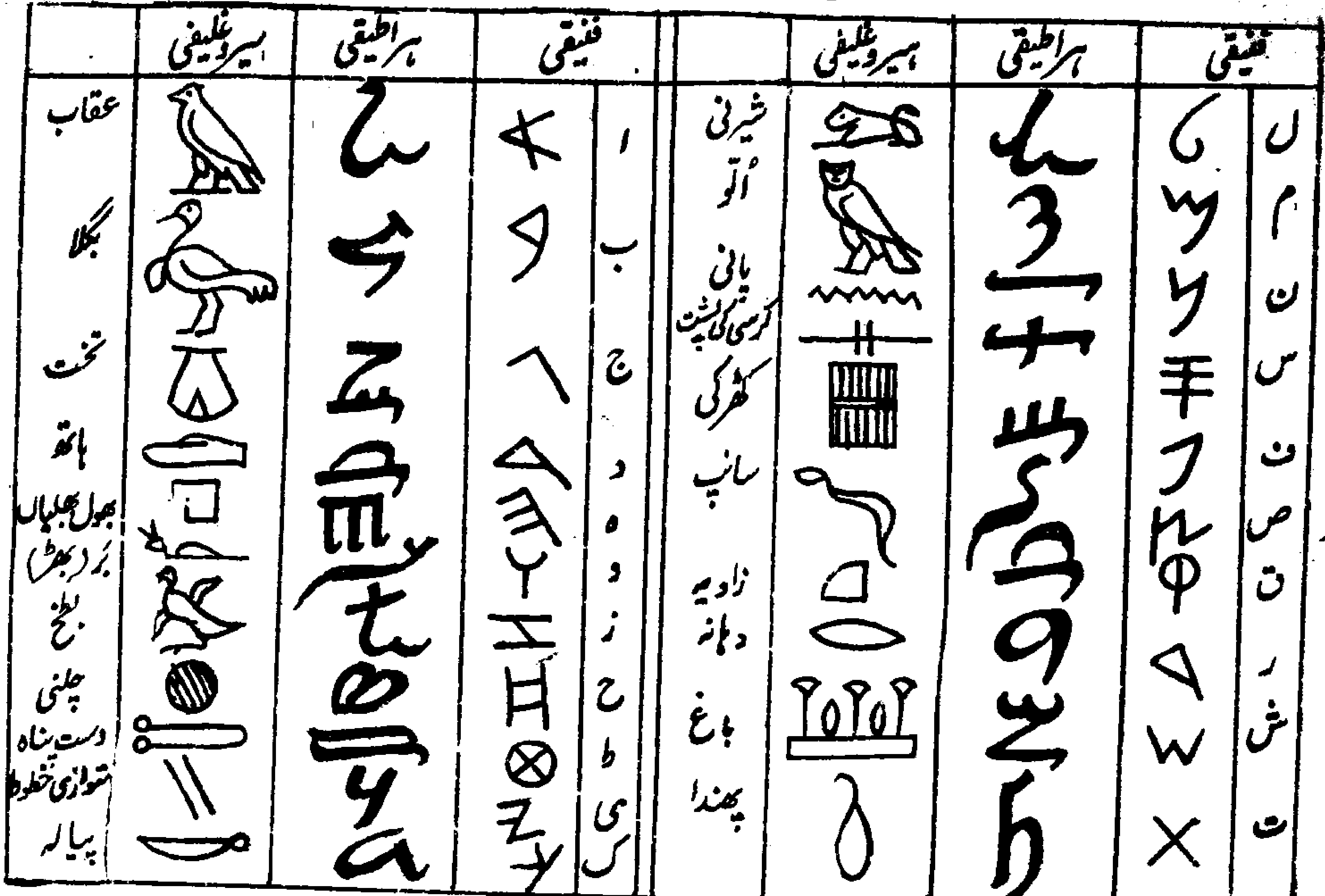
سامی خط کی ایجاد کے بارے میں کافی اختلاف ہے۔ زمانۂ قدیم کے ہر اُس خط کو جو بحر روم کے آس پاس رائج تھا سامی خط کا ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ یہاں اُن تمام نظریوں کی تفصیل کا موقع نہیں ہے جو سامی خط کی ایجاد کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں۔ اُن میں سے خاص خاص یہ ہیں:-

روز کا نظریہ ۔ ۱۸۵۹ء میں فرانسیسی عالم (Emanuel De Rouge) نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ ہیروغلیفی رسم خط کے حروف تہجی (یک حرفی کلمات جنھیں صفحہ ۱۰۹ پر نقل کیا جا چکا ہے) مختصر ہو کر ہراطیقی حروف بنے اور ان کے مزید اختصار سے فنیقی رسم خط پیدا ہوا۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۰۶[2]) آئزک ٹیلر نے اس نظریے کی تائید کی اور ایک زمانہ تھا جب اِسے عام طور پر تسلیم کیا جاتا تھا لیکن چونکہ فنیقی حروف کی شکلیں ہراطیقی سے بہت مختلف ہیں اِس لئے

---

[1] فنیقی قوم بحر روم کے شرقی ساحل پر فلسطین کے شمال میں آباد تھی۔ یہ علاقہ اُس زمانے فنیقیہ کہلاتا تھا۔ [2] اس نقشے میں فنیقی حروف کا ماخذ کتبۂ موآبی یا بشنع کا کتبہ ہے۔ (زمانہ نویں صدی ق۔م) ہراطیقی حروف (Papyrus Prisse) سے ماخوذ ہیں جو مصر کے پانچویں حکمراں خاندان کے شہزادے پتاح حوطیپ کی تصنیف ہے اور پریس نامی عالم کو گیارھویں حکمراں خاندان کے ایک مقبرے میں ملا تھا۔ اب یہ مخطوطہ فرانس کے قومی کتب خانے (پیرس) میں محفوظ ہے۔

حروف تہجی کی ایجاد کا "مصری نظریہ" (متروک)



بعد کو یہ نظریہ رد کر دیا گیا۔

پٹری کا نظریہ۔ مشہور ماہر مصریات (Sir Flinders Petrie) کو اپنی تحقیقات کے دوران میں مصر کے پختہ برتنوں پر ایک خاص قسم کے نقوش کندہ ملے۔ عموماً ایک برتن پر ایک اور بسا اوقات دو تین نشانات پائے جاتے ہیں۔ کوئی مسلسل تحریر نہیں پائی جاتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں نشانات ملکیت یا امتیازی نشانات کے طور پر بنایا جاتا تھا۔ ان نقوش کا استعمال مصر میں ہیروغلیفی رسم خط کے آغاز کے پہلے سے نظر آتا ہے اور ہیروغلیفی خط ایجاد ہونے کے بعد بھی برقرار رہا[۱]۔

مزید تحقیقات سے انھیں معلوم ہوا کہ یہ علامتیں مصر کے علاوہ بحر روم کے دیگر ممالک (کریٹ، سائپرس، کیریا، لیکیا، لیڈیا اور اسپین وغیرہ) میں بھی مستعمل تھیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ ان میں سے بعض فنیقی حروف سے مشابہ ہیں لیکن فنیقی حروف کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ بقائے اصلح کے اصول کے مطابق ان میں سے جو بہتر تھے وہ حروف بن گئے اور باقی بتدریج متروک ہو گئے۔

انھوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ تصویری خط کی ایجاد سے پہلے مصر میں ان کا پایا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے حروف کی قدامت مصری ہیروغلیفی سے زیادہ ہے اور یہ بات اصول فطرت کے عین مطابق ہے۔ چونکہ بچے تصویریں بنانے سے پہلے مختلف قسم کی لکیریں کھینچتے ہیں جن سے کبھی کبھی کوئی شکل بھی بن جاتی ہے اس لئے عہد قدیم کے انسان نے بھی تصویری خط ایجاد کرنے سے پہلے مختلف طرح کے نشانات کا استعمال کیا ہوگا اور یہی ظروفی نقوش تھے۔

[۱] W. M. Flinders Petrie "The Formation of the Alphabet" (London, 1912)

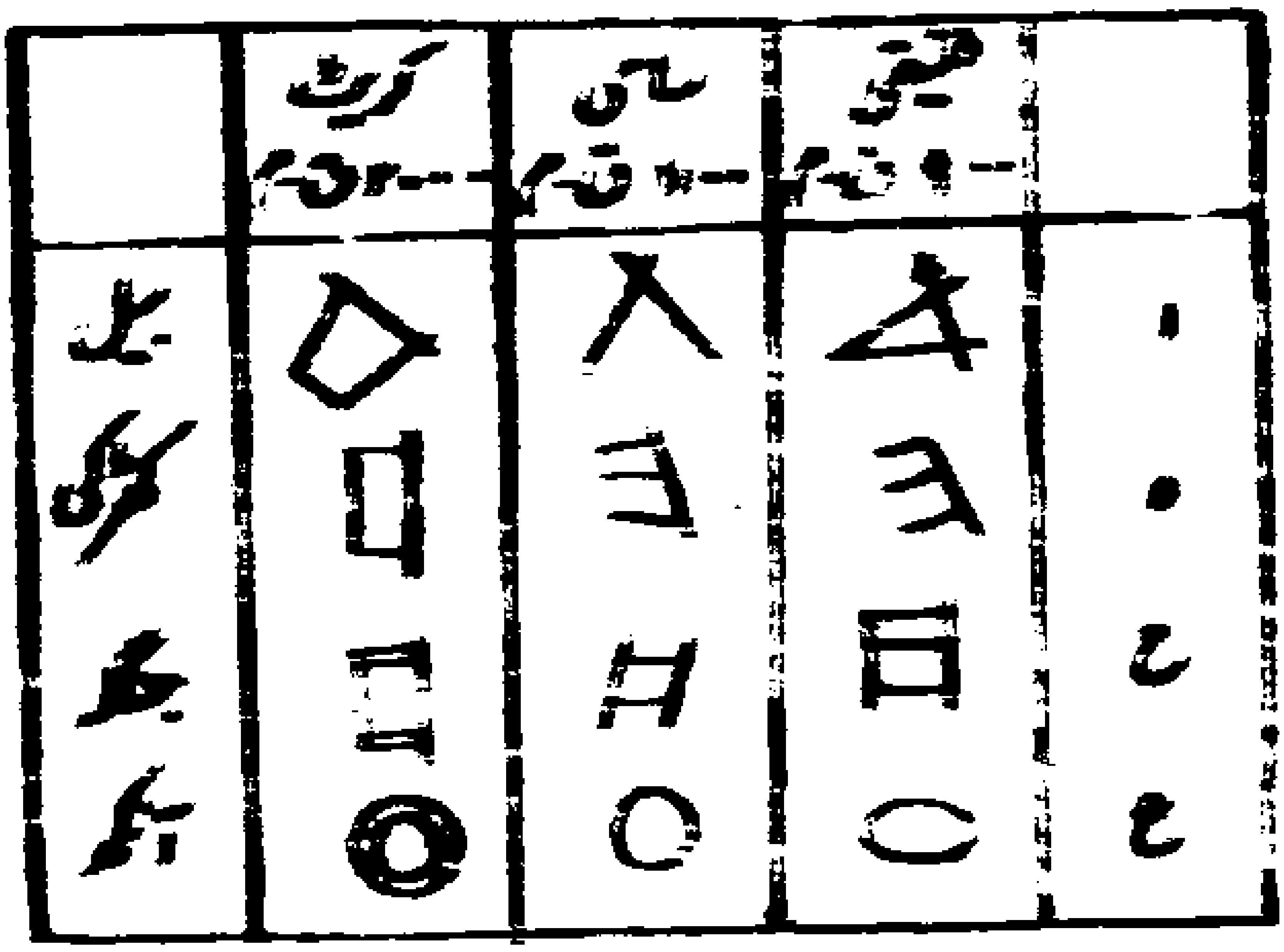
پیٹری سے پہلے کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار (M. Ed. Piette) نے کیا تھا۔ انھیں (Mas d Azil) میں کچھ گھسے گھسائے پتھر کے ٹکڑے سے ملے جن میں سے بعض پر سیدھی لکیریں کھنچی تھیں جو گنتی کی علامتیں ہو سکتی ہیں بعض پر سانپ، کیچوے، درخت اور پودوں سے مشابہ نشانات تھے اور بعض حروف تہجی سے مشابہ تھے۔ اس بنا پر انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہی نشانات[1] فنیقی حروف کا ماخذ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مذکورہ نقوش میں سے بعض فنیقی حروف سے ضرور مشابہ ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُن کی آوازیں کس اصول کی بنا پر مقرر کی گئیں اور یہ کام فنیقیوں سے پہلے کوئی دوسری قوم کیوں نہ کر سکی ایسی حالت میں ہمارے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ فنیقی اور ظروفی نقوش کی مشابہت محض اتفاقی ہے یا فنیقی حروف کی ایجاد کے وقت واقعی ظروفی نقوش پیش نظر تھے۔

ایونس کا نظریہ۔ سر آرتھر ایونس (Sir Arthur Evans) کی رائے میں فنیقی رسم خط کریٹ کے خط سے ماخوذ تھا۔ یہ نظریہ غالباً اس طرح وضع کیا گیا کہ فنیقی حروف کے جو معنی تھے اُن کی تصویریں کریٹ کے خط سے چن لی گئیں مثلاً الف کے معنی "بیل" کے تھے لہذا بیل کا نشان لے لیا۔ اسی طرح ہر حرف کے مماثل تلاش کر کے انھیں نقشے کی صورت میں مرتب کر دیا مثلاً:-

---

[1] اسپین اور فرانس میں عہد قبل تاریخ کے غاروں کی تصاویر میں اور وہاں سے ملے ہوئے ہاتھی دانت اور سینگوں پر بھی حروف سے مشابہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔



شکل ۳

یہ نظریہ قابل قبول ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں ۔

(۱) کریٹ کی تہذیب یونانی تہذیب کا ماخذ تھی لیکن یونانیوں کا رسم خط فنیقی سے ماخوذ تھا (۲) کہ سب سے بڑا ثبوت یونانی حروف کے نام ہیں جو فنیقی سے مشابہ ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب کریٹ کی لکھائی اپنے پڑوسی یونان کی لکھائی کو جنم نہ دے سکی تو فنیقیہ کی لکھائی کو کیا جنم دیتی جو یونان کے مقابلے میں کریٹ سے بہت دور ہے ۔

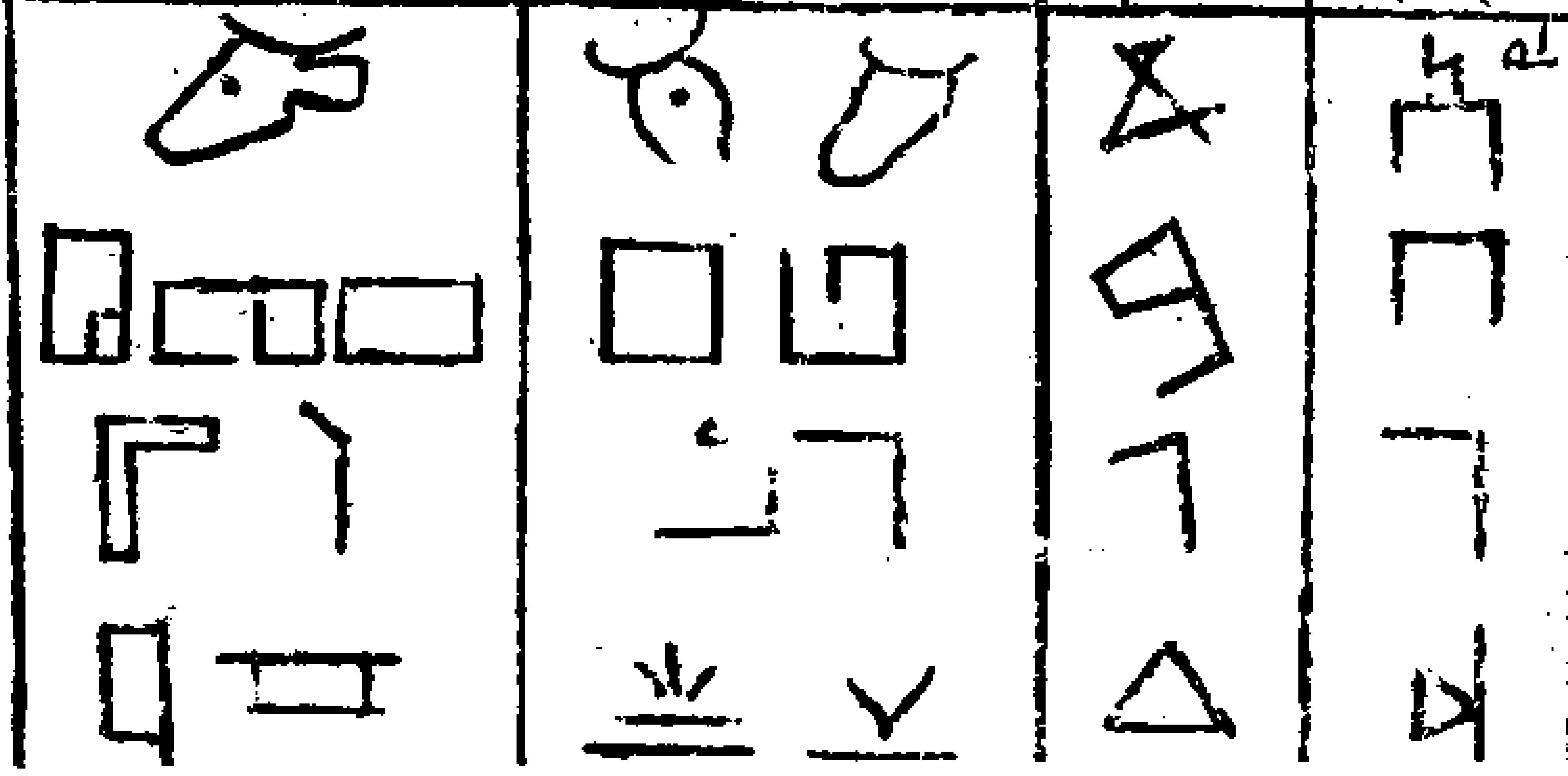
(۲) یہ بات سوچنے کی ہے کہ یونانیوں نے بجائے کریٹ کے فنیقی رسم خط کیوں اختیار کیا ۔

(۳) ابھی تک کریٹ کے تصویری خط کو پڑھا بھی نہیں جا سکا ہے ایسی حالت میں اُسے فنیقی کا ماخذ بتانا درست نہیں ۔

(۴) فنیقیہ اور کریٹ کے بعض نشانات میں مشابہت کا سبب یہ ہے کہ دونوں کم و بیش تصویری خط تھے اور تصویری رسوم خط میں ایک ہی چیز کو ظاہر کرنے والے نشانات کی مشابہت ناگزیر ہے ۔

خذ

مصری ہیروغلیفی	قدیم سینائی	سامی ابجد	
		فنیقی	سبائی
۳۰۰۰ ق-م	۱۸۰۰-۱۶۰۰ ق-م	۱۲۰۰-۹۰۰ ق-م	۸۰۰-۶۰۰ ق-م



اپڑی

گارڈنر کا نظریہ ۔ انگریزی ماہر مصریات (Dr. A. H. Gardiner) کے نزدیک فنیقی رسم خط کا ماخذ سینا کا پرانا تصویری خط ہے چنانچہ اُس کے نشانات جن کی تعداد ۳۲ سے زائد نہیں فنیقی حروف سے گہری مشابہت رکھتے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۰۸) چونکہ سینا کے رسم خط کا مصری ہیروغلیفی سے ماخوذ ہونا ثابت ہے اس لئے لزوماً پھر تو فنیقی رسم خط کا تعلق مصری ہیروغلیفی سے قایم ہو جاتا ہے جس کی تائید بعض دیگر امور سے بھی ہوتی ہے ۔

(۱) مصری رسم خط میں حروف علت کو نہیں لکھتے تھے ۔ یہی اصول فنیقی اور اُس سے ماخوذ دوسری لکھائیوں میں پایا جاتا ہے ۔

(۲) مصری رسم خط میں حروف ہجا کے وضع کرنے میں " اکرو فونی " کے اصول سے ... دی گئی تھی یعنی کسی لفظ کے شروع کی آواز لے کر بقیہ حصے کو حذف کر دیتے تھے ۔ یہی اصول فنیقی رسم خط اور اُس کی شاخوں میں پایا جاتا ہے مثلاً الف کے شروع کی آواز آ لی جاتی ہے ۔ ل اور ف کو حذف کر دیتے ہیں

(۳) سینا کا محل وقوع ایسا ہے کہ وہاں کے لوگ فنیقیہ شام اور مصر والوں کے درمیان واسطے کا کام دے سکتے تھے اس لئے بالکل ممکن ہے کہ اہل سینا نے مصری ہیروغلیفی سے بعض نشانات چن کر اپنا رسم خط ایجاد کیا اور اہل شام یا فنیقیہ نے اُس کے مقابلے میں اپنے حروف تہجی بنائے ۔

(۴) سینا کے کتبوں کے زمانے اور شمالی سامی خط کے ظاہر ہونے کے زمانے میں زیادہ فصل بھی نہیں ہے ۔

فی الحال یہ نظریہ کافی مقبول ہے تاہم بعض ماہرین اس کی صحت پر شبہ کرتے ہیں ۔ وجہ یہ کہ خود سینائی حروف کا تلفظ مشکوک ہے چنانچہ فرانسیسی عالم موریس ڈونان (Maurice Dunrod) کی رائے میں ابھی تک یہ ثابت نہیں

ہوا ہے کہ (۱) سینائی کتبوں کی زبان سامی ہے۔ (۲) سینائی خط میں "ایکروفونی" کا اصول پایا جاتا ہے۔ (۳) سینائی خط الف بائی ہے (۴) شمالی سامی خط سینا کے خط سے نکلا تھا۔

ڈاکٹر ڈرینگر کی رائے میں جب تک سینائی خط پر عبور نہ حاصل ہو جائے اُسے سامی خط کا ماخذ قرار دینا صحیح نہیں اور ابھی حال یہ ہے کہ دو چار لفظوں کو چھوڑ کر سینائی کتبے پڑھے بھی نہیں جا سکے ہیں۔

جب ہم سامی حروف کے معنوں کا سینائی اور فنیقی حروف کی اشکال سے مقابلہ کرتے ہیں (ملاحظہ ہو شکل ۱۰۸) تو بعض جگہ تو دونوں میں پوری مطابقت پاتے ہیں اور بعض جگہ اختلاف، اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ سینائی خط سامی حروف تہجی کی ایجاد کے مسئلہ کو پوری طرح حل نہیں کرتا۔

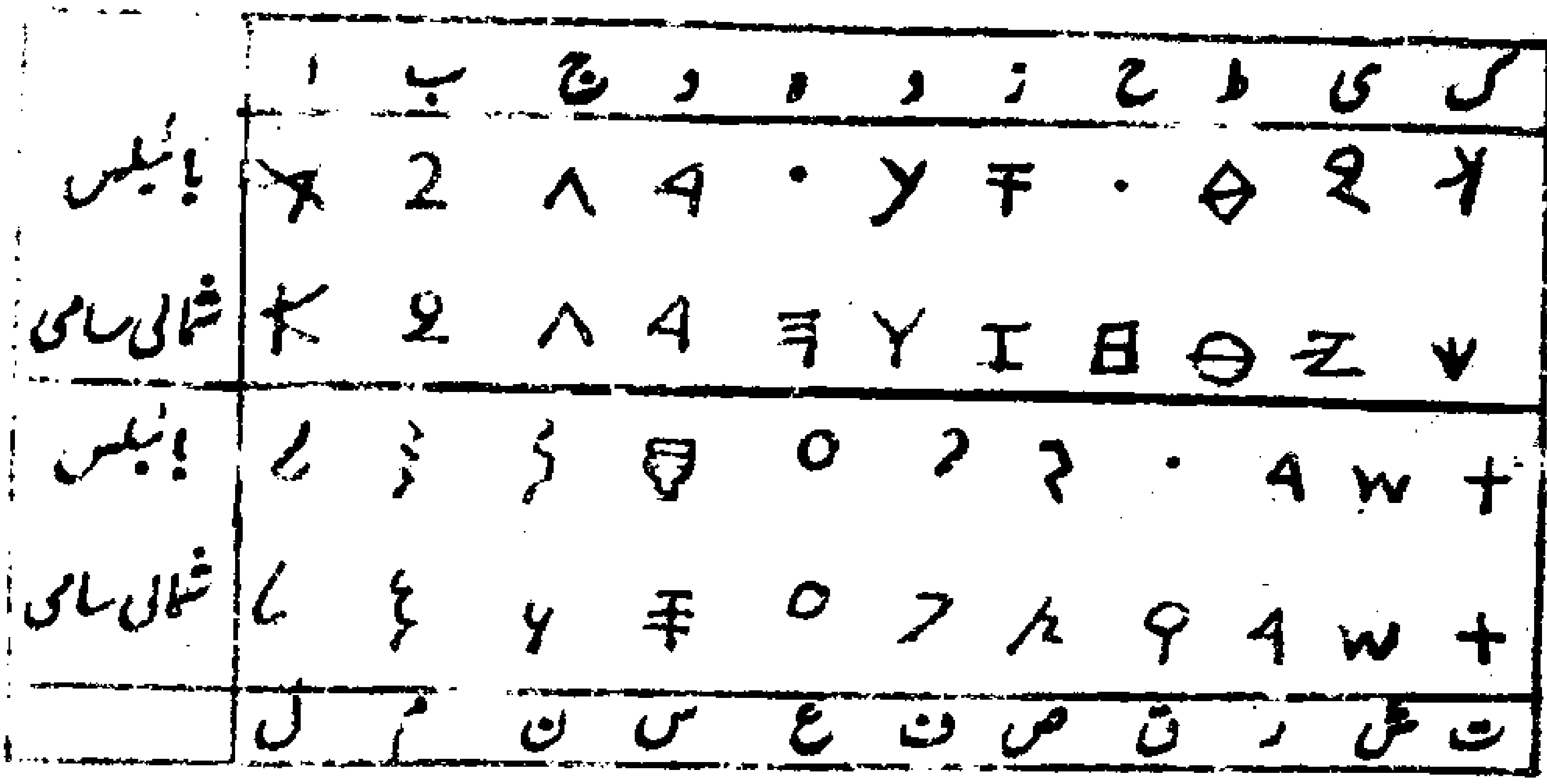
علاوہ ازیں سامی کے بعض حروف ایک دوسرے سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں مثلاً :- ان کا تصویری ماخذ ڈھونڈنا نادانی ہے :

اصل		ماخوذ	
目	ح	∃	ہ
ᒉᒉ	م	ᒉ	ن
ǂ	س	I	ز
O+	ت ع	⊕	ط

شکل ۱۰۹

دیوناں کا نظریہ۔ مارس دیوناں نے سینائی نظریے کی تردید کر کے اپنا یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ شمالی سامی خط بائبلس کے نیم تصویری خط

ماخوذ تھا۔



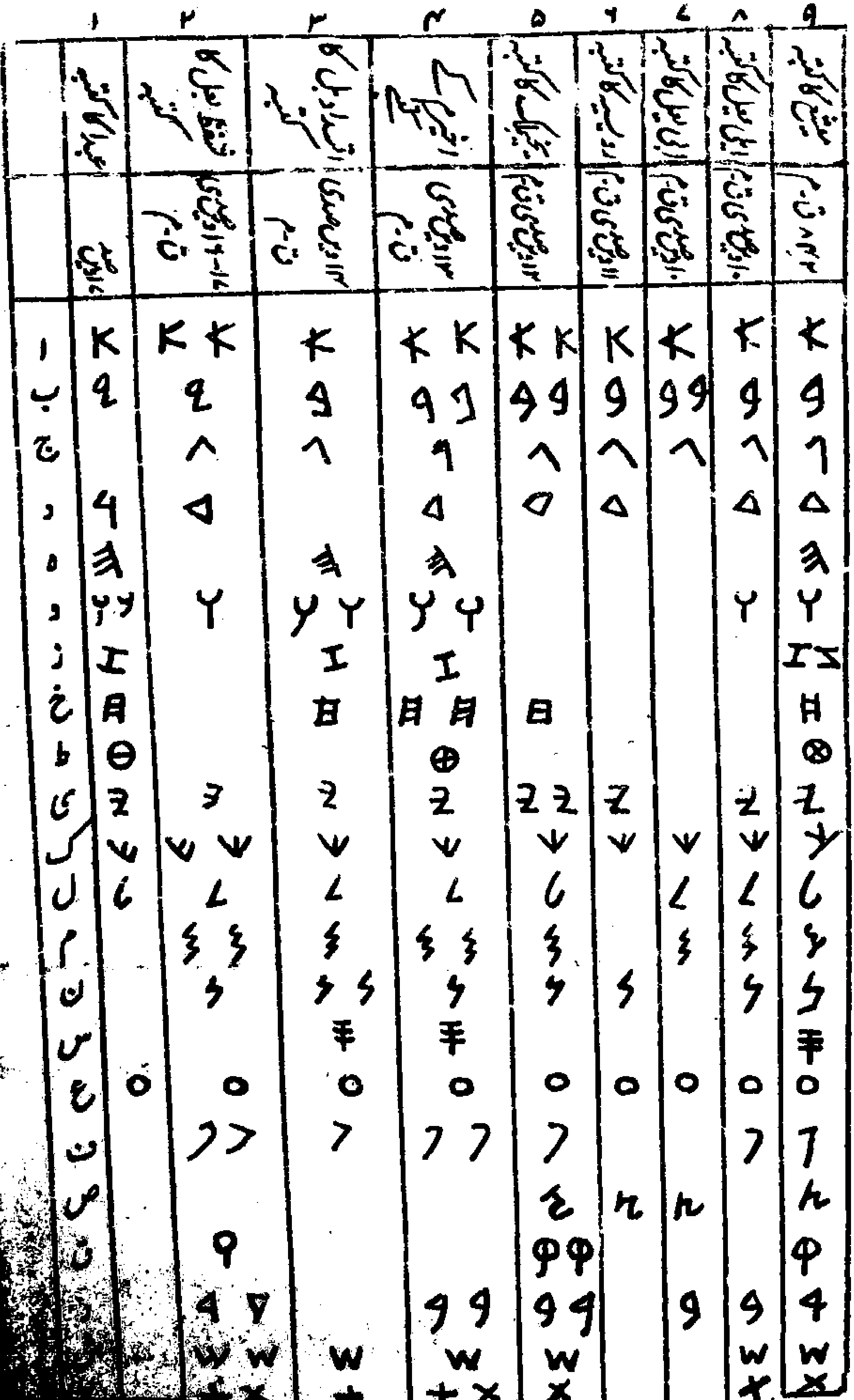
شکل ۱۱۰

یہ نظریہ بھی مشکوک ہے اور اسے کسی کی تائید حاصل نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حروف تہجی کی ایجاد کے وقت بائبلس کے نیم تصویری خط اور ظروفی نقوش سے استفادہ کیا گیا ہو لیکن اُن کی بنیاد سینائی خط ہے۔

ایجاد کا مقام اور زمانہ۔ شمالی سامی خط کی ایجاد اس علاقے میں ہوئی جو مصر اور عراق کی اعلیٰ تہذیبوں کے درمیان واقع تھا (یعنی سینا، شام اور فلسطین کے ملک) چنانچہ سامی حروف کے نام بابلی اثرات کو ظاہر کرتے ہیں اور "ایکروفونی" کا اصول اور حروف علت کا عدم استعمال مصری اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ ۱۵۰۰ ق۔م شام اور فلسطین کے باشندے حروف تہجی سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس عہد کے حروف کا جب ہم فنیقی اور ابتدائی عبرانی کتبوں کے حروف سے مقابلہ کرتے ہیں تو اُن میں گہری مشابہت پاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حروف تہجی کی ایجاد کو زیادہ زمانہ گزرا تھا۔

شمالی سامی کے قدیم ترین حروف شکل ۱۱۱ میں دکھائے ہیں۔ یہ نقشہ

شکل ۱۱۱



شمالی سامی کے قدیم ترین حروف

فرانسیسی عالم مارس دیوناں نے ۱۹۵۰ء میں مرتب کیا تھا۔ کتبوں کا زمانہ تخمینی ہے خود دیوناں نے ۱۹۲۶ء میں اخیرم کے کتبوں کا زمانہ تیرھویں صدی ق۔م سے گھٹا کر ۱۰۰۰ ق۔م متعین کیا۔ اسی طرح اسدرو بل شفط بعل اور عبدا کے کتبوں کا زمانہ بھی کم کر دیا۔ ایسی حالت میں کہنا پڑتا ہے کہ سامی کے قدیم ترین کتبے زیادہ سے زیادہ ۱۵۰۰ ق۔م کے ہیں۔ لہذا اس خط کی ایجاد اس سے دو یا تین صدی پہلے ہوئی ہوگی۔ اس کی تائید بعض دوسری باتوں سے بھی ہوتی ہے۔

تل العمرنہ کے خطوں کے زمانے (پندرھویں۔ چودھویں صدی ق م) میں شام اور فلسطین میں میخی خط رائج تھا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حروف تہجی کی ایجاد کو زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا ورنہ الف بائی خط کے سامنے میخی خط غائب ہو چکا ہوتا البتہ یہ ممکن ہے کہ سیاسی اغراض اور بین الاقوامی تجارت کے لئے میخی خط رائج ہو اور عوام اپنی ضروریات کے لئے الف بائی خط استعمال کرتے ہوں۔

راش شامرہ میں جو میخی خط رائج تھا، وہ غالباً سولھویں صدی ق م میں ایجاد ہوا تھا چونکہ اس کے بعض حروف شمالی سامی سے مشابہ ہیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۷ شکل ۵۴) اس لئے سامی خط یقیناً اس سے پہلے موجود ہوگا

۲۰۰۰ ق۔م سے شام اور فلسطین کا علاقہ ایک قسم کی تجربہ گاہ بن گیا تھا جہاں سامی اقوام ایک آسان خط کی ایجاد کے لئے کوشاں نظر آتی تھیں سینا اور راش شامرہ کے خط غالباً اسی سلسلے کی اہم کڑیاں تھیں۔

قدیم کنعانی کتبے ۔ فلسطین میں بیت شمس، گیزر، لاچش، میگدو، شیچیم، تل الحیسی، یروشلم، اور تل العجول وغیرہ مقامات میں برتنوں اور ٹھیکروں، تقریباً ایک درجن چھوٹے چھوٹے کتبے ملے ہیں جن کے نشانات کسی قدر سینائی خط سے مشابہ ہیں اور بعض شمالی سامی سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ کتبے

"کانسے کے زمانے" (Bronze Age) کے ہیں۔ غالباً گیزر اور شیچیم کے کتبے ۱۹۰۰ اور ۱۵۰۰ ق۔م کے درمیان کے ہیں۔ بیت شمس، میگدو اور لاچش کے کتبے ۱۵۰۰ اور ۱۲۰۰ ق۔م کے بیچ کے ہیں۔



شکل ۱۱۲

(۱) شیچیم کا کتبہ (۲، ۳) لاچش کے کتبے (۴) گیزر کا کتبہ

ہمیں نہیں معلوم کہ ان کتبوں کا رسم خط ایک ہے یا ایک سے زیادہ اور ان میں کل کتنے نشانات کام آتے تھے۔ بہرحال ان کتبوں کے رسم خط کو جسے "ابتدائی کنعانی خط" کہتے ہیں فنیقی رسم خط اور قدیم سینائی خط کے درمیان کی "گمشدہ کڑی" مانا جاتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر ڈرینگر نے اس نظریے کی صحت سے انکار کیا ہے۔ ان کے نزدیک سینائی اور راش شامرہ کے خط کی طرح یہ بھی حروف تہجی کی ایجاد کی محض کوشش ہے۔

ان کوششوں اور کاوشوں کی کثرت نے حروف تہجی کی ایجاد کے مسئلے کو اور الجھا دیا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان لکھائیوں کا آپس میں کیا تعلق تھا اور انھوں نے حروف تہجی کی ایجاد پر کیا اثر ڈالا؟ بہرحال سامی [illegible] کی ایجاد ۲۰۰۰ ق۔م کے بعد اور ۱۵۰۰ ق۔م کے پہلے [illegible]

وہی زمانہ تھا جسے مصر کی تاریخ میں "ہکسوس عہد" (Hyksos Period) کہتے ہیں۔ ہکسوس کے لفظی معنی "گڈریے" کے ہیں۔ یہ سامی لوگ تھے جنھوں نے مصر میں ۱۷۳۰ اور ۱۵۸۰ ق۔م کے درمیان حکومت کی۔ مصر کے علاوہ شام بھی ان کا تابع تھا۔ ممکن ہے کہ سامیوں کا یہ سیاسی عروج حروف تہجی کی ایجاد میں معاون ثابت ہوا ہو۔

سامی حروف کی خصوصیات

شمالی سامی خط ۲۲ حروف صحیحہ پر مشتمل تھا جن میں سے بعض (آ، و اور ی) کو حروف علت کی طرح بھی استعمال کرتے تھے۔ حروف علت پر زور نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ سامی زبان کے ہر لفظ کا مادہ محض حروف صحیحہ سے مرکب ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک سامی خط کو الف بائی خط نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں حروف صحیحہ اور حروف علت میں تفریق نہیں کی جاتی۔ ان کے نزدیک الف بائی خط کے اصل موجد اہل یونان تھے جنھوں نے حروف صحیحہ اور حروف علت کے لئے علیحدہ علیحدہ علامتیں وضع کی تھیں۔

تلفظ۔ سامی حروف کے قدیم ناموں اور ان کی آوازوں کو عبرانی نے بڑی حد تک محفوظ رکھا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ موجودہ عبرانی حروف کے جو نام ہیں وہی قدیم سامی حروف کے تھے لیکن غالب خیال یہی ہے کہ دونوں میں زیادہ فرق نہ رہا ہوگا۔ یونانی حروف کے نام ان کی صورتوں کی طرح شمالی سامی سے ماخوذ ہیں (ملاحظہ ہو شکل ۱۰۸)۔ یونانی کے پہلے دو حروف الفا اور بیٹا کی رعایت سے ہی انگریزی میں حروف تہجی کو ایلفابیٹ (Alphabet) کہتے ہیں۔ عبرانی کے کل نام حروف صحیحہ پر ختم ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے یونانی حروف کے

اخیر میں حرف علت آ کی آواز شامل رہتی ہے جیسے ایلفا ، بیٹا، گاما، ڈیلٹا وغیرہ۔ بعض علماء کے نزدیک یہ چیز آرامی زبان کے اثر کو ظاہر کرتی ہے گویا اہل یونان نے حروف تہجی آرامیوں کے توسط سے حاصل کئے تھے لیکن بعض کے نزدیک یہ چیز یونانی زبان کے قواعد کے مطابق ہے۔ چونکہ اہل یونان نے سامی خط دسویں صدی ق۔م میں اختیار کیا تھا اس لئے یہ نام بھی اُسی زمانے کے ہوں گے البتہ یہ ممکن ہے کہ اُس وقت اِن کا تلفظ آج کل سے کسی قدر مختلف رہا ہو۔ بعض ایسی تحریریں بھی موجود ہیں جن میں عبرانی اور یونانی حروف کے نام محفوظ ہیں چنانچہ عبرانی حروف کے نام "عہد نامہ قدیم" کے اُس ترجمے میں پائے جاتے ہیں جسے دوسری یا تیسری صدی ق۔م اسکندریہ میں ۷۰ علماء نے کیا تھا یہ ترجمہ ہفتادی (Septuagint) کہلاتا ہے۔ اسی طرح یونانی حروف کے نام چوتھی یا پانچویں صدی ق۔م کے بعض کتبوں میں پائے جاتے ہیں

معنی۔ سامی حروف تہجی میں دو چار کو چھوڑ کر بقیہ کے معنی ہیں۔ چونکہ عربی حروف کے بیشتر نام مختصر ہو گئے ہیں اس لئے اُن کے معنوں پر پردہ پڑ گیا ہے تاہم عین بمعنی "آنکھ" اور نون بمعنی "مچھلی" وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے ان کے لئے آنکھ اور مچھلی وغیرہ کی تصویریں بنائی جاتی ہوں گی۔

موجودہ عبرانی حروف کے نام قدیم سامی سے قریب تر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے معنی ہیں۔ عبرانی کے بعد یونانی حروف کے نام ہیں جو بے معنی ہیں شکل ۱۰۰ میں سامی حروف کے نام اور اُن کے معنی درج کئے گئے ہیں یہ معنی مختلف مستشرقین کی تحقیقات پر مبنی ہیں۔ بعض حروف کے معنوں میں اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا مادہ مختلف عالموں نے مختلف قرار دیا ہے۔ ایسے مشتبہ معنی یہ ہیں:۔

(ز) ہتھیار ، ترازو ، زیتون ۔ (ح) جنگلہ ، جھاڑی ، کھڑکی ۔ (ط) روئی ، اون یا سوت کا گولہ ، سانپ ۔ (ل) عصا ، آنکس ، جانوروں کو ہُکسانے کا آلہ ۔ (س) مچھلی ، سہارا ، روک ۔ (ق) بندر ، کان ، سوئی کا ناکہ ، گردہ گُدّی ، پنجرا ۔ (ص) مچھلی پکڑنے کا کانٹا ، نیزہ ، درانتی ، ناک ، زینہ ، بوٹ (ہنڈا)

ترتیب ۔ عبرانی میں حروف کی عددی قیمتیں مقرر ہیں اور اُن کی ترتیب اس طرح ہے :۔

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰

حروف کی یہ ترتیب نہایت قدیم ہے چنانچہ عبرانی کے علاوہ یونانی اور کسی حد تک رومن میں بھی محفوظ ہے ABCD اَ بَ جَ دَ کے KLMN کَ لَ مَ نَ کے اور QRST قَ رَ شَ تَ کے مقابل ہیں ۔ عربی میں اس ترتیب کو ترتیب ابجد کہتے ہیں کیونکہ پہلے چار حروف کو ملا کر پڑھنے سے لفظ ابجد بنتا ہے ۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حروف کی ترتیب میں معنوی لحاظ رکھا جاتا ہے :۔

ی (ید) بمعنی	ہاتھ	}	دونوں کا تعلق ظاہر ہے
ک (کف) "	ہتھیلی	}	اس لئے پاس پاس رکھے گئے
م (ماء) "	پانی	}	دونوں کا رشتہ کھلا ہوا ہے

ن (نون) یعنی مچھلی ہے اس لئے یکجا کر دیا[1]
ع (عین) یعنی آنکھ } دونوں اعضائے جسم ہیں
ف (فم) یعنی دہان } اس لئے ایک پاس رکھا
ر (راس) یعنی سر } یہ بھی جسم کے حصے ہیں
ش (شن) یعنی دانت } اس لئے ایک ساتھ رکھا

عددی قیمتیں۔ عبرانی خط میں پہلے ۹ حروف اکائیاں ظاہر کرتے ہیں، دوسرے ۹ دہائیاں اور باقی سیکڑے حروف سے اعداد کے اظہار کا یہ طریقہ غالباً سامی قوم کی ایجاد تھا۔ جب کسی قوم نے سامی خط اختیار کیا اور اپنی ضروریات کے مطابق کچھ نئے حروف ایجاد کئے تو اُن سے رسماً اعداد بھی منسوب کئے چنانچہ عبرانی میں حروف سے ۴۰۰ تک، یونانی میں ۹۰۰ تک، عربی میں ۱۰۰۰ تک، جارجین میں ۱۰۰۰۰ تک اور آرمینین میں ۲۰۰۰۰ تک اعداد منسوب ہیں۔ چونکہ سامی قوم سے پہلے کسی قوم نے حروف سے اعداد کا اظہار نہ کیا تھا اور ہر رسم خط میں گنتیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ علامتیں مقرر تھیں۔ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ اول اول حروف سے اعداد منسوب کرنا حسابی ضروریات کی بنا پر نہ تھا۔ حروف سے اعداد منسوب کرنے کی تحریک غالباً بابلی مذہب کے زیر اثر ہوئی۔ اہل بابل نے اپنے دیوی دیوتاؤں سے کچھ اعداد منسوب کئے تھے مثلاً ارتن سے ۱۰، اینتر سے ۱۵، شماش (شمس) سے ۲۰، مردوک سے ۲۵، سین سے ۳۰، آیا سے ۴۰، بیل (Bel) سے ۵۰، آنو سے ۶۰[1]۔ یہ انتساب اعداد کس اصول یا قاعدے کی

---

[1] بارہ بروج میں گیارھواں نشان دَلو (ڈول) اور بارھواں حوت (مچھلی) ہے۔ [illegible] انگریزی میں (Acquarius) اور (Pisces) کہتے ہیں جن کے معنی "پانی [illegible]" اور "مچھلی" کے ہیں ان کے لئے یہ علامتیں ہیں ♒ ♓

1. Hastings "Encylopaedia of Religion & Ethics" [illegible] No. 6 Page 251

بنا پر تھا ہم نہیں کہہ سکتے ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سین یعنی چاند کے دیوتا سے ۳۰ منسوب کرنے کی وجہ قمری مہینے کے ۳۰ دن تھے ۔ آسمان کا دیوتا انو اُن کا سب سے بڑا معبود تھا (یہی دیوتا ہندوؤں میں برہما، یونانیوں میں زیوس اور رومیوں میں جیوپیٹر کہلاتا ہے) جس سے ۶۰ منسوب کرنا اس بنا پہ تھا کہ یہ عدد اُن کے حساب میں خاص اہمیت رکھتا تھا ۔ اُن کے حساب کی بنیاد ۶۰ پر تھی (جیسے ہمارے حساب کی بنیاد ۱۰ پر ہے) اسی لئے انھوں نے گھنٹے کے ۶۰ منٹ اور منٹ کے ۶۰ سکنڈ مقرر کئے تھے اور وقت کی یہ تقسیم ابتک چلی آتی ہے ۔

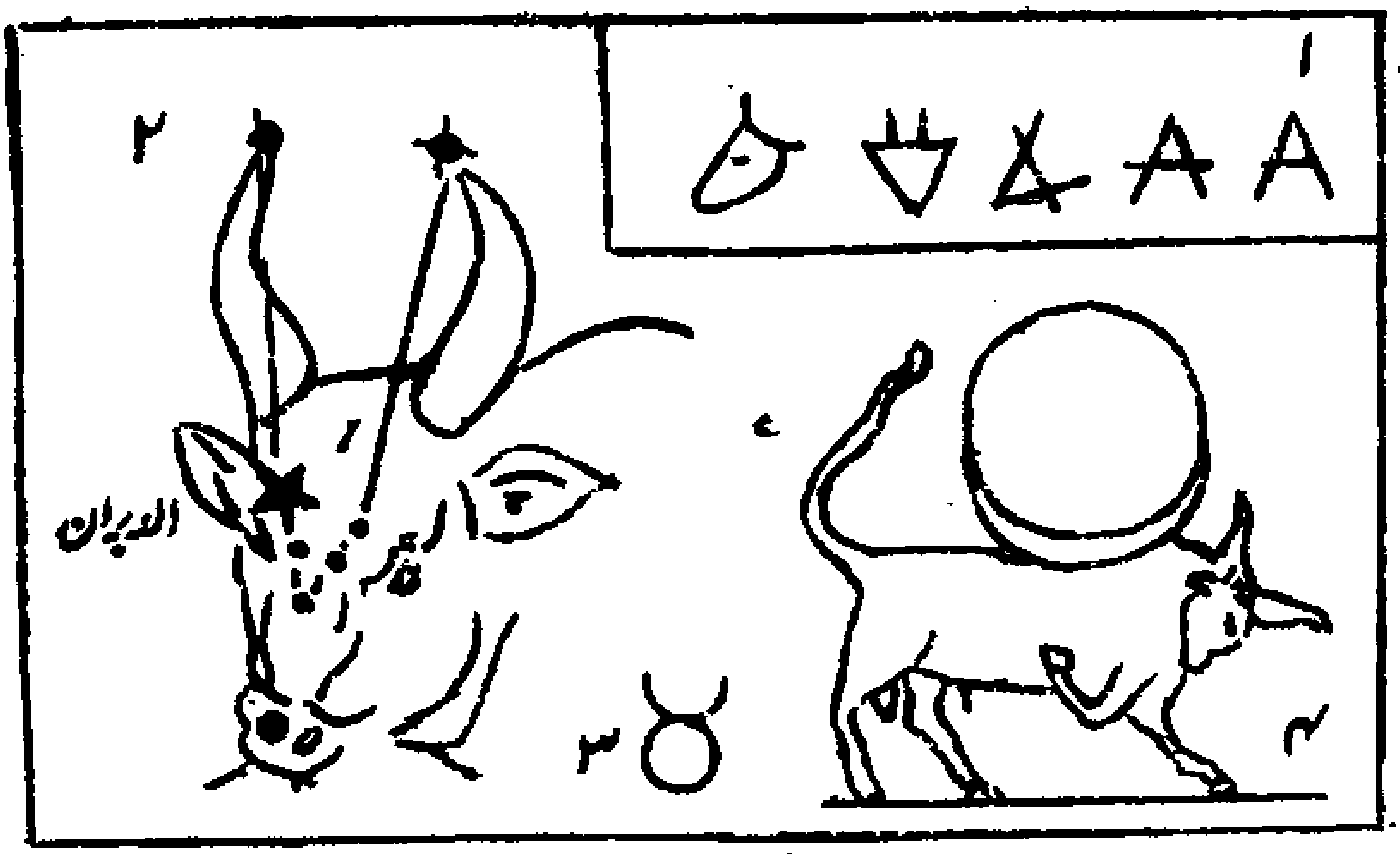
دیوتاؤں سے اعداد منسوب کرنے کی نقل حروف کے سلسلے میں کی گئی اور یہ انتساب بھی کسی حد تک بااصول تھا مثلاً بابل والوں نے پانی کے دیوتا ایا سے ۴۰ منسوب کیا تھا اور یہی عدد حروف تہجی میں میم سے منسوب ہے جس کے معنی "پانی" کے ہیں ۔

ہمارے حروف پر علم نجوم کا بھی کچھ اثر نظر آتا ہے چنانچہ الف کو شروع میں رکھنا محض اتفاق نہیں ہے بلکہ اس کا ایک خاص سبب ہے ۔ زمانۂ قدیم میں ثور یعنی "بیل" کو بارہ بروج میں اولیت کا شرف حاصل تھا ۔ جب آفتاب اس برج میں داخل ہوتا تو سال کا آغاز ہوتا چنانچہ مصری اور کلدانی برجوں کی جو شکلیں ہم تک پہنچی ہیں اُن میں اس کا پہلا مقام ہے[۱۱]۔ بابل کے پہلے حکمراں خاندان کے زمانے (تقریباً ۲۰۰۰ ق ۔ م) سے بابلی سال کا پہلا مہینہ جسے نسان کہتے تھے الدبران کے طلوع سے شروع ہوتا جو ثور راول کا سرخ ستارہ ہے

---

[۱۱] Charles Whyte "Constellations & Their History" (London, 1928) Pages 100-101

اور برج ثور کے پچھلے حصے میں واقع ہے (اسے اہل عرب عین ثور اور قلب ثور کہتے تھے) اس کے تقریباً ۱۲۰۰ سال کے بعد اس ستارے کی جگہ حمل نے لے لی جو برج حمل کا منور ترین ستارہ ہے۔[1]



شکل ۱۱۳

(۱) حرف اے کا ارتقاء (۲) برج ثور کے ستارے[2] (۳) ثور کی موجودہ علامت (۴) قدیم مصری علامت[3]

زمانۂ قدیم میں بیل کو سورج دیوتا کا ارضی نمائندہ مانا جاتا تھا چنانچہ مصر، عراق، ایران اور ہندوستان میں بیل کی پرستش کا عام رواج تھا۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ کے زمانے میں گوسالۂ سامری کی پرستش کی تھی اور ہندوؤں میں بیل کو اب بھی تقدس کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

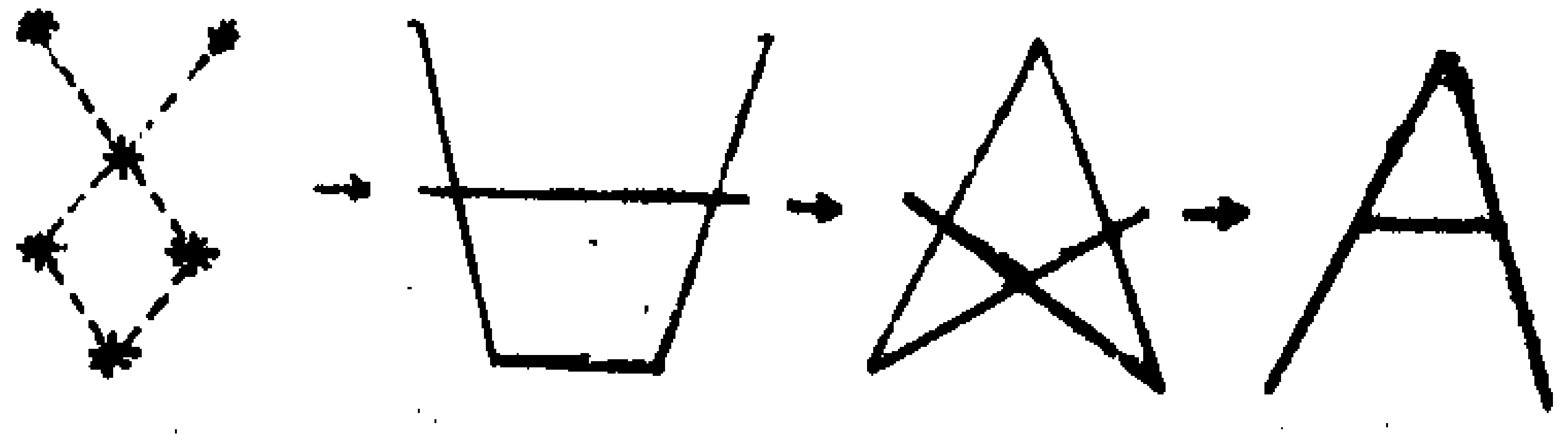
---

1. Hutchinson's "Splendour of the Heavens" (London) Page 660
2. Zim. Baker "Stars" (New York) Page 93
3. A. Churchward "Origin & Evolution of Religion (London, 1924) Page 221

چونکہ ثور کو پہلا برج مانا جاتا اسی لئے حروف تہجی میں الف (آشوری الپو بمعنی "بیل") کو سب سے پہلے رکھ کر عدد ایک منسوب کیا گیا چنانچہ الف کی قدیم صورت بیل کے سر سے مشابہ تھی جس میں سینگ و کان سب ہی نمایاں تھے اور یہ عجب اتفاق ہے کہ اس حرف نے ایک عمودی خط کی صورت اختیار کر لی ہے جو اس کا انتسابی عدد ہے اور یہی عمودی خط ہندوستانی لکھائیوں میں آ کی ماترا ہے۔

ہندوستانی، رومن اور یونانی کے پہلے حروف ا، آ، اے اور الفا کا شروع میں رکھا جانا سامیوں کی نقل ہے۔

حال میں مشہور عالم (Hugh A.Moran) نے حروف کی ایجاد کے بارے میں ایک خاص نظریہ پیش کیا ہے۔ وہ چالیس سال تک اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہمارے حروف کا تعلق چینیوں کے ادوار اور ۲۸ منازل قمر (نکشتر) سے ہے۔ مجھے اس سے اختلاف ہے اس لئے کہ سامی حروف کی ایجاد اس علاقے میں ہوئی تھی جو مصر اور عراق کے درمیان واقع ہے اس لئے سامی حروف پر مصری اور بابلی علم نجوم کا اثر تو ممکن ہے لیکن چینی علم تنجیم کا اثر سمجھ میں نہیں آتا موصوف نے حرف الف کا ارتقا برج ثور کی علامت سے دکھایا ہے:۔



شکل ۱۱۴

لیکن جو شکل انھوں نے برج ثور کے ستاروں کو ملا کر بنائی ہے وہ درست نہیں
(شکل ۱۱۳ سے مقابلہ کیجئے) رہا برج ثور اور الف کا تعلق سو اسے میں نے
موصوف کا مضمون[1] پڑھنے سے ڈھائی سال پہلے ہی دریافت کر لیا تھا[2]۔

---

[1] Hugh A. Moran "Origin of Alphabet" Sunday Chronicle (Bombay) Sept. 22, 1957

[2] "فن تحریر کی تاریخ" نگار بابت اپریل ۱۹۵۵ء

۱۶

جنوبی سامی رسم خط

یمن کی تاریخ - مسیح سے پہلے کی دس صدی تک یمن ایک اعلیٰ تہذیب کا مرکز تھا - اہل روم اُسے "عرب زرخیز" (Arabia Felix) کہتے تھے - ملایا، ہندوستان اور مشرقی افریقہ کا مال یہیں سے ہوکر بحر روم کے ممالک کو جاتا تھا۔ یہاں وقتاً فوقتاً پانچ حکومتیں قائم ہوئیں -

۱- حکومت معین (Minaean Kingdom) یمن کی قدیم ترین حکومت تھی - اس کا مرکز معین تھا - معینی زبان کے بیشتر کتبے ۸۰۰ ق - م کے ہیں - یہ شمالی عرب میں یہ مقام العلا ملے ہیں جو کسی وقت ایک بڑا تجارتی مرکز تھا - ۷۰۰ ق م قتابن ریاست نے اہل سبا کو اپنی طرف ملا کر حکومت معین کو ختم کر دیا -

۲- حکومت سبا (Sabaean Kingdom) اس کا دارالحکومت مارب تھا - مذہبی روایات کے مطابق ملکۂ سبا (بلقیس) ۹۵۰ ق - م حضرت سلیمان سے ملی تھی اور تحائف پیش کئے تھے - سبائی کتبوں میں اس واقعہ کا ذکر نہیں پایا جاتا - یہ کتبے آٹھویں صدی ق م یا اس سے کچھ پہلے کے ہیں -

مذہبی روایات میں سبا والوں کا سیل عرم سے تباہ ہونا ظاہر کیا جاتا ہے - عرم ایک بند کا نام تھا جس کا تہائی حصہ ابتک باقی ہے -

۳- حکومت حمیر ۱۱۵ ق م اہل حمیر (Himyarites) نے سبا والوں کو شکست دی۔ ان کا مرکز ریدان تھا - چوتھی صدی عیسوی میں اہل حبشہ ان پر غالب آگئے اور عرب میں اپنی حکومت قائم کر لی - ۵۷۵ء میں اہل فارس نے حبشہ والوں کو

نکال باہر کیا اور یمن میں اپنے گورنر مقرر کئے۔ ۶۲۲ء میں ظہور اسلام کے بعد
جنوبی عرب سے ایرانی اقتدار ختم ہو گیا۔

معینی، سبائی اور حمیری کے علاوہ جنوبی عرب کی دوسری حکومتیں حضرموت
اور قتبان کی تھیں لیکن یہ زیادہ اہم نہ تھیں۔ ان کے بارے میں ہماری معلومات
ناکافی ہیں۔

جنوبی سامی رسم خط کے کتبے دو قسم کے ہیں (۱) شمالی عرب کے کتبے
اور (۲) جنوبی عرب کے کتبے۔

جنوبی عرب کے کتبے۔ یہ پتھر اور دھات کی تختیوں پر کندہ ہیں۔
تقریباً ۲۵۰۰ کتبوں کی نقلیں معہ تشریح کے کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔
ان کی پانچ قسمیں ہیں (۱) معینی، (۲) سبائی (۳) حمیری (۴) قتبانی،
(۵) حضرموتی۔

ان کتبوں کا رسم خط جو ۲۹ حروف پر مشتمل ہے نہایت خوشنما اور سڈول
ہے۔ حروف کو بغیر ملائے جدا جدا لکھا گیا ہے اور الفاظ کو ایک عمودی خط کے
ذریعہ علیحدہ کیا ہے۔ شروع میں حروف زاویے دار تھے۔ بعد میں ان کے
کنارے گول ہونے لگے اور ان میں گھماؤ پیدا ہو گیا۔

بیشتر کتبے دائیں سے بائیں کو لکھے گئے ہیں لیکن بعض دو رخی ہیں یعنی باری
باری ایک سطر دائیں سے بائیں کو لکھی گئی ہے اور دوسری بائیں سے دائیں کو۔
ان میں واضح طور پر دو زبانیں معینی اور سبائی نظر آتی ہیں۔ معینی ہی کی ایک قسم
قتبانی ہے۔ موجودہ زبانوں میں مہری، شجری اور سقوطری ان قدیم زبانوں سے
رشتہ رکھتی ہیں۔ یہ کل زبانیں اور حبشہ کی زبان جنوبی سامی کہلاتی ہیں۔ [illegible]
مشرقی سامی (بابلی، آشوری وغیرہ) اور شمالی مغربی سامی (فنیقی [illegible]

عبرانی وغیرہ) سے گہرا تعلق ہے ۔

شمالی عرب کے کتبے ۔ یہ شمالی مغربی عرب، شام اور شرق اردن میں ملے ہیں۔ انھیں خانہ بدوش قبیلوں نے چٹانوں پر کندہ کیا تھا۔ یہ کتبے چھوٹے ہیں اور ان میں سے بیشتر کا رسم خط ٹیڑھا میڑھا اور گھسیٹ ہے ان کی تین قسمیں ہیں :-

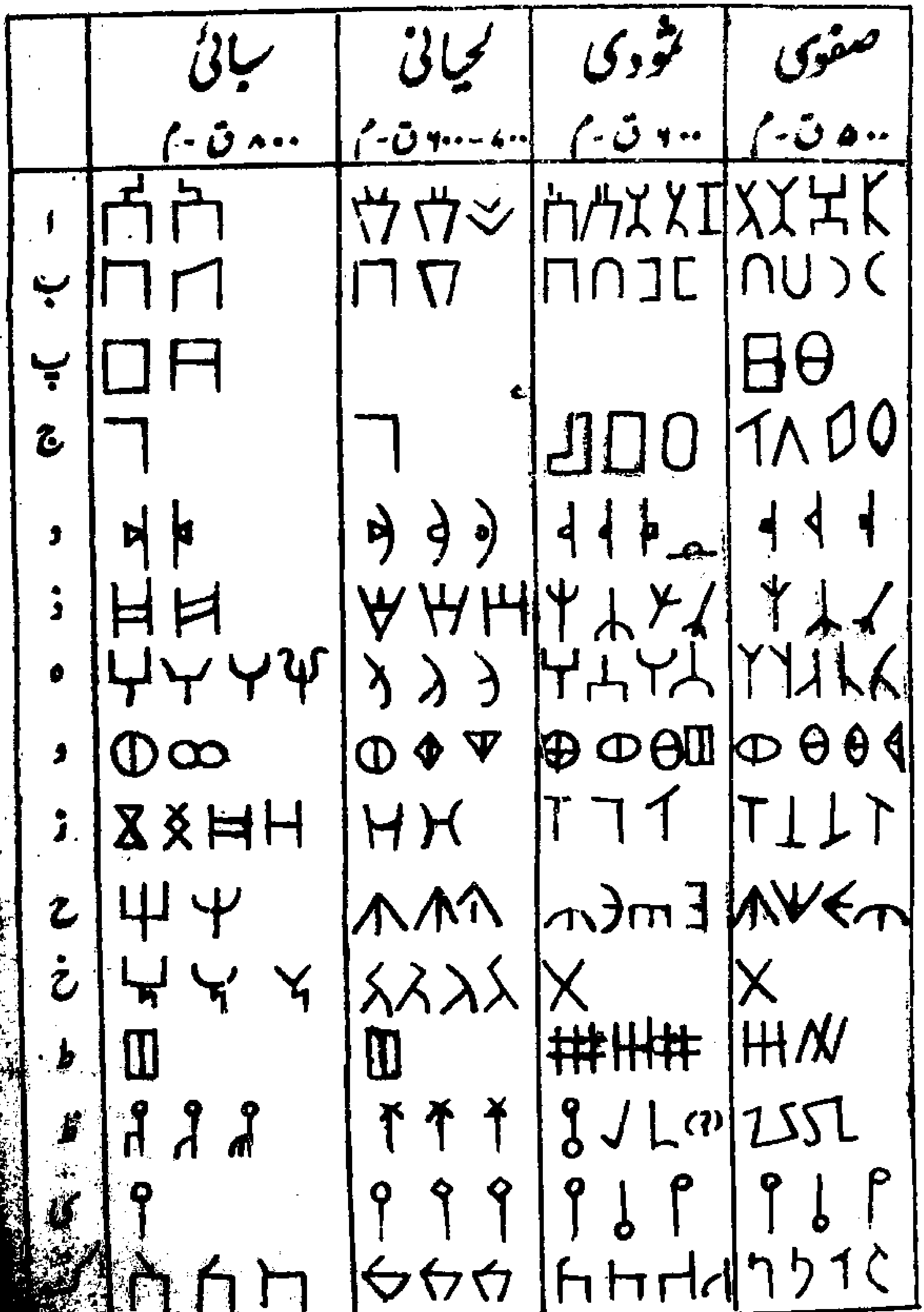
(۱) **ثمودی کتبے** ۔ ثمود، مغربی عرب کی ایک پرانی قوم تھی جس سے تقریباً ۱۷۵۰ کتبے یادگار رہیں۔ ان کے زمانے کے بارے میں اختلاف ہے ۔ قدیم ترین کتبے پانچویں صدی ق۔م کے اور جدید ترین چوتھی صدی عیسوی کے ہیں۔

(۲) **دیدانی اور لحیانی کتبے**۔ دیدان ایک آزاد ریاست تھی جو موجودہ العلا کے نخلستان (شمالی حجاز) میں واقع تھی۔ اس کے قدیم ترین کتبے ساتویں یا چھٹی صدی ق۔م کے ہیں ۔

شمالی عرب میں ایک مشہور قبیلہ بنی لحیان تھا۔ اس کے کتبے جو پانچویں سے لیکر دوسری صدی ق۔م تک کے ہیں العلا میں ملے ہیں۔ انکے رسم خط کو جدید دیدانی کہا جاتا ہے۔

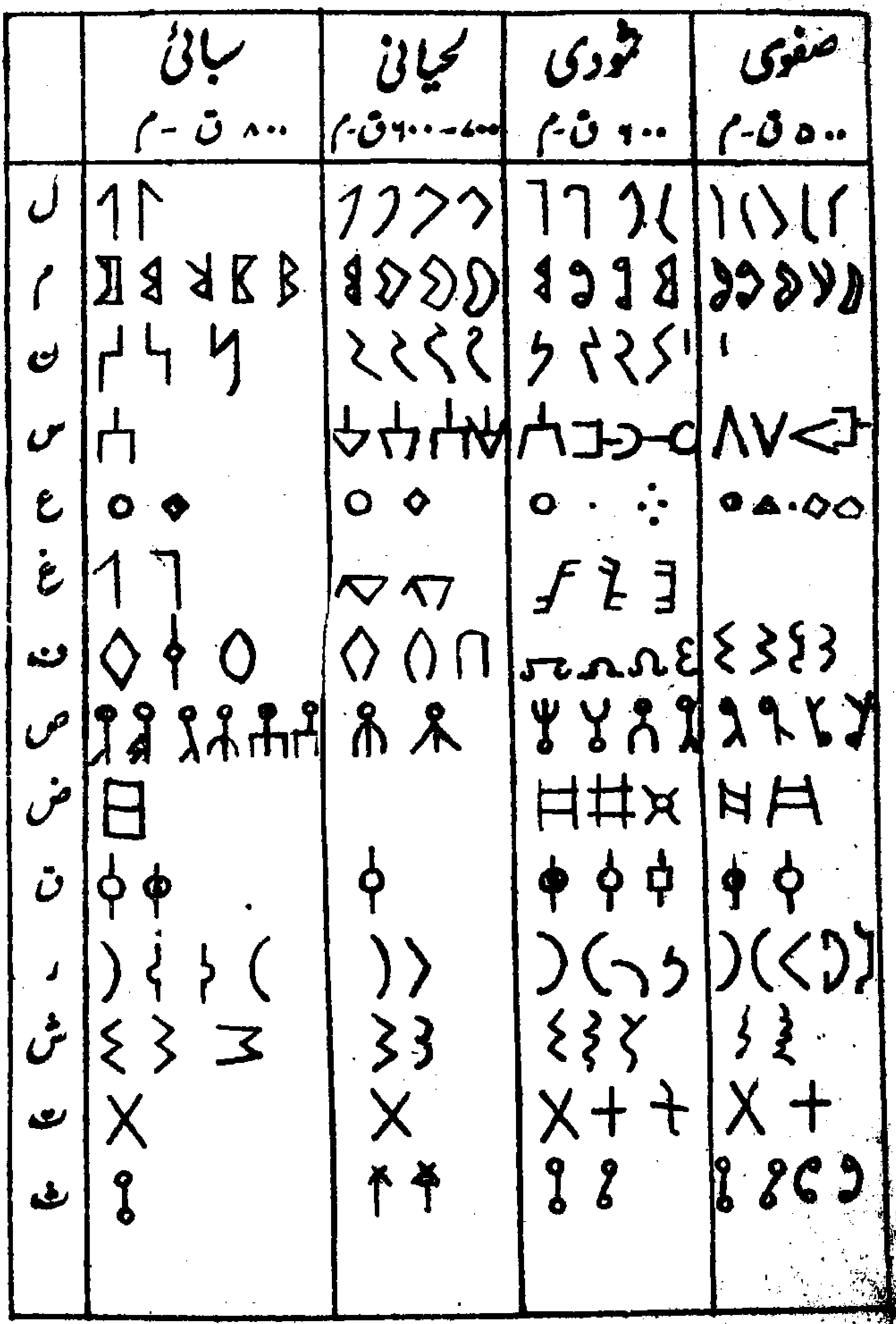
(۳) **صفوی کتبے** ۔ صفاۃ دمشق کے جنوب مشرق اور جبل حوران کے مشرق میں ایک چٹانی علاقہ ہے ۔ یہاں ہزاروں کتبے ملے ہیں جن میں قدیم ترین پانچویں صدی ق۔م کے اور جدید ترین دوسری صدی عیسوی کے ہیں۔ اسی مقام پر آرامی کتبے پائے گئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں دو مختلف قومیں آباد تھیں ایک جنوبی عربی اور دوسری شمالی۔ جوزیف ہیلیفی (Joseph Halevy) کا خیال تھا کہ ان میں سے بہت سے کتبوں کو ان ثمودی سپاہیوں نے کندہ کیا تھا جو رومی افواج میں شامل تھے لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ کتبے ان قومی قبایل کی یادگار ہیں جو چراگاہوں کی تلاش میں صفاۃ تک پہنچ گئے تھے ، ان کتبوں کے حروف شکل ۱۱۵ میں ملاحظہ ہوں ۔

شکل ۱۱۵



جنوبی سامی رسم خط

شکل ۱۱۵



جنوبی سامی رسم خط

ایجاد کا مسئلہ۔ جنوبی سامی کے صرف ۹ حروف شمالی سامی سے مشابہ ہیں :-

آواز	جنوبی سامی	شمالی سامی
ت	X	X
ش	٤	w
ق	ϕ	Φ
ع	o	o
ن	ր	ካ
ل	1	6
ط	◫	●
ز	H	I
ج	7	1

شکل ۱۱۶

باقی حروف کی شکلیں مختلف ہیں۔ اس سے بعض عالموں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جنوبی سامی خط براہ راست شمالی سامی سے ماخوذ نہ تھا بلکہ دونوں کا ماخذ ایک تھا۔ اس سلسلے میں تین خاص نظریے پیش کیے گئے ہیں۔

(۱) ڈاکٹر ایلن گارڈنر کے نزدیک دونوں کا ماخذ سینا کا رسم خط تھا۔

(۲) مارس دیوتاں کی رائے میں جنوبی سامی رسم خط بائبلس کے نیم تصویری خط سے رشتہ رکھتا تھا۔ سبائی رسم خط میں انھیں ۱۸ نشانات بائبلس کے رسم خط سے کلیتہً مشابہ نظر آتے ہیں اور ۳ کسی قدر۔ اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ اہل سبا نے صرف حروف کی شکلیں بائبلس کے رسم خط سے لی تھیں اور اُن کی آوازوں کا اتباع نہیں کیا تھا۔

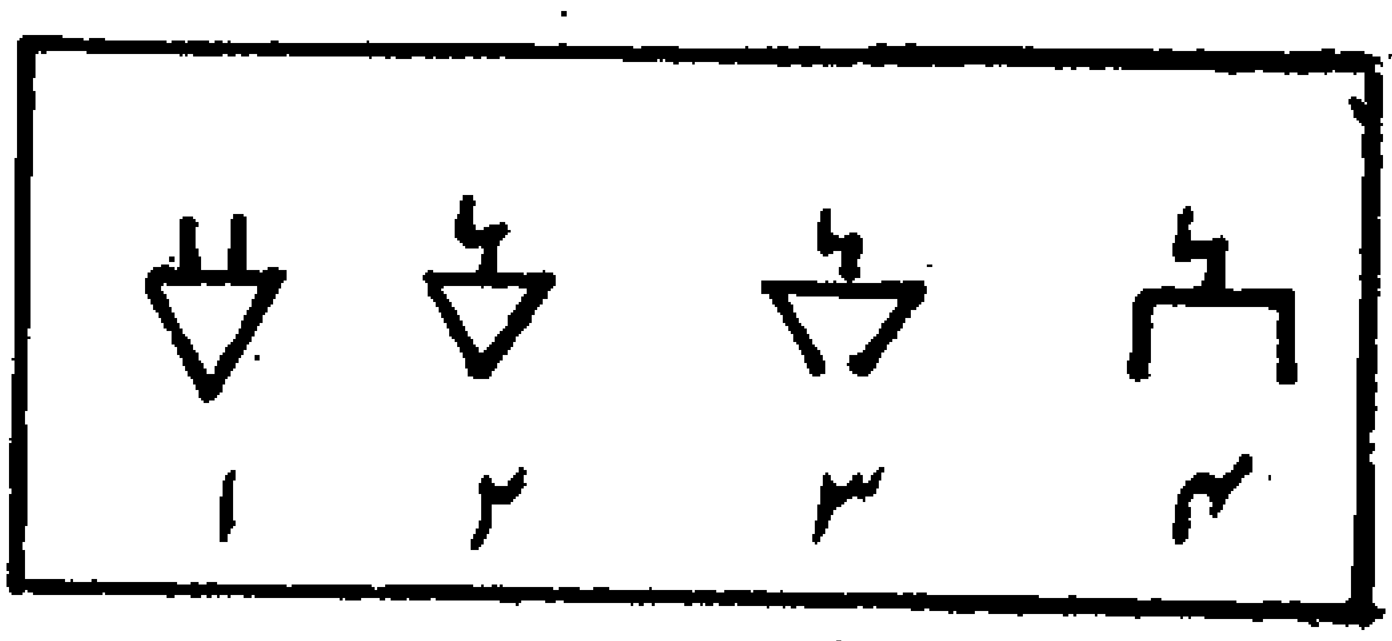
(۳) ڈاکٹر ڈرینگر کی رائے میں جنوبی عرب کے مہذب لوگوں نے جس وقت شمالی سامی رسم خط سے واقفیت حاصل کی تو انھیں خود اپنا رسم خط ایجاد کرنے کی تحریک ہوئی۔ اُن کے سامنے مصر اور عراق کے پیچیدہ رسوم خط بھی تھے اور شمالی سامی خط بھی۔ انھوں نے آخرالذکر کو اپنی ایجاد کی بنیاد بنایا اور بعض نشانات دیگر ذرایع سے حاصل کیے مثلاً وہ علامات جن [illegible]

امتیاز کے لئے بناتے تھے ۔

ان میں سے پہلا مقبول ترین نظریہ ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ جنوبی سامی کی ایجاد میں بابلس کے نقوش اور بدوؤں کے امتیازی نشانات سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہو ۔

یہ بات ابھی تک غیر واضح ہے کہ جنوبی سامی رسوم خط میں قدیم ترین کون تھا اور اس کی ابتدائی صورت کیا تھی ؟ جب تک یہ دو باتیں یقینی طور پر نہ طے ہو جائیں جنوبی سامی کا سینا کے رسم خط سے متعلق ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

علمائے مغرب کے نزدیک جنوبی سامی میں معینی اور سبائی قدیم ترین رسوم خط تھے برخلاف اس کے مجھے لحیانی حروف کی شکلیں معینی اور سبائی سے زیادہ پرانی معلوم ہوتی ہیں (لحیانی کو جدید مانا جاتا ہے) مثلاً الف کو لیجئے ۔ اگر ہم اپنی قوت متخیلہ سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ جنوبی سامی میں الف پہلے نشان نمبر ۱ (شکل ۱۱۷) کی طرح بنایا جاتا ہوگا ۔



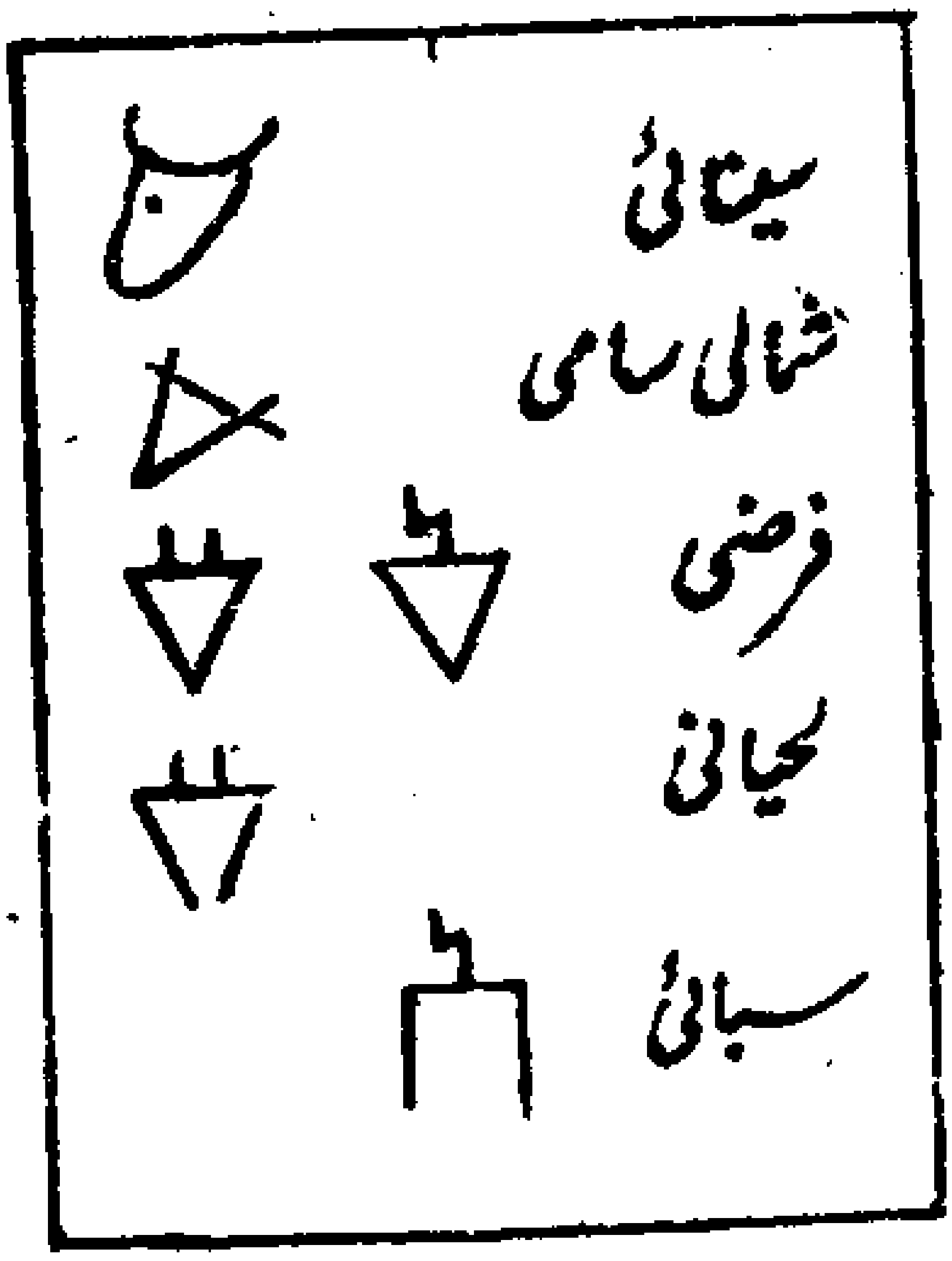
شکل ۱۱۷

الف کے معنی بیل کے ہیں اور یہ بیل کے سر کی تصویر ہے (سمیری اور بابلی میں بیل کا نشان اسی طرح بنایا جاتا تھا[۱]) جب اسے جلدی یا بغیر قلم اٹھائے لکھا گیا تو دوسری صورت پیدا ہوئی ۔ اب اگر ہم ان شکال کا

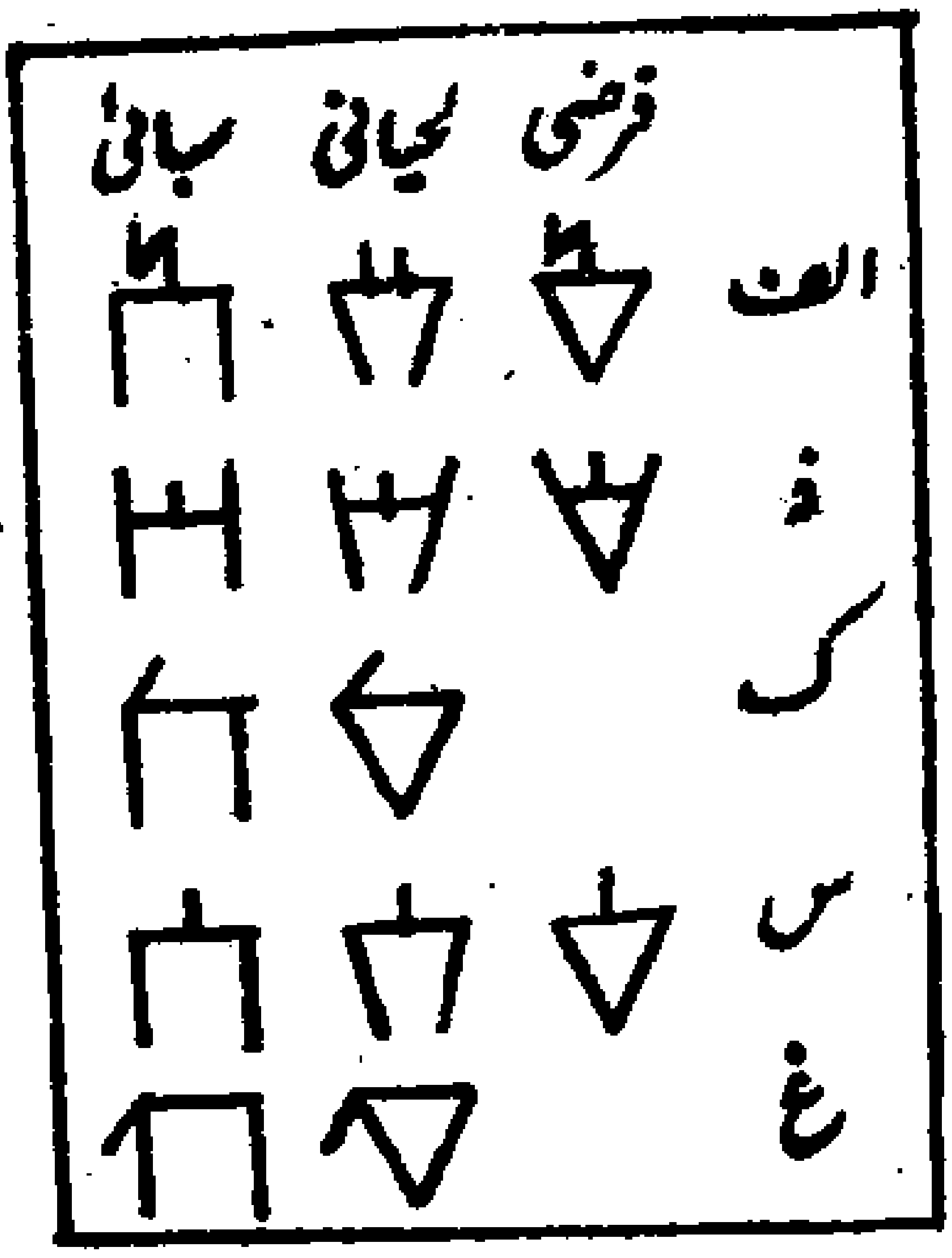
---

[۱] سمیری ◊ ⇒ بابلی ⇒ آشوری = ۱ بابلی اور آشوری میں اسے لکھتے تھے اس کا مقابلہ الف سے کیجئے ۔

شمالی سامی اور سینا کے نشانات سے مقابلہ کریں (شکل ۱۱۸) تو ماننا پڑے گا کہ الف کی لحیانی شکل سبائی سے زیادہ پرانی ہے :-



شکل ۱۱۸



شکل ۱۱۹

جلدی لکھنے میں حروف کے بند حصے کھل جایا کرتے ہیں چنانچہ شمالی سامی میں حروف کے اوپری حصے کھل گئے تھے برخلاف اس کے جنوبی سامی میں نیچے کے حصے کھلے ہوئے پائے جاتے ہیں جیسے سبائی میں لیکن لحیانی کے بعض حروف بند ہیں (شکل ۱۱۹) اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ لحیانی حروف کی شکلیں سبائی سے زیادہ پرانی ہیں اگر یہ کہا جائے کہ پہلے جنوبی سامی میں حروف نیچے سے کھلے ہوئے تھے اور بعد میں بند کر دیے گئے تو یہ چیز نہ صرف عام اصول کے خلاف ہوگی (یعنی حروف پہلے بند ہوتے ہیں اور بعد میں جلدی لکھنے سے کھل جاتے ہیں) بلکہ اس کی تکذیب خود الف کی صورت سے ہوگی الف کی دوسری طرف چوتھی سے زیادہ پرانی ہے۔ (شکل ۱۱۷)

عموماً ہر خط کو ابتدائی دور میں ناپائدار اشیا (چمڑا، ہڈی، درخت

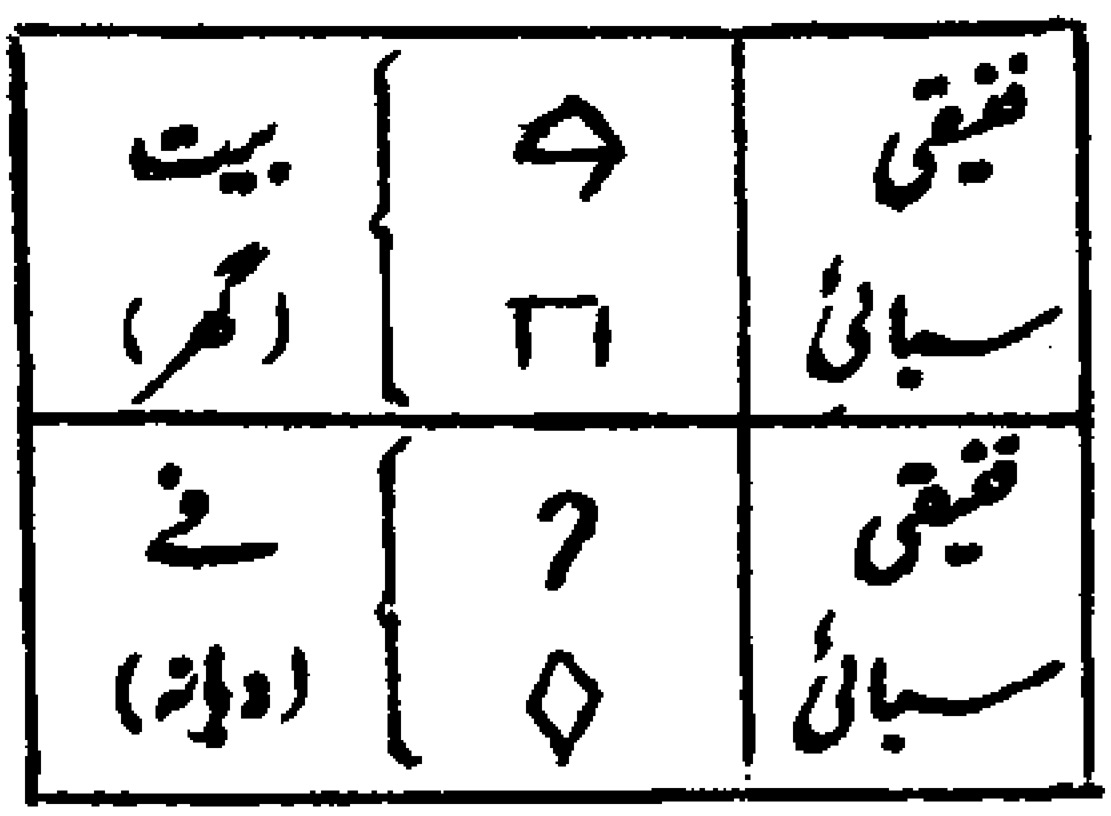
چھال، پتے اور لکڑی وغیرہ) پر لکھا جاتا ہے اور پتھر یا دھات کی تختیوں پر لکھنے کا رواج بعد میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پتھر یا دھات کے کتبے تو باقی رہ سکتے ہیں لیکن خام اشیا بہت جلد ضائع ہو جاتی ہیں ایسی حالت میں اگر ہم کسی قوم میں علم کتاب کا رواج اُس زمانے سے متعین کریں جب زمانے سے سنگی یا فلزاتی کتبے ملنا شروع ہوتے ہیں تو یہ غلطی ہو گی اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ لحیانی رسم خط پہلے ناپائدار اشیاء پر لکھا جاتا ہو اور بعد میں اُسے پتھر پر کندہ کیا جانے لگا۔ لحیانی کتبوں کے زیادہ قدیم ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ خط بھی زیادہ پرانا نہیں ہے - اس کی قدامت حروف کی شکلوں سے بخوبی ثابت ہے۔

اگر علمائے مغرب کے اس دعوے کو تسلیم کر لیا جائے کہ سبائی سے لحیانی اور دوسرے جنوبی سامی خط ماخوذ تھے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ شمالی عرب کے رسوم خط جنوبی عرب کے رسوم خط سے نکلے تھے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ سینا کے رسم خط کو شمالی اور جنوبی سامی رسوم خط کا ماخذ مان لینے کے بعد ہمیں جغرافیائی قربت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جنوبی سامی خط کی ایجاد شمالی عرب میں ہوئی ہو گی اور وہاں سے وہ جنوب کی طرف پھیلا چنانچہ پروفیسر البرائٹ (Prof. Albright) کا کہنا ہے کہ جنوبی عرب سے زیادہ شمالی عرب کے کتبوں کے حروف سینا کے نشانات سے مشابہ ہیں اور گرم (Grimm) کے مطابق ثمودی رسم خط شمالی عرب کا قدیم ترین رسم خط تھا جس سے سبائی اور دوسرے جنوبی سامی خط نکلے (وہ ثمودی کو سینائی خط کی بلاواسطہ شاخ سمجھتے ہیں) لیکن اس نظریے کو اُن کے سوا کسی کی تصدیق نہیں۔ بہر حال میرے اور اُن کے نظریے میں یہ بات ضرور مشترک ہے

کہ شمالی عرب کے ایک خط کو (گریم کے مطابق ثمودی) میرے نزدیک لحیانی (جنوبی سامی رسوم خط میں قدیم ترین مانا گیا ہے۔

میں نے لحیانی کی قدامت کو ثابت کرنے اور سبائی کا ارتقا دکھانے کے لئے بعض فرضی حروف نقل کئے ہیں چونکہ بغیر فرضی اشکال کے لحیانی اور سبائی کا ارتقاء سمجھ میں نہیں آتا اس لئے ممکن ہے کہ یہ حروف بعض کتبوں میں پائے جاتے ہوں جن کا علم مجھے نہیں ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ حروف کی یہ فرضی شکلیں لحیانی میں نہ پائی جاتی ہوں بلکہ اس سے پرانے کسی خط میں پائی جاتی ہوں[1]

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ جنوبی سامی کے بعض حروف شمالی سامی سے زیادہ پرانے ہیں۔ مثلاً



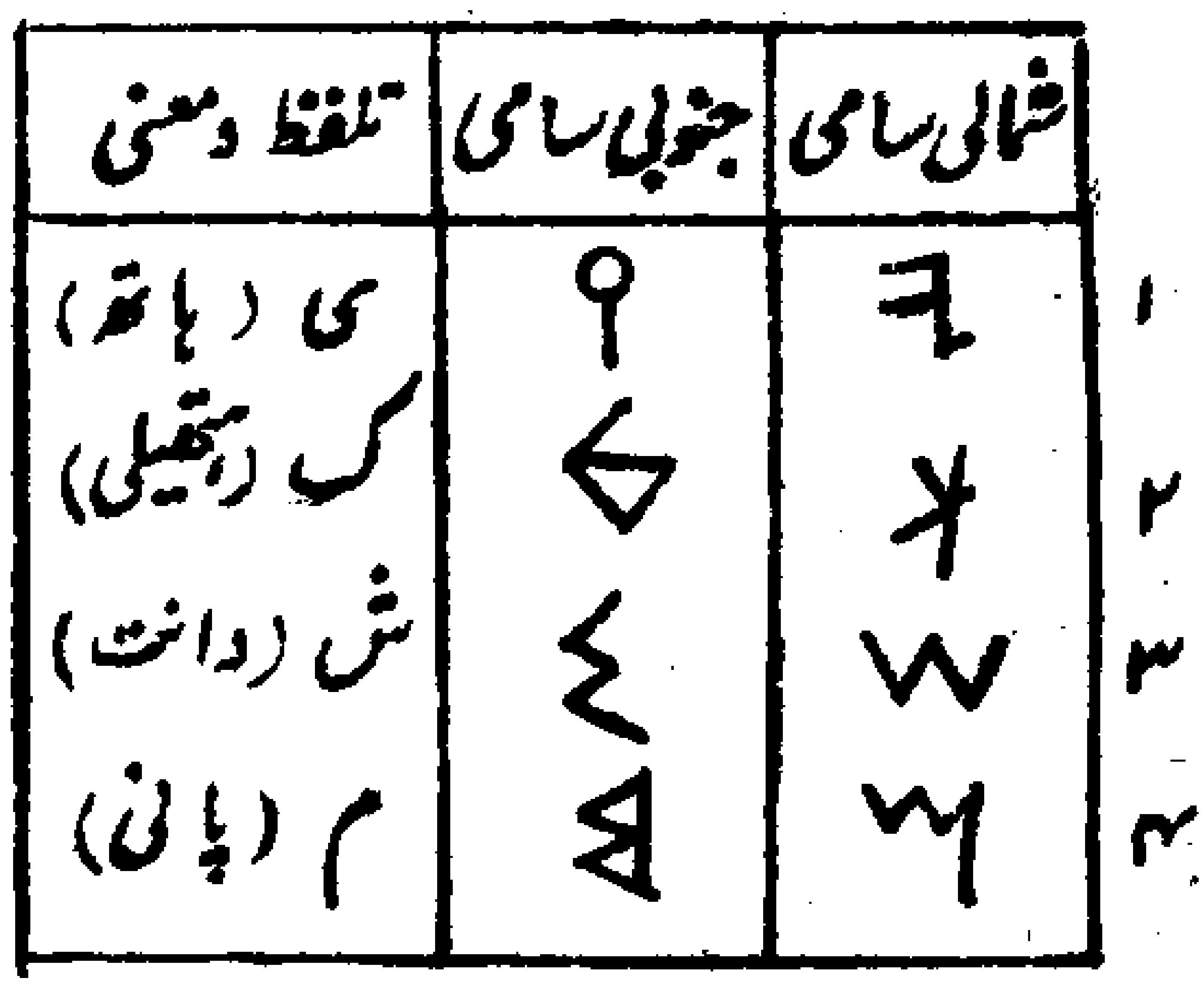
شکل ۱۴۰

گھر اور دہانے کے لئے سبائی خط میں جو علامتیں ہیں وہ فنیقی سے قدیم تر معلوم ہوتی ہیں۔

---

[1] العلا میں معینی اور لحیانی دونوں لکھائیوں کے کتبے پائے گئے ہیں اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ جن حروف کو لحیانی مانا جاتا ہے (اور جن کی قدامت میں نے ثابت کرنے کی کوشش کی) وہ دراصل معینی ہیں اور معینی رسم خط کی قدامت مسلم ہے۔

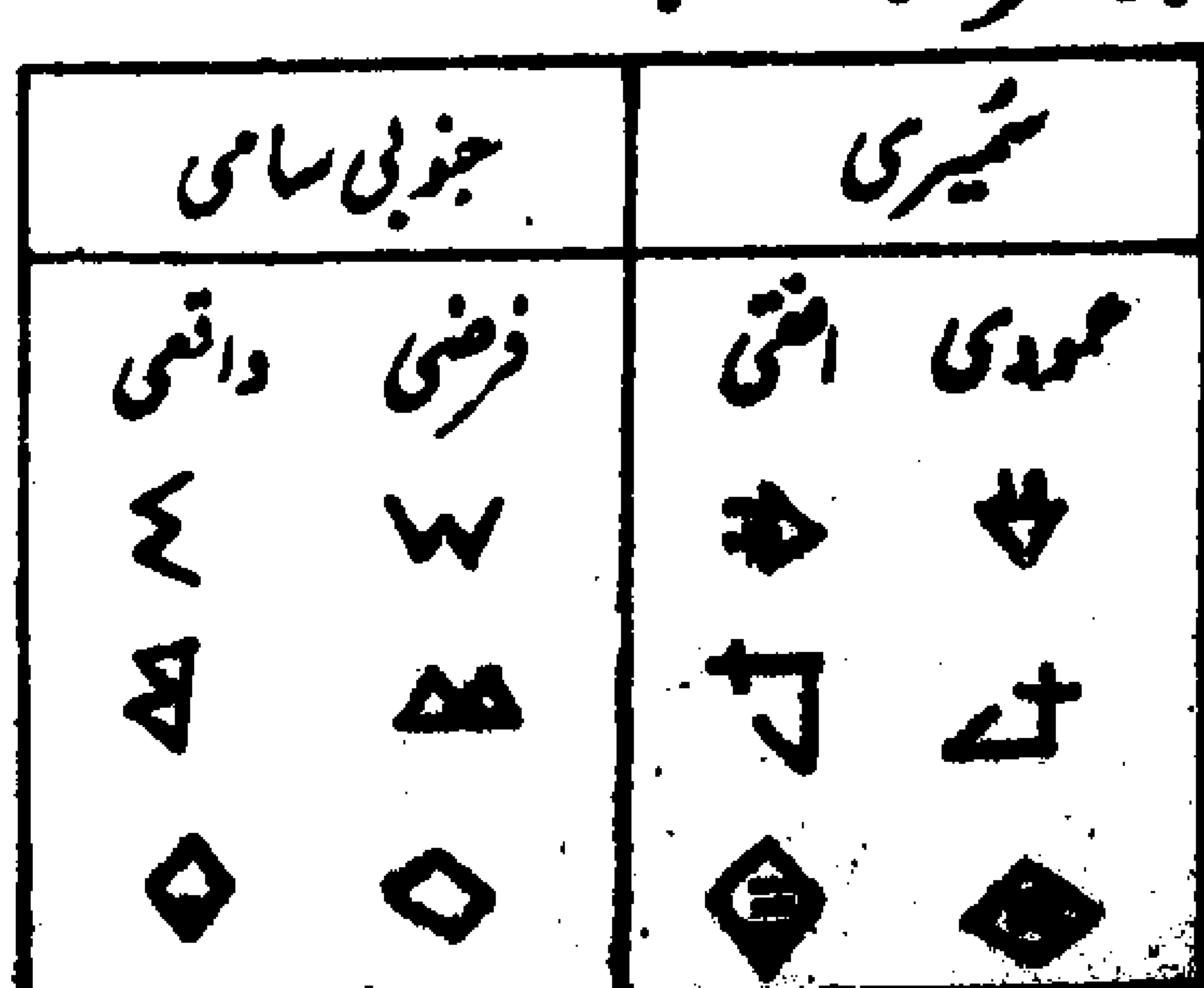
جنوبی سامی کے بعض حروف کو شمالی سامی سے عمداً مختلف بنایا گیا تھا مثلاً:-



شکل ۱۲۱

(۱) ی کے لئے شمالی سامی میں کھلے ہوئے ہاتھ کی تصویر ہے اور جنوبی سامی میں بند مٹھی اور کلائی کی، (۲) ک کے لئے شمالی سامی میں کھلے ہاتھ کی تصویر ہے اور جنوبی سامی میں مٹھی کی جس میں انگوٹھا نمایاں ہے (۳-۴) شمالی سامی کے م اور ش میں فرق کرنے کے لئے م میں ایک لکیر بڑھائی گئی تھی جنوبی سامی میں بھی ایک خط کا اضافہ کیا گیا لیکن دوسرے انداز سے جس سے حروف کی شکلیں بالکل مختلف ہو گئیں۔

جنوبی سامی کے بعض حروف (ق، ش اور م) شمالی سامی کے برخلاف پہلو کے بل کھڑے بنائے جاتے تھے:-



شکل ۱۲۲

یہ چیز عراقی رسوم خط کی نقل ہو سکتی ہے۔ سُمیری خط پہلے اوپر سے نیچے کو لکھا جاتا تھا۔ بعد میں اُسے بائیں سے دائیں کو لکھنے لگے اور نشانات کو بجائے عمودی کے افقی بنایا جانے لگا۔ یہی طریقہ بابلی اور آشوری خط میں اختیار کیا اور غالباً اسی کی نقل جنوبی سامی میں کی گئی۔

جنوبی سامی کی ایجاد پر غور کرنے والوں نے عراقی اثرات کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن یہ چیز نہ صرف بعض حروف (مثلاً الف) کی اشکال اور اُن کے عمودی پن سے عیاں ہے بلکہ اس سے بھی کہ جنوبی سامی کے بعض کتبے ایسی حیوانی اور نباتاتی تصاویر سے آراستہ ہیں جو آشوری آرٹ کے اثر کو ظاہر کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں پروفیسر ٹیل نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ مذہب کے خاکے[1]" میں جنوبی عرب کے مذہب پر عراقی مذہب کے اثر کو ظاہر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عربی معبودوں کے علاوہ جنوبی عرب کے سبائی مذہب میں بابلی و آشوری معبودوں کے نام بھی پائے جاتے ہیں جن میں خدائے برتر بیل (Bel) چاند کا دیوتا سین، اشتر کی دو صورتیں، مذکر اِشتر اور مونث اشتاریت اور صمدان خاص تھے، جو آشوری نیندر کی ایک صورت ہو سکتی ہے۔ یہ مماثلت جس میں آرٹ کی مشابہت کو بھی شامل کرنا چاہیئے اس بنا پر نہ تھی کہ اہل سبا کا مذہب آشوری مذہب کی شاخ تھا بلکہ عراق اور جنوبی عرب کے تجارتی تعلقات کی بنا پر یہ چیز پیدا ہوئی اور یہ تعلقات زمانۂ قدیم سے نہایت گہرے تھے[2] اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ مذہب اور آرٹ کی طرح جنوبی عرب کا رسم خط بھی عراق والوں سے متاثر ہوا ہو۔

---

[1] C. P. Tiele "Out Lines of the History of Religion" ([illegible] 1896) Page 70.

[2] جنوبی سامی کے تین چھوٹے کتبے آر کے ایک مندر میں ملے ہیں [illegible]

حبشی رسم خط

پانچویں صدی ق۔م میں جنوبی عرب کے بعض قبائل بحرِ قلزم (Red Sea) کو پار کر کے حبشہ (Ethiopia) پہنچ گئے اور وہاں سے انھوں نے اپنی نو آبادی قائم کر لی۔ وہ اپنے کو جعزی یعنی "تارک وطن" اور اپنی زبان کو لسان جعزی کہتے تھے۔

قدیم حبشی رسم خط کے بعض کتبے حبشہ کے پرانے دارالحکومت اقسوم (Axum) میں ملے ہیں۔ ان کے حروف شکل ۱۲۳ میں ملاحظہ ہوں۔

شروع میں حبشہ کی زبان اور رسم خط دونوں سبائی تھے۔ چوتھی صدی کے پہلے نصف میں یہ سبائی اثر سے آزاد ہونے لگے۔ کیونکہ حبشہ کے لوگوں نے اسی زمانے سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ حبشہ کے عیسائی ادب کی تخلیق میں سریانی راہبوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ یہ ادب کلیسائی ہے اور اس کا بیشتر حصہ یونانی اور عربی کتابوں کا ترجمہ ہے۔ حبشی رسم خط میں عہد نامہ قدیم کے کئی صحیفے مثلاً کتاب ایتارخ، مکاشفۂ یسعیاہ اور کتاب جُبلی وغیرہ محفوظ ہیں جن کی اصلیں جزواً یا کلاً ضائع ہو گئی ہیں۔

حبشہ کی ادبی اور کلیسائی زبان جعزی ہے۔ چودھویں صدی عیسوی کے بعد سے عوام میں اس کا رواج کم ہو گیا اور اس کی جگہ امحاری نے لے لی[1]۔ یہ زبان بھی سامی النسل ہے اور جعزی سے رشتہ رکھتی ہے مگر اس میں افریقی الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ شمال میں جعزی کی جگہ اس کی رشتے دار زبانوں نے لے لی ہے جو تجری اور تجرائی کہلاتی ہیں۔ ان کے لئے بھی

---

[1] ۱۲۷۰ء میں امحارا صوبے کے ایک خاندان نے تخت شاہی پر قبضہ کر لیا اور اپنی

حبشی رسم خط کا ارتقاء

نام	آواز اردو میں	امہاری	جعزی یا غیزی	حبشہ کے خط: اقسوم (پانچویں صدی ع)	حبشہ کے خط: قدیم حبشی (چوتھی صدی ع)	یمن کا خط: سبائی (دوسری پہلی صدی ق م)
ہوئی	ہ	ሀ	ሀ	ሀ	𐩠	𐩠
لاوے	ل	ለ	ለ	ለ		𐩡
حاوُط	ح	ሐ	ሐ	ሐ	𐩢	𐩢
مائی	م	መ	መ	መ	𐩣	𐩣
ساوُت	ش	ሠ	ሠ	ሠ	𐩦	𐩦
رئیس	ر	ረ	ረ	ረ	𐩧	𐩧
سَت	س	ሰ	ሰ	ሰ	𐩪	𐩪
قاف	ق	ቀ	ቀ	ቀ	𐩤	𐩤
بیت	ب	በ	በ	በ	𐩨	𐩨
تاوے	ت	ተ	ተ	ተ	𐩩	𐩩
خرم	خ	ኀ	ኀ	ኀ		𐩭
نحاس	ن	ነ	ነ	ነ	𐩬	𐩬
الف	ا	አ	አ	አ	𐩱	𐩱
کاف	ک	ከ	ከ	ከ	𐩫	𐩫
واوے	و	ወ	ወ	ወ		𐩥
عین	ع	ዐ	ዐ	ዐ		𐩲
زائی	ز	ዘ	ዘ	ዘ		𐩸
یمن	ی	የ	የ	የ	𐩺	𐩺
دیفت	د	ደ	ደ	ደ		𐩵
جمیل	ج	ገ	ገ	ገ		𐩴
طاطھ	ط	ጠ	ጠ	ጠ		𐩷
پالیت	پ	ጰ	ጰ	ጰ		𐩨
صادائی	ص	ጸ	ጸ	ጸ	𐩮	𐩮
ضیا	ض	ፀ		ፀ		
ایف	ف	ፈ	ፈ	ፈ		

حبشی رسم خط اختیار کر لیا گیا ہے۔

حبشی رسم خط کا استعمال کلیسا تک محدود ہے۔ امحاری رسم خط جو غیر مذہبی کاموں میں استعمال ہوتا ہے حبشی خط کی ایک گھسیٹ صورت ہے (ملاحظہ ہو شکل ۱۲)

حبشی خط میں کافی تبدیلیاں ہوئی ہیں یعنی (۱) حروف کے ناموں میں تبدیلی (۲) حروف کی ترتیب میں تبدیلی (۳) اس کا الف بائی خط سے رکنی خط میں بدلنا (۴) تحریر کے رخ کا بدل جانا یعنی دائیں سے بائیں کے بجائے بائیں سے دائیں کو لکھا جانا جو غالباً یونانی اثر کا نتیجہ ہے۔ یونانی حروف سے اعداد کا اظہار بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا (۵) پہلے الفاظ کو جدا کرنے کے لئے ایک عمودی خط کھینچا جاتا تھا لیکن بعد میں دو نقطے استعمال کئے جانے لگے۔

حبشی رسم خط کی ایک دلچسپ خصوصیت اس کے اعراب ہیں حروف صحیحہ کے اخیر میں آنے والے حروف علت اصل حرف کے اوپر یا نیچے دائیں یا بائیں بعض نشانات کے اضافے سے، اصل حرف کو چھوٹا یا بڑا کر کے یا دوسری تبدیلیوں سے ظاہر کئے جاتے ہیں :-

	او	اے	اے	آ	اِی	اُو	ا
س	ሶ	ስ	ሴ	ሳ	ሲ	ሱ	ሰ
ت	ቶ	ት	ቴ	ታ	ቲ	ቱ	ተ
ز	ዞ	ዝ	ዜ	ዛ	ዚ	ዙ	ዘ

شکل ۱۲۴

یہ اعراب ہند قدیم کے براہمی خط کی ماتراؤں سے مشابہ ہیں چنانچہ (Lepsius) کا خیال تھا کہ یہ براہمی خط سے ہی ماخوذ تھے لیکن ٹیلر کے نزدیک یہ خود حبشہ والوں کی ایجاد تھی۔

۱۷

شمالی سامی رسم خط

شمالی سامی سے مراد وہ رسم خط ہیں جو فلسطین، شام اور ان کے آس پاس کے ملکوں میں رائج تھے۔ فلسطین کا پرانا نام کنعان تھا۔ یہاں سامی قبایل ۳۰۰۰ ق م سے آباد ہونا شروع ہوئے۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم یہودی قوم کو "کلدانیوں کے اُر" سے نکال کر لائے (پیدایش باب ۱۱ آیت ۳۱) یہ لوگ فلسطین میں جا بسے۔ ان کے شمال میں فنیقی (Phoenician) قوم آباد تھی جو خلیج فارس کے ساحل سے ہجرت کر کے آئی تھی۔

کنعانی زبان کی دو خاص شاخیں تھیں، فنیقی اور عبرانی۔ اس لحاظ سے کنعانی رسم خط کی بھی دو قسمیں فنیقی اور عبرانی تھیں۔

ابتدائی عبرانی خط

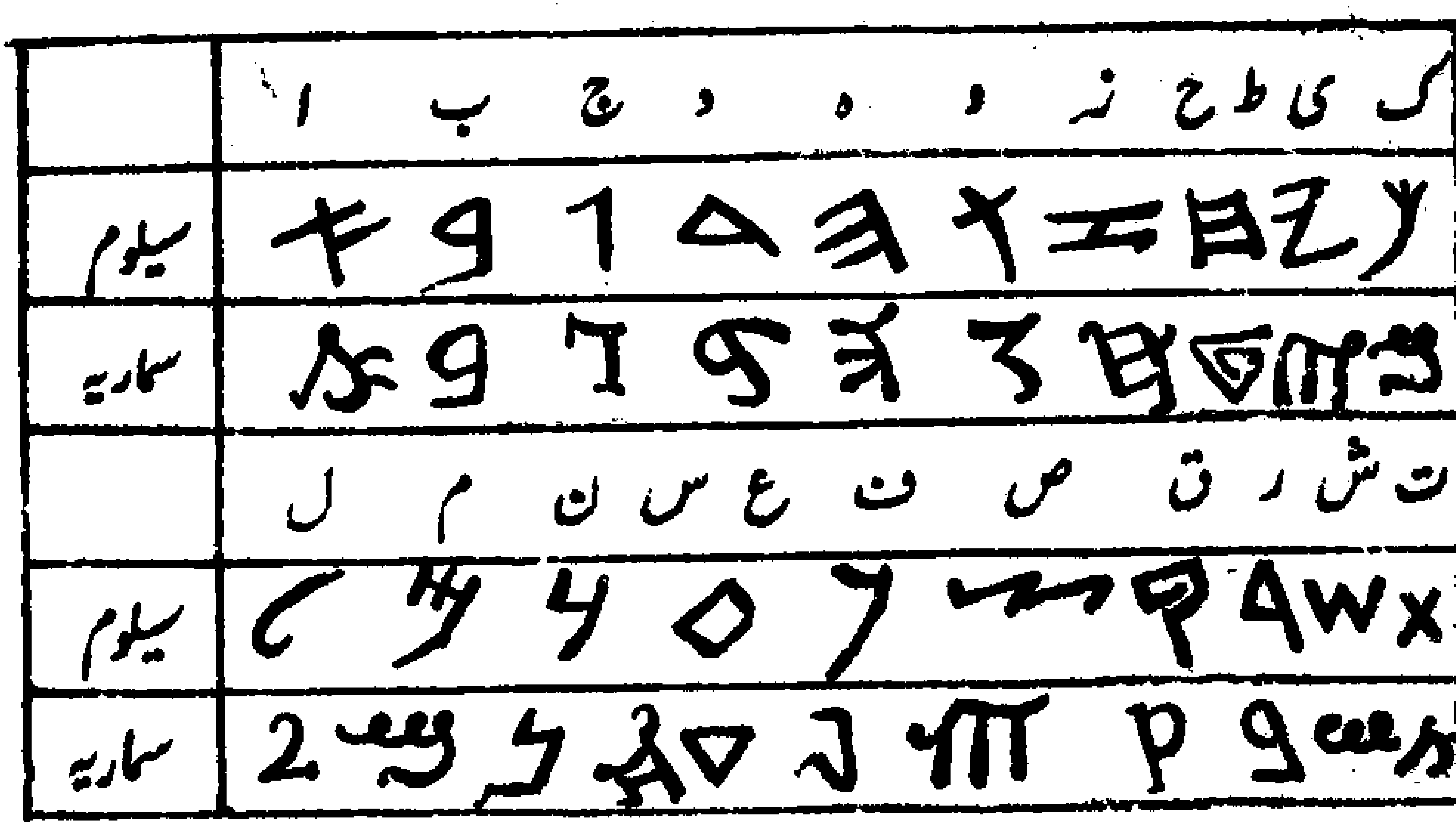
پہلے ابتدائی عبرانی خط کو فنیقی سے ماخوذ سمجھا جاتا تھا لیکن اب ثابت ہوا ہے کہ دونوں کا ماخذ شمالی سامی رسم خط تھا۔ ابتدائی عبرانی کے مشہور کتبے یہ ہیں:-

(۱) **گیزر کی تقویم** ۔ سنگ آہک کی تختی پر کندہ ہے۔ اس میں مہینوں اور فصلوں کا بیان ہے۔ یہ ۱۹۰۸ء میں گیزر میں ملی تھی۔ اس کا زمانہ غالباً آٹھویں یا چھٹی صدی ق م ہے لیکن بعض عالم اسے حضرت صالح یا حضرت داؤد کے زمانے (گیارھویں صدی ق م) کا بتاتے ہیں۔

(۲) برتنوں کے ٹکڑے ۔ برتنوں کے ٹکڑوں پر روشنائی سے لکھے ہوئے تقریباً ۸۰ کتبے سماریہ سے دستیاب ہوئے ہیں ۔ ان کا زمانہ آٹھویں یا نویں صدی ق ۔ م ہے ۔

(۳) نقش سیلوم ۔ بیت المقدس (یروشلم) کے نزدیک جون ۱۸۸۰ء میں ملا تھا ۔ یہ ساتویں صدی ق ۔ م کا ہے ۔

ابتدائی عبرانی سے دو خط نکلے (۱) یہودی سکوں کا رسم خط جن کا زمانہ ۱۴۰ ق ۔ م سے لے کر ۱۳۵ء تک ہے ۔ (۲) سماری رسم خط (Samaritan) جو اہل سماریہ میں رائج ہے ۔ اس کے حروف نقش سیلوم سے مشابہ ہیں :-



شکل ۱۲۵

۵۸۶ ق ۔ م کلدانی حکمراں بخت نصر (Nebuchadnezzar) نے یروشلم کو برباد کردیا اور یہودیوں کو قید کرکے بابل لے گیا ۔ اس وقت تک ان میں ابتدائی عبرانی خط رائج تھا ۔ اسیری سے واپسی کے بعد ان میں آرامی خط کا رواج ہوگیا جو وادیٔ فرات میں مستعمل تھا ۔ یہی موجودہ عبرانی خط کا ماخذ ہے جسے "خط مربع" کہتے ہیں ۔

فنیقی رسم خط

فنیقی ایک زبردست تاجر قوم تھی جو بحرِ روم کے مشرقی ساحل پر تقریباً ۲۰۰ میل لمبے اور ۲۵ میل چوڑے علاقے میں آباد تھی۔ اُس کی رعایت سے یہ حصۂ زمین فنیقیہ (Phoenicia) کہلاتا تھا۔ فنیقیوں کے پشت پر کوہ لبنان واقع تھا جو انھیں بیرونی حملوں سے محفوظ رکھتا تھا اور جس کے جنگل اُن کے جہازوں کے لئے لکڑی مہیا کرتے تھے۔ لبنان کے دوسری طرف یہودی آباد تھے۔

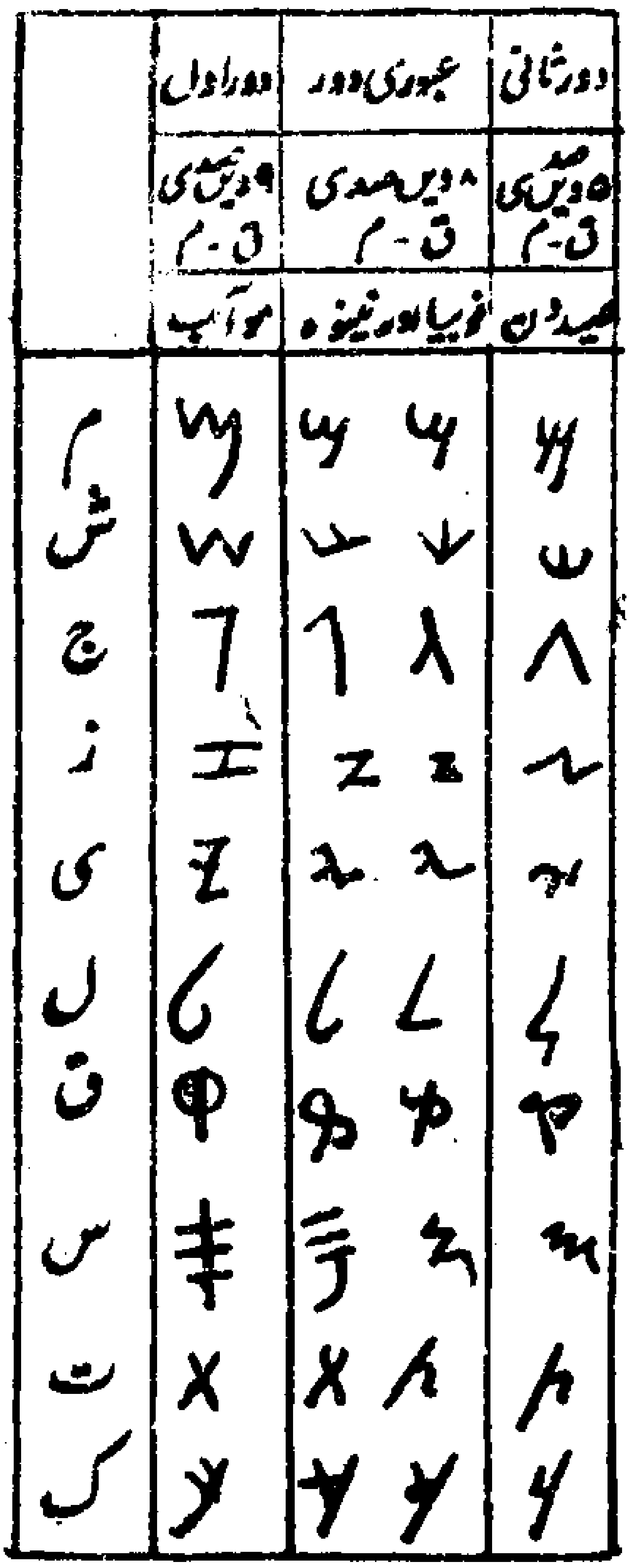
اہل فنیقیہ نے تجارت کی غرض سے بحرِ روم کے کنارے کنارے اپنی نوآبادیاں قایم کی تھیں۔ فنیقیہ میں انھوں نے دو بڑے تجارتی شہر صور (Tyre) اور صیدون (Sidon) آباد کئے تھے جو "سمندر کی ملکہ" اور "دنیا کی تجارتی منڈی" مشہور تھے۔

اہل فنیقیہ کی زبان عربی سے مشابہ تھی اُن میں شمالی سامی رسم خط رائج تھا جس کی دو قسمیں تھیں :-

صوری رسم خط (Tyrian) جو صور کے شہر میں ارتقا پزیر ہوا اور تقریباً دسویں صدی ق۔م سے لے کر سنہ عیسوی کے آغاز تک استعمال کیا جاتا رہا۔ جنگ ٹرائے کے بعد فنیقی تاجروں نے اسے یونان میں رائج کر دیا۔ شہرۂ آفاق کتبۂ موآبی اسی رسم خط میں ہے۔

صیدونی رسم خط (Sidonian) ۵۸۶ ق م کلدانی حکمراں بخت نصر نے صور کو فتح کرنے کے بعد مسمار کر دیا۔ اس طرح صیدون صور والوں کی [illegible] آزاد ہوگیا اور اب اُس کا عروج شروع ہوا۔ ۳۳۰ ق۔م جب سکندر [illegible] فتح کیا تو صیدون کا بھی زوال ہوگیا۔

صیدونی رسم خط چھٹی صدی ق۔م کے صوری خط سے ماخوذ تھا لیکن اس کی درمیانی کڑیاں نوبیا اور نینوہ کے کتبوں میں پائی جاتی ہیں۔ (شکل ۱۲۶)



شکل ۱۲۶

صور اور صیدون کے حروف شکل ۱۲۶ میں ملاحظہ ہوں۔ ان لکھائیوں کے خاص کتبے یہ ہیں:-

کتبہ موآبی (Moabite Stone) فنیقی رسم خط کا مشہور کتبہ ہے۔ یہ ۱۸۶۸ء میں دیبان کے قریب بحر مردہ (DEAD SEA) سے تقریباً ۲۵ میل جانب مشرق ملا تھا اور اب لوور (فرانس) کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس میں موآب کے بادشاہ میشع کی فتح کا حال ہے جس کا بائبل (۲ سلاطین باب ۳ آیات ۴-۵) میں ذکر ہے۔ اس کا زمانہ ۸۴۲ ق۔م ہے۔

بعل لبنان کا کتبہ (Baal Lebanon Inscription) یہ ایک کانسے کے پیالے پر کندہ ہے جسے صیدون کے بادشاہ حرام کے ایک خادم نے لبنان کے بعل دیوتا کی نذر کیا تھا جو مال غنیمت کے طور پر قبرص پہنچا اور اب اس کے آٹھ ٹکڑے فرانس کے عجائب گھر (پیرس) میں محفوظ ہیں۔

اس کتبے میں حرام کا ذکر ہے اگر یہ وہی ہے جو حضرت سلیمان کا

دوست تھا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتبہ نویں صدی ق۔م کا ہے لیکن بعض عالم اسے دسویں صدی ق۔م کا بتاتے ہیں کیونکہ اس کے حروف کی شکلیں کتبۂ موآبی کے حروف سے زیادہ پرانی ہیں اور یونانی حروف سے قریب تر ہیں۔ (شکل ۱۲۷) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یونان میں فنیقی رسم خط کا رواج کتبۂ موآبی کندہ کئے جانے سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ کتبۂ موآبی نویں صدی ق۔م کا ہے لہذا اسے کم از کم دسویں صدی ق۔م کا ہونا چاہیئے۔

اشمنع زر کا کتبہ (Eshmunazar's Inscription)

صیدونی رسم خط کا مشہور کتبہ ہے۔ اشمنع زر صیدون کا بادشاہ تھا۔ اس کا سنگی تابوت ۱۸۵۵ء میں صیدون کے قدیم قبرستان میں ملا تھا اور اب لوور کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ ایک سیاہ نیلگوں پتھر سے تراش کر ممی کے نمونے پر بنایا گیا ہے۔

	یشع	بعل لبنان	یونان
ح	H	H	B
ت	X	+	T †
د	Δ	◄	◄
ز	I	‡	I I

شکل ۱۲۷

اوپر بادشاہ کی شبیہ بنی ہے۔ کتبہ ۲۲ سطروں پر مشتمل ہے۔

فنیقی رسم خط کے دوسرے کتبے چھٹی صدی ق۔م سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک کے سکے ہیں جو صور، صیدون، جبیل (بائبلس) کے فنیقی، ایرانی اور رومی حکمرانوں کے ہیں۔

فنیقی رسم خط بہت جلد آشوریا، ابوسمبل (مصر) سائپرس، سارڈینیا، مالٹ، مارسیلز اور وینس وغیرہ میں پھیل گیا۔ ان مقامات سے فنیقی رسم خط کے درجنوں کتبے برآمد ہوئے ہیں۔

آشوری فنیقی۔ فنیقی رسم خط نے آشوریا میں میخی خط کی جگہ

آشوریا میں فنیقی رسم خط کے قدیم ترین کتبے شیر کی شکل کے بنے ہوئے تول کے باٹوں پر پائے جاتے ہیں۔ یہ آٹھویں صدی ق۔م اور اس کے بعد کے ہیں۔ عموماً ان باٹوں پر میخی رسم خط میں کسی آشوری بادشاہ کا نام اور فنیقی رسم خط میں باٹ کا وزن درج ہوتا ہے۔

کارتھیج کا رسم خط - شمالی افریقہ میں کارتھیج فنیقیوں کی نوآبادی تھی یہاں فنیقی رسم خط کی صیدونی قسم مستعمل تھی۔ شروع میں دونوں مقامات کی لکھائیوں میں کوئی فرق نہ تھا لیکن بعدازاں کارتھیج کی لکھائی میں انفرادیت پیدا ہوگئی۔ اس لکھائی کو قرطاجنی (Carthagian) یا پیونی (Punic) کہتے ہیں اس کے اختصار یا بگاڑ سے جو لکھائی بنی اُسے جدید پیونی (Neo-Punic) کہا جاتا ہے۔ پیونی رسم خط کے کتبے اگرچہ زیادہ ہیں لیکن اُن کے موضوع غیر دلچسپ ہیں۔ ان میں تاریخوں کا حوالہ نہیں پایا جاتا اس لئے ان کا صحیح زمانہ متعین کرنا دشوار ہے۔ سکوں سے البتہ کچھ مدد ملتی ہے جو چوتھی صدی ق۔م سے لے کر تیسری صدی عیسوی تک کے ہیں۔

ایبیریا کا رسم خط - ایبیریا (Iberia) اسپین و پرتگال کا پرانا نام تھا۔ یہاں کی قدیم زبان جو باسق (Basque) سے رشتہ رکھتی تھی۔ پیونی رسم خط میں لکھی جاتی تھی لیکن اُس کے بعض نشانات خود ان لوگوں کی ایجاد تھے۔ ایسے نشانات کی صحیح آوازوں کا ابتک پتہ نہیں چلا ہے۔ اسی لئے ایبیری رسم خط کے کتبے وثوق کے ساتھ نہیں پڑھے جا سکتے۔

لیبیا کا رسم خط - لیبیا والوں نے فنیقیوں سے لکھنا سیکھا تھا۔ اُن کے رسم نشانات پیونی کے کام آتے تھے اور کچھ اُن کی اپنی ایجاد تھے۔ ... کتبے الجیریا اور ٹیونس میں ملے ہیں۔ یہ مدون حکومت کے

زمانے کے ہیں۔ اس لکھائی کی ایک بدلی ہوئی صورت اب بھی بربر لوگوں میں رائج ہے جس میں انھوں نے چند نشانات کا اضافہ کیا ہے۔

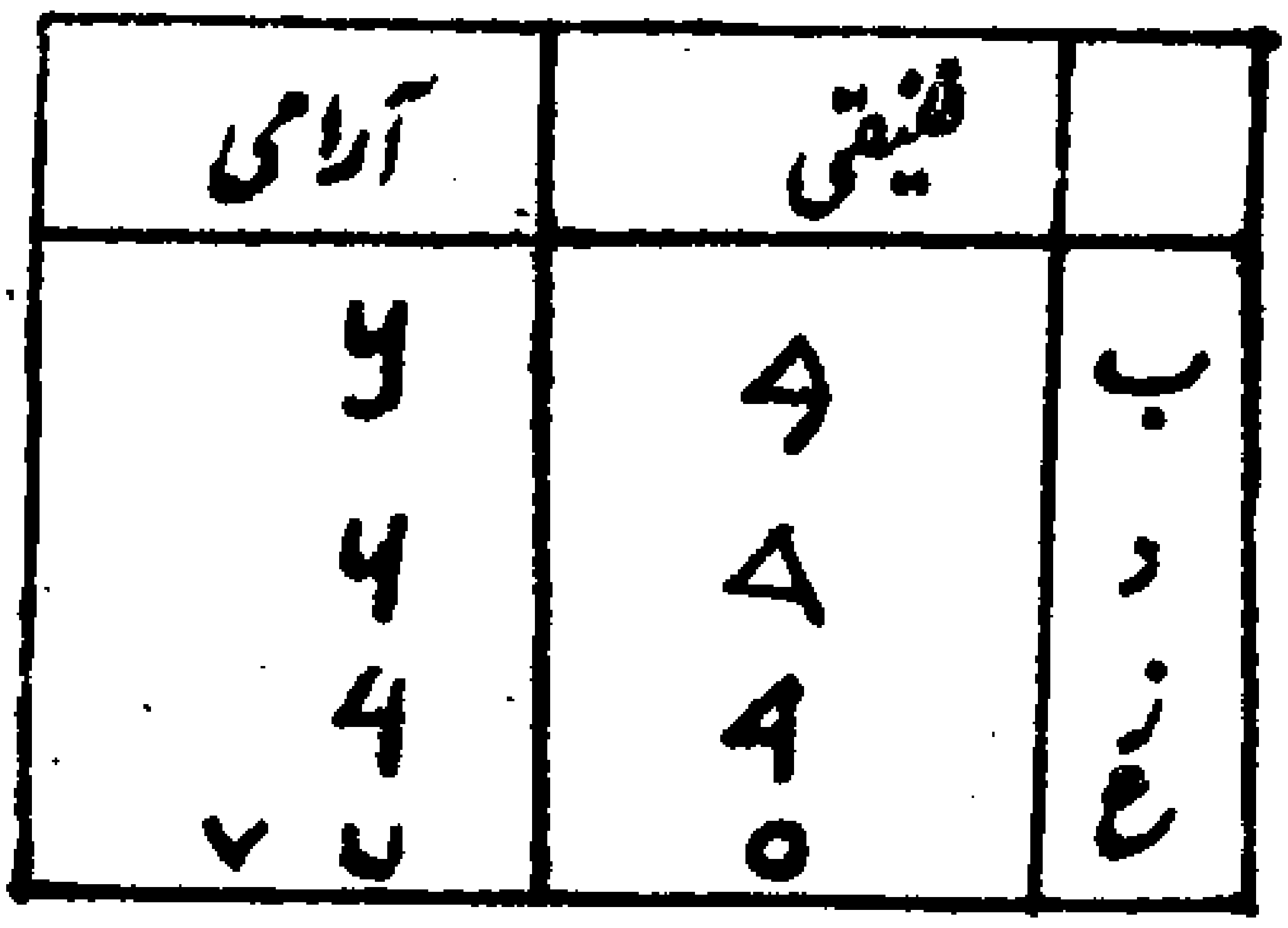
آرامی رسم خط

۵۰۶ ق۔م صور کی بربادی کے بعد فنیقیوں پر زوال آگیا اور جو تجارت خشکی کے راستے ہوا کرتی تھی وہ آرامی قوم (Arameans) کے ہاتھ میں آگئی۔ آرامی قوم ملک شام میں آباد تھی (موجودہ شامی لوگ انھیں کی اولاد ہیں) اُن کا خاص شہر دمشق تھا۔ تجارت کے سلسلے میں آرامیوں نے اپنے خط کو ہندوستان کی سرحد سے لے کر مصر تک پھیلا دیا تھا۔ دجلہ و فرات کی وادی میں آرامی خط نے آشوری کی جگہ لے لی۔ آرامی زبان نے آشوریا میں اتنا عروج حاصل کیا کہ وہاں کے دفتروں کا کام آشوری اور آرامی دونوں زبانوں میں ہونے لگا۔ چنانچہ بعض ایسی آشوری تختیاں برآمد ہوئی ہیں جن کے حاشیے آرامی میں لکھے ہیں۔

آرامی خط کے قدیم ترین کتبے ۸۰۰ ق۔م کے ہیں یہ سنجرلی (Sinjirli) میں ملے تھے۔ اُس وقت کے آرامی حروف اور کتبۂ موآبی کے حروف میں بہت تھوڑا فرق تھا۔ پانچویں صدی ق۔م تک آرامی خط میں انفرادیت پیدا ہو گئی جو دو باتوں میں نظر آتی ہے۔ (۱) فنیقی حروف کے سر اور پہلو آرامی [illegible] (۲) زاویوں میں گولائی پیدا ہو گئی۔ (شکل ۱۲۸) یہ تبدیلیاں [illegible] کے زمانے (۵۵۰ - ۳۳۰ ق۔م) میں ہوئی تھیں۔ [illegible] سلطنت کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا تھا جو ستراپی کہلاتے [illegible]

دوسری ستراپیوں میں آرامی خط مستعمل تھا۔

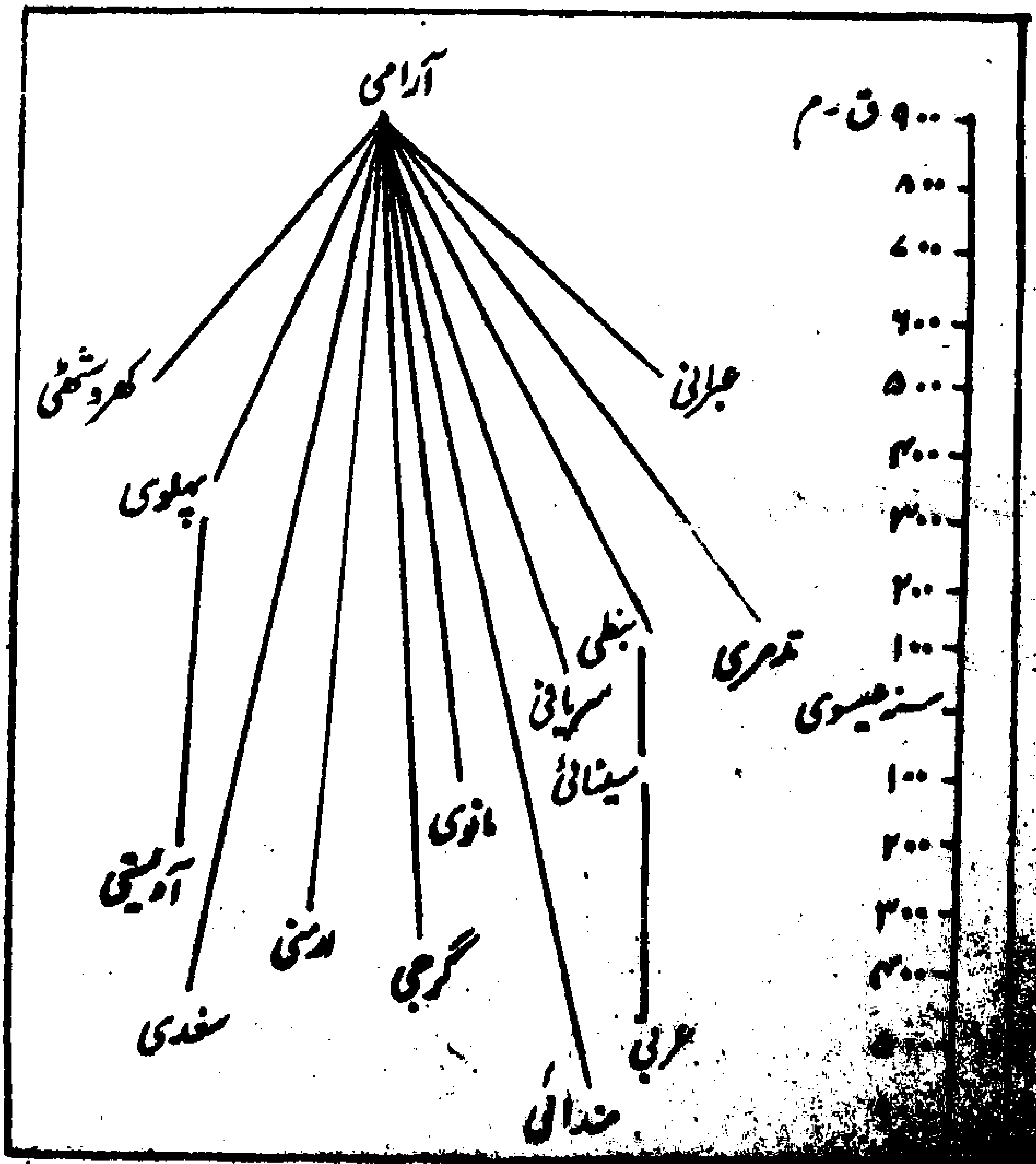
سکندر کی فتح کے بعد مشرق وسطیٰ سے آرامی خط کا رواج اٹھ گیا لیکن مصر میں آرامی زبان اور رسم خط اس کے بعد بھی چار صدیوں تک رائج رہے۔



شکل ۱۲۸

مصر کے آرامی خط میں غالباً سب سے پہلے حروف کو ملا کر لکھنے کی کوشش کی گئی بعد میں اسی چیز کو تدمر والوں نے ترقی دی۔

آرامی خط کی خاص شاخیں یہ تھیں :-



شکل ۱۲۹

عبرانی رسم خط۔ ۵۳۹ ق۔م ایرانی حکمراں سائرس (Cyrus) نے کلدانی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور یہودیوں کو اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اسیری سے واپسی کے بعد ان میں آرامی خط کا رواج ہو گیا یہی موجودہ عبرانی خط کا ماخذ تھا جسے "عبری مربع" (Square Hebrew) کہتے ہیں۔

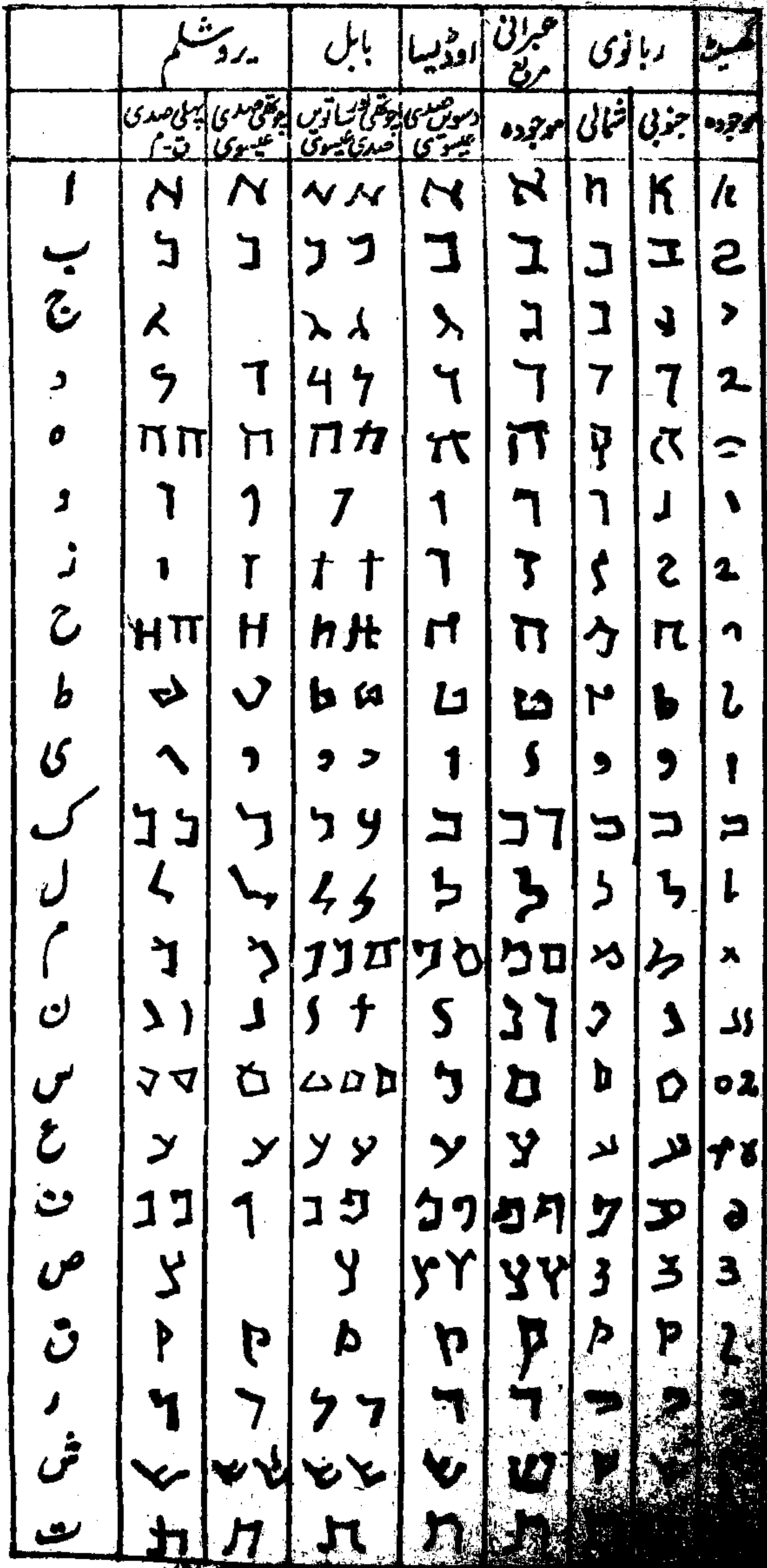
عبری مربع کے علاوہ جو طباعت میں استعمال کیا جاتا ہے عبرانی لکھنے کے کچھ اور انداز بھی ہیں۔ ان میں سے ایک ربانی عبرانی (Rabbinical Hebrew) ہے جو یہودیوں کے مذہبی علماء میں رائج ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ شمالی جو پولینڈ اور جرمنی کے یہودیوں میں مستعمل ہے اور جنوبی جو اٹلی اور اسپین کے یہودیوں میں رائج ہے۔ ہسپانوی عبرانی سے دو گھسیٹ خط نکلے جنھیں الجیریا اور مراکو کے یہودی استعمال کرتے ہیں۔

موجودہ عبرانی حروف کا ارتقا شکل ۱۳۰ میں ملاحظہ ہو۔

تدمری رسم خط۔ تدمر جسے پامیرا (Palmyra) بھی کہتے ہیں، صحرائے شام کے ایک نخلستان میں اس تجارتی راستے پر واقع تھا جو شام سے عراق کو ملاتا۔ تجارت کی بدولت وہاں کے لوگ بڑے مالدار ہو گئے اور انھوں نے ایک آزاد شہری ریاست قایم کر لی جس کے حکمرانوں میں ملکہ زنوبیا کا نام بہت مشہور ہے اس نے سلطنت روما کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور تدمر کا خوبصورت شہر ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔ یہ سنہ ۲۷۳ء کا واقعہ ہے۔

تدمری خط مصری آرامی سے ماخوذ تھا۔ اس کی دو قسمیں تھیں (۱) روزانہ ضرورتوں کا گھسیٹ خط جو آرامی سے ۲۵۰ اور ۵۰ ق۔م کے درمیان [illegible] (۲) آثاری خط جس میں عمارتوں کے کتبے لکھے جاتے [illegible]

شکل ۱۳۰ عبرانی حروف کا ارتقاء



… کے لئے دیکھئے شکل ۱۳۳

پہلو نمایاں تھا، یہ گھسیٹ خط سے پہلی صدی ق-م میں اخذ کیا گیا۔

تدمری رسم خط کے کتبے تدمر کے علاوہ بحر اسود کے آس پاس فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ میں ملے ہیں بعض کتبے ہنگری، اٹلی اور انگلستان میں پائے گئے ہیں۔

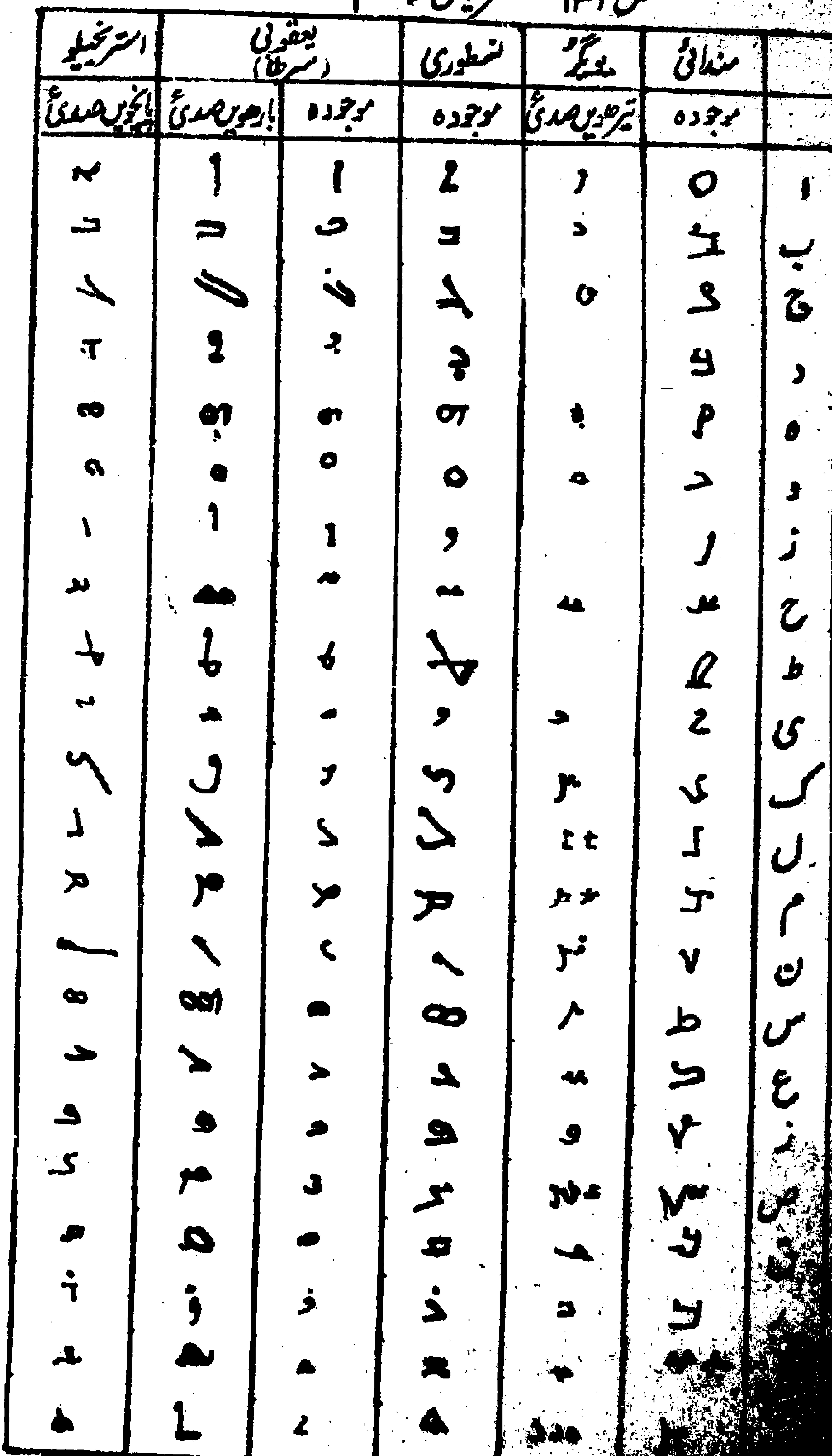
اس لکھائی کا سب سے پرانا کتبہ ۴۴ ق-م کا، آخری ۲۷۴ء کا اور مشہور ترین ۱۳۷ء کا ہے۔ جو ۱۸۸۱ء میں دستیاب ہوا تھا یہ تدمری اور یونانی دونوں زبانوں میں ہے۔

سُریانی رسم خط پہلے سریانی (Syriac) کو تدمری سے ماخوذ مانا جاتا تھا لیکن اب یہ ثابت ہوا ہے کہ دونوں کا ماخذ آرامی خط تھا۔ سریانی اور آرامی میں پہلی صدی عیسوی سے فرق پیدا ہونا شروع ہوا۔ شکل ۱۲۱ میں سریانی حروف کا ارتقا، اور مختلف اقسام دکھائی ہیں۔

یہ خط مشرق وسطیٰ کے عیسائیوں سے مخصوص رہا ہے۔ اس کا مرکز ادیسا (Edessa) تھا جس کا عروج دوسری سے ساتویں صدی عیسوی تک دوسری صدی کے بعد یہاں بائبل کا سُریانی زبان میں ترجمہ کیا گیا جو پشیتو (Peshito) کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے مقامی زبان اور رسم خط کو پھیلنے میں مدد ملی۔

جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو آٹھویں صدی عیسوی میں سُریانی کا زوال ہوگیا اور اب وہ صرف حلب کے یعقوبی اور لبنان کے [illegible] عیسائیوں میں عبادت کے موقع پر استعمال کی جاتی ہے۔ شمالی [illegible] ارمیا جھیل کے کنارے اور کردستان کے پہاڑوں میں [illegible] جو سُریانی سے ماخوذ ہیں۔

شکل ۱۳۱ سریانی رسم خط



اس خط کی خاص قسمیں یہ ہیں :-

(۱) اِسترنجلو (Estrangelo) سریانی زبان کے عروج کے زمانے میں اُس کا خط استرنجلو یا استرنجلا کہلاتا تھا۔ بعض عالموں نے اس کا تعلق یونانی لفظ (Strongyle) سے مان کر اس کے معنی "مدور" بتائے ہیں کیونکہ اس رسم خط کے حروف گولائی لئے ہوئے تھے۔ سُریانی کا سب سے پرانا قلمی نسخہ سنہ ۴۱۱ء کا برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ ہے۔ اس میں استرنجلو حروف کی ترقی یافتہ شکلیں نظر آتی ہیں۔ پانچویں صدی عیسوی کے بعد جب اختلاف عقاید کی بنا پر شامی کلیسا کے مختلف فرقے ہوگئے تو سُریانی خط کی بھی کئی قسمیں ہوگئیں مثلاً نسطوری، یعقوبی، مارونی وغیرہ۔

(۲) نسطوری رسم خط (Nestorian) نسطور سنہ ۴۲۸ء میں قسطنطنیہ کا بطریق تھا جو اپنے مخصوص عقاید کی بنا پر شہر بدر کردیا گیا۔ اُس نے اپنے متبعین کے ساتھ فارس کی راہ لی۔ ساسانی حکمراں فیروز نے اُس کی مدد کی اور نسطوریوں کے مخالفین کو اپنی قلمرو سے باہر کردیا۔ اسی لئے فارس کے کُل عیسائی نسطوری مذہب کے ماننے والے تھے اور اُن میں نسطوری خط کا رواج تھا جسے مشرقی سُریانی بھی کہتے ہیں۔

نویں صدی عیسوی میں نسطوری مبلغین ہندوستان پہنچے چنانچہ ساحل ملابار کے سینٹ ٹامس کے عیسائی آج بھی نسطوری خط استعمال کرتے ہیں۔ وہاں اس لکھائی کو کرشنی یا گرشنی کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کے معنی نامعلوم ہیں۔ شام میں بھی اس نام کا ایک خط پایا جاتا ہے جو عربی زبان کے لئے ہے۔ دراصل یہ سُریانی خط ہے جس میں عربی کی مخصوص آوازوں کو ادا کرنے کے لئے کسی قدر ترمیم و تنسیخ کی گئی ہے۔

(۴) **یعقوبی رسم خط** (Jacobite) لبنان کے مارونی رسم خط سے کسی قدر مختلف ہے۔ اسے جدید سریانی، مغربی سریانی یا سرطا ربھی کہتے ہیں۔ سرطار کے معنی "لکیروں کی لکھائی" کے ہیں۔ چونکہ اس کے حروف آڑے ترچھے خطوط کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے یہ نام پڑا۔

قدیم سریانی میں حروف علت کو نقطوں سے ظاہر کیا جاتا تھا۔ یعقوبی میں یونانی کے زیر اثر یونانی حروف استعمال کرنے لگے:۔

نسطوری (قدیم)	ܶ	ܳ	ܰ	ܺ	ܽ
یعقوبی (جدید)	A	Λ	O	I	Z
آواز	اَ	اے	او	اِ	اُو

انھیں یونانی کی طرح حروف صحیحہ کے آگے پیچھے نہیں لکھا جاتا بلکہ اوپر یا نیچے لکھتے ہیں۔ یہ طریقہ یعقوبی رسم خط میں ۸ ویں صدی عیسوی میں رائج ہوا۔

مندائی رسم خط (Mendaite) اِسے وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جنھیں صابئین، نصرانی گلیلی یا سینٹ جان کے عیسائی کہتے ہیں لیکن وہ خود اپنے کو مندئین (Mandaean) کہتے ہیں۔ یہ لوگ بصرہ کے قریب آباد ہیں۔ ان کا مذہب مجوسی، یہودی اور عیسائی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ ان کی زبان تالمودی کلدانی سے مشابہ ہے۔ ان کا ادب کافی پرانا ہے۔ جس کا کچھ حصہ نبطی بولی میں ہے اور کچھ صابئی میں۔ اس ادب میں کتاب آدم سب سے اہم ہے اسے گنزا گنجینا اور سدرہ ربہ (کتاب اعظم) بھی کہتے ہیں۔ مذہبی عقاید کی طرح ان کے رسم خط میں مختلف لکھائیوں کا اثر نظر آتا ہے گو اُس کی بنیاد کالڈیہ کے آرامی رسم خط پر قائم ہوئی تھی۔

نبطی رسم خط (Nabatean) شمالی عرب، مشرقِ اردن اور سینا میں نبطی لوگ آباد ہیں ۔ یہ ایک خانہ بدوش قوم ہے جس کے اجداد نے دوسری صدی ق ۔م ایک ریاست قایم کی تھی اُن کا دارالحکومت سیلح تھا جسے لاطینی میں پٹرا (Petra) کہتے تھے ۔ اس حکومت کا سنہ ۱۰۶ء میں خاتمہ ہوگیا اور وہ سلطنت روما کا عربی صوبہ ہوکر رہ گئی ۔

تقریباً دوسری صدی ق ۔م نبطیوں نے آرامی رسم خط اختیار کرلیا جس میں اپنے ذوق کے مطابق کافی تبدیلیاں کیں اور یہ نئی لکھائی نبطی کے نام سے مشہور ہوگئی ۔ نبطی رسم خط کے کتبے قدیم عمارتوں اور سکّوں پر پائے جاتے ہیں ۔

جدید سینائی (Neo-Sinaitic) اس سے مراد وہ نبطی خط ہے جس کا رواج پہلی صدی عیسوی میں ہوا ۔ اس لکھائی کے کتبے چٹانوں پر کندہ ملے ہیں خاصکر "وادیٔ مکتب" میں جو سویز سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے ۔ یہ کتبے دوسری صدی سے لے کر پانچویں صدی عیسوی تک کے ہیں ۔ ان کا رسم خط نبطی کتبوں سے مختلف ہے ۔ اِن کے حروف چوکور ہیں اور ان کی لکھائی گھسیٹ ہے ۔ سینا کا نبطی خط فنِ تحریر کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ عربی رسم خط کا ماخذ یہی تھا ۔

۱۸

عربی رسم خط

عربی رسم خط کی تاریخ مرتب کرنے کے لئے ہمارے پاس دو ذریعہ ہیں ایک روایات اور دوسرے کتبات ۔ کتبوں کی دریافت موجودہ زمانہ کا کارنامہ ہے قدیم مورخین نے محض روایات کو سامنے رکھا ہے (جیسے ابن ندیم نے الفہرست میں اور بلاذری نے فتوح البلدان میں) جن میں سے بعض مشتبہ ہیں اور بعض کی موجودہ تحقیقات سے تردید ہوتی ہے ۔

کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عربوں نے تیسری صدی عیسوی میں نبطی رسم خط اختیار کرلیا تھا اور چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی تک اس میں تغیر و تبدل کرکے بڑی حد تک انفرادیت پیدا کرلی تھی ۔ عربی رسم خط کے قدیم اور مشہور ترین کتبے یہ ہیں ۔

ابتدائی کتبے ۔ (۱) نقش نمارہ (تاریخ تحریر ۳۲۸ء) دمشق سے جنوب مشرق نمارہ نامی مقام پر ملا تھا ۔ اس کی زبان عربی ہے ۔ لکھائی نبطی لیکن عربی رسم خط کی بعض خصوصیات نمایاں ہیں ۔

(۲) نقش زبد (تاریخ تحریر ۵۱۱ء) ۱۸۷۹ء میں زبد نامی مقام پر حلب کے قریب ملا تھا ۔ یہ یونانی، سریانی اور عربی تین خطوں میں ہے ۔

(۳) نقش حران (تاریخ تحریر ۵۶۸ء) یہ جبل الدروز کے شمالی علاقے میں حران کے ایک گرجے کے دروازے پر کندہ ہے ۔ یہ یونانی اور عربی [illegible] ہے ۔

ان کتبوں کے حروف شکل ۱۳۲ میں دیکھئے۔

خط کوفی۔ کوفی خط شہر کوفہ سے منسوب ہے جو کسی وقت مسلمانوں کا علمی مرکز تھا۔ اگرچہ اس خط کا استعمال کوفہ کی بنیاد پڑنے اور عربوں کی فتح شام سے پیشتر بھی پایا جاتا تھا لیکن یہاں کے کاتبوں نے اس خط کو اتنی ترقی دی کہ وہ کوفی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

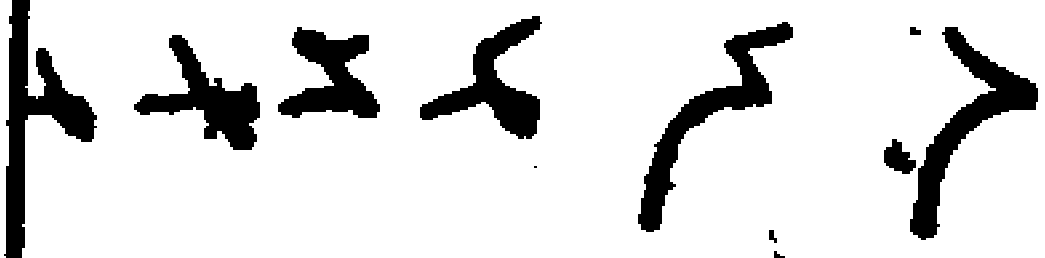
چونکہ اسلام میں جانداروں کی تصویریں بنانا منع ہے اس لئے مسلمانوں نے اپنے ذوق مصوری کو حروف کی آرائش و زینت میں صرف کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں کوفی خط نے نہایت خوشنا نقاشی کی صورت اختیار کر لی۔ اس خط کے بعض نمونے[1] صفحہ ۲۰۵ پر ملاحظہ ہوں۔

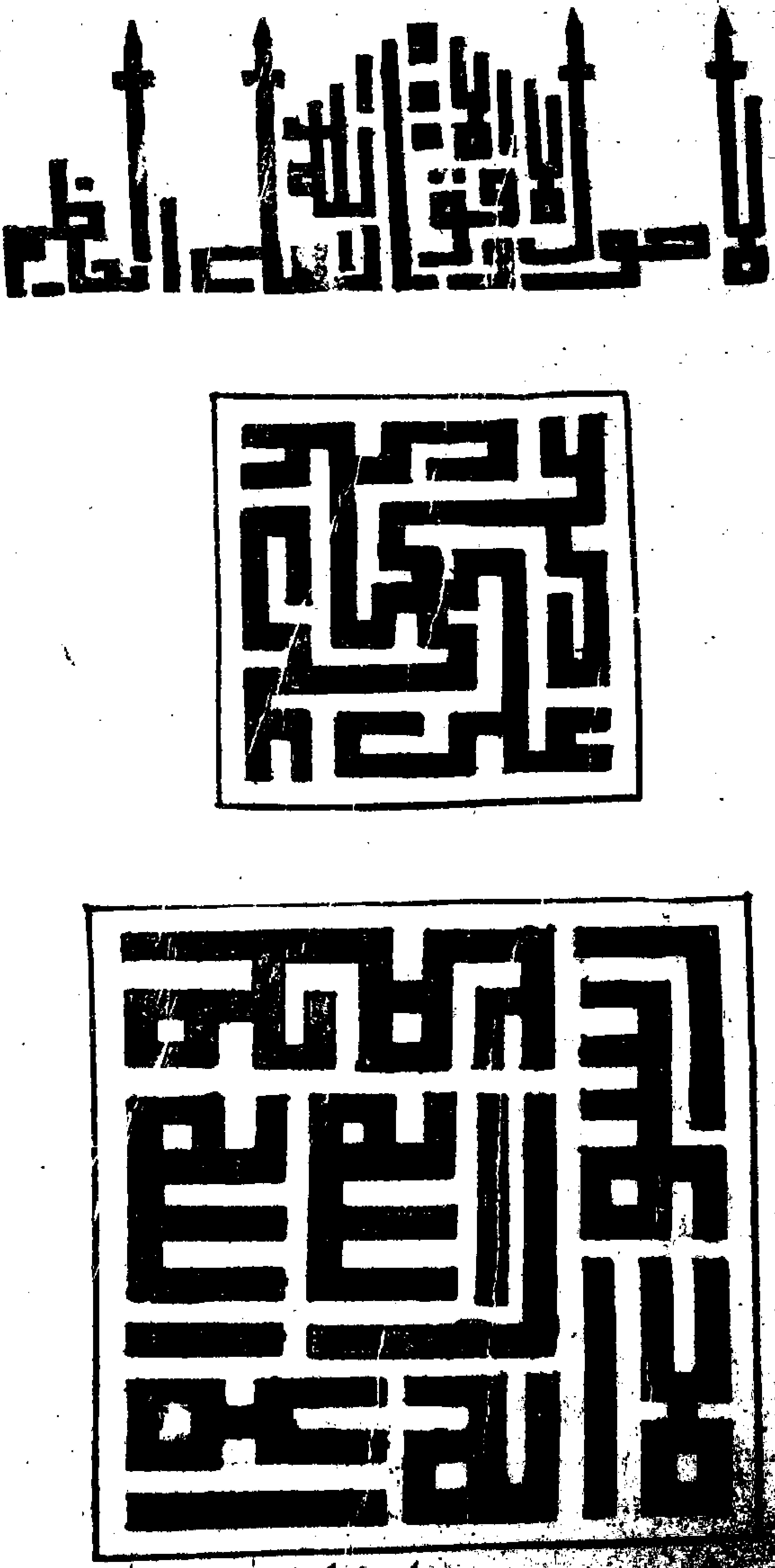
رسول اللہ کے زمانے میں عرب میں کوفی خط رائج تھا چنانچہ آنحضرت بھی اسی خط میں مراسلت فرماتے تھے۔ آپ نے سنہ ۶ھ (سنہ ۶۲۸ء) میں مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے نام جو تبلیغی خطوط روانہ فرمائے تھے اُن میں سے دو بہت مشہور ہیں۔ ایک خط بحرین (مصر) کے حاکم منذر بن ساوی کے نام ہے اور دوسرا خط مقوقس عامل مصر کے نام جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شاید میں اُسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا تھا۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۳۶) اس وقت تک حروف پر نقطے دینے اور اعراب لگانے کا رواج نہ تھا چنانچہ فرمان رسالت بھی ان علامات سے خالی ہے۔

---

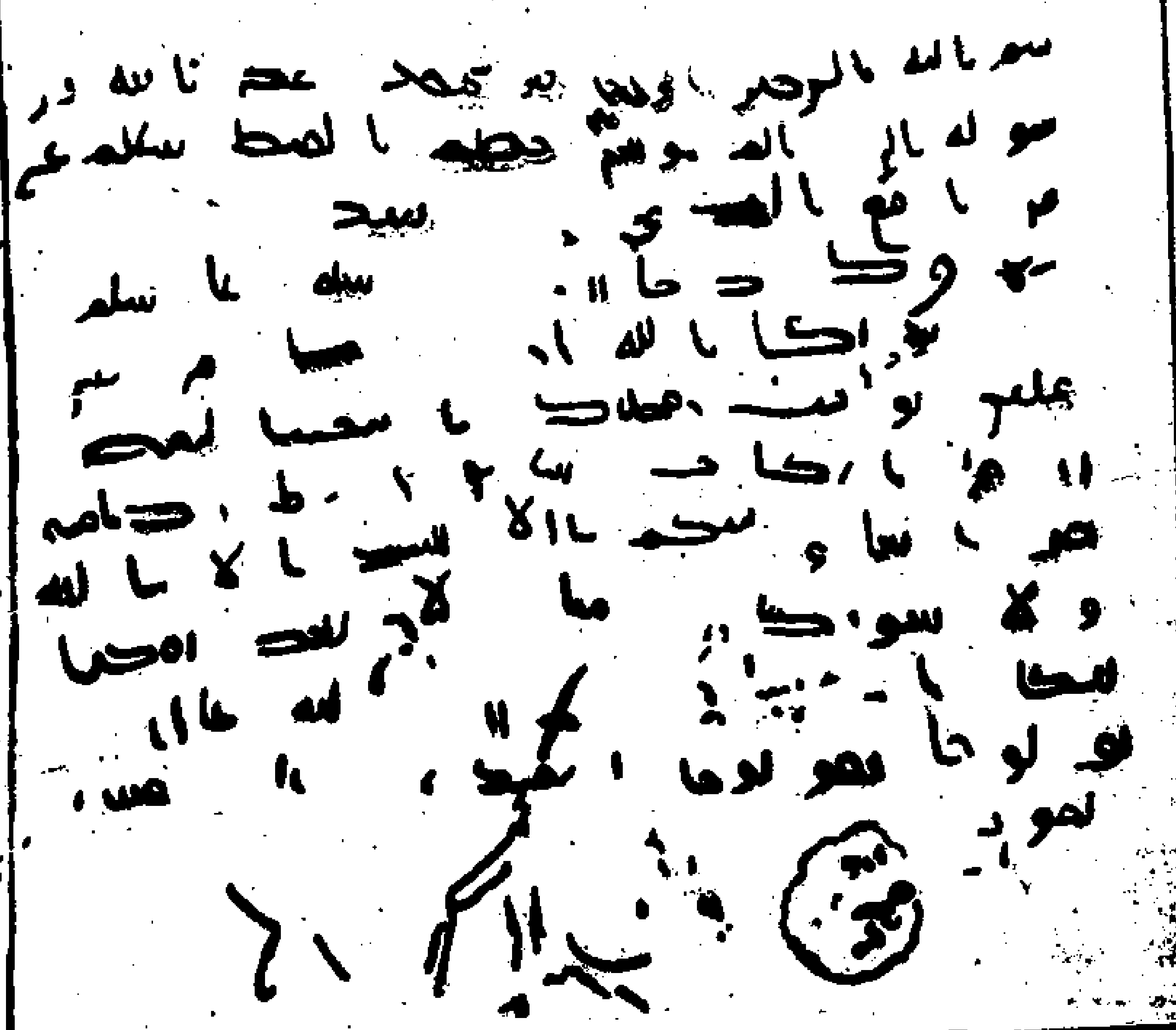
[1] Helen Rubissow "Art of Asia" (Newyork. 1954) Page 210 A. U. Pope "A Survey of Persian Art" (1938) Vol. II, Page 1747

شکل ۱۴۲

موجوده تلفظ	قدیم معنی	خط نسخ — نسخ موجوده	خط نسخ — پیپیرس ساتویں صدی عیسوی
الف	بیل	ا	
با	گھر (بیت)	ب	
جیم	اونٹ (جمل)	ج	



خط کوفی کے نادر نمونے



نقل

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَ
رَسُوْلِهٖ اِلَى الْمُقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰى
مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ٥ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ
اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ
تَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ
فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ
يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ٥

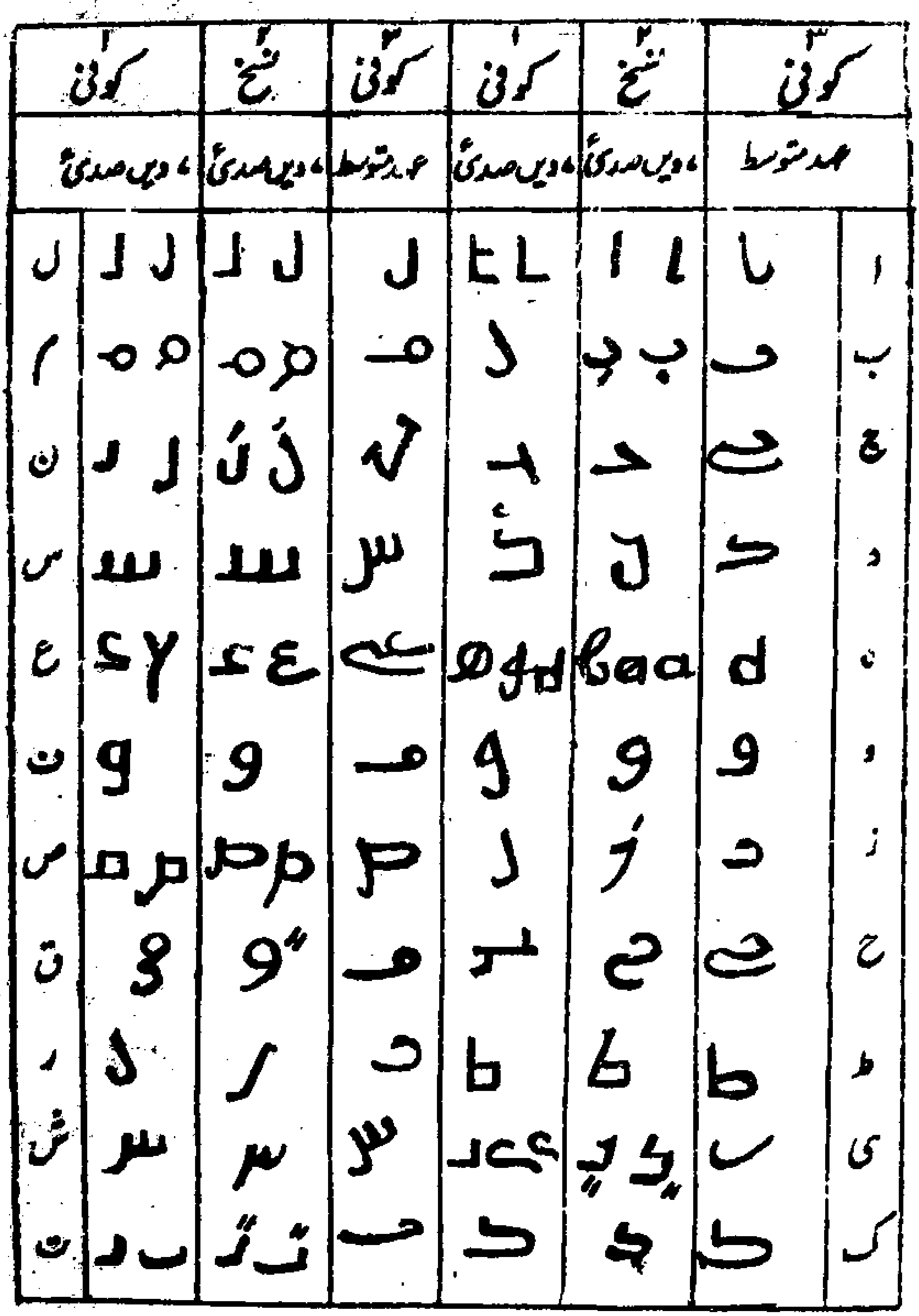
اللهُ
رَسُوْلُ
مُحَمَّدٌ

شکل ۱۳۶ خطِ نبوی بنام مقوقس بقلم (؟) حضرت علی کرم اللہ وجہہ مع نقل بخطِ نسخ

کوفی رسم خط کے مشہور ترین کتبوں میں یروشلم کے قبۃ الصخرا کا کتبہ خصوصیت کے ساتھ بہت اہم ہے۔ اِس کی محرابوں پر جو گنبد کو سنبھالے ہوئے ہیں نیلے پتھر کے چوکوں کا حاشیہ ہے جس پر سونے کے حروف میں آیات قرآنی منقوش ہیں۔ یہ عمارت خلیفہ عبدالملک نے ۷۲ھ میں بنوائی تھی لیکن بعض شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ المامون نے اُس کا نام نکلوا کر اپنا نام درج کرا دیا۔

(۱) کتبے میں سنہ تعمیر ۷۲ھ ہے جبکہ ماموں کا زمانہ ۱۹۸ھ سے ۲۱۹ھ ہے (۲) کتبے کا سنہ خلیفہ عبدالملک کے زمانہ (۶۵ سے ۸۶ ہجری) کے درمیان پڑتا ہے (۳) عرب مورخین نے اس مسجد کی تعمیر خلیفہ عبدالملک سے منسوب کی ہے۔
(۴) کتبے میں دو سنگی چوکوں کا رنگ دوسرے چوکوں کے مقابلے میں گہرا ہے۔
(۵) ان چوکوں کی عبارت گنجان ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے اس حصے میں عبد (الملک ا) میر لکھا تھا جو عبد (اللہ الامام المامون ا) میر کے مقابلے میں کم جگہ گھیرتا ہے۔ جب ان چوکوں پر ماموں کا نام لکھا گیا تو جگہ کی تنگی کی وجہ سے حروف کی چوڑائی کم کرنا پڑی۔

قبۃ الصخرا سے پرانے کتبے ابتدائی خلفاء کے سکوں پر پائے جاتے ہیں جو ۷۲ھ کے بعد کے ہیں۔ ان کے حروف آگے کالم ۱ میں ملاحظہ ہوں:-



شکل ۱۳۷

عرب مصنفین کی رائے میں کوفی رسم خط سطرنجیلی سے ماخوذ تھا لیکن کوفی رسم خط کے پرانے کتبے اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔ اُن کے حروف اُسی زمانے کے سریانی حروف سے کئی باتوں میں مختلف ہیں [illegible]

بعد کا کوفی خط سریانی سے کسی قدر مشابہت رکھتا ہے جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ کوفہ میں سطرنجیلی خط رائج تھا جس کے زیر اثر کوفی کو سطرنجیلی انداز سے لکھنے لگے۔

خط نسخ۔ عربی کا رسم خط نسخ کہلاتا ہے قدیم عرب مصنفین کا خیال تھا کہ خط نسخ تیسری صدی ہجری کی ایجاد ہے اور اُسے کوفی سے اخذ کیا گیا لیکن یہ صحیح نہیں۔ خط نسخ کوفی کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عہد میں مستعمل تھا۔ خط نسخ کے نمونے کسی طرح کوفی سے کم پرانے نہیں۔ چنانچہ ۲۲ھ کے دو مصری پاسپورٹ اور ایک نجی مراسلہ جو مصر میں ۴۰ ہجری میں لکھا گیا تھا موجود ہیں خط نسخ میں لکھے ہوئے قرآن کے چند اوراق پیرس کے قومی کتبخانے میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند اوراق کا رسم خط مصری نہیں بلکہ قدیم مکی یا مدنی ہے ان کا زمانہ غالباً پہلی صدی ہجری کے وسط کا ہے۔ ان اوراق کے حروف شکل ۱۳، کے کالم ۲ میں دکھائے ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ خط نسخ تقریباً اُتنا ہی پرانا ہے جتنا خط کوفی اور وہ کوفی سے ماخوذ نہ تھا بلکہ دونوں نبطی خط سے اخذ کئے گئے۔ کوفی خط کوفہ اور بصرہ میں اور نسخ مکہ اور مدینہ میں ارتقاء پذیر ہوا۔

اعراب۔ خلافت راشدہ تک حروف پر نقطے نہ تھے اور نہ زیر زبر لگائے جاتے تھے محض اشارات تھے جن کو وہی شخص پڑھ سکتا تھا جو عربی زبان کا ماہر ہو۔ جب اسلام غیر عرب اقوام میں پھیلا تو تلاوت قرآن میں دشواریاں پیش آئیں۔

تقریباً ۵۰ھ میں حضرت علیؓ کے شاگرد ابوالاسود دوئلی نے اعراب ایجاد کئے مگر ان کی صورت نقطوں کی تھی زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ … تا تھا، زبر کے لئے اوپر، پیش کے لئے بازو یا کنارے پر اور تنوین کے لئے … جاتے تھے[1]

… خط سے ماخوذ تھا۔

جب اسلام مصر اور ایران میں پھیلا تو لوگوں کو ہم شکل حروف مثلاً ج، ح، خ یا ب، ت، ث وغیرہ کے سبب سے نہ صرف قرآن مجید پڑھنے میں دقتیں ہوئیں بلکہ مراسلات اور روز کی تحریروں کے پڑھنے میں بھی اختلاف ہونے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ۶۵ھ میں حجاج بن یوسف عراق کے گورنر کو رسم خط کی اصلاح کا حکم دیا۔ نصر بن عاصم نے حجاج کے منشار کے مطابق حرفوں میں امتیاز کرنے کے لئے نقطے وضع کئے اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ منقوطہ حروف پر سیاہ نقطے دئے جائیں اور اعراب کے لئے قرمزی رنگ کے نقطے لگائے جائیں۔ اس طرح حروف منقوطہ میں فرق ہوا۔ نقطوں کے ذریعہ اعراب لگانے کا یہ طریقہ تقریباً تیس چالیس سال تک جاری رہا۔ پھر عبدالرحمٰن خلیل بن احمد عروضی (متوفی سنہ ۱۷۰ھ) نے اعراب کی خاص شکلیں وضع کیں جس کے بعد اعراب کے لئے قرمزی رنگ کے نقطوں کا استعمال ترک کر دیا گیا۔[1]

نئے حروف۔ پہلے عربی میں کل ۲۲ حروف تھے جن میں بعدازاں ۶ حروف (ث۔ خ۔ ذ۔ ض۔ ظ۔ غ) کا اضافہ کیا گیا۔ یہ چھ حروف عربی زبان سے مخصوص ہیں۔[2] انھیں (ت۔ ح۔ د۔ ص۔ ط اور ع) میں ایک ایک نقطہ لگا کر بنایا گیا تھا اور یہی حروف ان نو ایجاد حروف کے ناموں کا بھی ماخذ تھے۔ چوتھی صدی عیسوی میں لام الف (لا، لا) ایجاد ہوا لیکن یہ کوئی مستقل حرف نہیں۔ ہمزہ (ء) کو شامل کر کے عربی حروف کی تعداد ۲۹ مانی جاتی ہے۔

---

[1] رسالہ دلگداز مئی ۱۹۱۲ء مضمون "ابوالاسود دوئلی" از مولانا عبدالحلیم شرر۔ "اردو رسم الخط" از محمد سجاد مرزا صفحہ ۹ [2] جنوبی سامی خط میں بھی یہ چھ حروف پائے جاتے تھے۔

حروف کی ترتیب ۔ پہلے عربی حروف کی ترتیب اس طرح تھی :۔

ا ب ج د ہ و ز ح ط ی ک ل م ن

س ع ف ص ق ر ش ت ث خ ذ ض ظ غ

یہ ترتیب نہایت قدیم ہے (صرف آخری چھ حروف عربوں کا اضافہ ہیں اسی لئے انھیں اخیر میں رکھا ہے)۔ اسے ترتیب "ابجد" کہتے ہیں کیونکہ پہلے چار حروف کو ملا کر پڑھنے سے لفظ ابجد بنتا ہے ۔

بعض نے مخارج کے لحاظ سے حروف کو مرتب کیا ہے۔ چنانچہ کتاب العین میں الخلیل نے اور تہذیب میں الازہری نے مخارجی ترتیب کا لحاظ رکھ کر ان کو درج کیا ہے[1]۔

حروف کی موجودہ ترتیب صورتوں کے لحاظ سے ہے یعنی جو حروف ایک طرح سے لکھے جاتے ہیں اُن کو پاس پاس رکھا ہے :۔

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض

ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ لا ء ي

کہتے ہیں ابن مقلہ (متوفی ۳۲۸ھ) نے بچوں کی سہولت کے لئے حروف کو اس طرح ترتیب دیا تھا لیکن یہ امر مشتبہ ہے ۔

اشاعت ۔ عربی رسم خط کی اشاعت میں مذہب اسلام کا بڑا ہاتھ تھا۔ جہاں جہاں اسلام پہنچا وہاں وہاں عربی رسم خط بھی پہنچا ۔ قرآن کا رسم خط عربی ہے اس لئے قرآن پڑھنے کے لئے عربی خط کا سیکھنا ضروری ہوگیا اور عربی رسم خط سے واقفیت حاصل ہونے پر مقامی زبانیں بھی اسی خط میں لکھی جانے لگیں۔

---

[1] ... کی ابتداء " مجموعہ استفسار و جواب جلد دوم از علامہ نیاز فتحپوری

عربی رسم خط عرب کے علاوہ مصر، طرابلس، ٹیونس، الجزائر، مراکش، سوڈان، حبش، سومالی لینڈ، زنجبار، لبنان، شام، عراق، ایران، افغانستان، کردستان، مکران، پامیر، پاکستان، ہندوستان، قازان، ملایا اور جاوا میں مستعمل ہے اور ایک زمانہ تھا جب وہ اندلس، صقلیہ، مڈاگاسکر اور ترکی میں بھی رائج تھا مصطفےٰ کمال پاشا نے ترکی میں عربی رسم خط کو منسوخ کر کے رومن کو رواج دیا۔

۱۹

فن خطاطی اور مسلمان

مسلمانوں میں فن خطاطی کی غیر معمولی ترقی کا خاص سبب مذہب تھا بعض حدیثوں میں جانداروں کی تصویریں بنانے سے منع کیا گیا ہے اس لئے مصوری کا ذوق رکھنے والے لوگ حروف کی تزئین و آرائش کی طرف مائل ہوئے۔

چینی آرٹ اور مانوی مذہب نے بھی مسلم خطاطی کو متاثر کیا۔ مانی کے متبعین نہ صرف اپنی کتابوں کو خوشخط لکھتے بلکہ طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے۔ اگرچہ مسلمان اُنھیں زندیق کہتے تھے تاہم اُن کے فن کے قائل تھے۔ اُن کے جواب میں اُنھوں نے مسلم خطاطی کو پیش کیا اور زمانۂ سلف کی تمام اقوام پر سبقت لے گئے۔

عربی حروف میں کچھ ایسا لوچ ہے کہ تھوڑے ہی زمانے میں اس ایک خط سے درجنوں خط اور سیکڑوں طرح کے آرائشی نقوش پیدا ہو گئے۔ یہ نقوش اتنے خوشنما تھے کہ اہل یورپ عرصے تک اُنھیں محض آرائش سمجھ کر اپنی مصنوعات پر نقل کرتے رہے چنانچہ (۱) مرسیا کے بادشاہ اوفا نے جس کا زمانہ ۷۵۷ء سے ۷۹۶ء عیسوی ہے اپنے سکوں پر کوفی خط میں کلمۂ طیبہ نقش کرایا تھا (۲) نویں صدی عیسوی کی ایک آئرش صلیب پر کوفی خط میں بسم اللہ لکھا ہے (۳) بعض مصوروں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے لباس پر زینت کے لئے نقل کی ہیں (۴) سسلی کے نارمن بادشاہ راجر دوم (۱۱۳۰ء

۱۱۵۴ء) کی تصویر میں تاجپوشی کے لباس پر کوفی کتبہ پایا جاتا ہے[۱] (۵) اٹلی اسپین اور فرانس کے متعدد کلیساؤں اور خانقاہوں پر آرائش کے لئے آیات قرآنی منقوش نظر آتی ہیں۔

یوں تو عربی رسم خط جس ملک میں پہنچا وہاں کے لوگوں نے اُس میں اپنی ضروریات اور ذوق کے مطابق تبدیلیاں کیں لیکن تین ملکوں، عراق، ایران اور ہندوستان سے خطاطی کا خاص تعلق رہا ہے۔ اس لحاظ سے ہم فن خطاطی کی تاریخ کے تین دور مقرر کر سکتے ہیں:-

پہلا دور (عراق)

خلافت بنی امیہ کے زمانے میں دو خطاطوں کا پتہ چلتا ہے قطبہ جس نے خط کوفی سے با دنیٰ تغیر چار خط ایجاد کئے اور خالد جس نے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد (۹۹ھ - ۱۰۱ھ) میں پہلا طلاء کار قرآن مجید تیار کیا۔ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کا طلائی کتبہ اُسی کے زور قلم کا نتیجہ ہے[۲]۔

عہد مہدی عباسی کے نامور فاضل خلیل بن احمد نحوی (متوفی ۱۷۰ھ) نے خط کوفی کی اصلاح کی اور موجودہ اعراب ایجاد کئے۔ مامون رشید کے اُستاد علی بن حمزہ کسائی (متوفی ۱۸۲ھ) نے خط کوفی پر نظر ثانی کی" مامون کو قدیم خطاطوں کی وصلیاں جمع کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ اُس کے خزانے میں

۱- P. K. Hitti "History of the Arabs" (Edinburgh, 1940) pages 608, 615

[illegible]uddin "Moslem Calligraphy" (Calcutta, 1936)

۲- حکیم محمد علی خاں ماہر اکبر آبادی "معلم الحروف" (دہلی ۱۹۳۳ء) صفحہ [illegible]

عہد قدیم کے چار خطوں کے نمونے موجود تھے[۱]

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ ایران میں اسلام کی اشاعت سے پہلے سات خط رائج تھے (۱) دین دفتریہ (۲) ویش دبیریہ (۳) الکسیج (۴) شاہ دبیریہ (۵) نامہ دبیریہ (۶) راز سہریہ (۷) راس سہریہ۔ انھیں ایرانی "ہفت قلم" کہتے تھے۔ ان میں سے بعض (۳، ۷) طب، فلسفہ اور منطق وغیرہ کی کتابیں لکھنے کے لئے مخصوص تھے اور بعض (۴، ۶) خفیہ مراسلت میں استعمال کئے جاتے تھے[۲]۔ ان کے جواب میں مسلمانوں نے ہر ضرورت کے لئے ایک علیحدہ خط ایجاد کیا اور مامون رشید کے زمانے تک خط کوفی سے درجنوں شاخیں پیدا ہو گئیں[۳]۔

خط کوفی کی شاخیں

(۱) قلم الجلیل۔ جس میں مسجدوں کے کتبے اور بادشاہوں کے خط لکھے جاتے تھے۔ یہ جلی خط تھا۔

(۲) قلم السجلات۔ سجل کے معنی قبالہ و دستاویز کے ہیں۔ اس میں دستاویزیں لکھی جاتی تھیں۔ یہ نمبرا سے ماخوذ تھا۔

(۳) قلم الدیباج۔ اس کا ماخذ بھی نمبرا تھا۔ غالباً یہ خط پہلے دیباج پر لکھنے کے کام آتا تھا جو ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔ پھر اس خط میں کتابوں کے شروع کے حصے لکھنے لگے اور انھیں دیباجہ کہا جانے لگا جو فارسی میں دیباچہ ہو گیا۔

(۴) قلم طومار۔ یہ ۲ اور ۳ کی ترکیب سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی دو قسمیں تھیں

---

[۱] خان صاحب ماہر اکبر آبادی "علم الحروف" (دہلی ۱۹۳۴ء) صفحہ ۶۴ [۲] ایضاً
[۳] ایضاً صفحات ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۵

طومار کامل یا طومار الکبیر اور مختصر الطومار۔ طومار کے معنی طویل خط کے ہیں۔

(۵) قلم الثلثین ۔ یہ طومار کی شاخ تھا۔ دربار خلافت سے عمال کے نام اسی خط میں مراسلت ہوتی تھی۔

(۶) قلم الزنبور۔ یہ طومار اور ثلثین سے مل کر بنا تھا۔

(۷) قلم المفتح ۔ یہ ثلثین اور سطر تجیلی سے ماخوذ تھا۔ اِسے خط ثقیل بھی کہتے تھے

(۸) قلم الحرم ۔ خواتین حرم سے مراسلت کے لئے مخصوص تھا۔

(۹) قلم الموامرات۔ اسے امرائے دولت صلاح ومشورے کے لئے استعمال کرتے تھے۔

(۱۰) قلم العہود ۔ سلاطین کے معاہدات کے لئے مخصوص تھا۔

(۱۱) قلم القصص ۔ قصے کہانیاں اس خط میں لکھی جاتی تھیں۔

(۱۲) قلم الخرفاج ۔ ثلثین کی شاخ تھا۔

ان کے علاوہ عہد ماموں میں قلم المرصع، قلم النساخ، مقطوع الحوائجی، قلم الغبار الحلیہ[1]، خط مدبج، خط رباش، خط رخش، خط بیاض اور خط حواشی بھی رائج تھے لیکن افسوس کہ مشہور خطاطوں کی وصلیاں دستبرد زمانہ کی نذر ہو گئیں اور آج یہ بھی نہیں معلوم کہ ان خطوں کی شان کیا تھی اور ان میں باہم فرق کیا تھا

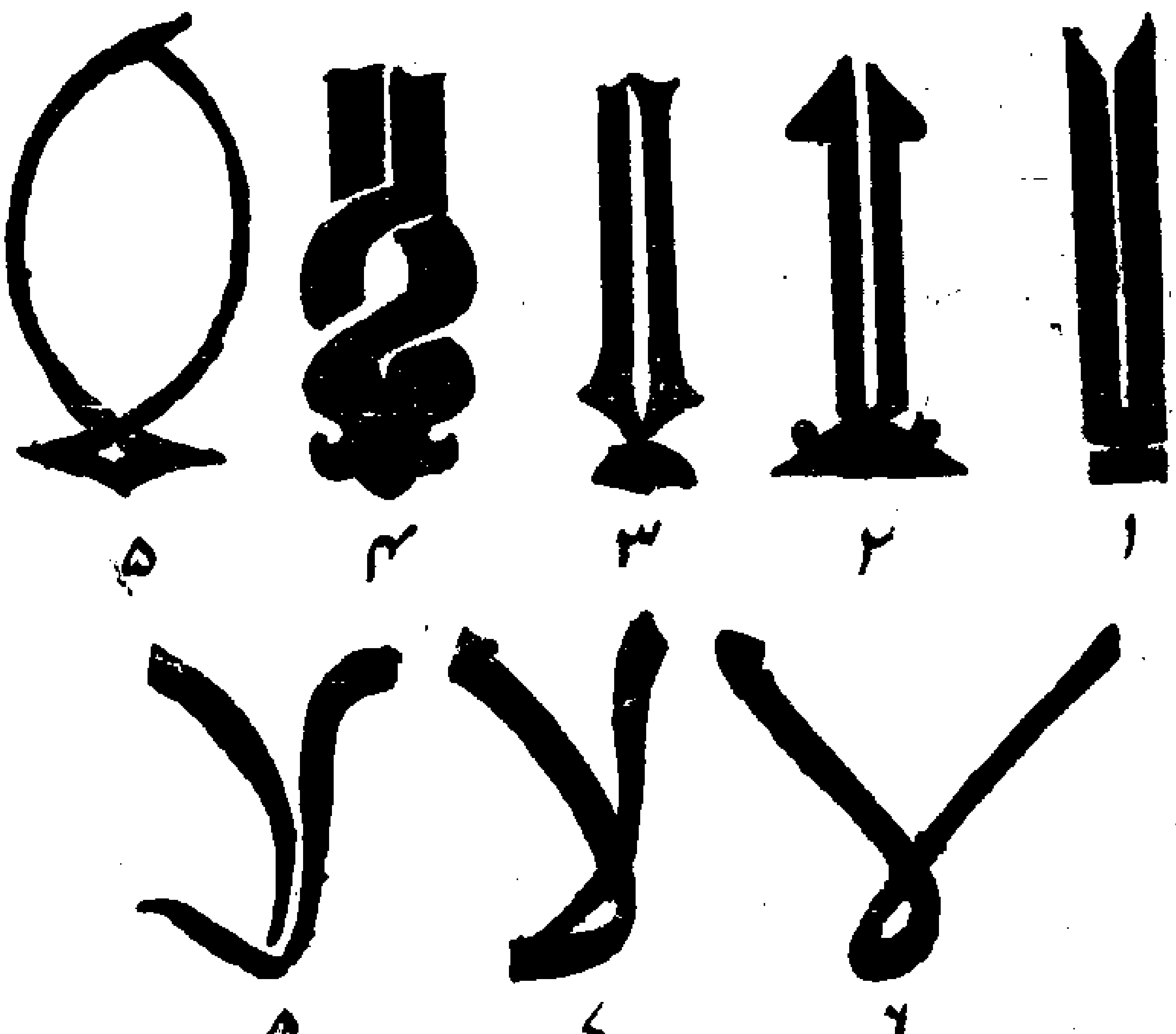
مشہور خط

(۱) خط ثلث ۔ صبح الاعشیٰ (مصنفہ علامہ ابو العباس احمد قلقشندی

[1] غالباً یہ اور قلم الجناح ایک ہی تھے۔ حد سے زیادہ باریک خط تھا [illegible] باندھ میں باندھنے کے لئے ایک پرندہ پر لکھا جاتا تھا۔

مطبوعہ مصر) کے مطابق خط ثلث و ثلثین میں معمولی فرق تھا۔ ثلثین ایک ہلکا اور باریک قلم تھا جسے ابراہیم الشجری شاگرد اسحٰق بن حماد شامی نے ایجاد کیا تھا۔

(۲) خط نسخ۔ غالباً یہ اور قلم النساخ ایک ہی تھے۔ اس کی وجہ تسمیہ نامعلوم ہے۔ یہ تاویل کہ خط نسخ کی ایجاد نے قدیم خطوں کو منسوخ کر دیا مشتبہ ہے۔



شکل ۱۳۸ ۱-۵ خط کوفی ۶ خط نسخ ۷-۸ خط ثلث

(۳) خط توقیع۔ اس کا موجد ابراہیم الشجری کا بھائی یوسف (شاگرد اسحٰق بن حماد شامی) تھا۔ اسے ماموں رشید کے وزیر فضل بن سہیل ذوالریاستین نے خاص طور سے پسند کیا اور دفتر انشاء کے کاتبوں کو ہدایت کر دی کہ جملہ فرامین (توقیعات) اس خط میں لکھے جائیں۔ اُس کے نام پر یہ خط قلم الریاسی کہلایا اور اسے مناشیر بھی کہتے ہیں۔ کسی کا قطعہ ہے ؎

نگار من خط خوش می نویسد   بغایت خوب دل کش می نویسد
مثنیٰ و محقق و نسخ و ریحاں   رقاع و ثلث ہر شش می نویسد

(۴) خط رقاع ۔ یہ خط چھوٹے چھوٹے پُرزوں یا رقعوں پر لکھا جاتا تھا اس لئے رقاع کے نام سے مشہور ہوا ۔

(۵) خط محقق ۔ چونکہ اس کے حروف کی پیمائش میں بڑی تحقیق سے کام لیا گیا تھا اِس لئے محقق کہلایا ۔ اس میں معاہدے، دستاویزیں اور شاہی خط لکھے جاتے تھے ۔

(۶) خط ریحاں ۔ کہتے ہیں یہ خط خوبصورتی میں ریحاں کی سی نزاکت رکھتا تھا اس لئے ریحاں کے نام سے مشہور ہوا لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اسے عہد ِمامون کے نامور خطاط ریحانی (متوفی ۸۳۴ء) نے ایجاد کیا تھا اور اُسی کے نام پر اس کا نام پڑا ۔

مشہور خطاط

ابن مقلہ خط کوفی کا مصلح اعظم تھا ۔ وہ سنہ ۲۷۲ھ میں پیدا ہوا تکمیل علوم و فنون کے بعد یکے بعد دیگرے تین خلفاء (المقتدر، القاہر، الراضی) کا وزیر ہوا لیکن حاسدوں نے خلیفہ راضی باللہ کو اُس کا مخالف بنا دیا جس نے اُس کا دایاں ہاتھ کٹوا کر قید خانے میں ڈال دیا۔ تب اس بلند حوصلہ شخص نے قلم بازو سے باندھ کر لکھنا شروع کیا اور پھر بائیں ہاتھ سے لکھنے کی مشق کی اور اُس سے بھی اُتنا ہی اچھا لکھنے لگا جتنا کہ دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا۔ افسوس کہ یہ باکمال ۵۶ سال کی عمر میں خلیفہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

مشہور ہے کہ سنہ ۳۱۰ھ میں ابن مقلہ نے خط کوفی سے چھ خط ایجاد کیے

(۱) خط ثلث (۲) خط نسخ (۳) خط توقیع (۴) خط رقاع (۵) خط محقق (۶) خط ریحان لیکن جناب اطہر حسین جعفری نے اپنے مضمون "تر[illegible]

ابن مقلہ" (مطبوعہ آج کل، دہلی فروری ۱۹۵۵ء) میں انھیں صرف محقق، ریحان اور نسخ کا موجد بتایا ہے اور ہم یہ پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ خط ریحان کا موجد ریحانی تھا۔ خط نسخ ابن مقلہ سے پہلے وجود میں آچکا تھا اس لئے وہ اس کے موجد نہیں ہو سکتے (غالباً انھوں نے اس خط کی اصلاح کی تھی اور خوشنویسی کے اصول مقرر کئے تھے) خط محقق کو بعض نے ابن بواب کی ایجاد بتایا ہے۔ خط توقیع کا موجد یوسف (شاگرد اسحٰق بن حماد شامی) تھا۔ رہا خط ثلث سو یہ خط ثلثین سے کسی قدر مختلف تھا اور ثلثین کا موجد یوسف کا بھائی ابراہیم الشجری (شاگرد اسحٰق بن حماد شامی) تھا۔

ابن بواب ۔ ابن مقلہ کے تقریباً ۸۴ سال بعد ابوالحسن علی پیدا ہوا۔ چونکہ اس کا باپ ہلال، امیر بویہ کا دربان تھا اس لئے وہ ابن بواب کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس نے سمسانی اور محمد بن اسد سے خطاطی سیکھی تھی جو ابن مقلہ کے شاگرد تھے۔

مورخ ابن خلکان اور امام یافعی کی رائے میں متقدمین اور متاخرین میں کوئی کاتب ابن ہلال کے درجے تک نہیں پہنچا۔ خط نسخ کی تہذیب اور آرائش کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ یہ نامور خطاط ۴۱۳ھ میں بمقام بغداد فوت ہوا۔ آج دنیا میں جہاں جہاں خط نسخ رائج ہے جملہ خطاط ابن مقلہ اور ابن بواب کے مرہون منت ہیں

یعقوت مستعصمی ۔ عہد عباسیہ کا آخری مشہور خطاط مستعصم باللہ کے دربار سے وابستہ تھا۔ وہ خط نسخ کا اُستاد اور ایک خاص طرز کا موجد تھا جو اس کے نام پر یاقوت مشہور ہوا۔ اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید بعض کتب خانوں [illegible] میں اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

دوسرا دَور (ایران)

جب عربی رسم خط عجم پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُس میں مزید اصلاح کی۔ حسن بن حسین علی فارسی (عماد الدولہ یا عضد الدولہ دیلمی کے کاتب) نے چوتھی صدی ہجری میں خط رقاع اور توقیع سے ایک نیا خط وضع کیا جو تعلیق کے نام سے مشہور ہوا۔ چنانچہ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

کاتباں را ہفت خط باشد بطرز مختلف ۔ ثلث وریحان و محقق، نسخ و توقیع ورقاع
بعدازاں تعلیق آں خط است کش اہلِ عجم ۔ از خطِ توقیع استنباط کردند اختراع

خط تعلیق شاہی رسل و رسائل، سرکاری کاروبار اور عام مراسلات میں استعمال ہوتا تھا اس لئے اُس کا دوسرا نام خط ترسّل بھی مشہور ہو گیا[1]۔ یہ خط پیچیدہ تھا۔ اُس کے حرفوں کے پیچ و خم دیکھ کر قاآنی ایک موقع پر کہتا ہے ؎

اے زلف تو پیچیدہ تر از خطِ ترسّل ۔ بردامنِ زلف تو مرا دست توسّل

خواجہ ابوالعالی بک نے فارسی زبان کے مخصوص حروف پ، چ، ژ، اور گ ایجاد کئے (پہلے گ پر بجائے دو لکیروں کے تین نقطے رکھے جاتے تھے) اور خط تعلیق میں اتنی اصلاح کی کہ لوگ انھیں کو اس کا موجد سمجھنے لگے۔

امیر تیمور کے زمانے (۷۷۱ - ۸۰۱ ہجری) میں خواجہ میر علی تبریزی نے خط نسخ اور تعلیق کو ملا کر ایک نیا خط ایجاد کیا جو نستعلیق (مخفف نسخ و تعلیق کا) کے نام سے مشہور ہوا۔ اُن کے شاگرد مولانا سلطان علی مشہدی[2] فرماتے ہیں۔

---

[1] اردو رسم خط از محمد سجاد مرزا (حیدرآباد دکن ۱۹۴۱ء) صفحہ ۹

[2] انھوں نے اپنے استاد کے حالات ایک مثنوی میں لکھے ہیں جس سے اشعار [illegible]
(مجالس المومنین قاضی نوراللہ شوستری) علم الحروف صفحہ ۱۰۱

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی ست — واضع الاصل خواجہ میر علی ست
وضع فرمود او ز ذہن دقیق — از خط نسخ و ز خط تعلیق

لیکن علامہ ابو الفضل نے دیباچۂ مرقع بادشاہی میں لکھا ہے کہ میں نے امیر تیمور کے زمانے سے قبل کی نستعلیق کی وصلیاں دیکھی ہیں اس لئے میر علی تبریزی نستعلیق کے موجد نہیں ہو سکتے۔ اُس کا موجد کوئی اور تھا (بعض نے یا قوت مستعصمی کا نام لکھا ہے) لیکن اس میں شبہ نہیں کہ میر صاحب نستعلیق کے مصلح اول ہیں۔

نستعلیق میں تکلف اور نزاکت اس قدر ہے کہ چند خوشخط سطریں گھنٹوں میں میں لکھی جاتی ہیں۔ اس دقت کو دُور کرنے کے لئے حاکم ہرات مرتضیٰ قلی خاں شاملو نے ۱۰۸۰ھ میں نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر (بعض نستعلیق اور ثلث بتاتے ہیں) ایک نیا خط وضع کیا جو خط شکستہ کے نام سے مشہور ہوا در اصل یہ نستعلیق کی مختصر صورت ہے اور اس کا منشا زود نویسی ہے۔ اس کے دائرے اور شوشے ٹوٹے ہوتے ہیں لیکن ان ٹوٹے ہوئے حروف میں بھی خاصی دلکشی ہے۔ یہ خط خانگی اور دفتری مراسلت کے لئے رائج ہو گیا اس سلسلے میں مرتضیٰ قلی کے میر منشی محمد شفیع نے خط شکستہ اور نستعلیق سے (بعض ریحان کہتے ہیں) ایک نیا خط ایجاد کیا جسے شکستہ آمیز یا شفیعہ کہتے ہیں۔

مشہور خطاط

میر علی ہروی - میر علی تبریزی اور اُن کے شاگردوں کے بعد ابو الفضل نے ... ہی کو نستعلیق کا استاد تسلیم کیا ہے۔ یہ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ... خط پر ایک رسالہ لکھا جو برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ ہے۔

ان کی لکھی ہوئی گلستاں پیرس کی لائبریری میں اور مطلع الانوار پٹنہ کے کتب خانے میں
محمد حسین تبریزی۔ (دسویں صدی ہجری) سید احمد مشہدی کے شاگرد
اور میر عماد کے استاد تھے۔ پہلے شاہ اسمٰعیل ثانی کے وزیر تھے لیکن بعد کو جب
بادشاہ ناخوش ہو گیا تو ہندوستان چلے آئے اور یہیں ساری عمر بسر کر دی۔
ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان امیر شاہی۔ کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے[1]۔

میر عماد الحسینی قزوینی۔ اصفہان میں درویشانہ وضع سے رہا کرتے تھے۔
شاہ عباس صفوی نے انھیں شاہنامہ فردوسی لکھنے پر مامور کیا اور معاوضہ صرف
۷۰ تومان (سونے کا ایک سکہ) مقرر کیا۔ جب سال گزر گیا تو بادشاہ نے کتاب
منگوا بھیجی۔ میر عماد نے ۷۰ اشعار پیش کر دیئے اور کہلا بھیجا کہ ۷۰ تومان میں
صرف اتنا ہی لکھا جا سکتا ہے۔ اس پر بادشاہ برہم ہوا اور بات یہاں تک بڑھی
کہ ۱۰۲۴ھ میں میر صاحب کو بعمر ۹۳ سال حمام میں قتل کروا دیا۔

عبدالرشید دیلمی۔ یہ آقا رشید کے نام سے مشہور ہیں۔ میر عماد کے بھانجے،
داماد اور انھیں کے شاگرد تھے۔ میر عماد کے انجام سے خوفزدہ ہو کر شاہجہاں کے
زمانے میں ہندوستان چلے آئے جس نے انھیں درباری خوشنویس اور شہزادہ
داراشکوہ کا استاد مقرر کیا۔ ۱۰۸۱ھ یا ۱۰۸۵ھ میں بمقام آگرہ انتقال کیا اور
وہیں دفن ہوئے۔

تیسرا دور (ہندوستان)

اردو و رسم خط

جب ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول سے اردو زبان کی ابتدا

[1] علامہ نیاز فتحپوری نگار سالنامہ ۱۹۵۵ء علوم اسلامی [illegible]

تو ہندو اسے دیوناگری خط میں اور مسلمان فارسی خط میں لکھتے تھے۔ تجربے سے معلوم ہوا کہ اس نئی زبان کے لئے فارسی خط زیادہ موزوں ہے کیونکہ اردو میں بہت سے الفاظ عربی فارسی کے شامل ہیں جن کی مخصوص آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے دیوناگری میں نشانات نہ تھے اس لئے اردو زبان کے لئے فارسی خط اختیار کر لیا گیا۔ ہندی کی مخصوص آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے طؔ اور ھ کے اضافے سے ۱۴ نئے حروف (ٹ - ڈ - ڑ - بھ - پھ - تھ - ٹھ - جھ - چھ - دھ - ڈھ - ڑھ - کھ - گھ) بنا دیئے گئے۔ پہلے ٹ ۔ ڈ اور ڑ پر بجائے طؔ کے چار نقطے (::) رکھے جاتے تھے ان کی جگہ طؔ نے کب لی، یہ امر تحقیق طلب ہے۔ سندھی خط سے اس مسئلہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے جس میں بعض حروف پر چار نقطے لگائے جاتے ہیں۔

سندھی رسمِ خط

[1]

ا الف	ب بے	ٻ ٻَ	ڀ ڀے	ت تے	ٿ ٿھے	ٽ ٽے	ٺ ٺھے
ث ثے	پ پے	ڦ پھے	ج جیم	ڄ یے	جھ جھ	ڃ یں	چ چے
ڇ چھے	ح حائے	خ خائے	د دال	ڌ دھال	ڏ ڈے	ڊ ڈے	ڍ ڈھے
ذ ذائے	ر رے	ڙ ڑے	ز زے	س سے	ش شے	ص صاد	ض ضاد
ط طوئے	ظ ظوئے	ع عین	غ غین	ف فے	ق قاف	ڪ کے	ک کھے
گ گے	ڳ گَ	گھ گھے	ڱ نگے	ل لام	م میم	ن نون	ڻ ڑین
		و واؤ	ھ ھے	ی ے	ء ہمزہ		

شکل ۱۳۹

[1] ایسے خانوں کے حروف کی آوازیں سندھی سے مخصوص ہیں [illegible]

نقطوں کے اضافے سے نئے حروف کی ایجاد ایک عام بات ہے[1] لیکن سندھی خط میں یہ چیز انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ سندھی کا رسم خط اگرچہ نسخ ہے لیکن اُس میں فارسی کے مخصوص حروف (پ چ گ) بھی کام آتے ہیں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شاید اردو سے پہلے سندھی کے لئے عربی۔فارسی خط اختیار کیا گیا تھا چنانچہ :۔

(۱) ڑ کی پرانی صورت (ڙ) ابتک سندھی میں پائی جاتی ہے۔ سندھی کے بیشتر حروف چار نقطوں کے اضافے سے بنے ہیں۔ اُردو والوں نے پہلے اس کی نقل کی لیکن بعد میں ط اور ھ کے اضافے سے لئے حروف بنانا زیادہ مناسب سمجھا اور اس کی تحریک غالباً سندھی خط سے ہوئی جس میں بعض حروف ط اور ھ کے اضافے سے بنائے گئے تھے۔

(۲) سندھی کے صرف ایک حرف (ٹ) پر ط کا اضافہ کیا گیا ہے جبکہ اُردو میں تین حروف (ٹ۔ ڈ۔ ڑ) پر ط نظر آتا ہے۔

(۳) سندھی کے صرف دو حروف (جھ ، گھ) میں ھ پایا جاتا ہے جبکہ اُردو کے گیارہ حروف ھ کے اضافے سے بنے ہیں۔

مشہور خطاط

شاہانِ مغلیہ فن خطاطی کے بڑے قدردان تھے۔ شہنشاہ بابر نے ایک خاص خط ایجاد کیا تھا جو خط بابری کہلاتا ہے۔

ہمایوں کے زمانے میں خواجہ سلطان علی مشہور خوشنویس گزرے ہیں جن کو

---

[1] [illegible] زبانوں کی آوازوں کے لئے عربی حروف میں تصرف کی دوسری مثالیں یہ ہیں ، (پ [illegible] ۔ڈ۔گ) ترکی (کٔ) پشتو (تہ څ ډ ړ ږ ښ ڼ ہا ڼو) [illegible] ک ن)

شہنشاہ اکبر نے افضل خاں کا خطاب دیا تھا۔

اکبری نورتنوں میں راجہ ٹوڈرمل، میر فتح اللہ شیرازی اور عبدالرحیم خانخاناں چوٹی کے خوشنویس تھے۔ خانخاناں کے بیٹے میرزا ایرج اور میرزا داراب کے زورِ قلم کا نتیجہ "ہفت بند کاشی" ہے۔ اکبری دور کے نامور خطاط میر معصوم قندہاری اور حسین بن احمد چشتی کے کتبے فتح پور سیکری کی بعض عمارتوں پر موجود ہیں۔ محمد حسین کشمیری زریں رقم نے اکبر کے حکم سے آئین اکبری کا پورا نسخہ لکھا تھا جس میں مشہور مصوروں نے تصویریں بنائی تھیں۔ اس نسخے پر تین لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔

جہانگیر کو قدیم خطاطوں کی وصلیاں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اُس نے ہند و ایران کے خوشنویسوں کے قطعات کا ایک البم مرتب کیا تھا جس کا دیباچہ علامہ ابوالفضل نے لکھا تھا۔ اس دور کے مشہور خطاط محمود بن اسحٰق نے "دیوان کامران" لکھا تھا جو پٹنہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ جہانگیر کے بیٹے شہزادہ خسرو، سلطان پرویز اور شاہجہاں بھی اعلیٰ پائے کے خطاط تھے۔

بہ عہد شاہجہاں ۱۰۳۸ھ میں آقا عبدالرشید دیلمی آئے جن کے باعث ہر جگہ نستعلیق کا رواج ہو گیا۔ خط شکستہ بھی اسی دور کی یادگار ہے۔ "شاہجہاں کے وزیر سعد اللہ خاں نے شکستہ کی اشاعت میں خاص توجہ کی تھی۔"[1] تاج محل میں جس قدر طغرے اور خطاطی کے نمونے ہیں وہ عبدالحق شیرازی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ جب کوئی خوشنویس بہت اچھا لکھتا ہے تو فخریہ کہتا ہے "چومتا ہاتھ جو یاقوت و قم خاں کا تا" یہ مشہور خطاط شاہجہاں کے عہد میں گزرا ہے۔ شاہجہاں کے بیٹے دارا شکوہ اور اورنگ زیب اس فن کے ماہر تھے۔ اورنگ زیب خط نسخ بہت اچھا لکھتا تھا۔ مغل شہزادیاں گلبدن بیگم، نورجہاں، جہاں آرا اور زیب النساء وغیرہ بھی اس فن کی ...

---

[1] علم الحروف صفحہ ۱۴۳

ہندوستان کے مشہور خطاطوں کا تفصیلی حال مولانا غلام محمد دہلوی ہفت قلم (عہد اکبر شاہ ثانی) کے تذکرۂ خوشنویساں سے معلوم کیا جاسکتا ہے جسے ۱۹۱۰ء میں سر ولیم جونس اور مولوی ہدایت حسین نے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی طرف سے شایع کیا تھا۔

دہلی کے بعد خطاطی کا دوسرا مرکز لکھنؤ تھا۔ نواب شجاع الدولہ کے زمانے (۱۱۶۹ھ۔۱۱۸۸ھ) میں دو نامور خطاط منشی چندر بھان اور منشی سیج بھان تھے جو آقا عبدالرشید دیلمی کے شاگرد تھے۔ نواب آصف الدولہ (۱۱۸۸ھ۔۱۲۱۲ھ) کے زمانے میں قاضی نعمت اللہ لاہوری اور حافظ نوراللہ مشہور خطاط گزرے ہیں۔ آج لکھنؤ میں جتنے بھی خوشنویس ہیں اُن کی شاگردی کا رشتہ انھیں باکمالوں تک پہنچتا ہے۔ اودھ کے مشہور خطاطوں کا حال مولانا عبدالحلیم شرر کی کتاب "ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ" یا "گذشتہ لکھنؤ" اور سید اسرار حسین خاں کی کتاب "قدیم ہنر و ہنرمندان اودھ" سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

تزئینی خطوط

خطاطی اور مصوری کا ایک دلکش امتزاج تزئینی خطوط تھے جن کا رواج اب نہیں رہا۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اُن کا اجمالی ذکر بھی کردیا جائے۔

(۱) خط گلزار ۔ دوہری لکیروں سے حروف کو بنا کر درمیانی جگہ میں گل بوٹے بنائے جاتے۔

(۲) خط ماہی ۔ حروف کے جوف میں بجائے پھول پتیوں کے مچھلیاں بنائی جاتیں۔

(۳) خط طاؤس ۔ اس کے حروف مور یا اُس کے پروں کی تصویروں

سے بنتے تھے

(۴) خط ہلال یا بدر کامل ۔ اس کے حروف نئے یا پورے چاند کی تصویروں سے مرکب ہوتے ۔

(۵) خط گوہر ۔ اس کے حروف چھوٹے چھوٹے دائروں سے مرکب ہوتے جو موتیوں کو ظاہر کرتے ۔

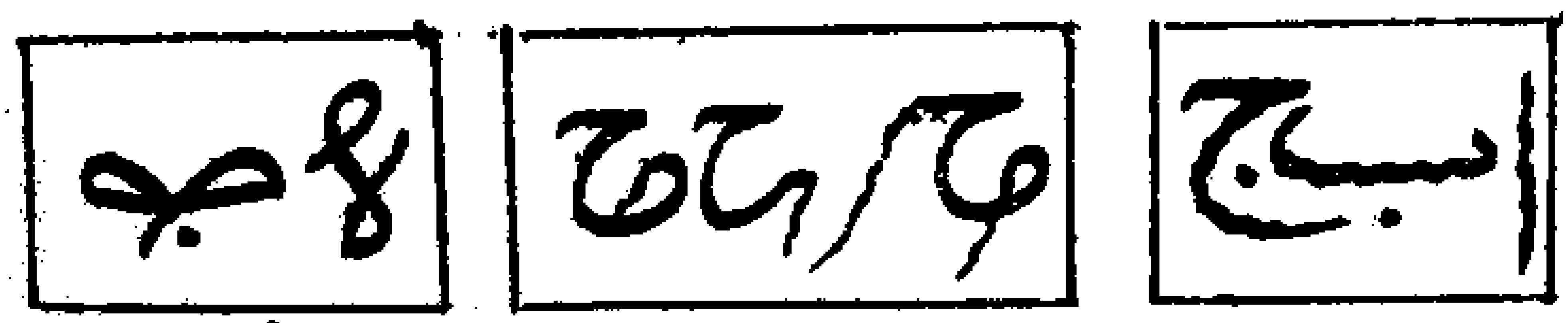
(۶) خط خشت ۔ دوہری لکیروں سے حروف بنا کر جوف میں تلے اوپر اینٹیں بنادی جاتیں ۔

(۷) خط غبار ۔ حروف کی صورت باریک نقطوں یا کسی عبارت کو خفی قلم سے لکھ کر پیدا کی جاتی ہے جو دور سے غبار کی صورت میں نظر آتے ۔

(۸) خط لرزہ ۔ اس کے حروف لہریا ہوتے ہیں گویا کسی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھا ہو ۔

(۹) خط زلف عروس ۔ حرف کے آخر میں بال کی لہرائی ہوئی لٹ بنائی جاتی ہے یا حرف کے سرے کو اوپر یا نیچے گھما دیتے ہیں ۔

(۱۰) خط منشور ۔ اس کے حروف ایسے ہوتے ہیں گویا فیتے یا ربن کو موڑ کر بنائے گئے ہوں ۔ حروف کے سرے اندر کی طرف حلقوں کی صورت میں مڑے ہوتے ہیں ۔



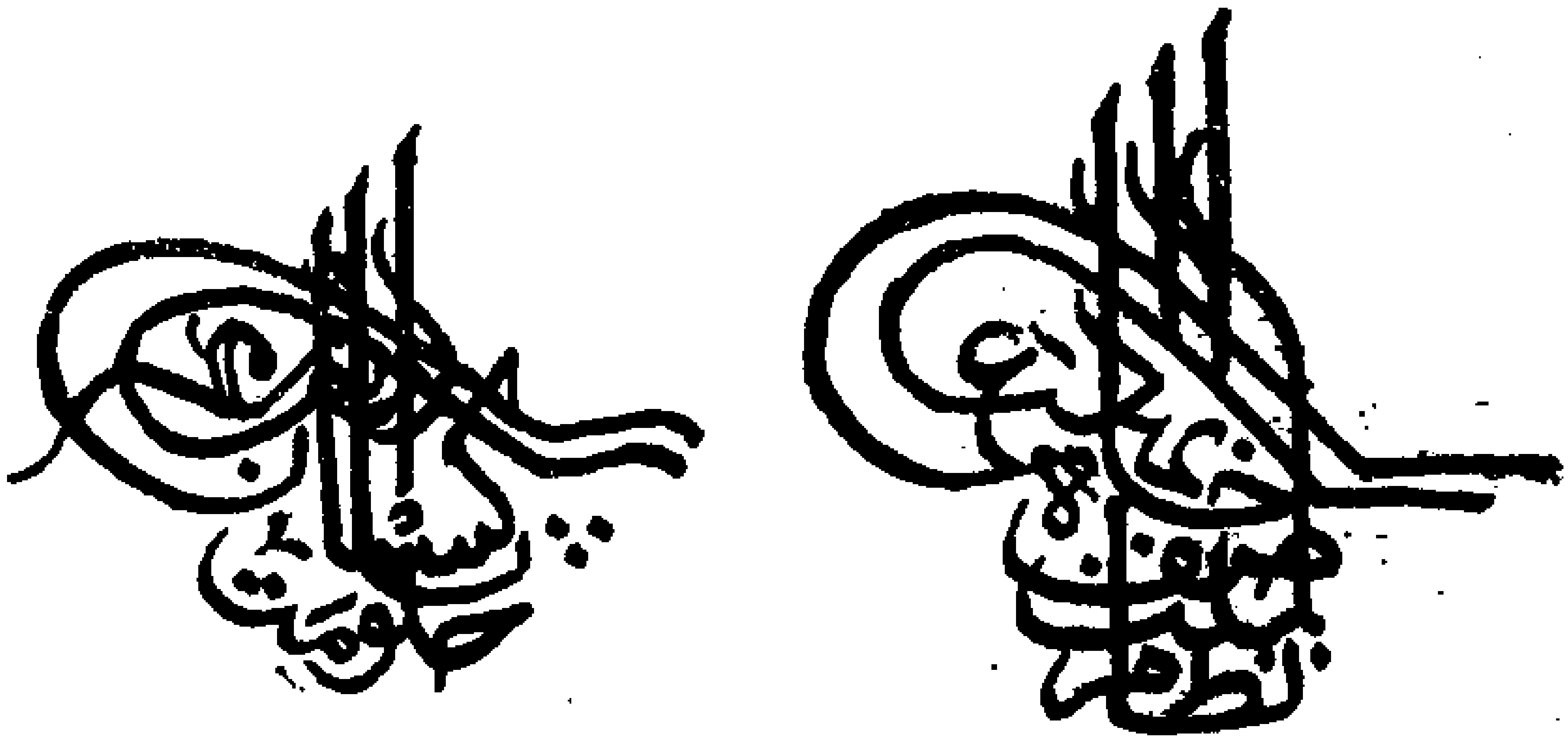
خط لرزہ — زلف عروس — خط منشور

شکل ۱۴۰

(۱۱) خط توام ۔ اس کے حروف دوہری لکیروں سے [illegible]

ایک ورق پر اُن کے اوپری حصے کو بنایا جاتا ہے اور دوسرے پر نیچے کے حصے کو۔ ان لکیروں کی حقیقت کو چھپانے کے لئے اُن سے ملی ہوئی بیرونی سطح میں نقش ونگار بنا دیتے۔ جب ان کا غذوں کو لکھے ہوئے رخ کی طرف سے ملا کر روشنی کے مقابل کیا جاتا تو گل بوٹوں کے درمیان حروف کی شکلیں نمودار ہوتیں۔

(۱۲) خط طغرا۔ طغرا ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی نشان یا علامت کے ہیں۔ یہ دستخط کرنے کا ایک خاص انداز ہے جس میں حروف کے کھڑے خط طویل اور اوپری حصے کو مرغولے دار بنایا جاتا ہے۔ ایسے طغروں کو سلطان عبد المجید کے نام پر "طغرئے مجیدیہ" کہتے ہیں۔ ان کی نقل پہلے حیدر آباد دکن اور اب پاکستان کے سکّوں پر کی گئی ہے۔ شوقین لوگ بھی اپنے نام اس طرح لکھواتے ہیں۔



شکل ۱۴۱

دوسری صورت یہ ہے کہ الفاظ کو اس طرح لکھتے ہیں کہ اُن سے کوئی حیوانی شکل، گلدستہ یا محراب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ شکل کی درستی کے لئے حروف سے زائد چند کششوں کا کھینچنا اس میں جائز مانا جاتا ہے۔ ایسے طغرے کبھی عوام و خواص میں یکساں مقبول تھے۔ صفحہ ۲۳۰ پر طغرا نویسی کے بعض نادر نمونے ملاحظہ ہوں۔[1]

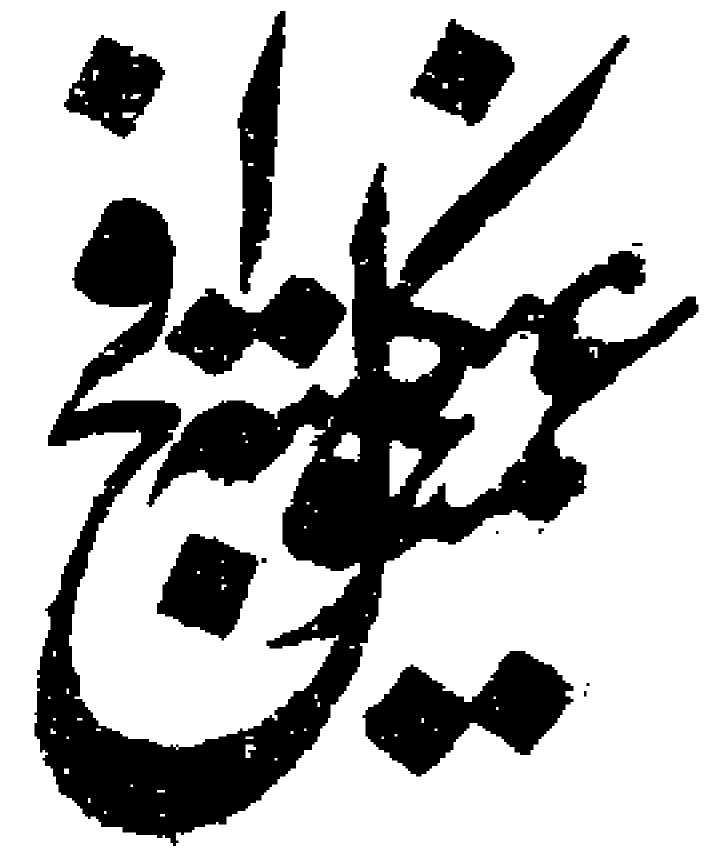
---

[1] پہلے دو شکلیں "ارژنگ چین" مولفہ منشی درگا پرشاد (مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۲ء) سے منقول ہیں۔ تیسرے طغرے کی اصل میرے پاس محفوظ ہے۔



شکل ۱۴۲ طغرا نویسی کے نادر نمونے

(۱۳) گنج و پیوند۔ طغرا نویسی کی ایک قسم ہے۔ اس میں مختلف الفاظ کو اس طرح ملا کر لکھا جاتا ہے کہ وہ کم سے کم جگہ گھیریں۔ اس طرح جو طغرا تیار ہوتا ہے وہ ایک اچھا خاصہ معمہ ہوتا ہے مثلاً "حوالیہ من کل فج عمیق" (چاروں طرف گہرائی ہے) کو یوں لکھتے ہیں :-



شکل ۱۴۳

عموماً ایسے طغروں کے حروف دوہرے خط سے بنائے جاتے ہیں اور اُن کی درمیانی جگہ میں زینت کے لئے گل بوٹے بناتے ہیں۔

(۱۴) خط ناخن۔ ناخن کی مدد سے ابھرے ہوئے حروف میں لکھا جاتا تھا۔

(۱۵) خورد بینی کتابت۔ اس کی معمولی مثال چاول پر قل ہو اللہ یا چنے کی دال پر سورۂ فاتحہ لکھنا ہے۔

معکوس نویسی یعنی عبارت کو اُلٹا لکھنا جو چھپنے پر سیدھے آتے ہیں اس فن کی چھاپے خانوں میں ضرورت پڑتی ہے بعض ماہرین پوری پوری کتابیں پتھروں پر اُلٹے حروف میں لکھ ڈالتے تھے۔

فنی اصطلاحات

ہر فن کی طرح خطاطی کی مخصوص اصطلاحات ہیں جن کا جاننا اس فن کی باریکیوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔

اعضائے جسم کی طرح حرف کے ہر حصے کا ایک خاص نام ہے مثلاً (۱) سر (۲) گردن (۳) پیٹ (۴) پیٹھ (۵) نوک پلک وغیرہ۔



شکل ۱۴۴

نوک پلک ۔ حروف کی نوک کہتے ہیں ۔

دامن ۔ حروف کی گولائی جو دائیں جانب ختم ہو اُسے دامن کہتے ہیں مثلاً ح ع

دائرہ ۔ حرف کی گولائی جو بائیں جانب ختم ہو وہ دائرہ کہلاتی ہے مثلاً ل ن ۔ س ۔ ص ۔ ی ۔ دامن اور دائرے دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) آفتابی جو ایکدم گول ہوں (۲) بیضاوی جو انڈے کی طرح لمبوترے ہوں



شکل ۱۴۵

مد یا کشش ۔ پڑے کھچاؤ کو مد اور ترچھے کھچاؤ کو کشش...

بعض حروف کی کششوں میں آلات حرب وضرب کی جھلک پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ش کو دیکھئے کہ اس کی مد یا کشش میں تلوار کا خم پایا جاتا ہے اسی طرح ہر حرف کی نوک بھالے سے مشابہ ہے۔ یہ چیز فن سپہ گری کے اثر کا نتیجہ ہے۔



شکل ۱۴۶

نقطے۔ پانچ طرح کے ہوتے ہیں (۱) مربع (۲) چہار گوشہ (۳) مائل بعلو (۴) خمیدہ (۵) مدور۔ آخری ف ق اور و کا سر لکھنے میں کام آتا ہے حروف کی پیمائش چہار گوشہ نقطے سے کی جاتی ہے۔

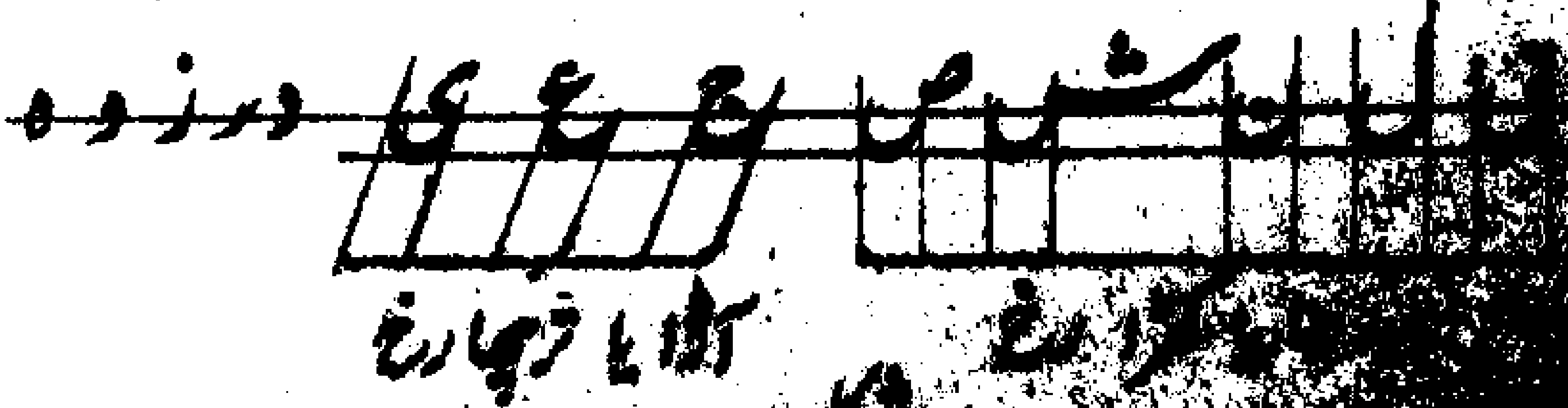
پیمائش۔ قلم کے قط یعنی نوک کی چوڑائی کو پیمانہ مقرر کیا گیا ہے۔ (چونکہ نقطے کی چوڑائی قط کے برابر ہوتی ہے اس لئے حروف کو نقطوں سے بھی ناپتے ہیں) دائرے کی چوڑائی ۳ قط مقرر ہے۔ ب۔ ک۔ ف۔ ش اور یے کی مد کو ۱۱، ۹، ۷ یا ۵ قط طویل بناتے ہیں۔ اسی طرح ہر حرف کی لمبائی چوڑائی مقرر ہے۔

وصل، جوڑ یا پیوند۔ ایک حرف کو دوسرے حرف سے خوبصورتی کے ساتھ ملانا۔

فصل۔ حرفوں اور لفظوں کے درمیان مناسب فاصلہ۔

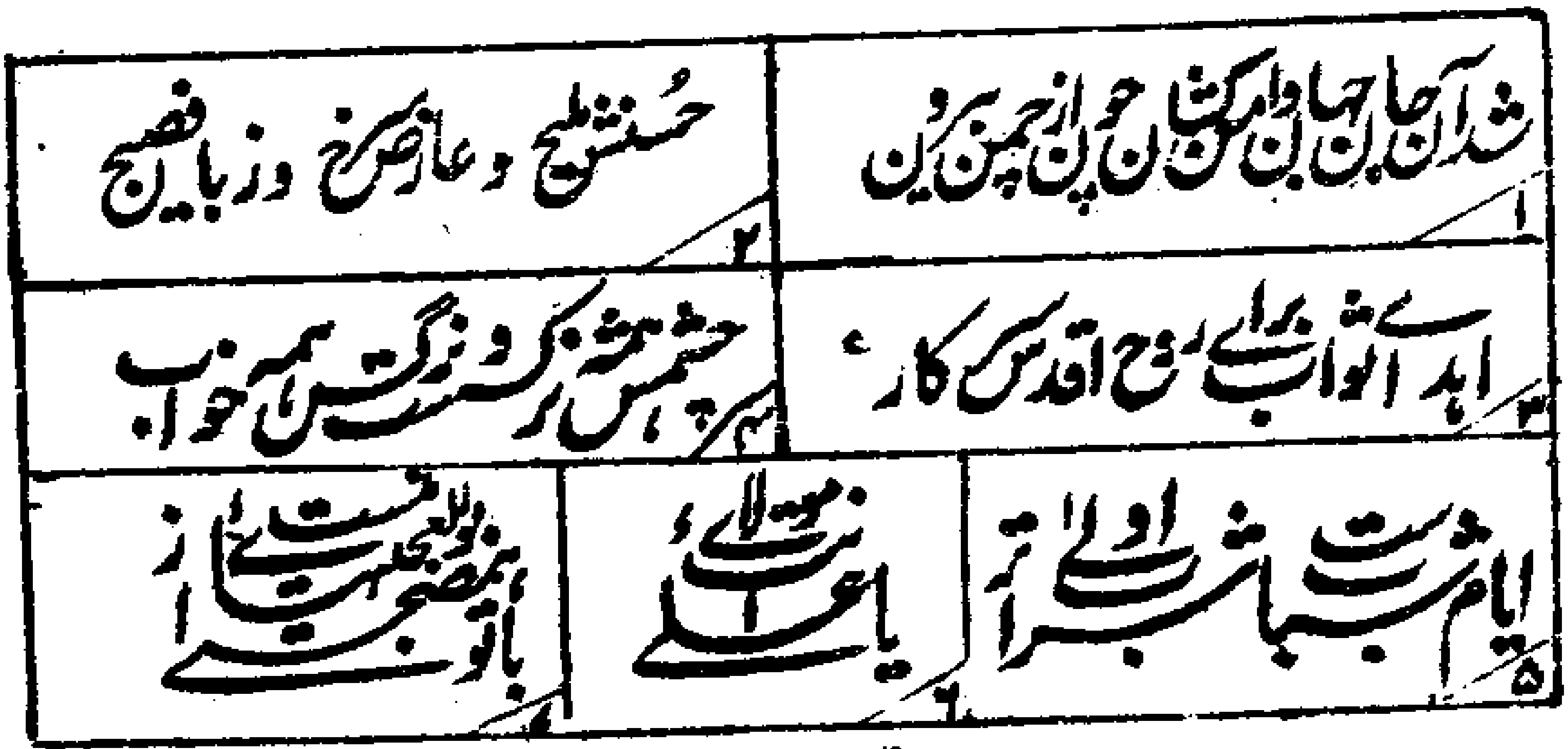
رخ۔ ہم شکل حروف ایک رخ میں لکھے جاتے ہیں۔

نشست یا کرسی۔ اس فرضی خط کو کہتے ہیں جس پر حروف لکھے ہوتے ہیں۔



شکل ۱۴۷

ترتیب عبارت :- کسی عبارت کو حسب ضرورت کم جگہ میں لکھنے کے لیے خوشنویس الفاظ کو تلے اوپر لکھتے ہیں ایسی تحریروں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں
(۱) واسندار (۲) مزوّج (۳) یک مدہ (۴) دو مدہ (۵) سہ مدہ (۶) چہار مدہ (۷) پنج مدہ مثلاً :-



شکل ۱۴۸

یہ مثالیں شیخ ممتاز حسین جونپوری کے رسالے "تعلیم خط و املا" (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۵۶ء) سے منقول ہیں۔ اس باب کی تیاری میں موصوف کا مضمون "فن خطاطی" (مطبوعہ رسالہ الناظر لکھنؤ ستمبر ۱۹۱۳ء جنوری ۱۹۱۴ء اور جون ۱۹۲۳ء) بھی پیش نظر تھا۔ "اعجاز رقم" مؤلفہ منشی شمس الدین اعجاز رقم (مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۴۰ء) فن خوشنویسی پر ایک عمدہ کتاب ہے۔

۲۰

ابجد اور مسلمانوں کے تصرفات

عربی حروف کی موجودہ ترتیب صورتوں کے لحاظ سے ہے یعنی جو حروف آپس میں ملتے جلتے ہیں انھیں پاس پاس رکھا ہے۔ اسے "ترتیب تعلیمی" کہتے ہیں۔ قدیم ترتیب اس طرح تھی: ا۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ و۔ ز۔ ح۔ ط۔ ی ک۔ ل۔ م۔ ن۔ س۔ ع۔ ف۔ ص۔ ق۔ ر۔ ش۔ ت۔ ث۔ خ۔ ذ۔ ض۔ ظ۔ غ۔ اسے "ترتیب ابجدی" کہتے ہیں کیونکہ پہلے چار حروف کو ملا کر پڑھنے سے لفظ اَبجد بنتا ہے۔ اسی طرح باقی حروف میں سے تین تین چار چار کو ملا کر پڑھنے سے یہ الفاظ بنتے ہیں: ہَوَّز۔ حُطّی۔ کَلَمُن۔ سَعْفَصْ۔ قَرَشَت۔ ثَخَذ۔ ضَظَغ۔ ان میں سے پہلے چھ الفاظ کے بارے میں عجیب و غریب روایتیں مشہور ہیں (آخری چھ حروف بعد کا اضافہ ہیں) بعض انھیں واضعان ابجد کا نام بتاتے ہیں اور بعض مدین کے چھ بادشاہوں کے اور بعض شیطانوں کے اور بعض ہفتے کے دنوں کے لیکن یہ تمام بیانات لغو ہیں۔ تین تین چار چار حرفوں کے ملانے سے بعض کلمات کا بن جانا محض اتفاق ہے لیکن ان سے یہ فائدہ ضرور ہے کہ اس طرح حروف کو بہ آسانی بالترتیب یاد رکھا جا سکتا ہے اور شاید اسی غرض سے کلمات ابجد وضع کیے گئے تھے[1]

۱۔ حساب جُمَل۔ حروف سے اعداد کے اظہار کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ترتیب وار ہر حرف سے ایک عدد کو ظاہر کرنا۔ یہ طریقہ کتاب کی فصلوں

---

[1] ... "ابجد کی ابتدا" مجموعہ استفسار و جواب جلد دوم

اور جلدوں پر نمبر ڈالنے کے کام آتا ہے (۲) پہلے نو حروف سے اکائیاں دوسرے نو سے دہائیاں اور تیسرے نو سے سیکڑے ظاہر کرنا :-

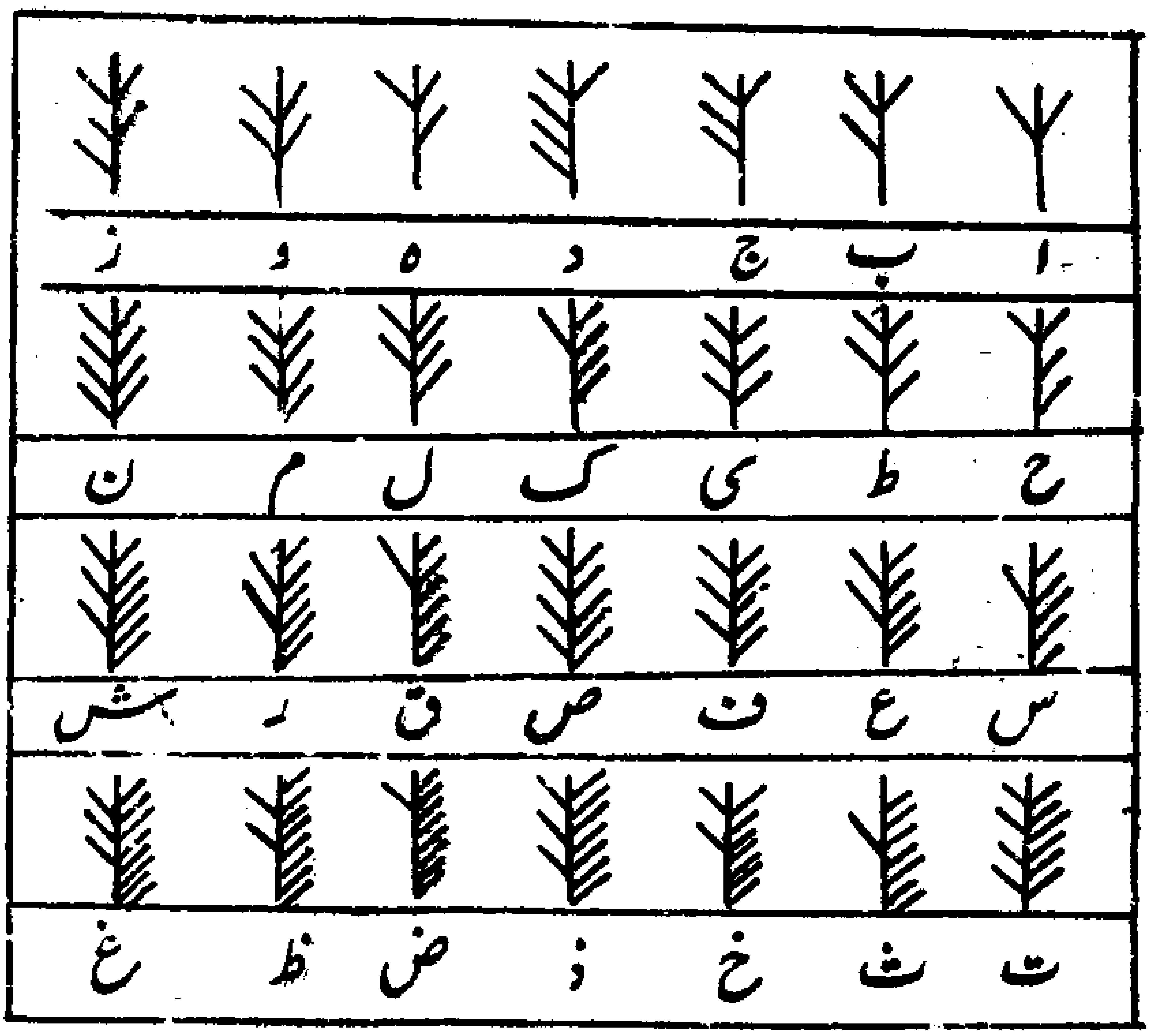
ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰
س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

اِسے حسابِ جمل کہتے ہیں - یہ طریقہ سامی قوم کی ایجاد ہے اور سامیوں سے یونانیوں میں منتقل ہوا - یونانیوں اور یہودیوں کی طرح کبھی اہلِ عرب بھی حروف سے اعداد کا اظہار کرتے تھے - رصد گاہوں میں خصوصاً اس سے بہت زیادہ کام لیا گیا - علمائے ہیئت سیاروں کی گردش کا حساب بجائے اعداد کے حروف میں لکھتے تھے - مثلاً ۲۳ درجے اور ۲۸ دقیقے لکھنا منظور ہوتا تو یوں لکھتے کج کح (کب + ج = ۲۳، کب + ح = ۲۸) ماہرینِ جغرافیہ بھی شہروں کے طول البلد اور عرض البلد کو ابجد سے ظاہر کرتے - یہ طریقہ نویں صدی عیسوی تک جاری رہا۔

۲ - قلم مشجر - حروف سے اعداد کے انتساب کی بنا پر اہلِ عرب نے ایک دلچسپ خط ایجاد کیا جس کی بنیاد ایک کھڑی لکیر تھی - اُس کے دائیں طرف کی لکیریں کلمۂ ابجد کا نمبر اور بائیں طرف کی لکیریں اُس کلمے میں حرف کا مقام ظاہر کرتی تھیں مثلاً د لکھنے کے لئے جو پہلے کلمے کا چوتھا حرف ہے کھڑے خط کے دائیں جانب ایک ترچھی لکیر کھینچی جاتی اور بائیں طرف چار ... یہ حروف درختوں سے مشابہ ہوتے اس لئے اسے المشجر یا قلم مشجر ...

لہ مولانا عبدالرزاق "علم الکتابت یا ابجد کی تاریخ" رسالہ ... فروری ۱۹۲۶ء علامہ نیاز فتحپوری نگار سالنامہ ۱۹۵۵ء صفحات ...

دیا گیا۔ اہل ایران اس کو خط کسرو کہتے تھے۔ یہ خط ایک طرح کی مرموز نویسی (Cryptography) تھا۔ اس کے حروف یہ ہیں:-



شکل ۱۴۹

۳۔ تعویذ نویسی:۔ فیثاغورث اور یونان کے دوسرے ریاضی داں اعداد کو بہت سے پوشیدہ رازوں کا مرکز خیال کرتے تھے اور اس سلسلہ میں بہت سے طلسمی مربعے تختیوں پر نقش کرکے گلے میں پہنے جاتے تھے۔ ... تعویذ نویسی کی رسم مسلمانوں میں قدیم یونانیوں سے آئی۔٭ اس پر مسلمانوں نے یہ اضافہ کیا کہ (اسمائے الٰہی اور آیات قرآنی کو (جنھیں مختلف تاثیروں کا حامل مانا جاتا ہے) اعداد میں منتقل کرکے مربع کے خانوں میں لکھنے لگے۔ اعداد میں منتقل کرنے کے

٭ تفصیل میں "جادو۔ ٹونا۔ گنڈا۔ تعویذ وغیرہ" نگار اکتوبر ۵۳ء

تین خاص سبب ہیں (۱) اخفائے راز (۲) کم جگہ میں طویل عبارت نہیں آسکتی (۳) خدا کے ناموں اور قرآن مجید کی آیتوں کی بے ادبی نہ ہو۔

کسی عبارت کو اعداد میں کیسے منتقل کرتے ہیں اس کی مشہور مثال ۷۸٦ کا مقدس ہندسہ ہے جسے مسلمان برکت کے لئے تحریر کے شروع میں لکھتے ہیں۔ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے) کے حروف کے اعداد کا جوڑ ہے:-

ب - س - م - ا - ل - ل - ہ - ا - ل - ر - ح - م - ن -

۲ + ٦۰ + ۴۰ + ۱ + ۳۰ + ۳۰ - ۵ + ۱ + ۳۰ + ۲۰۰ + ۸ + ۴۰ + ۵۰ +

ا - ل - ر - ح - ی - م

۱ + ۳۰ + ۲۰۰ + ۸ + ۱۰ + ۴۰ = ۷۸٦ -

عموماً جب کسی آیت کے حروف کا جوڑ معلوم ہو جاتا ہے تو اُسے ۹ یا ۱٦ خانوں کے مربعے میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ ہر طرف سے اعداد کا جوڑ ایک ہی آئے[۱]

۴ - **تاریخ گوئی** - حروف کی عددی قیمتوں سے فائدہ اٹھا کر تاریخ گوئی کی بنیاد پڑی یعنی اس صفت کے اشعار و مصرعے کہے جانے لگے جن کے حروف کے انتسابی اعداد کو جمع کرنے سے اُس واقعہ کا زمانہ معلوم ہو جاتا جس کا مصرعے یا شعر میں ذکر ہے مثلاً سے "ہمایوں پادشاہ از بام افتاد" یہ جملہ ایک خاص واقعہ کی یاد دلاتا ہے یعنی ہمایوں نماز پڑھنے کے لئے اپنے کتب خانہ کی

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے "کنز الحسین" مترجمہ حکیم مولوی ظہیر الدین بدایونی (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۵۵ء) اس کتاب میں ہر طرح کے تعویذ، اُن کے [illegible] طریقے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

سیڑھیوں سے اتر رہا تھا کہ پاؤں پھسل گیا اور وہ گر کر جاں بحق تسلیم ہوا۔ اب اگر آپ اس فارسی جملے کے حروف کے اعداد کو جمع کر لیں تو معلوم ہوگا کہ یہ ۹۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ فارسی اور ہندی کی مخصوص آوازوں کے لئے اُن سے قریب تر عربی حروف کے اعداد شمار کئے جاتے ہیں یعنی: پ = ب (۲)
چ = ج (۳) ژ = ز (۷) گ = ک (۲۰) ٹ = ت (۴۰۰) ڈ = د (۴)
ڑ = ر (۲۰۰)

اس فن کا آغاز کب اور کہاں ہوا اس کا بتانا مشکل ہے۔ اُردو، فارسی ادب میں بے شمار تاریخی قطعے موجود ہیں لیکن عربی کی کوئی مثال میرے سامنے نہیں ہے۔

۵۔ تاریخی نام ۔ والدین کے لئے بچوں کا سنہ پیدائش یاد رکھنا آسان کام نہیں۔ اس مشکل کو دُور کرنے کے لئے لوگوں نے ایسے نام رکھنا شروع کئے کہ اگر اُن کے حروف کے اعداد کو جمع کر لیا جائے تو سنہ پیدائش معلوم ہو جاتا ہے مثلاً علامہ نیاز فتحپوری کا تاریخی نام "لیاقت علی خاں" جس کے اعداد کا مجموعہ ۱۳۰۲ ہوتا ہے گویا وہ ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

۶۔ علم الاعداد (Nomerology) اس علم کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ ہر شخص کی زندگی پر اُس کے نام اور سنہ پیدائش کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ نام کے حروف کو بطریق ابجد گنتیوں میں منتقل کر لیا جاتا ہے اور پھر ان اعداد کے حاصل جمع کو اکائی میں تبدیل کر لیتے ہیں مثلاً:

م ح م د ا س ح ا ق = محمد اسحٰق

۴۰ ۸ ۴۰ ۴ ۱ ۶۰ ۸ ۱ ۱۰۰ = ۲۶۲ = ۱۰ = ۱

... سیاروں سے منسوب ہیں لہٰذا زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے ... اپنے سیارے سے متعلق معدنیات اور جواہرات کو انگوٹھی کی

شکل میں پہنے۔ اُس کا لباس سیارے کا ہم رنگ ہو۔ اُس کا مبارک یا منحوس دن یا تاریخ وہ ہوگی جو اُس کے سیارے سے منسوب ہے۔ تاریخ کے اعداد کو بھی اکائی میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ سعد و نحس کا اثر سیارے کے مثبت و منفی اثرات پر ہے[1]

عدد	۱-۴	۲-۷	۹	۵	۳	۶	۸
سیارہ	شمس	قمر	مریخ	مشتری	عطارد	زہرہ	زحل
دن	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
رنگ	زرد	سفید	سرخ	نیلا	ارغوانی	سبز	سیاہ
معدنیات	سونا	چاندی	لوہا	پارہ	ٹین	تانبہ	سیسہ
جواہرات	ہیرا	موتی	لعل	یشب نیلم	فیروزہ	زمرد	سنگ اسود

شکل ۱۵۰

ہمارے لئے یہ بتانا مشکل ہے کہ اعداد اور سیاروں کا تعلق کب اور کس نے قائم کیا۔ جہاں تک دنوں، رنگوں، دھاتوں اور جواہرات کے سیاروں سے تعلق کا سوال ہے۔ قدیم ہند اور بابل کے لوگ اس سے بخوبی واقف تھے۔

۷۔ مروجہ ہندسے اہلِ ہند کی ایجاد مانے جاتے ہیں۔ جہاں تک صفر کا تعلق ہے، بلا شبہ وہ ہندوستان کی ایجاد تھا لیکن گنتی کی پہلی نو علامتوں کا تعلق ابجد سے ہے۔

[illegible] Cheiro's "Book of Numbers"

[illegible] Kozminsky "Numbers & Their Practical Application"

[illegible] Hitchcock "Your Number Please" (London. 1946)

اہلِ عرب میں حساب کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے کسی تختے پر بالو بچھا دی جاتی پھر اُس پر اکائی، دہائی، سیکڑے اور ہزار کے لئے کھڑی یا آڑی لکیریں کھینچ دی جاتیں پھر ان لکیروں کے درمیان نو علامتیں گنتی کے لئے بنائی جاتیں جنھیں "حروف الغبار" یا "غباری ہندسے" کہتے تھے۔ میرے خیال میں یہ عربی کے پہلے نو حروف تھے۔

اکائی	دہائی	سیکڑا	ہزار
۹	۱	۵	
	.		

اعداد = ۵۱۹

حروف = ط-ا-ہ

شکل ۱۵۱

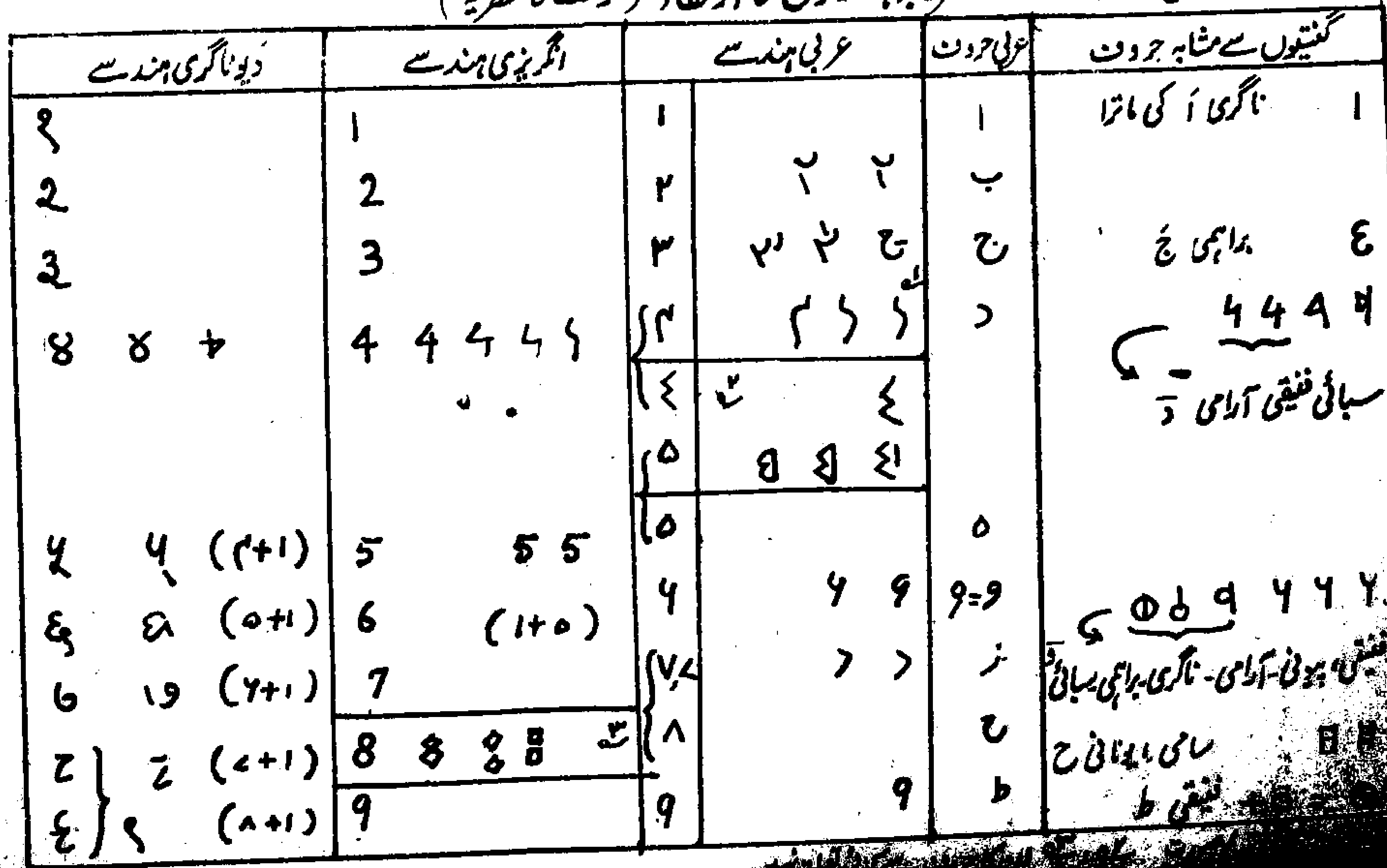
حروف سے اعداد کو ممتاز کرنے کے لئے اہلِ عرب نے بعض کو اُلٹ دیا، بعض کے نقطے آڑی لکیروں سے بدل دئے اور پھر اُن کی شکلوں کو باقاعدہ بنالیا یہی اُلٹے اور باقاعدہ بنائے ہوئے حروف مروجہ ہندسے کہلاتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۵۲)

ہندسوں کی ایجاد کا یہ نظریہ میں نے سب سے پہلے دسمبر ۵۸ء میں پیش کیا تھا[1]۔ برخلاف اس کے مغربی عالموں کے نزدیک ہندِ قدیم میں اظہارِ اعداد کی صورت یہ تھی کہ جس عدد کو لکھنا مقصود ہوتا، اُس کے نام کا پہلا حرف لکھ دیتے دو کے لئے د، تین کے لئے ت، چار کے لئے چ وغیرہ۔ ٹیلر کے نزدیک

---

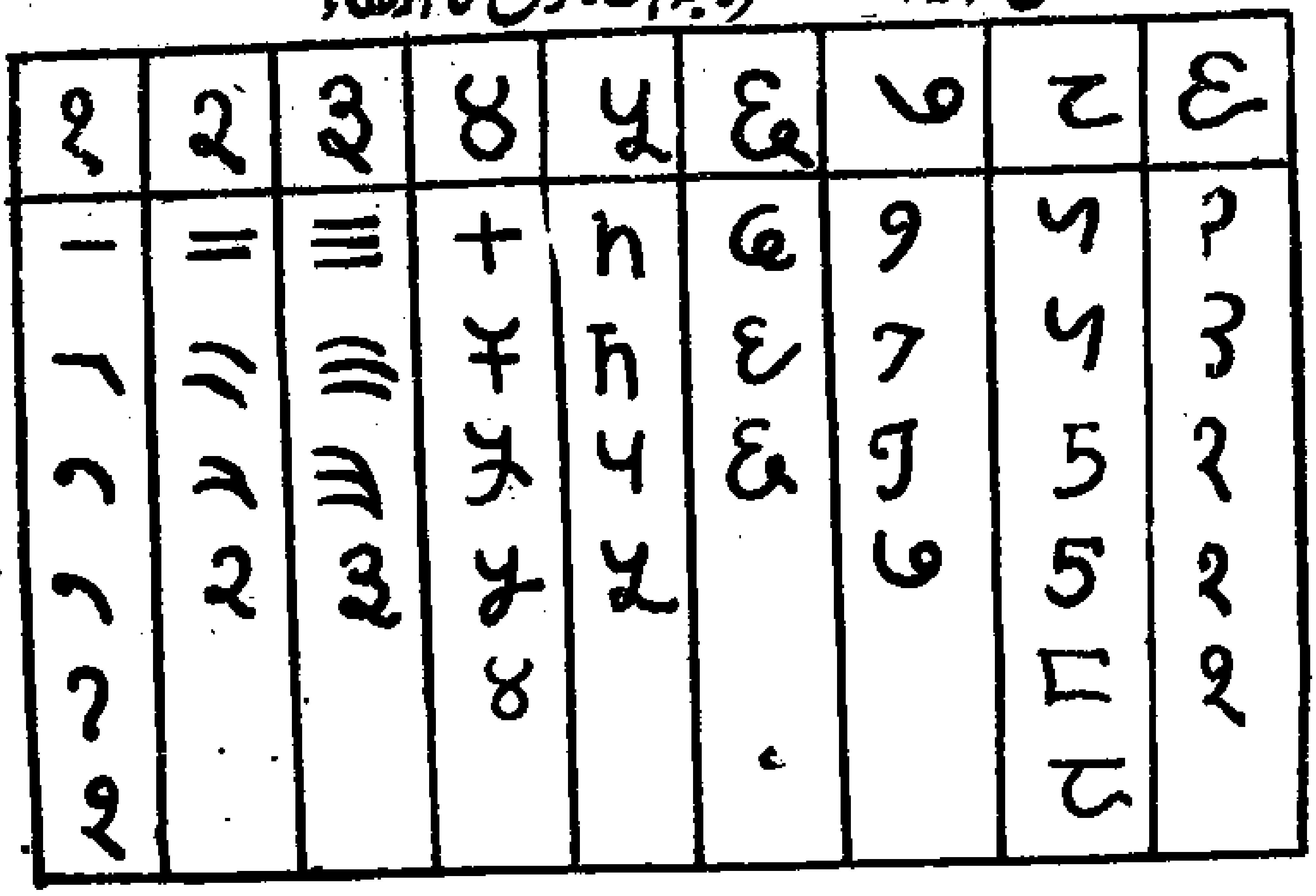
[1] [illegible] زمانہ قدیم سے لے کر آج تک" مطبوعہ نگار (اگست تا دسمبر ۵۸ء)

شکل ۱۵۲ مروجہ ہندسوں کا ارتقاء (مؤلف کا نظریہ)

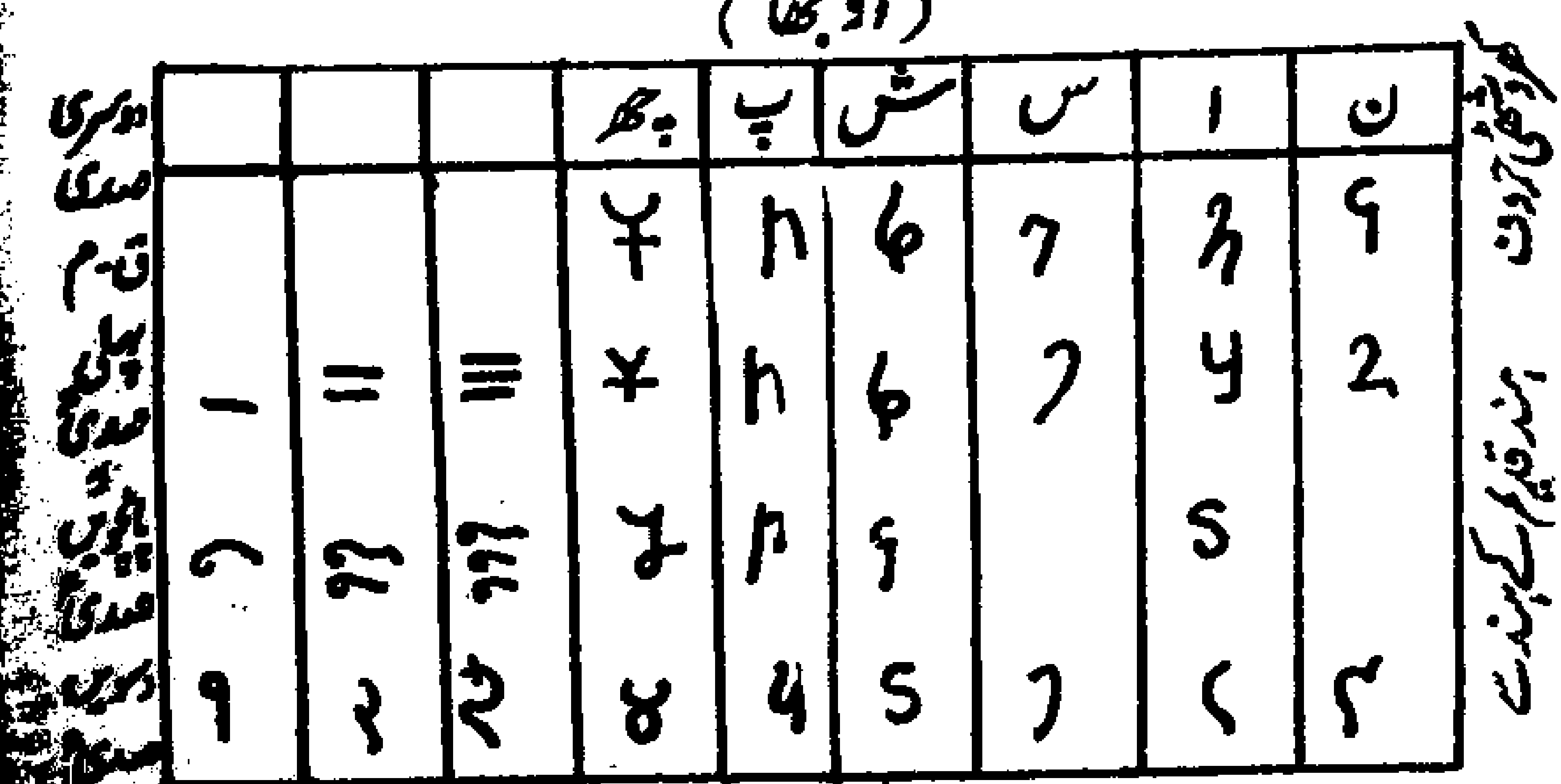


ہندوؤں نے اس کام کے لئے دوسری صدی ق۔م کے کھروشٹھی حروف استعمال کئے اور ڈرینگر نے دوسری صدی عیسوی کے دیوناگری حروف سے مروجہ ہندسوں کا ارتقاء دکھایا ہے (شکل ۱۵۳) اس میں شبہ نہیں کہ کھروشٹھی اور دیوناگری کے بعض حروف ہند قدیم کے ہندسوں سے ملتے جلتے ہیں لیکن حروف و اعداد کی یہ مشابہت اتفاقی ہو سکتی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پُراسرار قوت حروف سے اعداد کو اور اعداد کو حروف سے مشابہ کرتی رہتی ہے چنانچہ آپ شکل ۱۵۲ میں جو میرے نظریے کی وضاحت کرتی ہے، اس کی متعدد مثالیں پائیں گے۔

شکل ۱۵۳ مروجہ ہندسوں کا ارتقاء



(اوجھا)



(بیلر)



(ڈرینگر)

۲۱

سامی خط کی غیر سامی شاخیں

فن تحریر کی نشر و اشاعت میں مذہب اور تجارت کو بڑا دخل رہا ہے۔ یورپ میں سامی خط کا رواج فینقی تاجروں کے ذریعہ ہوا اور مشرق وسطیٰ میں آرامیوں کے ذریعہ، ایشیا کے پانچ بڑے مذاہب بدھ، پارسی، یہودی، عیسائی اور اسلام نے سامی خط کو دور دور کے ملکوں تک پھیلا دیا اور بعض غیر سامی زبانوں کے لئے بھی سامی خط اختیار کر لیا گیا جن میں ہند ایرانی، ترکی اور منگولی زبانیں خاص ہیں۔

ایرانی رسم خط[1]

فارسی زبان کی تاریخ کے تین دور تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اسی اعتبار سے ہم فارسی خط کی تاریخ کو بھی تین زمانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :۔

(۱) ہخامنشی دور (۵۵۰ - ۳۳۰ ق م) اس دور کی زبان "فارسی قدیم" کہلاتی ہے جس کے علم کا واحد ذریعہ میخی رسم خط کے کتبے ہیں۔ ان کے مضامین ملتے جلتے ہیں لہذا لفظی ذخیرہ مختصر ہے۔ تقریباً ۴۰۰ الفاظ کو الٹ پھیر کر استعمال کیا گیا ہے۔

---

[1] E. G. Browne -A Literary History of Persia (London, 1902) Book I, Chater II

C Huart— Ancient Persia and Iranian Civilization (London 1927) Introduction Chapter II: The Scrip s of Persia

(۲) ساسانی دور (۲۲۶ء۔ ۶۵۲ء) اس دور کی زبان "فارسی متوسط" کہلاتی ہے جسے پہلوی رسم خط میں لکھتے تھے۔ اس کا علم ہمیں زردشتی ادب اور اُن کتبوں سے حاصل ہوتا ہے جو قدیم یادگاروں، سکوں، مُہروں اور نگینوں پر پائے جاتے ہیں۔

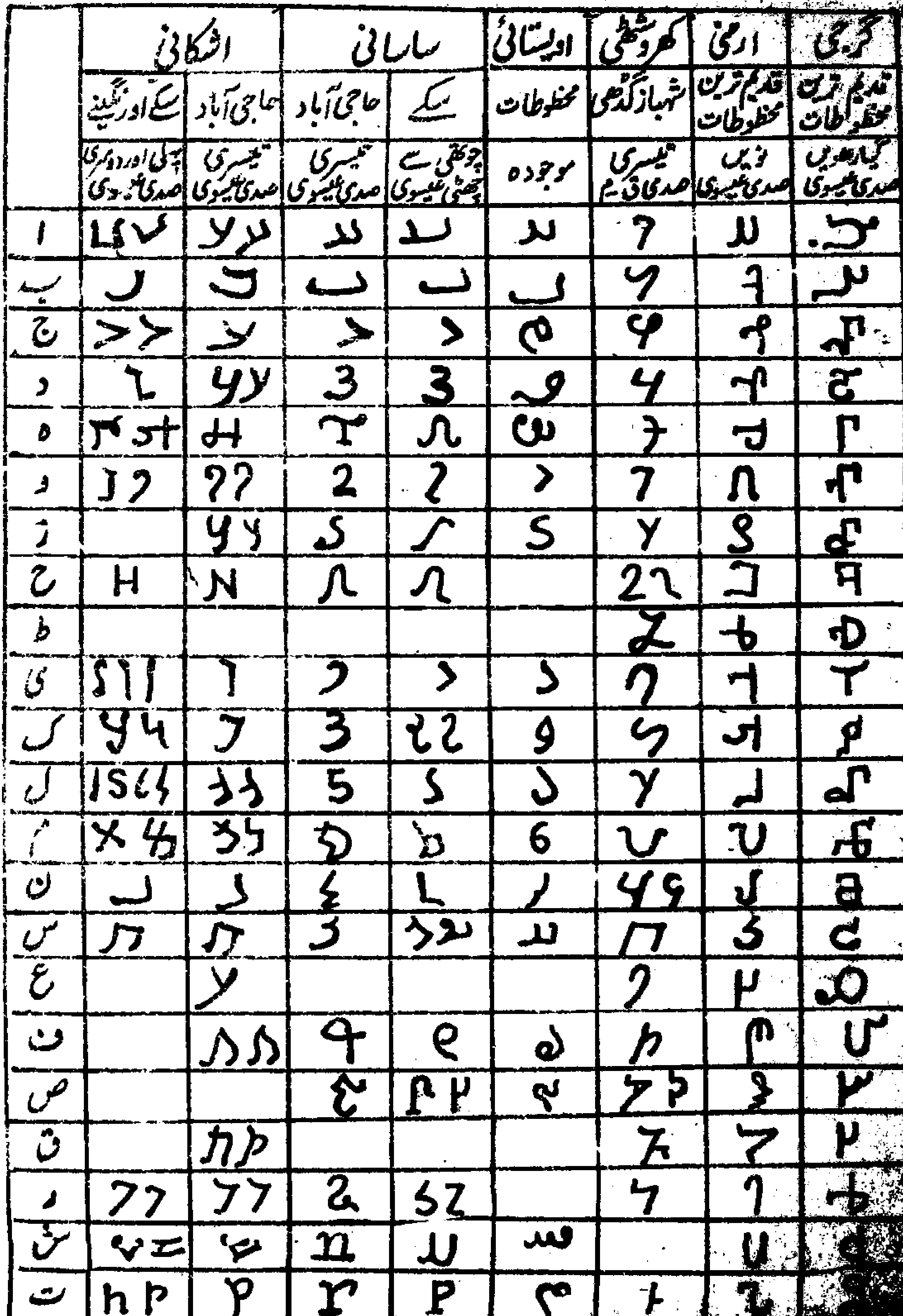
(۳) اسلامی دور (ساتویں صدی سے لے کر آج تک) اس دور کی زبان "فارسی جدید" کہلاتی ہے۔ اس کا رسم خط عربی ہے۔

پہلوی رسم خط۔ لفظ پہلوی کی اصل پارتھوا ہے جس طرح قدیم فارسی کے الفاظ متھرا اور چِتھرا ت اور آ حذف کرنے سے مِہر اور چہر بن گئے اسی طرح پارتھوا پرہو بن گیا جو بعد میں ر کے ل سے بدلنے پر پہو اور پھر پہلو ہو گیا۔

لفظ پارتھوا دارائے اعظم کے کتبوں میں پارتھیا والوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے، پارتھیا بحر کیسپین کے جنوبی مشرقی پہاڑی علاقے کا نام تھا پارتھیا والوں نے ۲۵۰ ق۔م سے لے کر ۲۲۶ء تک حکومت کی۔ یہ زمانہ اشکانی دور کہلاتا ہے۔ ان لوگوں کی زبان سوغدی سے مشابہ شمالی ایرانی کی ایک بولی تھی جو ان کے عروج کے زمانے سے پہلوی کہلانے لگی۔ بعد میں یہی نام اُن کے رسم خط کا پڑ گیا۔

پہلوی رسم خط تیسری یا دوسری صدی ق۔م کے آرامی خط سے ارتقا پذیر ہوا۔ اُس کی قدیم صورت آرامی کی تدمری شاخ سے قریب تر تھی۔ پارتھیا والوں کی حکومت کے زمانے اور ساسانی دور میں یہی خط مستعمل تھا۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۴۵) ۶۵۱-۵۲ء میں یزدگرد کے قتل کے بعد ساسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔

مسلمانوں کی فتح کے بعد بھی کسی حد تک پہلوی خط کا رواج رہا



شکل ۱۵۴ سامی خط کی غیر سامی شاخیں

تقریباً نویں صدی عیسوی سے اس کا استعمال بند ہوگیا۔ اس کی بڑی وجہ اس خط کی پیچیدگی تھی۔ عربی رسم خط اس کے مقابلے میں بدرجہا آسان تھا۔ جب کوئی ایرانی مسلمان ہوتا تو وہ قرآن پڑھنے کے لئے عربی رسم خط بھی سیکھتا اور لکھنے کا یہ سہل طریقہ معلوم ہوجانے پر پہلوی خط کو ترک کر دیتا۔

پہلوی رسم خط میں کل ۲۲ نشانات کام آتے تھے جو ایرانی آوازوں کے ادا کرنے کے لئے ناکافی تھے اس لئے ایک ہی نشان کی متعدد آوازیں مقرر کی گئیں جس سے پہلوی تحریروں کے پڑھنے میں شک وشبہ پیدا ہونے لگا۔

پہلوی خط میں آرامی زبان کے الفاظ بکثرت استعمال ہوتے تھے جنھیں آرامی خط میں لکھ کر فارسی ناموں سے پڑھا جاتا تھا مثلاً بسرا لکھ کر گوشت اور لحما لکھ کر نان پڑھتے اسی طرح ملکان ملکا لکھ کر شہنشاہ پڑھا جاتا۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ اس کے زمانے میں اس قسم کے تقریباً ایک ہزار الفاظ ایران میں مستعمل تھے جنھیں نوارشن (زوارش یا ہزوارش) کہتے تھے۔ جدید تحقیقات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ پارسیوں میں ایسے نشانات کی ایک مکمل فہرست زمانۂ قدیم سے پائی جاتی ہے جسے "فرہنگ پہلوک" یا "پہلوی پاژند لغت" کہتے ہیں لیکن کاتبوں کی لاعلمی سے اس میں بہت سی غلطیاں ہوگئی ہیں۔ انھیں نشانات کی وجہ سے یہ خط ایک قسم کی مرموز نویسی بن گیا اور پہلوی زبان معمہ ہوکر رہ گئی۔

پہلوی خط کی دو قسمیں تھیں:۔

(۱) پہلوک۔ اسے شمالی مغربی پہلوی اور اشکانی (پارتھوی) بھی کہتے ہیں۔ اس کے نمونے سکوں اور نگینوں پر پائے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو...

(۲) پارسیک۔ اسے جنوبی مغربی پہلوی اور ساسانی...

پہلوی سے زیادہ گمسیٹ لیکن اس سے کم پڑتا ہے۔ ہر چند پارتھیا والوں نے ایران پر حکومت کی اور ایرانی تمدن کو اختیار کر لیا لیکن انھیں غیر ملکی سمجھا جاتا تھا۔ ساسانی حکمراں اپنے کو ملکی کہتے تھے۔ انھوں نے ہخامنشی روایت کو قایم رکھنے کے لئے اپنے کتبے چٹانوں پر کندہ کرائے۔

پہلوی رسم خط کے کتبے ایرانی سکوں پر تیسری صدی ق۔م سے لے کر ۶۹۵ء تک پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد بنو امیہ کے خلیفہ عبدالملک نے فارسی سکے منسوخ کرکے عربی عبارتوں والے سکوں کو رواج دیا۔ اصطخر کے قریب نقش رستم کی چٹان پر اردشیر بابکان (۲۲۶ء۔ ۲۴۰ء) اور اس کے بیٹے شاپور اول (۲۴۱ء۔ ۲۷۲ء) کے کتبے نظر آتے ہیں۔ آخر الذکر کے کتبے نقش رجب کی چٹان (اصطخر کے قریب) اور حاجی آباد کے غار میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ساسانی دور کے دوسرے مشہور کتبے طاق بستان اور شاپور میں ہیں۔

آٹھویں صدی کی پہلوی تحریریں اوراق پیپرس پر فایوم (مصر) میں ملی ہیں۔ نویں صدی کی پہلوی کا نمونہ ملابار کے ایک سریانی گرجے میں محفوظ ہے۔ گیارھویں صدی کے چار کتبے بمبئی کے قریب سالسیٹ کے بدھ غاروں میں نظر آتے ہیں۔ یہ ان پارسیوں کے نام ہیں جنھوں نے ۱۰۰۹ء اور ۱۰۲۱ء میں مذکورہ غاروں کی زیارت کی تھی۔ پہلوی رسم خط کا قدیم ترین مسودہ جو پارسیوں میں محفوظ ہے ۱۳۲۳ء میں کمبایت میں لکھا گیا تھا۔

آوستائی رسم خط۔ آویستا[1] پارسیوں کی مقدس کتاب ہے۔ اس کا مصنف

---

[1] اس لفظ کی اصل فارسی متوسط یا پہلوی کا لفظ "آوستک" ہے جسے بعض عالم "اپستک" [illegible] ہیں۔ اس کی پاژند صورت اَوِستا ہے اور سنسکرت اَوِستہ۔ اوستا وک یا اوستا وانی [illegible] کا نام۔ اس لفظ کا ماخذ غیر یقینی ہے۔ جرمن عالم (F. C. Andreas) [illegible] سے ماخوذ ہے جس کے معنی "بنیاد" یا "بنیادی متن" کے ہیں۔

(باقی صفحہ آئندہ پر)

زردشت تھا (تقریباً ۱۰۰۰ ق۔م) یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آدیستا کی ابتدائی صورت اور اُس کا رسم خط کیا تھا۔

پہلوی روایت کے مطابق زردشت کے صحیفے ۱۲۰۰ ابواب پر مشتمل تھے۔ یمرنا کے عالم ہرمیپس (تیسری صدی ق۔م) نے لکھا ہے کہ زردشت کے صحیفے ۲۰ جلدوں میں تھے اور ہر جلد میں ایک لاکھ سطریں تھیں۔ رومن مصنف پلینی کبیر نے اپنی "نیچرل ہسٹری" میں لکھا ہے کہ زردشت نے ۲۰ لاکھ اشتیں پیش کی تھیں۔ عربی مورخ طبری (نویں صدی عیسوی) اور مسعودی (دسویں صدی عیسوی) نے آدیستا کے ایک نسخے کا ذکر کیا ہے جو ۱۲۰۰۰ گائے کی کھالوں پر لکھا تھا۔ متعدد سُریانی عالموں نے بھی اس کی ضخامت کا ذکر کیا ہے۔ برخلاف اس کے موجودہ آدیستا نہایت مختصر ہے اور اُس کے اجزا منتشر حالت میں ہیں۔ اس سے اُن پہلوی روایتوں کی تصدیق ہوتی ہے جن کے مطابق سکندر کے حملے میں آدیستا کا بڑا حصہ تلف ہو گیا۔

شروع میں زردشتی صحیفے بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھے جاتے تھے چنانچہ ہخامنشی دَور کے آخری حصے میں طبری نے لکھا ہے کہ بادشاہ وِشتاسپ نے جو زردشت کا مربی تھا آدیستا کے اصلی نسخے کو جو سونے کے حروف میں لکھا تھا اصطخر میں محفوظ کرا دیا تھا۔ ایک دوسرا نسخہ سمرقند کے کنیسا میں محفوظ تھا۔ غالباً آدیستا کے یہی دو نسخے سکندر کے حملے (۳۳۰ ق۔م) میں ضائع ہو گئے چونکہ ہخامنشی دَور میں میخی رسم خط رائج تھا اس لئے ممکن ہے کہ آدیستا اول اول میخی خط میں لکھی گئی ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹)

آدیستا کی پہلوی تفسیر کو ژند (صحیح لفظ زند) کہتے ہیں اور ژند کی مکرر تفسیر کو پاژند کہتے ہیں۔ لوگ ژند آدیستا کو ایک ہی چیز یا ژند کو آدیستا کی زبان خیال کرتے ہیں جو غلط ہے

سکندر کی فتح کے بعد ایران پر یونانیوں کا قبضہ ہو گیا جس کا خاتمہ پارتھیا والوں نے کیا لیکن یونانی اور پارتھوی دونوں حکومتوں کے زمانے میں زردشتی مذہب تنزل کی حالت میں رہا۔ ساسانی خاندان کے بانی اردشیر بابکان (۲۲۶ء۔ ۲۴۰ء) اور اس کے بیٹے شاپور اول (۲۴۱ء۔ ۲۷۲ء) نے اویستا کے پرانے نسخے فراہم کرنا شروع کئے اور شاپور دوم کے زمانے (۳۰۹ء۔ ۳۸۰ء) میں اس کا ایک مستند نسخہ تیار ہو گیا جو غالباً پہلوی رسم خط میں تھا۔

چونکہ پہلوی رسم خط میں کل ۲۲ نشانات کام آتے تھے جو ایرانی زبان کے لئے ناکافی تھے اس لئے اویستا کو قلمبند کرنے کے لئے ایک نیا رسم خط ایجاد ہوا جو اویستائی کہلاتا ہے اس میں تقریباً ۵۰ نشانات کام آتے تھے۔ ڈاکٹر ڈرینگر کی رائے میں یہ ایک مصنوعی خط تھا جس کے موجد نے پہلوی، پارسک اور یونانی خطوں سے استفادہ کیا تھا۔ (شکل ۱۵۴)

ساسانی حکومت کے خاتمے کے ساتھ زردشت کے مذہب کی قومی حیثیت بھی ختم ہو گئی۔ زردشت کے صحیفے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلائے گئے۔ پارسیوں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ بہت سے لوگوں نے تبدیلئ مذہب پر ترک وطن کو ترجیح دی اور ایران سے بھاگ نکلے۔ ایک روایت کے مطابق اُن کے اجداد پہلے خلیج فارس میں ہرمز کے جزیرے میں ٹھیرے۔ وہاں سے تقریباً نویں صدی میں گجرات پہنچے اور پھر ہندوستان کے مغربی ساحل پر سورت سے بمبئی تک پھیل گئے۔ آج ایران میں صرف ۱۰،۰۰۰ پارسی آباد ہیں جبکہ ہندوستان میں اُن کی تعداد ۹۰،۰۰۰ ہے۔

اویستا کے قدیم ترین ہندوستانی نسخے تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی [illegible] ایرانی نسخے سترھویں صدی عیسوی کے بعد کے ہیں لیکن ہندوستانی

نسخوں سے زیادہ صحیح اور معتبر ہیں۔ ایران کا آویستائی خط گھسیٹ اور ٹیڑھا میڑھا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستان کا آویستائی خط عمودی اور نوک پلک سے درست ہے۔

اخیر میں آویستا کی زبان کے متعلق یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ بھی آویستا کی رعایت سے آویستائی کہلاتی ہے۔ اس کا تعلق "ہند ایرانی خاندان" سے ہے اور وہ سنسکرت سے اس حد تک قریب ہے کہ بعض آوازوں کے بدلنے پر دونوں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اس زبان کا واحد نمونہ خود آویستا کا صحیفہ ہے۔

مانوی رسم خط۔ مانی[۵] ایران کے ایک عیسائی خاندان میں ۲۱۶ء میں پیدا ہوا۔ اُس کی تعلیم اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ وہ ایرانی، آرامی، سُریانی اور یونانی زبانوں کا ماہر تھا۔ اُس نے مصوری اور خطاطی میں بھی مہارت بہم پہنچائی تھی۔ ان علوم و فنون کے علاوہ اُسے مروجہ مذاہب میں غیر معمولی بصیرت حاصل تھی۔ فلسفہ اور الٰہیات میں غور و فکر کرنے کے بعد اُس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جس کی تبلیغ اُس نے شاپور اول کے عہد سے شروع کی۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ اُس نے شاپور کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا یا نہیں لیکن اتنا یقینی ہے کہ شاپور کا بھائی فیروز اُس کا مربّی تھا۔

ایرانی کاہنوں اور زرتشتی مذہب کے مقتداؤں نے اُس کی شدید مخالفت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مانی کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اُس نے وسط ایشیا، چین اور ہندوستان کا سفر کیا اور یہاں کے مذاہب کا بھی مطالعہ کیا۔ اس کے بعد وہ ترکستان

---

[۵] "مانی" از مولانا عبدالحلیم شرر رسالہ دلگداز اپریل ۱۹۱۰ء "کیا مانی واقعی مصور [illegible] رسالہ نگار فروری ۱۹۳۲ء "مانی اور اس کی تعلیم" از جناب نصیر احمد [illegible] "مانی" (افادات ایم اسپرنگ انگ) خیابانِ نگار [illegible]

واپس گیا اور وہاں ایک سنسان وادی میں گوشہ نشین ہو کر اپنی کتاب ارژنگ تیار کی۔ اس میں اعلیٰ درجے کی تصویریں بھی بنی ہوئی تھیں۔ اس کتاب کو لے کر وہ ایران گیا اور اپنے کو صاحب کتاب پیغمبر کی حیثیت سے پیش کیا۔ شاپور دوم (شاپور اول کے بیٹے) نے اس کی مدد کی اور اب اُسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی لیکن جب بہرام (شاپور دوم کا بیٹا) بادشاہ ہوا تو آتش پرستوں کے موبدوں اور دستوروں نے اُسے اس قدر ابھارا کہ وہ مانی کا دشمن ہو گیا۔ ۲۷۶ء میں وہ گرفتار کر کے بہرام کے سامنے لایا گیا جس نے زندگی میں اُس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھُس بھروا دیا۔ مانی کی کھال کا یہ پتلا مدت تک شہر شاپور کے پھاٹک پر رکھا رہا۔

اس ظلم سے خوفزدہ ہو کر مانی کے ماننے والے مشرق کی طرف بھاگ گئے اور دین مانوی کو ایران سے باہر پھیلا دیا۔ تیسری چوتھی صدی عیسوی میں مانی کا مذہب مغربی ایشیا، شمالی افریقہ، جنوبی یورپ، فرانس اور اسپین میں پھیل گیا لیکن ساتویں صدی سے اُس کا زوال شروع ہو گیا اور تیرھویں صدی عیسوی تک اُس کا نام و نشان بھی دُنیا سے مٹ گیا۔

مانی کے سات صحیفے (جن میں سے چھ سُریانی اور ایک پہلوی زبان میں تھا) ایک خاص خط میں لکھے گئے تھے جو بانیٔ مذہب کی رعایت سے مانوی کہلاتا ہے۔ انھیں لکھنے کے لئے اعلیٰ درجے کا سفید کاغذ اور بوقلموں روشنائیاں استعمال کی گئی تھیں اور لکھنے والے کاتبوں کو خاص طور سے طیار کیا گیا تھا۔ اس لکھائی کے کئی مخطوطات مشرقی ترکستان میں ملے ہیں جو بہترین کاغذ پر رنگین روشنائیوں سے لکھے ہیں اور ان کی آرائش میں اعلیٰ درجے کی مصوری صرف کی گئی ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے اس خط کو مانی کی ایجاد بتاتے ہیں لیکن تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ وہ آرامی سے ماخوذ اور تدمری سے مشابہ تھا۔ البتہ

یہ ممکن ہے کہ مانی نے اس خط میں اصلاح و ترمیم کی ہو کیونکہ وہ ایک زبردست مصور تھا اور اسی حیثیت سے فارسی اور اُردو ادب میں اب تک مشہور ہے۔

کھروشٹھی رسم خط

یہ خط ہندوستان کے شمال مغرب میں رائج تھا۔ اس کے اور بھی کئی نام ہیں مثلاً بیکٹرین (قدیم صوبے بیکٹریا یا باختر کے نام پر) انڈو بیکٹرین، آرین، بیکٹرو پالی، شمالی مغربی ہندی، کابلی، گندھاری لپی وغیرہ۔ اس کے حروف شکل ۱۵۴ میں ملاحظہ ہوں۔

چینی کتاب "فاوان شولن" (زمانہ ۶۶۸ء) میں اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہے کہ اسے کھروشٹھ نامی شخص نے ایجاد کیا تھا۔ کھروشٹھ سنسکرت لفظ کھراشٹھ کی پراکرت صورت ہے جس کے معنی "گدھے کے ہونٹ والا" ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ فارسی خرپشت کے بگڑنے سے بنا ہے۔ گویا یہ خط گدھے کی کھال پر لکھا جاتا تھا لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ جس طرح اہل عرب اپنی زبان کے زعم میں ایرانیوں کو عجمی (گونگے) کہتے تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے لوگ اُن اقوام کو جو شمالی مغربی سرحد پر آباد تھیں کھروشٹھ کہتے تھے۔ اسی لیے اُن کا رسم خط بھی اس نام سے موسوم ہوا۔

کھروشٹھی رسم خط آرامی سے ماخوذ تھا۔ جارج بولر اور بعض دوسرے عالموں نے اس نظریے کی حمایت کی ہے۔ اور اس کی تائید میں یہ ثبوت پیش کئے ہیں:-

(۱) کھروشٹھی خط ہندوستان میں ایرانی حملے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ [illegible] ہندوستان کے صرف اُن حصوں میں رائج تھا جو چھٹی صدی ق۔م کے [illegible] نصف سے چوتھی صدی ق۔م تک ایرانیوں کے زیر حکومت [illegible]

بادشاہوں نے انتظام سلطنت کے لئے آرامی خط اختیار کر لیا تھا۔ (۴) کھروشٹھی کے بیشتر حروف پانچویں صدی ق۔م کے آرامی سے مشابہ ہیں اور اُن کی آوازیں بھی یکساں ہیں۔ (۵) کھروشٹھی کتبوں میں تحریر کا رخ دائیں سے بائیں کو ہے برخلاف اس کے ہندوستان کا براہمی خط بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا تھا۔ (۶) اشوک کے اُن کتبوں میں جو منصورہ اور شہباز گڑھی میں ملے ہیں، تحریر یا فرمان کے لئے لفظ دپی استعمال کیا گیا ہے جو قدیم فارسی کا لفظ ہے۔

اس نظریے پر ڈاکٹر راج بلی پانڈے (بنارس ہندو یونیورسٹی) نے سخت اعتراض کئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کھروشٹھی رسم خط ہندوستان کی ایجاد تھا لیکن اُن کی سعی کو کامیاب نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ صحیح ہے کہ (۱) اعراب کی ایجاد (۲) ہندوستان کی مخصوص آوازوں کے لئے نشانات کا گھڑا جانا۔ (۳) بعد کے زمانے میں کھروشٹھی خط کا بجائے دائیں سے بائیں کو اُلٹی طرف سے لکھا جانا براہمی خط کے اثر کا نتیجہ تھا۔ اور اسے علمائے مغرب بھی تسلیم کرتے ہیں۔
کھروشٹھی خط کا پہلا کتبہ ۱۸۳۶ء میں شہباز گڑھی میں ایک چٹان پر ملا تھا۔ اسے شہنشاہ اشوک نے ۲۵۱ ق۔م کندہ کرایا تھا۔ کھروشٹھی خط میں اشوک کا دوسرا کتبہ منصورہ میں ملا ہے۔ ان کے علاوہ ہند۔ یونانی اور ہند سیتھی حکمرانوں کے سکے ۱۰۵ ق۔م سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک کے اس خط میں دستیاب ہوئے ہیں۔ بہاولپور میں کنشک کا ایک کتبہ بھی اسی خط میں ملا ہے۔
تیسری صدی عیسوی میں یہ خط چینی ترکستان میں پھیل گیا تھا۔ سرآریل سٹین (Sir Aurel Stein) کو مشرقی ترکستان میں اس زمانے کے کافی کتبے دستیاب ہوئے جو سیاہ روشنائی سے لکڑی، کھال اور کاغذ پر لکھے گئے تھے۔

---

۵ Raj Bali Pandey-Indian Palaeography
(Banaras 1952)

بدھ مذہب کا صحیفہ دھم پد بھوج پتر پر اسی خط میں لکھا ہوا ختن میں ملا۔
اس کا زمانہ دوسری یا تیسری صدی عیسوی ہے۔

کھروشٹھی رسم خط کے آخری کتبے غالباً چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی کے ہیں لیکن اُن کے زمانے کا صحیح تعین ناممکن ہے کیونکہ صرف ۴۰ کتبوں پر تاریخیں ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ اُن میں سال، مہینے اور دن کا ذکر ہے لیکن تقویم (زیچ) کا حوالہ نہیں۔

کھروشٹھی رسم خط ہمیشہ اور ہر جگہ ہندوستانی زبانوں کو لکھنے کے لئے استعمال کیا گیا حتیٰ کہ ترکستان میں بھی جہاں اسے ہندوستانی مہاجرین لے گئے تھے۔ ہندوستان میں اس کی جگہ براہمی خط نے لے لی جو برخلاف اس کے بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا تھا۔

آرمینیا اور جارجیا کے رسم خط

آرمینی یا آرمنی ہند یورپی زبان کی ایک شاخ ہے۔ اُس کا رسم خط عیسائی مذہب کے آرمینیا میں پھیلنے اور آرمنی کلیسا کے آزاد ہونے پر ظاہر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خط سینٹ میسروپ (St. Mesrop) نے ایجاد کیا تھا۔ اس کا اصل ماخذ اشکانی پہلوی خط ہے (ملاحظہ ہو شکل ۱۵۴) اس نے سامی حروف کے ناموں کو کسی حد تک محفوظ رکھا ہے پہلے اس خط میں ۳۶ حروف کام آتے تھے۔ بارھویں صدی میں دو یونانی حروف کا اضافہ کیا گیا۔ ان ۳۸ حروف سے ۹۰۰۰ تک اعداد ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اس خط کے نئے حروف قدیم حروف میں خفیف سی تبدیلیاں کرکے بنائے گئے تھے۔

گرجستان یا جارجیا کاکیشش پہاڑ (کوہ قاف) کے جنوب

یہاں کے لوگ گرجی کہلاتے ہیں ان کی زبان کاکیشی زبان کی جنوبی مغربی شاخ ہے۔
گرجی خط کی دو قسمیں ہیں :-
(۱) کھت سری "پادریوں کا رسم خط" جو کلیسا تک محدود ہے۔ اس میں
۳۹ حروف کام آتے ہیں جن کی شکلیں پر تکلف اور زاویے دار ہیں۔
(۲) میکھدرُلی "سپاہیوں کا رسم خط" جسے عوام بھی استعمال کرتے ہیں۔
اس میں ۴۰ حروف کام آتے ہیں جن کی شکلیں گھسیٹ اور گولائی لئے ہوئے ہیں۔
کھت سری اور میکھدرُلی حروف کی شکلوں میں بہت فرق ہے لیکن دونوں کا
ماخذ ایک ہی تھا یعنی ساسانی پہلوی خط۔ گرجی نے ارمنی کے برخلاف حروف کی
قدیم سامی ترتیب کو محفوظ رکھا ہے۔ قدیم سامی میں حروف سے ۴۰۰ تک
اعداد ظاہر کئے جاتے تھے لیکن گرجی حروف سے ۱۰۰۰۰ تک اعداد ظاہر کرتے ہیں۔
یہ خط بھی سینٹ میسروپ کی ایجاد تھا۔ اس خط میں بعض حروف یونانی سے
لے کر اضافہ کئے گئے تھے۔ اور بعض قدیم حروف میں خفیف سی تبدیلیوں کے بعد
بنائے گئے تھے۔

وسط ایشیا کے رسم خط

سن کیانگ کا چینی صوبہ یا مشرقی ترکستان جو اب ریگستان ہے ساتویں یا
آٹھویں صدی عیسوی میں خوبصورت شہروں کا ملک تھا۔ یہاں مختلف زبانیں (ایرانی،
ہندوستانی، چینی، ترکی) بولنے والے اور مختلف مذاہب (مانوی، نسطوری اور
بدھ) کے ماننے والے لوگ آباد تھے لیکن اب مختصر سی آبادی ہے جس کا مذہب
اسلام اور زبان ترکی ہے۔
ماہرین آثار قدیمہ کو چینی ترکستان سے جو مسودے دستیاب ہوئے ہیں

اُن سے قرونِ وسطیٰ میں ایران اور مشرقِ بعید کے سیاسی اور معاشرتی تعلقات پر بڑی روشنی پڑتی ہے ۔ اس کے علاوہ سوغدی اور توخاری دو نئی زبانوں کا پتہ چلا ہے جن کا تعلق ہند یورپی زبانوں سے تھا ۔

سوغدی رسم خط (Sogdian) سوغدی یا صغدی قرونِ وسطیٰ میں پورے وسط ایشیا کی بین الاقوامی زبان تھی ۔ منگولی اور عربی فتوحات نے اسے ختم کر دیا اور اب اُس کی یاد دلانے کو زرافشاں کی بالائی وادی میں یغنوبی نام کی ایک بولی رہ گئی ہے ۔

سوغدی رسم خط آرامی کی ایک مقامی شاخ سے ماخوذ تھا لیکن بعد میں نسطوری خط سے متاثر ہوا ۔ شروع میں سوغدی حروف کو ایک دوسرے سے باقاعدہ نہیں ملایا جاتا تھا لیکن بعد میں اُنھیں ملایا جانے لگا ۔ دیگر سامی رسوم خط کی طرح اس میں بھی حروف علت اور اعراب کو نہیں لکھا جاتا تھا ۔

شمالی مشرقی چین اور مشرقی ترکستان سے سغدی مسودے دستیاب ہوئے ہیں جن کا تعلق عیسائی ، مانوی اور بدھ مذاہب سے ہے ۔ ان کا زمانہ دوسری صدی عیسوی سے لے کر نویں صدی عیسوی تک ہے ۔ اب یہ مسودے لندن ، پیرس ، برلن اور لینن گراڈ میں محفوظ ہیں ۔

یوئگر رسم خط (Uigher) اس خط کا نام اُن مہذب تاتاری قبیلوں کے نام پر ہے جو خیوا اور بخارا میں حکمراں تھے پہلے اسے نسطوری سے ماخوذ سمجھا جاتا تھا لیکن اب اس کا ماخذ سوغدی رسم خط کو مانا جاتا ہے ۔ کیونکہ دونوں میں بعض خصوصیات مشترک ہیں ۔

بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی میں چنگیز خاں اور اُس کے جانشینوں نے یوئگر لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا اس طرح یوئگر رسم خط پورے منگول سلطنت

عام مراسلت کا خط بن گیا اور اُس سے موجودہ منگولی، مانچو اور قلماقی رسم خط نکلے۔

تیرھویں صدی میں مارکوپولو کو ترکی اور منگولی قبیلوں میں بہت سے عیسائی ملے لیکن اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ وسط ایشیا سے عیسائی مذہب غائب ہوگیا اور بدھ مذہب کو پسپا ہونا پڑا۔ خود یوگر رسم خط کی جگہ عربی خط نے لے لی۔

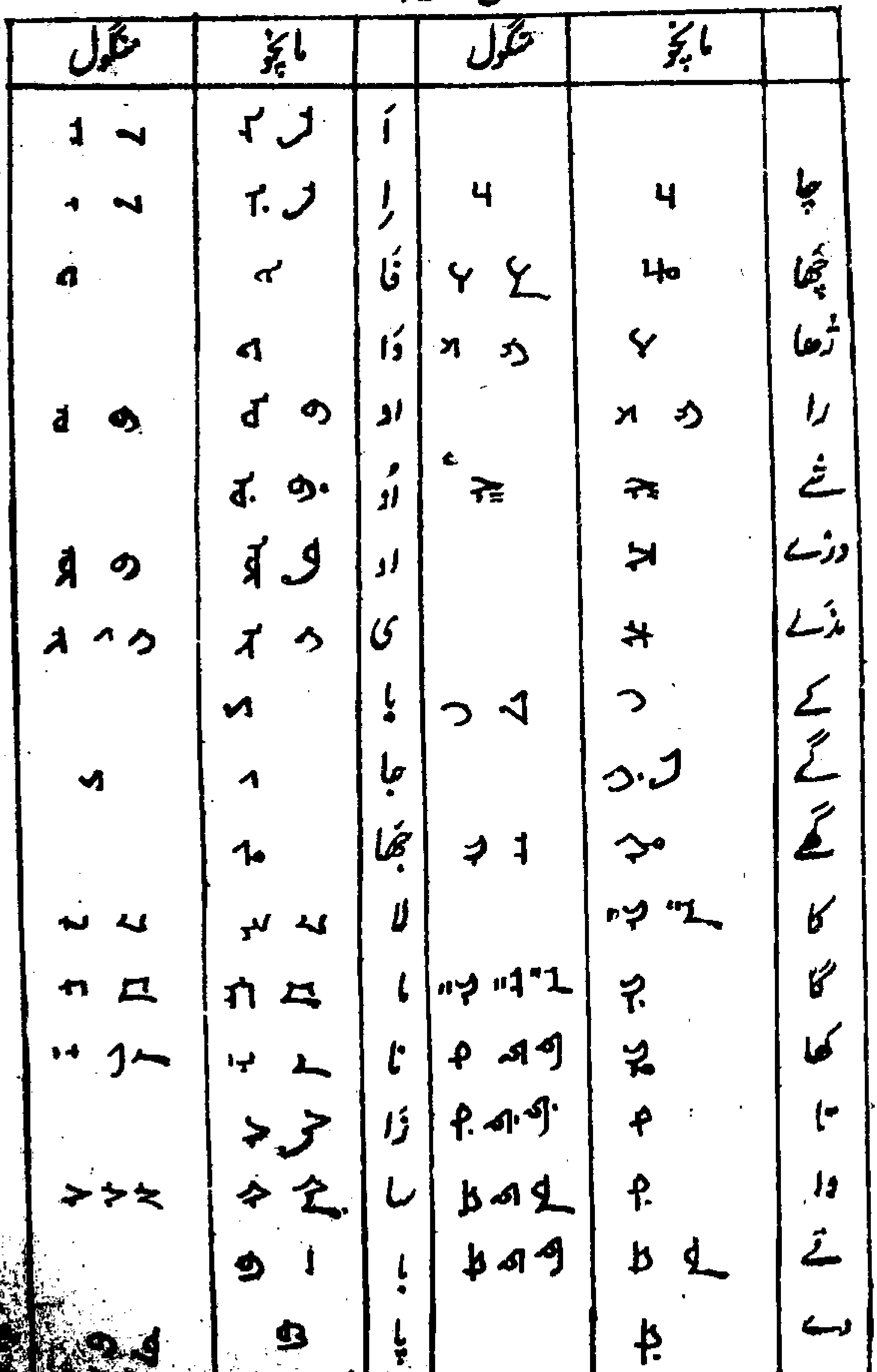
منگولی رسم خط (Mongolian) تیرھویں صدی کے ابتدائی زمانے تک منگولوں کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی لیکن چنگیز خاں (متوفی ۱۲۲۷ء) نے منگولوں کو متحد کرلیا اور چند سالوں میں اُس کی سلطنت کوریا سے جنوبی روس تک پھیل گئی۔

اہلِ مشرق کو منگولی تمدن سے آشنا کرنے کے لئے قبلائی خاں (۱۲۱۶ء تا ۱۲۵۹ء) نے تبت کے ایک لاما کو حکم دیا کہ وہ بدھ مذہب کے صحیفوں کا سنسکرت اور تبتی زبانوں سے منگولی زبان میں ترجمہ کرے۔ اُس نے منگولی زبان کو یوگر رسم خط میں لکھنے کی کوشش کی لیکن اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہ ہوا۔

چودھویں صدی کے آغاز میں یوگر خط میں اصلاح کی گئی اور تبتی رسم خط سے پانچ نئے حروف کا اضافہ کیا گیا۔ اس نئی لکھائی کو "منگول گالک" کہتے ہیں (غالباً یہ لفظ سنسکرت "کالیکھ" سے بنا ہے۔ کا سنسکرت ابجد کا پہلا حرف ہے اور لیکھ کے معنی لکھنے کے ہیں) غیر مذہبی کاموں کے لئے یہ خط بھی پیچیدہ ثابت ہوا لہٰذا اسے مختصر کیا گیا۔ اس سے تمام غیر مغلی آوازوں کے نشانات حذف کردیے گئے اور متشابہ آوازیں جیسے ب، پ وغیرہ ایک ہی نشان سے ظاہر کی جانے لگیں۔ یہی موجودہ منگولی رسم خط ہے جو چینی کی طرح اوپر سے نیچے لکھا جاتا ہے لیکن چینی کے برخلاف لکھنا بائیں طرف سے شروع کرتے ہیں۔

(شکل ۱۵۵)

شکل ۱۵۵



منگول اور مانچو رسم خط

مانچو رسم خط (Manchu) یہ منچوریا میں رائج ہے ۔ مانچو سلطنت کی بنیاد تیرھویں صدی عیسوی میں پڑی ۔ اُس وقت تک یہاں کے لوگ منگولی زبان اور رسم خط استعمال کرتے تھے ۔ ۱۵۹۹ء میں شہنشاہ تائی تسو (Tai Tsu) نے دو عالموں کو ایک قومی رسم خط بنانے کا حکم دیا ۔ اُنھوں نے منگولی خط کو اپنی زبان کے موافق بنانے کے لئے اُس میں کافی ترمیم و تنسیخ کی ۔ ۱۶۳۲ء میں اس خط میں چند علامات کا اضافہ کیا گیا ۔ ۱۷۴۸ء میں شہنشاہ کین لُنگ (Kien Lung) نے مانچو خط پر نظر ثانی کی اور ایک روایت کے مطابق اس خط کی مروجہ ۳۲ قسموں میں سے ایک کو منتخب کر کے سرکاری خط بنا دیا جو آج بھی رائج ہے ۔ ملاحظہ ہو شکل ۱۵۵)

قلماقی رسم خط (Kalmuck) قلماقی منگولوں کی ایک شاخ ہے جو صحرائے گوبی کی مغربی سرحد سے لے کر قلماقی اسٹیپ تک پھیلی ہوئی ہے ۔ دریائے والگا کے کنارے بھی ان کی آبادی ہے ۔ یہ لوگ خانہ بدوش ہیں ۔ قلماقی خط منگولی سے بہتر ہے اصل میں یہ "کالک منگول" خط ہے جسے قلماقی زبان کے لئے ۱۶۴۸ء میں اختیار کیا گیا ۔ اس میں بدھ مذہب کا باقی شدہ ادب لکھا جاتا ہے ۔ منگولی، مانچو اور قلماقی رسوم خط میں یہ صفت مشترک ہے کہ وہ اوپر سے نیچے کو لکھے جاتے ہیں لیکن چینی کے برخلاف کالم بائیں طرف سے شروع ہوتے ہیں ۔

بوریٹ رسم خط (Buriat) بیکال جھیل کے شمال میں تقریباً تین لاکھ بوریٹ منگول آباد ہیں ان کی زبان اور رسم خط منگولی زبان اور رسم خط کی شاخیں ہیں

۲۲

یونانی رسم خط

یونانیوں کی آمد

یونانیوں کی تاریخ تقریباً ۱۵۰۰ ق-م شروع ہوتی ہے جب ان کے قبیلے جوق درجوق شمال کی طرف سے ہجرت کرکے یونان میں داخل ہوئے۔ یہ حملہ آور ہند یورپی زبان بولنے والوں کی ایک شاخ تھے جو بحر کیسپین کی شمالی مشرقی چراگاہوں سے رفتہ رفتہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیل رہی تھی۔ ان کے کچھ قبیلے ایشیائے کوچک میں آباد ہوگئے اور کچھ نے یونان کی راہ لی۔ اُنھوں نے اُس تہذیب کو روند ڈالا جو کریٹ، جزائر ایجین اور سرزمین یونان میں پھیلی ہوئی تھی اور پھر اُس کے کھنڈروں پر ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی جو یورپی علوم و فنون کا سرچشمہ تھی۔

فن تحریر کا آغاز

جب یہ قوم یونان میں وارد ہوئی تو فن تحریر سے ناآشنا تھی۔ اُس نے فنیقی تاجروں سے لکھنا سیکھا جن کی نوآبادیاں بحر روم میں پھیلی ہوئی تھیں۔ یونانی روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ مشہور مورخ ہیروڈوٹس لکھتا ہے :-

" فنیقیوں نے یونانیوں میں بہت سے مفید علوم و فنون کو رواج دیا خصوصاً حروف تہجی کو میری رائے میں پہلے اہل یونان ان سے ناواقف تھے افلاطون (پلیٹو) ڈیوڈورس اور ٹیسی ٹیس وغیرہ نے بھی [illegible]

یونانی رسم خط کے سامی سے ماخوذ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ (۱) یونانی حروف کی قدیم ترین صورتیں سامی حروف سے مشابہ ہیں (۲) یونانی حروف کے نام سامی حروف کے ناموں سے ملتے جلتے ہیں ملاحظہ ہو شکل ۱۰۸۔ (۳) یونانی حروف کی ترتیب سامی حروف کی ترتیب کے مطابق ہے بعض مستثنیات بھی ہیں لیکن اُن کے لئے معقول وجوہ ہیں۔

یونانی حروف تہجی کی ایجاد کا زمانہ متعین کرنے میں دو چیزوں سے مدد ملتی ہے (۱) قدیم ترین یونانی کتبے جو تھیرا (Thera) اور اتھینس (Athens) میں ملے ہیں۔ یہ آٹھویں صدی ق۔م کے پہلے نصف یا نویں صدی ق۔م کے اخیر کے ہیں (۲) اٹلی کا اٹرسکی خط جو یونانی سے ماخوذ تھا۔ یہ آٹھویں یا نویں صدی ق۔م میں موجود تھا جملہ شواہد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یونانیوں نے فینیقیوں سے دسویں یا گیارھویں صدی ق۔م میں لکھنا سیکھا تھا۔

کتبے اور مسودے۔ یونان میں اس قدر کتبے ملے ہیں کہ اُن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ تاریخی اسناد، قوانین کے مجموعے، فرامین، مردم شماری کی فہرستیں، مندروں کی آمدنی و خرچ کا حساب، منت کے چڑھاووں کے نوشتے، تربتی کتبے، ظروفی نقوش، سکوں کی عبارتیں اور اسی طرح کی بہت سی چیزیں دستیاب ہوئی ہیں جن سے ہمیں یونانی طرز تحریر کی تبدیلیوں کا پتہ چلتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے ان کی بڑی اہمیت ہے اور ان کا مطالعہ بذات خود ایک فن ہے۔ یونانی مسودے بھی ہزاروں کی تعداد میں ملے ہیں جن کا تعلق عہد قدیم اور قرون وسطیٰ سے ہے[1]۔

---

[1] B. M. Thompson Handbook of Greek & Latin Palaeography. (London, 1893)

رسم خط کی قسمیں ۔ یونانی خط کی دو قسمیں تھیں، مشرقی اور مغربی۔ مشرقی شاخ میں ایشیائے کوچک (ترکی) اور نزدیک کے جزیروں کے رسم خط شامل تھے۔ مغربی شاخ، جزیرہ نمائے یونان اور جنوبی مشرقی اٹلی کے رسوم خط پر مشتمل تھی۔ ان کی اور بھی بہت سی شاخیں تھیں۔ عملی طور پر ہر یونانی ریاست کا رسم خط دوسری سے مختلف تھا اور ان میں یکسانیت پیدا ہونے میں کافی عرصہ لگا۔

(ملاحظہ ہو شکل ۱۵۷)

تحریر کا رُخ ۔ یونانی رسم خط پہلے سامی کی طرح دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا تھا۔ بعد میں ایک سطر سیدھی طرف سے اور دوسری اُلٹی طرف سے لکھی جانے لگی۔ اس طرز نگارش کو (Boustrophedon) کہتے ہیں۔ ۵۰۰ ق م کے بعد بائیں سے دائیں کو لکھنے کا عام رواج ہو گیا۔ لکھنے کے دو مختلف طریقوں نے حروف کی شکلوں کو متاثر کیا۔ بائیں سے دائیں کو لکھنے کے لئے بعض حروف کی شکلیں اُلٹ دی گئیں مثلاً :-

	ب	ہ	ک	ن	پ	ر	
قدیم	ᗺ	Ǝ	ꓘ	ᴎ	˥	ꟼ	سیدھے حروف
جدید	B	E	K	N	Γ	P	اُلٹے حروف

شکل ۱۵۶

یونانی تصرفات ۔ ہر زبان کی بعض مخصوص آوازیں ہوا کرتی ہیں اس لئے کسی دوسری زبان کا رسم خط اختیار کرنے پر غیر ضروری نشانات ... کرنا اور اپنی مخصوص آوازوں کے لئے نشانات کا وضع کرنا ضروری ... فنیقی رسم خط کا تعلق سامی زبان سے تھا اور یونانی ...

موجودہ خط: چھوٹے حروف	موجودہ خط: بڑے حروف	مغربی یونانی: ایتھنس ۴۰۰ ق۔م	مغربی یونانی: اسپارٹا ۴۷۶	مشرقی یونانی: ملیٹس ۵۲۰ ق۔م	مشرقی یونانی: ملیٹس ۵۶۰ ق۔م	مشرقی یونانی: تھیرا ۹۰۰ ق۔م	فنیقی: ٹائر ۹ویں صدی ق۔م	تلفظ
α	Α	Α	Α	Α	Α	Α	𐤀	الفا
β	Β	𐌁 Β	Β			ᗷ	𐤁	بی ٹا
γ	Γ	Γ	C	Γ	Γ	˥ Γ	7	گاما
δ	Δ	▷ Δ	D	Δ	Δ	Δ Δ	Δ	ڈیلٹا
ε	Ε	Ε Ε	Ε	Ε	Ε Ε	∃ Ε	∃	ایپسائی لان
ζ	Ζ	Ι Ζ	Ι				Ζ	زی ٹا
η	Η	日 Η		Η	日	日	Η	ایٹا
θ	Θ	Θ	⊗		⊗ ⊕	⊗ ⊕	⊕	تھی ٹا
ι	Ι	Ι	Ι	Ι	Ι	ζ	Z	آئیوٹا
κ	Κ	Κ	Κ	Κ	Κ	Κ Κ	Y	کاپا
λ	Λ	L Λ	Λ	Λ	Γ Λ	˥ Γ	6	لامڈا
μ	Μ	Μ	Μ	Μ	Μ	Μ	Μ	مو
ν	Ν	Ν	Ν	Ν	Ν	Ч Ν	Ч	نو
ξ	Ξ	Ξ			‡ Ξ	‡	‡	سائی
ο	Ο	Ο	Ο	Ο	Ο	Ο	Ο	اومائکرون
π	Π	Γ Π	Γ	Γ Π	Γ	˥ Γ	7	پائی
ρ	Ρ	Ρ Ρ R	R	Ρ D	Ρ	Α Ρ	4	رہو
σ ς	Σ	Σ Σ S	Σ	Σ	Σ	Μ Μ	W	سیگما
τ	Τ	Τ	Τ	Τ	Τ	Τ	Χ	تاؤ
υ	Υ	Υ	V			Ч Υ	Y	اپسائی لان
φ	Φ	Φ	Φ					بھائی
[illegible]	Χ	Χ		Χ	Χ			کھائی
[illegible]	Ψ	Ψ			Ψ V			پسائی
[illegible]	Ω	Ω		Ω	Ω			اومیگا

[illegible]ن کا ارتقاء

تعلق رکھتی ہے اس سلئے فنیقی رسم خط میں اصلاح و ترمیم کرنا یونانیوں کے لئے ناگزیر تھا۔ یونانیوں کے تصرفات یہ تھے (۱) حروف علت کا اضافہ (۲) حروف سینیہ (Sibilants) کی مختلف ترتیب (۳) اپنی مخصوص آوازوں کے لئے نئے نشانات کا وضع کرنا (۴) غیر ضروری حروف کو ترک کرنا۔

(۱) **حروف علت** ۔سامی رسم خط میں آ، یؔ اور وؔ سے حروف علت کا کام لیا جاتا تھا۔ بعد ازاں اعراب کی ایجاد ہوئی تحریر میں جن کے استعمال پر زور نہیں دیا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے اگر یونانی زبان بغیر حروف علت کے لکھی جاتی تو غلطیاں زیادہ ہوتیں اس سلئے اہل یونان نے آ، ہ، و، ی اور ع سے سات حروف علت بنائے:۔

یونانی حروف علت — سامی ماخذ

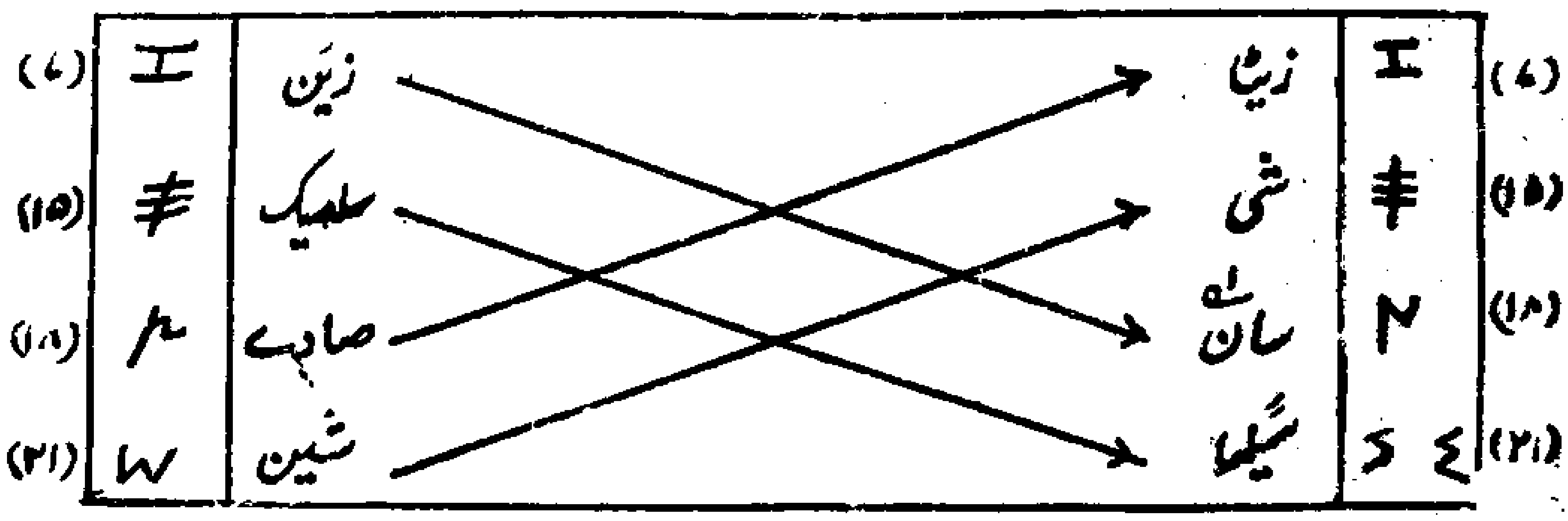
A	الفا	A	𐤀	ا	۱
E	ایپسائی لان	E	𐤄	ہ	۲
I	آیوٹا	I	𐤉	ی	۳
O	اومائکرون	O	O	ع	۴
Ō	اومیگا	Ω			۵
U	اپسائی لان	Υ	Y	و	۶
W	ڈائی گاما	F			۷

شکل ۱۵۸

ان میں ساتویں حرف کو ڈائی گاما کہتے تھے اس لئے کہ اس کی صورت ایسی تھی گویا گاما کے دو نشانات کو ملا دیا گیا ہو (ڈائی کے معنی دو کے ہیں)

بعد میں یہ حروف ترک کر دیا گیا اور صرف عدد ۶ کا مظہر رہ گیا جو اس کا انتسابی عدد ہے۔

(۲) **حروف سنیہ**۔ یعنی زبان کے دانتوں کے قریب آنے سے جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں اُن کے نشانات، ان کی ترتیب اور صورتیں تو فنیقی اور یونانی میں مشابہ ہیں لیکن نام کسی قدر مختلف ہیں۔ سگما سامیک سے مشابہ ہے، زیٹا صادے سے، سان اور شی کا ماخذ غالباً زین اور شین ہیں۔



شکل ۱۵۹

سامیک الف کے اضافے سے جو تقریباً کل یونانی حروف کے آخر میں نظر آتا ہے سامیکا ہو جائے گا جو بعد میں سامیگا اور پھر سگما ہو گیا۔ صادے (جس کا تلفظ کبھی کبھی ضادے بھی کیا جاتا تھا) ویسے ہی یونانی میں زیٹا بن گیا جیسے یود، آیوٹا اور دالت ڈیلٹا ہو گئے۔ شین کا شی رہ جانا ویسا ہی تھا جیسے نون کا نو ہو جانا۔ دونوں میں آخری ن غائب ہو گیا۔ زین سان کیسے بن گیا اس کی توجیہ مشکل ہے۔

(۳) **مرکب حروف**۔ یونانی زبان میں پانچ آوازیں ایسی تھیں جن کے لے فنیقی میں نشانات نہ تھے یعنی تھ۔ پھ۔ کھ۔ پس اور کس پہلے انھیں

... میں ابتدائی تبدیلیاں ہوئیں ... ϒ M T T

دو دو حروف سے ظاہر کرتے تھے بعد میں ایک ایک علامت رکھی گئی:

قدیم طریقہ ← جدید طریقہ

تھ	ط + ح	⊕ H	⊕ } Θ	Θ
پھ	پ + ح	Π H	Φ	Φ
کھ	ک + ح (مشرقی)	K H	K +	X
	ق + ح (مغربی)	Φ H	Φ Y	
پس	پ + س	Π Σ		
	ف + س (مشرقی)	Φ Σ	Φ Y	Ψ
کس	ک + س	K Σ	Ξ } ≡ +	≡ X

X = کھ (مشرقی یونانی) کس = (مغربی یونانی)

شکل ۱۹۰

(۴) متروک حروف فنیقی حروف و ۔ ص اور ق کو یونانی میں بالترتیب واؤ (یا ڈائی گاما) سان (یا ساسپائی) اور کوپا کہتے تھے۔ پانچویں صدی ق.م میں انھیں ترک کر دیا گیا کیونکہ یہ غیر ضروری تھے البتہ حروف سے اعداد کے اظہار کے سلسلے میں ان کا استعمال جاری رہا:

واؤ	کوپا	ساسپائی
F	Ϙ	ϡ
۶	۹۰	۹۰۰

شکل ۱۹۱

رسم خط کا نشو و نما۔ پہلے ہر ریاست کا رسم خط مختلف تھا لیکن ملک کے متحد ہونے کے ساتھ مختلف ریاستوں کے رسم خط میں یکسانیت پیدا ہونے لگی۔ ۴۰۳ ق۔م میں ملیطس (Miletus) کے آیونی[1] (Ionian) خط کو اتھینس میں سرکاری طور پر اختیار کر لیا گیا۔ دوسری ریاستوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ چوتھی صدی ق۔م کے وسط تک تمام مقامی رسم خط غائب ہو گئے اور اُن کی جگہ آیونی خط نے لے لی جو پورے یونان کا ٹکسالی خط بن گیا۔ اس میں کُل ۲۴ حروف کام آتے تھے۔ اس کے بعد یونانی خط میں جو کچھ ترقی ہوئی اُس کا منشا زود نویسی تھا۔ ٹکسالی خط پُر تکلف ہے جسے یادگاروں اور مخطوطات کے بڑے حروف لکھنے کے لئے برقرار رکھا گیا۔ اس رسم خط کو صاف کیے ہوئے چمڑے، پیپرس، مومی تختیوں اور دوسری نرم اشیاء پر لکھنے سے حروف کی چھوٹی صورتیں پیدا ہوئیں۔ موجودہ یونانی کے بڑے حروف رومن خط سے متاثر ہیں۔ (شکل ۱۵)

ایشیائے کوچک کے رسم خط

(Asianic Alphabets)

سکندر کی فتوحات سے پہلے ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی) کے غیر یونانی باشندے جن رسوم خط کا استعمال کرتے تھے اُن میں لیکیا، فریجیا، پمفیلیا، لیڈیا اور کیریا کی ریاستوں کے رسم خط خاص تھے۔ ان کے قدیم ترین

---

[1] لفظ یونانی غالباً آیونی کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ اس سے مراد یونانیوں کی وہ شاخ تھی جو ایشیائے کوچک (ترکی) میں آباد تھی۔ بعد میں یہ لفظ ملک یونان اور وہاں کے باشندوں کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ ان کا ایک قبیلہ گرائکس (Graikos) تھا جس کے نام پر رومیوں نے یونان کو گریس (Greece) اور وہاں کے باشندوں کو گریک (Greek)، لیکن خود یونانی اپنے کو ہیلین (Hellen) کہتے تھے جو ان کا روایتی مورث اعلیٰ تھا۔

مکتبے آٹھویں صدی ق ۔ م کے ہیں ۔ اگرچہ ان کا رسم خط یونانی ہے لیکن اُن میں بعض نشانات ایسے پائے جاتے ہیں جن کا یونانی سے کوئی تعلق نہیں ۔ وہ سائپرس (قبرص) اور کریٹ (قریطیش) کے رسم خط کی علامتوں سے مشابہ ہیں۔

قبطی رسم خط

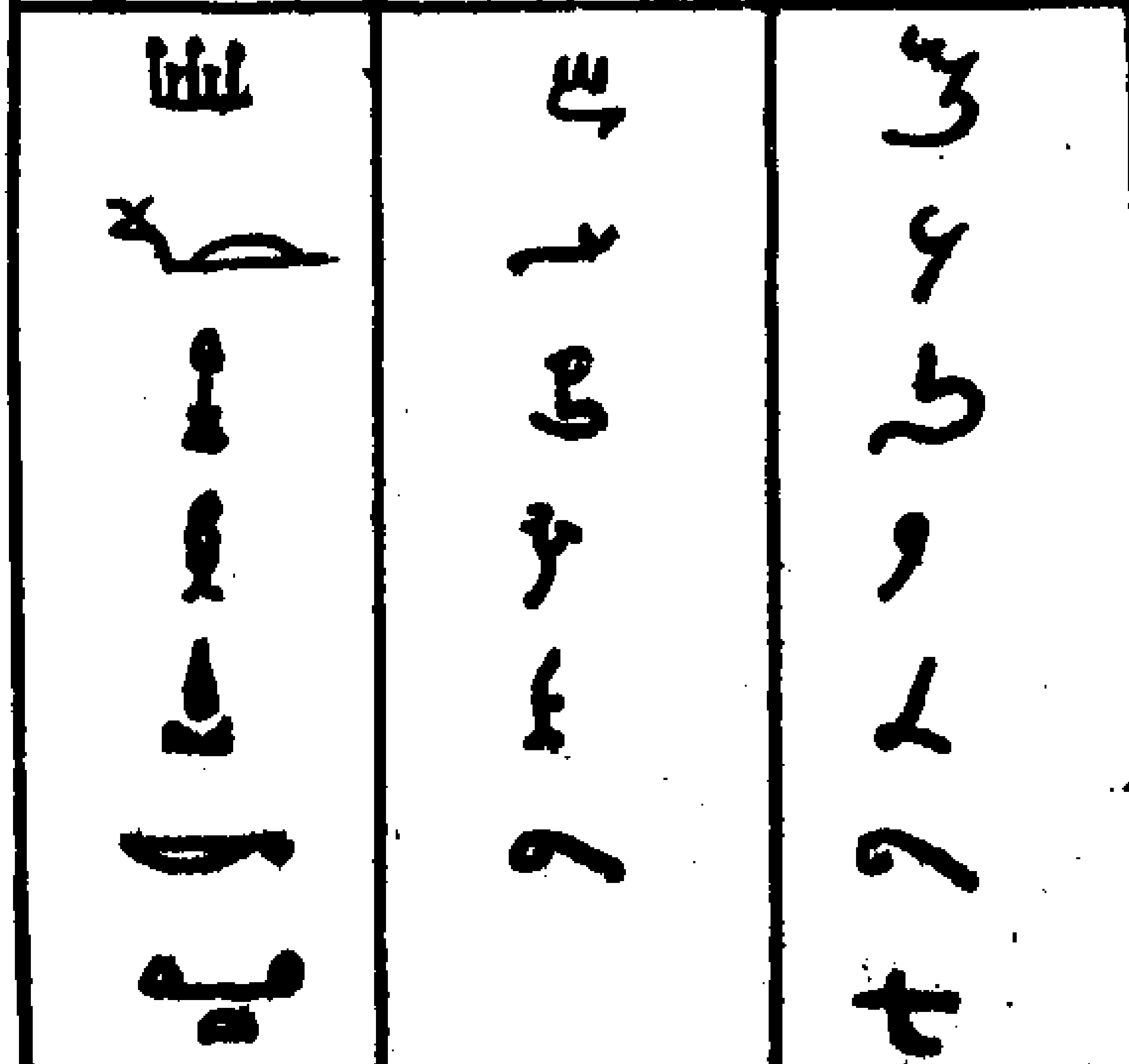
عربی لفظ قبط یا قِبط یونانی ایجپٹیس (Aigyptios) یا جپٹیس (Gyptios) کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ انگریزی نام کاپٹک (Coptic) عربی قبطی سے ماخوذ ہے۔ آج کل قبط کا لفظ مصر کی اُس آبادی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو ۱۴۱ء میں عربوں کی فتح مصر کے بعد بھی عیسائی مذہب پر قایم رہی اور جس نے قبطی زبان کو (جو قدیم مصری کی آخری صورت تھی) تحریر و تقریر کے ذریعہ تیرھویں صدی عیسوی تک زندہ رکھا۔ اگرچہ اُس کا استعمال سترھویں صدی عیسوی تک برقرار رہا لیکن بہت کم اور پھر وہ محض قبطی کلیسا کی زبان ہو کر رہ گئی۔ کسی حد تک قبطی زبان بالائی مصر کے عیسائی دیہاتوں میں اب بھی مستعمل ہے اور زینتی یاہ کہلاتی ہے۔

قبطی رسم خط ۳۲ حروف پر مشتمل تھا جن میں سے ۲۵ یونانی کے بڑے حروف تھے اور ۷ دیموطیقی رسم خط کی ایک گھسیٹ صورت سے ماخوذ تھے۔ یہ اُن آوازوں کو ظاہر کرتے تھے جو یونانی میں نہ پائی جاتی تھیں (شکل ۱۶۲)

قدیم ترین قبطی مخطوطات پانچویں صدی عیسوی کے ہیں بعض کتبے اور مسودے دوسری یا تیسری صدی عیسوی کے ہو سکتے ہیں لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔

	تلفظ	قبطی	یونانی		تلفظ	قبطی	یونانی
۱۵	کسی	Ⲝ ⲝ	Ξ	۱	الفا	Ⲁ ⲁ	Α
۱۶	او	Ⲟ ⲟ	Ο	۲	ڈیڈا	Ⲃ ⲃ	Β
۱۷	پائی	Ⲡ ⲡ	Π	۳	گاما	Ⲅ ⲅ	Γ
۱۸	رو	Ⲣ ⲣ	Ρ	۴	ڈالڈا	Ⲇ ⲇ	Δ
۱۹	سیما	Ⲥ ⲥ	Ϲ	۵	اِی	Ⲉ ⲉ	Ε
۲۰	تاؤ	Ⲧ ⲧ	Τ	۶	سو	Ⲋ ⲋ	Ϛ
۲۱	ے	Ⲩ ⲩ	Υ	۷	زیٹا	Ⲍ ⲍ	Ζ
۲۲	پھائی	Ⲫ ⲫ	Φ	۸	ایٹا	Ⲏ ⲏ	Η
۲۳	کھائی	Ⲭ ⲭ	Χ	۹	تھیٹا	Ⲑ ⲑ	Θ
۲۴	پسائی	Ⲯ ⲯ	Ψ	۱۰	جوٹا	Ⲓ ⲓ	Ι
۲۵	او-یو	Ⲱ ⲱ	Ω	۱۱	کاپا	Ⲕ ⲕ	Κ
				۱۲	لولا	Ⲗ ⲗ	Λ
				۱۳	می	Ⲙ ⲙ	Μ
				۱۴	نی	Ⲛ ⲛ	Ν

	تلفظ	قبطی	دیموطیقی	ہراطیقی	ہیروغلیفی
۲۶	شے اِ	Ϣ ϣ			
۲۷	فے اِ	Ϥ ϥ			
۲۸	خے اِ	Ϧ ϧ			
۲۹	ہوری	Ϩ ϩ			
۳۰	جنجیا	Ϫ ϫ			
۳۱	چیما	Ϭ ϭ			
۳۲	تی	Ϯ ϯ			



سِرِلِک رسم خط

(Cyrillic Script)

یہ خط سینٹ سِرِل (۸۲۶ء - ۸۶۹ء) کی ایجاد تھا جس نے سلافی[1] نسل کے لوگوں میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کی تھی۔ سِرِلِک خط نویں صدی عیسوی کے بڑے یونانی حروف پر مبنی تھا چنانچہ دونوں کے بیشتر حروف کی صورتیں، آوازیں اور عددی قیمتیں مشابہ ہیں۔ سلافی کی مخصوص آوازوں کے نشانات یونانی حروف میں خفیف سی تبدیلیاں کرکے اور بعض حروف کو ملا کر بنائے گئے تھے بعض حروف گلاگولیٹک خط سے ماخوذ تھے اور بعض کا ماخذ نامعلوم ہے۔ سینٹ سِرِل کے زمانے تک اس خط میں ۳۸ حروف کام آتے تھے جن کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھ کر ۴۸ تک پہنچ گئی۔

مشرقی اور مغربی کلیسا کی تقسیم نے سلافی لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا جو لوگ کیتھولک مذہب کے ماننے والے ہیں اُن کا رسم خط رومن ہے اور جن کا تعلق مشرقی یا یونانی کلیسا سے ہے (جس کا سردار بطریق قسطنطنیہ تھا) اُن میں سِرِلِک خط کا رواج ہے۔ رُوسی، یوکرانی، بلغاری اور سرب لوگوں نے یونانی کلیسا کا مذہب قبول کیا تھا۔ اس لئے اُن میں یونانی سے ماخوذ سِرِلِک خط کا رواج ہوا۔ یوگوسلاویہ، زیکوسلواکیہ، پولینڈ اور لوسانٹیہ کے لوگوں نے رومن کیتھولک مذہب اختیار کیا اس لئے اُن میں رومن خط کا رواج ہوا۔

سِرِلِک لکھائیوں میں سب سے اہم روسی خط ہے جسے سوویت یونین

---

[1] سلافی ہند یورپی زبان کی وہ شاخ ہے جس میں روسی، پولینڈ، زیکوسلواکی، بوہیمیا اور بلغاریہ وغیرہ کی زبانیں شامل ہیں۔

مختلف اقوام نے اختیار کر لیا ہے۔ روسی خط میں اصلاح کی ضرورت انقلاب کے پہلے سے محسوس کی جا رہی تھی متعدد اکاڈمیوں اور سائنسی اداروں نے اپنی اصلاحی تجویزیں پیش کیں جنھیں کیرینسکی (Kerenaki) نظام کی تحت رواج دیا گیا (مجموعہ قوانین و فرامین نمبر ۴۴، مورخہ ۱۰ را کتوبر ۱۹۱۸ء) اور متعدد غیر ضروری حروف متروک ہو گئے۔ موجودہ روسی خط میں ۳۲ حروف کام آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو شکل ۱۴۳

گلاگولیٹک رسم خط

(Glagolitic Script)

یہ بھی سلاونی زبان کا رسم خط تھا۔ سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں اس کا عام رواج تھا۔ اس کا استعمال جرمنی کے پروٹسٹنٹ مبلغین نے اپنے مذہب کو جنوبی سلاونی لوگوں میں پھیلانے کی غرض سے کیا تھا۔ بعد میں اس کی جگہ رومن خط نے لے لی۔ یہ سیرلک خط سے زیادہ پرانا اور بظاہر اُس سے مختلف تھا۔ غالباً اس کی بنیاد یونانی خط کی گھسیٹ صورت تھی جبکہ سیرلک خط یونانی کے بڑے حروف پر مبنی تھا۔ اس میں ۴۰ حروف کام آتے تھے جن کی شکلیں سڈول اور بھدی تھیں۔ اس خط میں یہ عجیب بات تھی کہ حروف کے نام سامی کی طرح بعض الفاظ تھے لیکن ان کا سامی حروف کے ناموں اور معنوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ ان میں سے بعض رومن حروف کے ناموں سے مشابہ تھے۔

سر ایلس ایچ منس (S Ellis H. Minns) کی رائے میں یہ خط بھی سنٹ سیرل کی ایجاد تھا۔

البانوی رسم خط

البانیہ میں رومن خط بعض تبدیلیوں کے بعد ۱۹۰۸ء میں اختیار کیا گیا۔

	بربریک	روسی	بلغاری	سربی	یوکرانی	قدیم رومانی
ا	а	А А	А	А	А	а
ب	Б	Б Б	Б	Б	Б	Б
و	В	В В	В	В	В	В
ج، گ	Г	Г Г	Г	Г	Г(Ґ)	Г
د	Д	Д Д	Д	Д	Д	Д
ی	Є	Е Е	Е	Е	Е(Є)	Е Е
ژ	Ж Ж	Ж Ж	Ж	Ж	Ж	Ж Ж
ز	З	З З	З	З	З	Ѕ З
اِ	И	И И	И	И	И	И
اِ	І	І І	—	—	І (Ї)	І (Ї)
ی		(Й й)	(Й)	Ј	(Й)	—
ک	К	К К	К	К	К	К
ل	Л Л	Л Л	Л	Л(Љ)	Л	Л
م	М М	М М	М	М	М	М
ن	N N	Н Н	Н	Н(Њ)	Н	N
او	О	О О	О	О	О	О
پ	П	П П	П	П	П	П
ر	Р	Р Р	Р	Р	Р	Р
س	С	С С	С	С	С	С
ت	Т	Т Т	Т	Т	Т	Т

شکل ۱۶۲

قدیم رومانی	یُوکرانی	سَربی	بلغاری	رُوسی	سِیریلک	
—	—	Ћ	—	—	Ћ	تی
ȣ ѹ	У	У	У	У У	ȣ оѵ	اُو
Ф	Ф	Ф	Ф	Ф Ф	Ф	ف
Х	Х	Х	Х	Х Х	Х	کھ
Ц	Ц	Ц	Ц	Ц Ц	Ц	تس
Ч Ч	(Щ) Ч	Ч	Ч	Ч Ч	Ч	چ
Ш	Ш	Щ	Ш	Ш Ш	Ш	ش
Щ	Щ	—	Щ	Щ Щ	ψшт	ش چ
Ъ	—	Ъ	Ъ	Ъ ȣ	Ъ	بے آواز
Ы	—	—	—	ЪІ ꙑ	ЪІ	ی
Ь	Ь	Ь	Ь	Ь ȣ	Ь	بے آواز
Ѣ	—	—	Ѣ	Ѣ Ѣ	Ѣ	یے
(IE)	—	—	—	Э Э	Є	اِ
Ю	—	Ю	Ю	Ю Ю	Ю	یُو
Ꙗ	—	Я	Я	Я Я	Я Ꙗ	یا
Ѳ (ف)	—	—	—	Ѳ Ѳ	Ѳ	پھ
Ѵ Ꙋ	—	—	—	Ѵ Ѵ	Ѵ	ی
Ѫ	—	—	Ж	—	Ѫ	یُو
Ѧ Ѩ Ѭ	—	—	ІѪ		— Ѧ Ѩ	ایو
Ѯ Ѱ						

شکل ۱۶۳

اس سے پہلے ترمیم شدہ یونانی خط مستعمل تھا جس کی تین قسمیں تھیں۔ یہ تینوں خط چھوٹے یونانی حروف کی گھسیٹ شکلوں پر مبنی تھے جن میں کافی حذف و اضافہ کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈرینگر کی رائے میں ان کا تعلق مرموز نویسی سے تھا۔ انھیں البانوی آبادی نے ترکی افسران کی مداخلت سے بچنے کے لئے ایجاد کیا تھا۔

۲۳

رومن رسم خط

فن تحریر کی تاریخ میں رومن رسم خط ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا میں اس کا رواج عربی رسم خط سے زیادہ ہے۔ اسے صحیح معنی میں بین الاقوامی اور عالمگیر خط کہہ سکتے ہیں۔ اس کی تاریخ کو کما حقہٗ سمجھنے کے لئے اٹلی کے قدیم خطوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

ایٹرسکی خط (Etruscan)

رومی تہذیب کو ایٹرسکی لوگوں نے جنم دیا تھا۔ ان کی زبان اور قومیت کا صحیح علم ابتک حاصل نہیں ہو سکا۔ چھٹی صدی ق۔م کے اخیر تک روم میں ایک ایٹرسکی خاندان کی حکومت تھی۔ جس علاقے میں یہ لوگ آباد تھے وہ دریائے ٹائبر کے شمال میں واقع تھا اور ایٹروریہ کہلاتا تھا۔

ایٹرسکی زبان کے تقریباً ... ۹ کتبے موجود ہیں جو اٹلی، سسلی اور سارڈینیا کے علاوہ مصر اور کارتھیج میں بھی ملے ہیں کیونکہ ان ممالک سے ایٹروریہ والوں کے تجارتی اور ثقافتی تعلقات تھے۔ اس خط کا سب سے اہم کتبہ تقریباً پندرہ سو الفاظ پر مشتمل ہے۔ یہ پارچہ کتان کی صورت میں ایک مصری ممی سے لپٹا ہوا ملا ہے۔ یہ اُس زمانے کا ہے جب مصر یونان اور روما کا تابع تھا۔ دو اہم کتبے چھٹی اور پانچویں صدی ق۔م کے فلورنس اور برلن کے

ف۱ Isaac Taylor "Etruscan Researches"

عجائب گھروں میں محفوظ ہیں ۔

اس خط کی ایجاد کے بارے میں اختلاف رائے ہے ۔ جن علماء کا یہ خیال ہے کہ ایٹرسکی لوگ ایشیائے کوچک سے ہجرت کر کے سمندر کے راستے دسویں یا گیارھویں صدی ق ۔ م اٹلی میں داخل ہوئے وہ ایٹرسکی خط کو یونانی خط کی کسی مشرقی شاخ سے ماخوذ سمجھتے ہیں ۔ برخلاف اس کے جن عالموں کے نزدیک ایٹرسکی لوگ شمال کی طرف سے ہجرت کر کے آئے وہ ایٹرسکی خط کو یونانی کی چالسیڈی[1] (Chalcidian) شاخ سے ماخوذ مانتے ہیں ۔ یہ آخری رائے زیادہ مقبول ہے ۔

ہر چند ایٹرسکی حروف تہجی کا مکمل علم حاصل ہو چکا ہے لیکن ایٹرسکی زبان کا مسئلہ ابھی تک لاینحل ہے ۔ شاید اس کا تعلق کاکیشی زبان سے تھا اس کو پڑھ تو سکتے ہیں لیکن مطلب نہیں بتا سکتے ۔

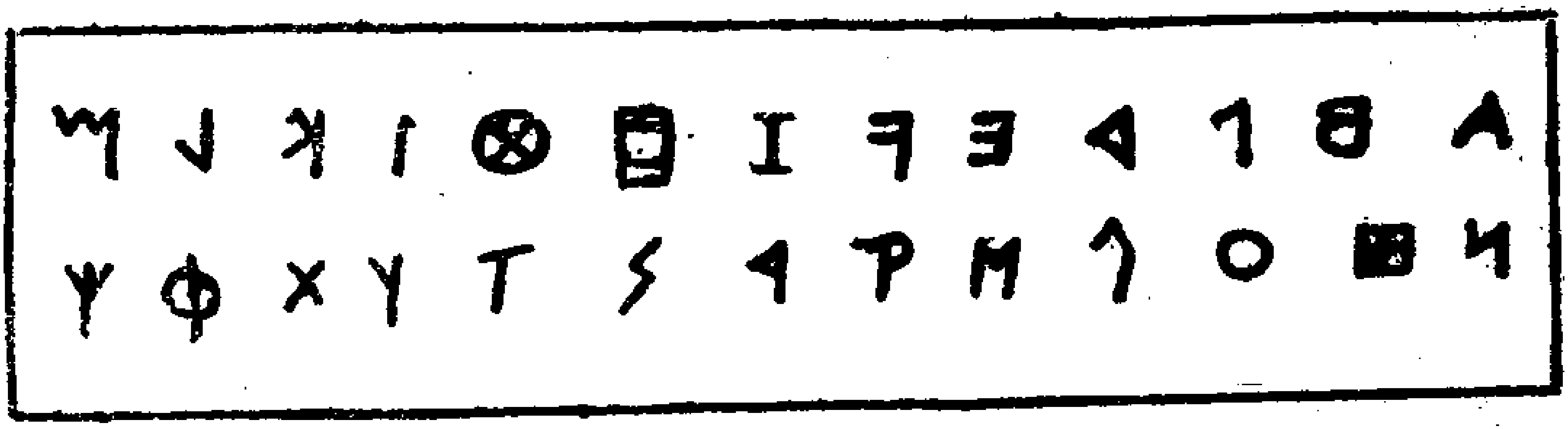
یہ خط سامی خط کی طرح دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا تھا لیکن بعض دو رخی کتبے بھی موجود ہیں یعنی باری باری ایک سطر دائیں سے بائیں کو اور دوسری بائیں سے دائیں کو لکھی گئی ہے ۔ اپنے آخری زمانے میں یہ خط بائیں سے دائیں کو لکھا جانے لگا تھا

ایٹرسکی خط کا قدیم ترین کتبہ جو غالباً آٹھویں صدی ق ۔ م کا ہے فلورنس کے عجائب خانے میں محفوظ ہے ۔ یہ ایک ہاتھی دانت کی تختی ہے ۔ جس کے بالائی حصے میں ایٹرسکی خط کے پورے ۲۶ حروف منقوش ہیں ۔ ان میں ۲۲ حروف شمالی سامی خط کی قدیم ترتیب کے مطابق ہیں آخر کے ۴ حروف یونانی ...

---

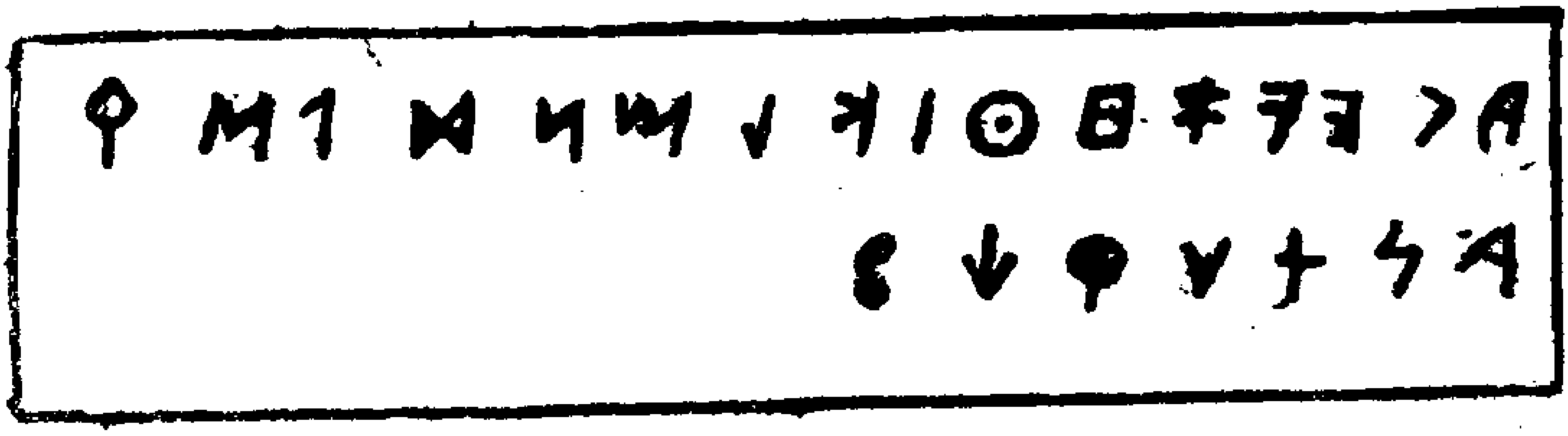
[1] یہ ان لوگوں کا خط تھا جو یونان کی چالسس (Chalcis) ریاست سے ... آباد ہو گئے تھے ۔

اضافہ ہیں۔ یہ کتبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آٹھویں صدی ق۔م تک ایٹرسکی خط وجود میں آچکا تھا:۔



شکل ۱۶۴

پانچویں صدی ق۔م تک پہنچتے پہنچتے اس خط میں ۲۴ حروف رہ گئے تھے



شکل ۱۶۵

چوتھی صدی ق۔م میں ان کی تعداد گھٹ کر ۲۰ ہی رہ گئی (۴ حروف علت اور ۱۶ حروف صحیح) اس خط میں حرف ف کے لئے انگریزی 8 سے مشابہ نشان کی بنا پر بعض عالموں نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایٹرسکی خط لیڈیا والوں کے خط سے تعلق رکھتا تھا جس میں بالکل ایسا ہی نشان اسی آواز کے لیے پایا جاتا تھا لیکن بعض کے نزدیک یہ حرف ایٹرسکی لوگوں کی خود اپنی ایجاد تھا اور اسی لیے اسے سب سے آخر میں رکھا گیا۔ علاوہ ازیں یہ حرف قدیم کتبوں میں پایا بھی نہیں جاتا۔

صوتی لحاظ سے اس خط میں خاص بات یہ تھی کہ حروف ب اور پ، د اور ت

ک اور گ میں تمیز نہیں کی جاتی تھی یا بہ الفاظ دیگر ان چھ آوازوں کو تین ہی نشانات سے ظاہر کرتے تھے۔

ایٹرسکی حروف نے بتدریج لاطینی حروف کی صورت اختیار کرلی اور ایٹرسکی قوم کے سیاسی زوال کے بعد[1] ایٹروریہ میں ایٹرسکی زبان اور رسم خط کا خاتمہ ہوگیا اور لاطینی نے ان کی جگہ لے لی۔ ایٹرسکی خط کا آخری کتبہ سنہ عیسوی کے آغاز کا ہے لیکن ایٹرسکی زبان بعد کی چند صدیوں تک زندہ رہی۔

ایٹرسکی خط کی خاص شاخیں یہ تھیں: امبری (Umbrian) اسکی (Oscan) فیلسکی (Faliscan) لاطینی (Latin) ان کے کتبے چھٹی صدی ق۔م سے لے کر سنہ عیسوی کے آغاز تک ملتے ہیں۔ بیشتر کتبوں میں تحریر کا رخ دائیں سے بائیں کو ہے۔ ان کے حروف شکل ۱۹۶ میں دیکھیے۔

لاطینی خط (Latin) عام طور سے لاطینی خط کو یونانی خط سے ماخوذ سمجھا جاتا ہے لیکن دراصل یہ خط یونانی سے براہ راست ماخوذ نہ تھا بلکہ ایٹرسکی کے توسط سے آیا تھا چنانچہ لاطینی حروف کی آوازیں یونانی حروف سے مختلف ہیں۔

لاطینی خط کے قدیم ترین کتبے چھٹی صدی ق۔م کے ہیں۔ ایک کتبے کو جو سونے کے بروچ (جڑاؤ پن) پر نقش ہے بعض ساتویں صدی ق۔م کا مانتے ہیں۔ اس میں تحریر کا رخ دائیں سے بائیں کو ہے پہلی صدی ق۔م کے بعد سے بے انتہا کتبے ملتے ہیں چنانچہ اب تک ۱۵۰۰۰ کتبوں کی نقلیں شائع ہو چکی ہیں۔

اہل روم کی فتحیابی کے بعد لاطینی خط کے سامنے اٹلی کے دوسرے خط منسوخ ہوگئے اور وہ روم کے تمام مقبوضہ ممالک اور سارے مغربی یورپ پر چھا گیا۔

---

[1] اہل روم نے ۲۸۰ ق۔م میں ایٹرسکی لوگوں کو شکست دی اور اٹلی [illegible]

فنیقی اور یونانی سے موازنہ

اگرچہ لاطینی خط دنیا کے خطوں میں بالکل نیا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اپنے اصل ماخذ یعنی فنیقی سے زیادہ مختلف نہیں۔ اہل یونان نے فنیقی کے ۲۲ حروف میں سے صرف ۱۹ کو باقی رکھا تھا اور ۵ نئے حروف ایجاد کئے تھے۔ برخلاف اس کے لاطینی میں ۲۰ فنیقی حروف باقی ہیں اور دو متروک حروف میں سے طؔ کو ..ا کی علامت بنا لیا گیا اور صؔ کا نام صادے سے بدل کر زیٹا اور پھر زیڈ ہو گیا البتہ اُس کا نشان برقرار نہ رہا۔ اُس کی علامت کے لئے زؔ کا حرف اختیار کیا گیا۔

یونانی سے لاطینی خط کئی باتوں میں مختلف تھا۔ یہ اختلاف حروف کی شکلوں، اُن کی آوازوں اور ترتیب میں پایا جاتا ہے۔ حروف کی صورتوں کا فرق ذیل کے نقشے سے نمایاں ہے:-

کلاسیکی یونانی	قدیم یونانی	قدیم لاطینی	کلاسیکی لاطینی
Γ	‹ ‹	‹	C
Δ	D D	D	D
Λ	L F Λ Λ Λ	L	L
Π	Γ Γ	P	P
P	R P	R	R
Σ	S Σ Σ	S	S
Ξ	X + ⊞	X	X

شکل ۱۶۷

یونانی کے غیرضروری حروف کو لاطینی میں اعداد بنالیا گیا۔

۵۰	L	⊥	↓	Ψ	چی
۱۰۰	C	C	C	⊙	تھیٹا
۱۰۰۰	M	(M)	(I)	Φ	فی

شکل ۱۶۸

ہزار کی قدیم علامت ↀ کے نصف D کو جو لاطینی حرف ڈی سے مشابہ ہے ۵۰۰ کا مظہر مانا گیا سو کی موجودہ علامت رومن حرف سی C سے اور ہزار کی ایم M سے مشابہ ہے اور یہ عجب اتفاق ہے کہ لاطینی میں سو کو سینٹم (centum) کہتے ہیں اور اُس کا پہلا حرف سی ہے۔ اسی طرح ہزار کو ملی (mille) کہتے ہیں اور اُس کا پہلا حرف ایم ہے۔

سامی کے حرف ہ ∃ کو یونانی میں آواز اِ کا مظہر مانا گیا اور ح H کو اِی بنالیا گیا۔ لاطینی میں اِی کی خفیف اور طویل آوازوں میں تمیز نہ کی جاتی تھی لہذا ح کی پرانی آواز برقرار رہی لیکن اُس کا نشان رفتہ رفتہ بدل کر ایسا H ہوگیا۔

سامی حروف ک اور ق K ϙ کو یونانی میں کاپا اور کوپا کہا گیا۔ بعد میں کوپا غیرضروری سمجھ کر ترک کردیا گیا لیکن لاطینی میں اب تک مع اپنی قدیم آواز کے برقرار ہے۔

سامی کے چھٹے حرف و کی یونانی میں یہ صورت F تھی وہ اسے ڈائی کہتے تھے۔ ڈائی کے معنی دو ہیں۔ گاما یونانی کا تیسرا حرف Γ سامی ج سے ماخوذ تھا۔ چونکہ اس حرف کی صورت ایسی تھی گویا دو گاما کے

رکھ کر ملا دیا گیا ہو لہٰذا یہ نام پڑا ۔ بعد میں یہ حرف ترک کر دیا گیا لیکن لاطینی میں اب تک پایا جاتا ہے البتہ اُس کی آواز وَ سے بدل کر فَ کی ہو گئی ہے ۔

سامی کا ساتواں حرف زَین یونانی میں وَ کے خارج ہو جانے کے باعث چھٹا بن گیا اور زیٹا کہلایا چونکہ لاطینی میں یہ آواز نہیں پائی جاتی تھی لہٰذا اسے تیسری صدی ق۔م میں حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ پر جی G رکھ دیا گیا

پہلے C کَ اور گَ دونوں کی آواز دیتا تھا (اِیٹرسکی خط ان میں تمیز نہ کرتا تھا) لیکن بعد ازاں ان میں تفریق کی غرض سے C کے سرے پر ایک چھوٹا خط بڑھا کر G بنایا گیا اور اُسے حروف تہجی میں ساتویں مقام پر رکھا گیا لیکن C حسب سابق تیسری جگہ پر قائم رہا ۔

آوازِ سَ کے لئے یونانی میں دو علامتیں تھیں سَان (سامی صَ) اور سِگما (سامی شَ) لاطینی کا اَیس سِگما کی بدلی ہوئی صورت ہے ۔ سَان یونانی اور لاطینی دونوں سے غائب ہو گیا ۔ غالباً اس لئے کہ وہ ایم M سے مشابہ تھا اور اُس کی آواز غیر ضروری سمجھی گئی ۔

نئے حروف کی ایجاد

رومن ابجد کے آخری چھ حروف (U V W X Y Z) بعد کا اضافہ ہیں ۔ قدیم سامی خط کا آخری حرف ت + تھا جو رومن ٹی T کا ماخذ ہے ۔ اس کے بعد کے حروف کی ایجاد اس طرح ہوئی :-

فنیقی وَ Y رومن یُو، وی اور ڈائی تینوں کا ماخذ ہے ۔ پہلے اس سے یونانی حرف علت اپسیلان Y نکلا جو یُو کی آواز دیتا ہے ۔ رومن میں اس کی [illegible] صورت V کبھی یو کی آواز دیتی اور کبھی وی کی ۔ البتہ یہ ضرور تھا [illegible] V لفظ کے شروع میں لکھتے اور جب اسے لفظ کے درمیان میں

لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو اس کے زاویے کو گولائی سے بدل دیتے U دسویں صدی عیسوی میں جب ان کی آوازوں میں تفریق کا احساس ہوا تو یہ نشان V جو بیشتر الفاظ کے شروع میں بطور حرف صحیح کے آتا تھا دی آواز کا مظہر قرار پایا اور یہ نشان U جو الفاظ کے درمیان بطور حرف علت آیا کرتا تھا یُو کہلایا۔

گیارھویں صدی عیسوی میں ٹیوٹانی زبان کی ایک آواز کو ظاہر کرنے کے لئے دو یُو کے نشانات کو ملاکر "ڈبل یو" (ڈبلیو) W کا حرف بنایا گیا اور چونکہ یہ یُو اور وی سے نکلا تھا لہذا اسے ٹھیک اُن کے بعد رکھا گیا۔ غالباً اس کا نام رکھنے میں یونانی "ڈائی گاما" (یا ڈبل گاما) کا اتباع کیا گیا تھا۔

اہل یونان نے سامی کے پندرھویں حرف سامخ ≢ سے دو نشانات اخذ کئے تھے ≡ + ان میں سے پہلا نشان یونانی میں اب تک پایا جاتا ہے اور ک اور س کی ملی ہوئی آواز دیتا ہے۔ یہ نشان + جسے ایسے X بھی بناتے تھے شرقی یونانی میں کھ اور مغربی میں کس کی آواز دیتا تھا یہی نشان رومن کے X (ایکس) کا ماخذ ہے۔

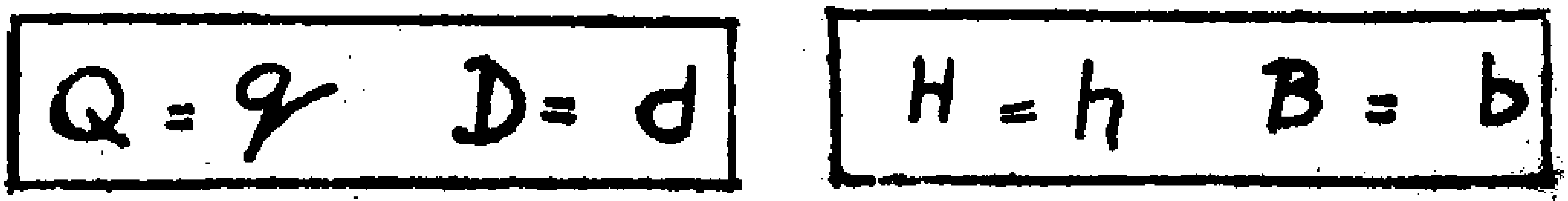
سسرو کے زمانے (۵ ویں صدی ق۔م) میں یونانی زبان کے بہت سے الفاظ لاطینی زبان میں داخل ہوگئے انھیں لکھنے کے لئے یونانی خط سے دو حروف اختیار کرنے پڑے اپسلان اور زیٹا۔ انھیں رومن حروف کے اخیر میں وائی اور زیڈ کے نام سے رکھا گیا Y پہلے یُو کی آواز دیتا لہذا اسے گریک یُو" کہتے تھے اور یہی نام فرانسیسی زبان میں اب تک پایا جاتا ہے۔

U اور W کی طرح J بھی قرون وسطیٰ کی ایجاد ہے ...

سامی کا ی تھا ۔ یونانی میں اِسے حروف علت مانا جاتا تھا ۔ لاطینی میں اِسے کبھی حروف صحیح مانا جاتا اور کبھی حروف علت ۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یہ ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا کہ جب یہ حرف I (آئی) کسی لفظ کے شروع میں آتا تو اُس کے نچلے حصے کو ذرا سا بائیں جانب موڑ دیتے تھے لیکن ابتک ان علامتوں کی آوازوں میں تفریق نہ کی گئی تھی بعد ازاں اِسے I (آئی) حرفِ علت مانا گیا اور یہ J (جے) حرف صحیح قرار پایا ۔

بڑے اور چھوٹے حروف

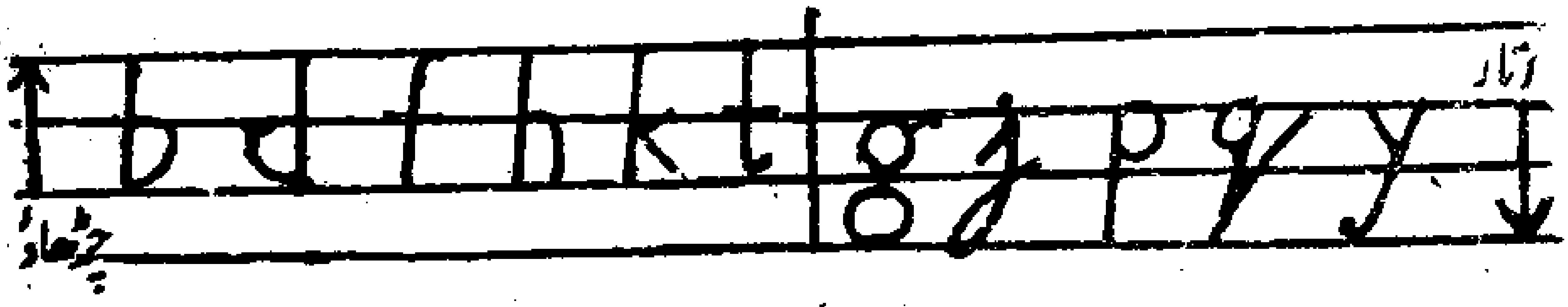
موجودہ رومن خط میں دو قسم کے حروف مستعمل ہیں ، بڑے حروف[1] (Capitas) اور چھوٹے حروف (Small Letters) قدیم اہل روما چھوٹے حروف سے ناواقف تھے ۔ وہ بڑے حروف میں ہی لکھا کرتے تھے ۔ اگر وہ کسی عبارت یا لفظ کو نمایاں کرنا چاہتے تھے تو اُس کے حروف کو بڑا کر کے بنا دیتے لیکن ان بڑے حروف کی شکلیں دوسرے حروف سے مختلف نہیں ہوا کرتی تھیں ۔ برخلاف اس کے آج کل کے چھوٹے حروف کی شکلیں بڑے حروف سے مختلف ہیں مثلاً زود نویسی کے خیال سے حروف کے بعض حصوں کو حذف کر دیا ہے اور بعض کو لمبا کر دیا ہے یا اُن کا مقام بدل دیا ہے ۔



شکل ۱۶۹

[1] موجودہ زمانے کے بڑے حروف ٹراجن کے کتبے پر مبنی ہیں ۔ یہ کتبہ ایک ستون کے پایہ پر کندہ ہے جسے شہنشاہ ٹراجن نے روم میں ۱۱۴ء میں نصب کرایا تھا ۔ کتبہ چھ سطروں پر مشتمل ہے ۔ حروف کے درمیانی فاصلے اور اونچائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے ۔ اُس خیال سے کہ نیچے کے حروف چھوٹے اور نیچے کے بڑے نہ معلوم ہوں اوپر کے حروف تدریجاً بڑے بنائے ... تمام رومی کتبوں میں اس کتبے کے حروف سب سے خوبصورت ہیں

چھوٹے اور بڑے حروف میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ بڑے حروف دو فرضی خطوں کے درمیان لکھے جاتے ہیں اور چھوٹے چار فرضی خطوں کے درمیان۔



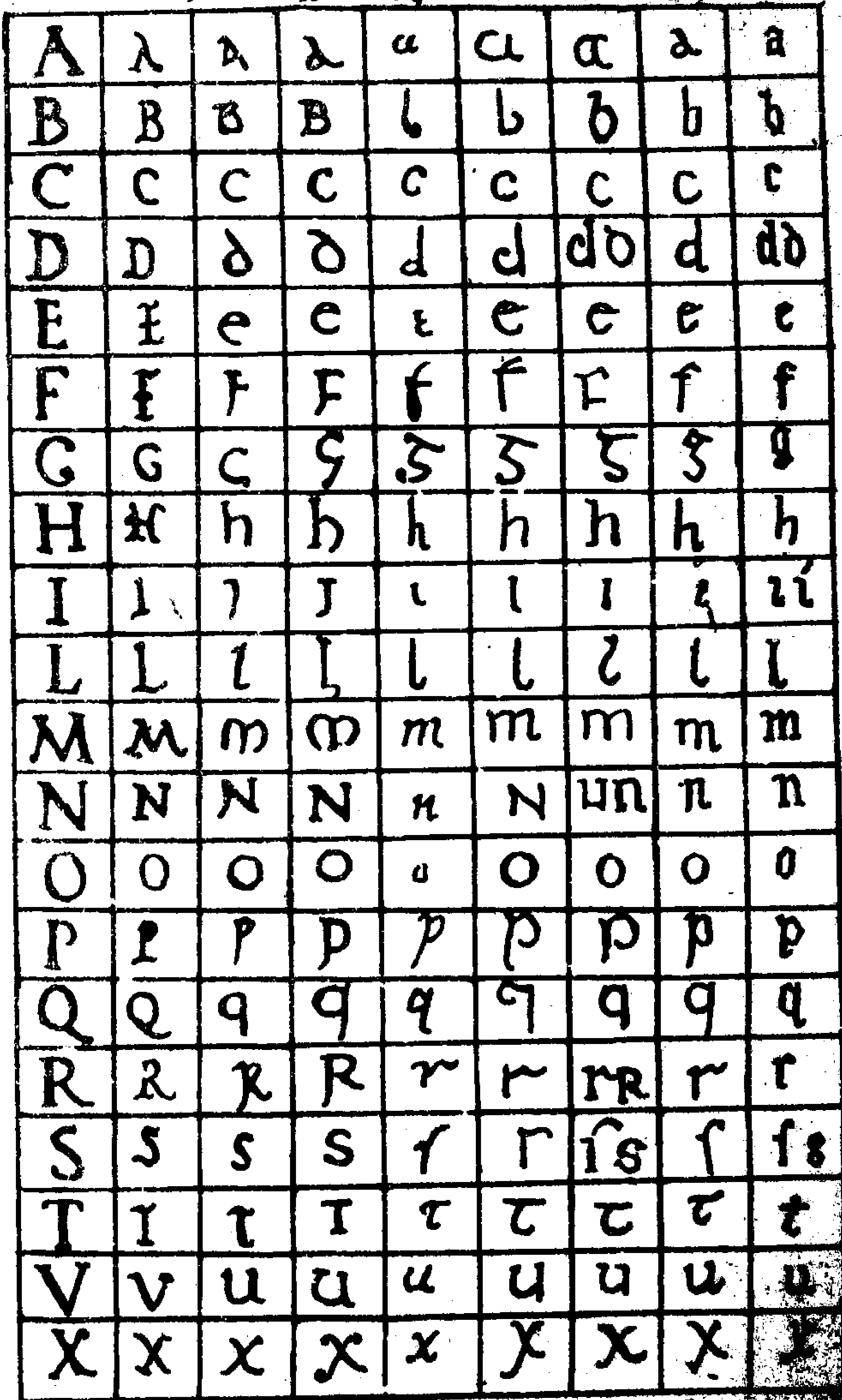
شکل ۱۷۰

یہ تبدیلیاں زود نویسی سے پیدا ہوئیں اور جلدی لکھنا خاص طرح کے سامان کتابت سے ممکن ہو سکا۔ (چھوٹے حروف کے ارتقا کیلئے دیکھئے شکل ۱۷۱)
سلطنت روما میں کتابیں پیپرس، صاف کئے ہوئے چمڑے یا بچھڑے کی باریک کھال پر لکھی جاتی تھیں لکھنے کے لئے نرکل یا پر کے قلم استعمال کئے جاتے تھے۔ پر کی کھوکھلی ڈنڈی کے بنائے ہوئے قلموں کا رواج غالباً چھٹی صدی میں ہوا۔ لکھنے کے اس سامان نے حروف کی شکلوں کو متاثر کیا۔ آثاری خط کے زاویے غائب ہوگئے اور گولائیاں پیدا ہوگئیں آرائش کے خیال سے شوشے (Serifs) بنانے کا رواج ہوا جو باریک خط کی صورت میں حرف کے اوپر یا نیچے بنائے جاتے ہیں۔

نشر و اشاعت۔ انگلستان میں رومن خط کا رواج جولیس سیزر کے حملے (۵۵-۵۴ ق-م) سے ہوا۔ آئرلینڈ میں سینٹ پیٹرک نے عیسائی مذہب کے ساتھ ساتھ فن تحریر کو بھی رواج دیا (۴۳۲ء) یہ خط فرانس سے آیا تھا اور بعد اصلاح آئرش کے نام سے مشہور ہوا۔ آئرش خط نے انگلش (یا انگلستانی) خط کو متاثر کیا۔

شارلیمین کے عہد میں کیرولائن خط (Caroline) [illegible]

شکل ۱۷۱ رومن کے چھوٹے حروف کا ارتقاء



(تیسری صدی عیسوی سے لے کر تیرھویں صدی عیسوی تک)

لاطینی خط شکستہ میں اصلاح و ترمیم کرنے کے بعد اَلسوئن (Alcuin) نے ایجاد کیا تھا جو سینٹ مارٹن کی خانقاہ (ٹورس) میں فن کتابت کا معلم تھا۔ اسے ۷۹۶ء میں شارلیمن نے خاص اسی غرض سے مدعو کیا تھا۔ ٹورس Tours کی خانقاہ سے جہاں یورپ کے ہر ملک کے راہب آتے تھے، یہ خط سارے یورپ میں پھیل گیا۔ یہ راہب کتابوں کی نقلیں کیا کرتے تھے۔ انھوں نے قرونِ وسطیٰ کی تاریکی میں شمعِ علم کو روشن رکھنے کی پوری کوشش کی۔

لاطینی خط کے یورپ میں رائج ہونے کے بعد ہر ملک کے خط میں ایک نئی شان پیدا ہو گئی، مثلاً :-

۱۔ اٹلی میں لومبارڈک (Lombardic)

۲۔ اسپین میں ہی گوتھک (Visi Gothic)

۳۔ فرانس میں میرووِنجین (Merovingian)

۴۔ آئرلینڈ میں آئرش (Irish)

۵۔ انگلستان میں اینگلو سیکسن (Anglo Saxon)

۶۔ جرمنی میں گوتھک (Gothic)

یہ سب قسمیں فنا ہو گئیں۔ صرف گوتھک یا جرمن خط زندہ ہے۔ یہ شمالی مغربی یورپ اور انگلستان میں سولھویں صدی عیسوی تک مستعمل تھا اور جرمنی میں اب تک بحیثیت قومی خط کے رائج ہے وہاں اس کے زندہ رہنے کا ایک خاص سبب ہے اور وہ یہ کہ چھاپے خانے کی ایجاد کے وقت یہی خط رائج تھا اور گوٹن برگ نے اسے طباعت میں استعمال کیا تھا (۱۴۵۰ء) انگلستان میں بھی یہی خط رائج تھا لیکن وہاں کے لوگوں نے بعد میں اسے چھوڑ دیا اور نویں صدی کے کیرولائن حروف استعمال کرنے لگے اور یہی موجودہ رومن

لاطینی خط شکست میں اصلاح و ترمیم کرنے کے بعد الکوئن
ایجاد کیا تھا جو سینٹ مارٹن کی خانقاہ (ٹورس) میں فن کتا
۷۹۶ء میں شارلیمن نے خاص اسی غرض سے مدعو کیا تھا
کی خانقاہ سے جہاں یورپ کے ہر ملک کے راہب آتے تھے
یورپ میں پھیل گیا۔ یہ راہب کتابوں کی نقلیں کیا کرتے تھے۔ انھوں
قرون وسطیٰ کی تاریکی میں شمع علم کو روشن رکھنے کی پوری کوشش کی
لاطینی خط کے یورپ میں رائج ہونے کے بعد ہر ملک کے خط میں ایک
نئی شان پیدا ہوگئی، مثلاً:۔

۱۔ اٹلی میں لومبارڈک (Lombardic)
۲۔ اسپین میں ہی گوتھک (Visi Gothic)
۳۔ فرانس میں میروونجین (Merovingian)
۴۔ آئرلینڈ میں آئرش (Irish)
۵۔ انگلستان میں اینگلوسیکسن (Anglo Saxon)
۶۔ جرمنی میں گوتھک (Gothic)

یہ سب قسمیں فنا ہوگئیں۔ صرف گوتھک یا جرمن خط زندہ ہے
شمالی مغربی یورپ اور انگلستان میں سولھویں صدی عیسوی تک مستعمل تھا
میں اب تک بہ حیثیت قومی خط کے رائج ہے۔ وہاں اس کے زندہ
ایک خاص سبب ہے اور وہ یہ کہ چھاپے خانے کی ایجاد کے وقت
تھا اور گوٹن برگ نے اسے طباعت میں استعمال کیا تھا
میں بھی یہی خط رائج تھا لیکن وہاں کے لوگوں نے
ویں صدی کے کیروالن حروف

کے پیشرو ہیں ۔

انگلستان میں بھی کیکسٹن نے چھپائی کے لئے گوتھک حروف استعمال کئے تھے (۱۴۷۶ء) لیکن بعد میں یہ ترک کر دیئے گئے اور ۱۷۳۴ء میں " ولیم کیسلن " نے حروف کی وہ صورتیں پیش کیں جو آج تک چلی آتی ہیں ۔

آج کل یورپ میں بلغاری ، روسی اور یکرائی زبانیں ایک خط میں لکھی جاتی ہیں جو براہ راست یونانی سے ماخوذ ہے ۔ یونانی زبان کا اپنا علیحدہ رسم خط ہے ۔ ان کے علاوہ یورپ کی دوسری زبانیں لاطینی یا رومن خط میں لکھی جاتی ہیں ۔ یورپ کے متعدد ممالک میں بھی رومن خط کا رواج ہو گیا ہے ۔

مصطفےٰ کمال پاشا کے زیر اثر ترکی زبان کے لئے جو پہلے عربی خط میں لکھی جاتی تھی ۱۹۲۸ء میں رومن خط اختیار کیا گیا ۔ جاوا ، ملایا ، انڈونیشیا اور وٹینام کی زبانیں رومن خط میں لکھی جاتی ہیں ۔ افریقہ کی بعض زبانوں کے لئے بھی رومن خط اختیار کیا گیا ہے ۔ چین نے بھی ترمیم شدہ رومن خط اختیار کر لیا ہے ۔ ہندوستانی زبانوں کو رومن خط میں لکھنے کی تجویز وقتاً فوقتاً پیش کی جاتی ہے ۔

رُونی اور اوگم رسم خط

رُونی رسم خط (Runic Script)

قدیم نارڈک زبان کے لفظ رُون (Run) کے معنی "راز" یا "[illegible]
کے تھے۔ چونکہ اس رسم خط کے حروف کے متعلق لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ [illegible]
اثر رکھتے ہیں اس لئے یہ نام رکھا۔

یہ خط یورپ میں پہلی سے لے کر پندرھویں صدی عیسوی تک [illegible]
عیسائی مذہب کے پھیلنے سے اس کا زوال ہو گیا اور اس کی جگہ رومن [illegible]
لے لی۔

اس کی ایجاد جنوبی مشرقی یورپ کے گوتھ (Goth) لوگوں میں [illegible]
پہلے اس کا ماخذ یونانی خط کو مانا جاتا تھا لیکن آج کل ایٹرسکی خط کو [illegible]
اس خط میں ۲۴ حروف کام آتے تھے۔

ᛉ	ᛁ	ᚼ	ᚺ	ᚹ	ᚷ	⅄	ᚱ	ᚠ	ᚦ	ᚨ
ی	اِ	ن	ح	وَ	گ	ک	ر	ا	[illegible]	[illegible]
ᛟ	⊠	ᛝ	ᛚ	ᛗ	ᛖ	ᛒ	ᛏ	ᛊ	[illegible]	
او	د	نگ	ل	م	ے	ب	ٹ	س	[illegible]	

حروف کے نام [illegible]

غالباً حروف کی صحیح آوازیں یاد رکھنے کے لئے اُنھیں جانی پہچانی چیزوں کے نام دئے گئے تھے مثلاً :-

حرف	ᚦ	ᚱ	ᚷ	ᚾ	ᛁ	ᛗ	ᛚ	⊠
نام	تھارن	راڈ	گیفو	ناڈ	اِس	مَین	لاگو	دگ
معنی	کانٹا	سوار ہونا	تحفہ	ضرورت	برف	آدمی	جھیل	دن

شکل ۱۷۳

اس خط کی تین قسمیں تھیں (۱) ابتدائی ٹیوٹانی یا گوتھک جس کا جنوبی مشرقی یورپ میں رواج تھا اس میں ۲۴ حروف کام آتے تھے۔ (۲) اینگلوسیکسن رُونی خط جو انگلستان میں رائج تھا اس میں ۲۸ حروف کام آتے تھے۔ (۳) اسکینڈی نیویائی خط جو ڈنمارک، ناروے، سویڈین، کمبرلینڈ اور آئل آف مین میں رائج تھا اس میں ۱۶ حروف کام آتے تھے۔ اسکینڈی نیویا میں اس خط نے مختصر نویسی کی صورت اختیار کرلی تھی۔

رُونی خط کو سامنے رکھ کر بعض رمزی خط ایجاد کئے گئے مثلاً شجر رُونی (Twig Runes) اور صلیبی رُونی (Cross Runes) جن کے حروف درختوں اور صلیبوں سے مشابہ تھے۔

قدیم جرمن اقوام لکڑی کے کام میں ماہر تھیں۔ اُن میں چوبی جنتریوں کا رواج تھا جو چند انچوں سے لے کر پانچ فیٹ تک لمبی ہوتیں۔ ان میں تصاویر کے ذریعہ تہوار اور رُونی حروف میں تاریخیں ظاہر کی جاتیں۔ لکڑی اور دھات کے علاوہ اس رسم خط کے ہزاروں کتبے پتھروں پر کندہ سارے یورپ میں ملے ہیں۔



اوگم رسم خط Ogham Script

اس خط کا استعمال برطانیہ کی کیلٹی آبادی سے مخصوص تھا
اس کے تقریباً ۳۰۰ کتبے موجود ہیں جن کا زمانہ چوتھی سے لے کر
چھٹی صدی عیسوی تک ہے لیکن اوگم خط کا استعمال قرون وسطیٰ
تک جاری رہا۔ اس کی وجہ تسمیہ نامعلوم ہے۔ روایتاً اس
خط کا نام موجد کے نام پر پڑا لیکن اغلب یہ ہے کہ اس خط کا
نام موجد کا نام بن لیا گیا۔ ظاہری صورت کی بنا پر اس
خط کو "درخت کی ٹہنی والی لکھائی" (Tree Twig Scribt)
کہا جاتا ہے۔ خود آئرلینڈ کے لوگ اوگم عبارتوں کو جنگل،
حروف کو درخت اور اُن کے ترکیبی خطوط کو ٹہنیاں کہتے تھے۔
اوگم خط نامہ و پیام کے لئے عموماً لکڑی کے چوپہل
ٹکڑوں پر چاقو سے کندہ کیا جاتا الواح مزار کے کتبے بھی
اسی خط میں نقش کئے جاتے۔ اس کا لکھنا بڑا آسان تھا۔
کل بیس حروف تھے جو ایک سے لے کر پانچ تک آڑی یا
ترچھی لکیروں سے ظاہر کئے جاتے۔ یہ لکیریں ایک عمودی
خط کے دائیں بائیں یا دونوں طرف نکلی ہوئی بنائی جاتیں
عموماً لکڑی یا پتھر کے کنارے ہی سے خط مستقیم کا کام
لیا جاتا اور اُس کے دونوں طرف چھوٹی لکیریں کھینچی جاتیں
حروف پانچ پانچ کے چار مجموعوں میں منقسم تھے
(شکل ۱۷۸) میری سمجھ میں ان کا تعلق انگلیوں [illegible]
بیس حروف ہاتھ [illegible]

نشانات کاٹ کر گنتیاں ظاہر کی جاتی تھیں - پھر اُن کی آوازیں مقرر کر کے حروف بنایا گیا -

ڈاکٹر آئزک ٹیلر کے نزدیک اوگم خط کا تعلق شجر رُونی (Tree Runes) سے تھا - رُونی حروف خاندانوں میں منقسم تھے - تنے کے بائیں طرف کی لکیریں خاندان کو ظاہر کرتیں اور دائیں طرف کی لکیریں اُس خاندان میں حرف کے مقام کو، اس کا مقابلہ ہم عربی کے قلم مشجر سے کر سکتے ہیں - (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۰)

چونکہ اوگم حروف کے نام رُونی حروف کے ناموں سے مشابہ ہیں اور جن مقامات پر اوگم خط کے کتبے ملے ہیں وہاں رُونی کتبے نہیں پائے جاتے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوگم خط رُونی ہی کی ایک قسم تھا -

شمالی مشرقی اسکاٹ لینڈ کے پکٹ (Pict) لوگوں میں جو اوگم خط رائج تھا - وہ مذکورہ بالا خط سے کسی قدر مختلف تھا - اِسے عموماً نیچے سے اوپر کو لکھا جاتا تھا - اِس خط کے کتبے ابھی تک وثوق کے ساتھ نہیں پڑھے جا سکے ہیں - پکٹ لوگوں کا تعلق نہ تو کیلٹی قوم سے تھا اور نہ ہند یورپی زبان بولنے والوں سے اُن کی زبان اور رسم خط دونوں مزید تحقیقات کے محتاج ہیں -

۲۵

ہندوستان کے رسم خط

فن تحریر کی قدامت۔ پنڈت بال گنگا دھر تلک کے نزدیک رگوید کے قدیم ترین بھجن ۷۰۰۰ ق ۔ م کی تصنیف ہیں ۔ شنکر بال کرشن دکشت نے بعض برہمنوں (ویدوں کی شرح و تفسیر) کو ۳۸۰۰ ق ۔ م کا بتایا ہے لیکن ان نظریوں کو عموماً تسلیم نہیں کیا جاتا ۔ ہندوستان میں آریوں کی آمد[1] تقریباً ۱۵۰۰ ق م مانی جاتی ہے ۔ اُس وقت سے لے کر ۱۰۰۰ ق ۔ م تک چار وید تصنیف ہوئے ۔

ہر چند ویدوں کو حفظ کرنے کا رواج تھا لیکن یہ ممکن ہے کہ یادداشت کے لئے تاگوں میں گرہیں لگائی جاتی ہوں جیسا کہ سنسکرت الفاظ سوتر (تاگا) [illegible] گرنتھ (کتاب) گرنتھی (گانٹھ) اور سوتر گرنتھ سے استدلال کیا جاتا ہے ۔ ویدک منتروں کے اثر کو محفوظ رکھنے کے لئے اُنھیں صیغۂ راز میں رکھا جاتا تھا بلکہ یہ قانون تھا کہ "اگر کوئی شودر وید کے منتر کو جان بوجھ کر سُنے تو اُس کے کانوں میں سیسہ [illegible] چاہئے ۔ اگر وہ اُس کا تلفظ کرے تو اُس کی زبان کو قلم کر دینا چاہئے اور اگر اُسے اپنے حافظے میں محفوظ کرے تو اُس کی ٹانگیں چیر ڈالنا چاہئیں۔"

---

[1] آریوں کے اصل وطن کے بارے میں اختلاف ہے ۔ تلک نے منطقہ [illegible] پروفیسر میکس مولر نے وسط ایشیا اور مسٹر [illegible] نے روس کا مشرقی حصہ [illegible] کہتا ہے کہ وہ کہیں باہر سے نہیں آئے تھے بلکہ تبت [illegible] ہندوستان میں پھیلے اور یورپ کو گئے ۔

[illegible] buddhist india" (calcutta

الغرض ویدوں کی زبانی تعلیم و تعلم کا سلسلہ عرصۂ دراز تک چلتا رہا اور فن تحریر کے رواج کے بعد بھی ایک مدت تک انھیں قلمبند نہیں کیا گیا۔ ہندو مذہب سے پہلے بدھ مذہب کے صحیفے ضبط تحریر میں لائے گئے۔ فن تحریر کے رواج کے بعد اس کا کسی نہ کسی کتاب میں ذکر آجانا لازمی تھا چنانچہ ہندوستانی عالموں کا کہنا ہے کہ رگ وید کے بعض الفاظ فن تحریر کا وجود ثابت کرتے ہیں (رگ وید کا زمانہ کم از کم ۱۲۰۰ ق۔م متعین کیا گیا ہے) لیکن علمائے مغرب اس دعوے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بہرحال اتنا یقینی ہے کہ ویدک دور کے آخر میں فن تحریر رائج ہوگیا تھا چنانچہ بعض اپنشدوں (زمانۂ تصنیف ۸۰۰ لغایت ۶۰۰ ق۔م) میں اس کے حوالے ملتے ہیں مثلاً چھاندوگیہ اپنشد میں اَکشر لفظ پایا جاتا ہے اور تیتریہ اپنشد میں ورنڑ (حروف) اور ماترا (اعراب) کا ذکر ہے۔ اکشر کے معنی "نہ مٹنے والے" (مجازاً "حرف") کے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں حروف کو کھرچ کر یا کھود کر بنایا جاتا تھا۔ لیکھ (تحریر) اور لپی (رسم خط) کے اصل معنی کھرچ کر بنانے یا کھودنے کے تھے۔

پانینی[1] کی گرامر اشٹ ادھیائے میں لپی (کتابت) لپی کر (کاتب) گرنتھ (کتاب) اور یوتانی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ آخری لفظ کے معنی کاتیاین اور پتنجلی نے "یونانی رسم خط" لکھے ہیں۔

کوٹلیہ (چوتھی صدی ق۔م) کے ارتھ شاستر میں لپی کا لفظ پایا جاتا ہے۔ اشوک (۲۷۴-۲۳۲ ق۔م) کے کتبوں میں رسم خط کے لئے لپی، لبی اور پی

---

[1] میکس مولر کے نزدیک پانینی کا زمانہ چوتھی صدی ق۔م کا وسط ہے۔ یہی رائے ویبر اور بوہلر کی ہے لیکن گولڈ اسٹکر نے ۸ویں صدی ق۔م ثابت کیا ہے۔ ہندوستانی علما اسی کو تسلیم کرتے ہیں۔

الفاظ ملتے ہیں لیکن کسی رسم خط کا نام نہیں پایا جاتا

کھروشٹی کا رواج تھا ۔

بدھ مذہب کے صحیفے شیل ست (۴۵۰ ق۔م) میں بچوں کے کھیل

(اکشرکا) کا ذکر ہے جس میں حصہ لینے والوں کو اپنی پیٹھ پر یا فضا میں

سے بنائے ہوئے حروف کو بوجھنا پڑتا تھا ۔

للت وستار[1] میں جو مہاتما بدھ (۵۶۰ ـ ۴۸۰ ق۔م) کی سوانح عمری

۶۴ رسوم خط کے نام پائے جاتے ہیں جن میں پہلا براہمی خط ہے اور

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ شہزادہ سدارتھ "لپی شالا" میں گیا اور

گرو وشوامتر کے سامنے صندل کی تختی پر سونے کے قلم سے لکھا ۔

جینوں کی کتاب سموایانگ سوتر (۳۰۰ ق۔م) اور پنواں

میں ۱۸ رسوم خط کا ذکر ہے جن میں سرفہرست بمبھی (براہمی) خط ہے

ہندوستان کے قدیم ادب کے اس مختصر جائزے کے بعد ہم

پہنچتے ہیں کہ ہمارے ملک میں پانچویں یا چھٹی صدی ق۔م میں

رواج تھا ۔ اب اگر اس کی ایجاد اور ملک میں پھیلنے کے لئے

سمجھی جائیں تو اس کا زمانۂ آغاز ۹۰۰ ق۔م ماننا پڑے گا

وہ اس سے بھی ایک دو صدی پہلے وجود میں آیا ہو ۔

اب آئیے ہم اپنے ملک کے قدیم ترین کتبوں

---

[1] یہ کتاب سنسکرت میں ہے ۔ اس کا صحیح ...

کیا گیا تھا اس لئے وہ یقیناً اس سے ایک صدی ...

اور تبتی میں ...

...

فن تحریر کی قدامت کو ثابت کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ عام طور سے براہمی کا قدیم ترین کتبہ پپرآوا (نیپال) کے ظرف[1] کو مانا جاتا ہے جس کا زمانہ ۴۵۰ ق۔م متعین کیا گیا تھا لیکن جدید تحقیقات نے اس نظریے کو مشتبہ بنا دیا ہے۔ فی الحال سب سے پرانا کتبہ سوگڑھ (ضلع گورکھپور) کی تانبے کی تختی[2] کو مانا جاتا ہے جو غالباً چوتھی صدی ق۔م کے دوسرے نصف کی ہے۔ دوسرا اہم کتبہ آیرن کے گاؤں (ضلع ساگر) میں ملا ہوا ایک سکہ[3] ہے؛ جو غالباً چوتھی تیسری صدی ق۔م کا ہے۔ اس پر دائیں سے بائیں کو "رانو دھم پالس" (راجہ دھرم پال کا سکہ) لکھا ہے۔ مہاستھان کے سنگی کتبے کا بھی یہی زمانہ ہے۔ اہم ترین کتبے تیسری صدی ق۔م کے ہیں جنھیں شہنشاہ اشوک نے کندہ کرایا تھا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ اب تک براہمی کا کوئی کتبہ چوتھی صدی ق۔م سے اُدھر کا نہیں ملا ہے حالانکہ ہندوستان کے قدیم ادب سے فن تحریر کا رواج ۸۰۰ ق۔م تک ثابت ہوتا ہے۔ بیچ میں جو چار سو سال کا فصل ہے اُس کے کتبے نہیں ملتے غالباً اس لئے کہ عوام بھوج پتر اور تاڑ کے پتوں پر لکھا کرتے تھے اور یہ چیزیں امتداد زمانہ سے سڑ گل گئیں۔

اس سلسلہ میں ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اشوک کے زمانے میں پورے ہندوستان میں براہمی حروف کی شکلیں یکساں تھیں۔ اگر فرق تھا تو بہت

---

[1] یہ کتبہ ایک چھوٹے سے پتھر کے برتن پر ایک سطر میں کندہ ہے جو پہلے پپرآوا نامی گاؤں (نیپال) میں شاکیہ ذات کے بنوائے ہوئے ایک بدھ استوپ میں رکھا تھا

[2] یہ تختی جس کی ناپ ۲ ۱/۲" × ۱ ۵/۸" ہے ۱۸۹۳ء میں سوگڑھ میں ملی تھی جو گورکھپور سے ۱۴ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

[3] یہ سکہ کنگھم نے برآمد کیا تھا اور اب برٹش میوزیم (لندن) میں محفوظ ہے۔

معمولی - یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ فن تحریر کے رواج کو بہت [illegible] نہ [illegible]
تھا - اگر چار پانچ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزرا ہوتا تو ہر صوبے میں حروف کی شکلیں
مختلف ہوتیں جیسا کہ اشوک کے بعد ہوا -

براہمی خط کی ایجاد - جب براہمی خط میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں ہو کر ہر صوبے کا ایک الگ خط پیدا ہو گیا تو لوگوں نے اُسے بھلا دیا - براہمی خط کی یاد دلانے کو محض پرانے کتبے رہ گئے جو ایک سربستہ راز تھے - اشوک کی لاٹ کے کتبے سے اکبر اور فیروز شاہ تغلق کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کیا لیکن کوئی شخص ایسا نہ ملا جو اُسے پڑھ سکتا اس کے حروف کو کسی نے "دیوتاؤں کے اکشر" کہا، کسی نے اُنھیں "خفیہ خزانے کی کنجی" بتایا اور بعض کے نزدیک وہ محض جنتر منتر تھے لیکن جب جیمس پرنسیپ (James Prinsep) نے اپنی مختصر زندگی کے آخری سالوں (۱۸۳۴ء - ۱۸۳۸ء) میں براہمی حروف کی آوازیں معلوم کرنے میں کامیابی حاصل کی تو تاریخ ہند میں تحقیقات کے لئے ایک نیا راستہ پیدا ہو گیا -

پرنسیپ نے اس بھولے بسرے خط کو پڑھنے کا اصول کیسے دریافت کیا اس کی تفصیل کا موقع نہیں، مختصراً یوں سمجھئے کہ سانچی کے مندروں میں بعض ستونوں کے مختصر کتبے نقل کرتے ہوئے اس نے یہ محسوس کیا کہ ہر ایک [illegible] میں ایک ہی طرح کے دو حروف پائے جاتے ہیں (دا نم) اور یہ فرض کر کے کہ ان کتبوں کو کسی کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اس نے سمجھا کہ [illegible] لفظ دانم (دانم) "ہدیہ" کو ظاہر کرتے ہیں - اس طرح اُسے [illegible] اور نَ کا پتہ چل گیا - پھر یہ سوچ کر کہ اس سے پہلے کا لفظ [illegible] نام اضافی حالت میں ہوگا اُسے سَ کا نشان [illegible] سامنے رکھ کر اس نے دہلی کی لاٹ [illegible]

استعمال ہونے والے لفظ پیادسی (𑀧𑀺𑀬𑀤𑀲𑀺) کو پڑھ لیا۔ اس نام سے اشوک اپنے کو موسوم کرتا تھا۔ الغرض رفتہ رفتہ وہ پورا کتبہ پڑھنے میں کامیاب ہوگیا۔ دہلی کی لاٹ کے بعد اُس نے گرنار کے کتبے کو پڑھا اور اب پرنسیپ کی معلوم کی ہوئی براہمی حروف کی آوازوں میں کسی کو شبہ نہ رہا۔

چونکہ پرنسیپ نے اس خط کو اشوک کی لاٹ کی مدد سے پڑھا تھا لہٰذا اس کا نام "لاٹ کے حروف" رکھا۔ جنرل کننگھم (Genl. Cunningham) نے اسے انڈو پالی (Indo Pali) کہا۔ بعض نے اشوکی کے نام سے موسوم کیا۔ اشوک کا تعلق موریہ خاندان سے تھا جس کی حکومت کا مرکز مگدھ (بہار) تھا لہٰذا اسے موریہ اور مگدھی بھی کہا گیا لیکن اب یہ نام تسلیم نہیں کیے جاتے۔ مسلمہ نام براہمی ہے جو ہندوستان کے قدیم ادب میں پایا جاتا ہے۔

براہمی کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی ایجاد برہما سے منسوب کی جاتی تھی (ایک تاویل یہ بھی ہے کہ وہ "برہمنوں کا خط" تھا لیکن اس صورت میں اُس کا نام "برہمنی" ہونا چاہیئے تھا) بعض اور ملکوں میں بھی فن تحریر کا موجد دیوتاؤں کو مانا گیا ہے لیکن یہ روایتیں صرف اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے راویوں کو اس کا علم نہ تھا کہ فن تحریر کی ایجاد کب کہاں اور کیسے ہوئی یا اُس کا موجد کون تھا؟ لہٰذا وہ زبان کی طرح علم کتابت کو بھی دیوتاؤں کا عطیہ یا ایجاد سمجھنے لگے لیکن اب علمائے مشرق و مغرب کی ان تھک کوششوں کے بعد براہمی خط کے نشوونما کی مکمل تاریخ سامنے آگئی ہے تاہم اُس کی ایجاد کے بارے میں اب بھی اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ ہندوستان والوں کی ایجاد تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ کسی بیرونی خط سے ماخوذ تھا۔ یہاں ہم ان نظریوں پر کسی قدر تفصیل سے تبصرہ کریں گے۔

لسن[1] نے سب سے پہلے یہ خیال ظاہر کیا کہ براہمی خط ... ایجاد تھا۔ ایڈورڈ ٹامس[2] کے نزدیک اس کے موجد آریہ لوگ نہیں بلکہ جنوبی ہند کے دراوڑ تھے۔ جنرل کننگھم[3] نے اسے ہندوستان کے کسی نامعلوم تصویری خط سے ماخوذ بتایا اور ڈاسن نے اس کی تائید کی۔ وادیٔ سندھ کے خط کی دریافت کے بعد بعض عالموں نے براہمی کا ناتا اس خط سے جوڑ دیا۔ لینگڈن[4]، ہنٹر[5] اور ہٹن[6] وغیرہ نے اس نظریے کی حمایت کی اور بیشتر ہندوستانی عالم اس کے مؤید ہیں لیکن ڈرینگر کی رائے میں اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ :

(۱) براہمی خط اور وادیٔ سندھ کے خط کے زمانوں میں ۲۰۰۰ سال کا فصل ہے اور اس درمیانی زمانے کا کوئی کتبہ نہیں پایا جاتا۔

(۲) ایک ہی ملک میں آگے پیچھے دو یا زائد خطوں کا پایا جانا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ایک دوسرے پر مبنی ہے مثلاً کریٹ کے یونانی خط کا قدیم تصویری خط سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(۳) براہمی حروف کا بعض سندھی نشانات سے مشابہ ہونا ممکن ہے لیکن یہ مشابہت اتفاقی ہو سکتی ہے۔ جب تک دونوں کے نشانات کی صوری مشابہت کے ساتھ ساتھ صوتی مشابہت بھی ثابت نہ ہو، براہمی کو سندھی خط سے ماخوذ نہیں مانا جا سکتا۔ مثال کے طور پر یونانی خط کو لیجئے جس کے بعض حروف کریٹ کے تصویری خط اور قبرصی خط کے نشانات سے ملتے جلتے ہیں لیکن وہ ان سے ماخوذ نہ تھا۔

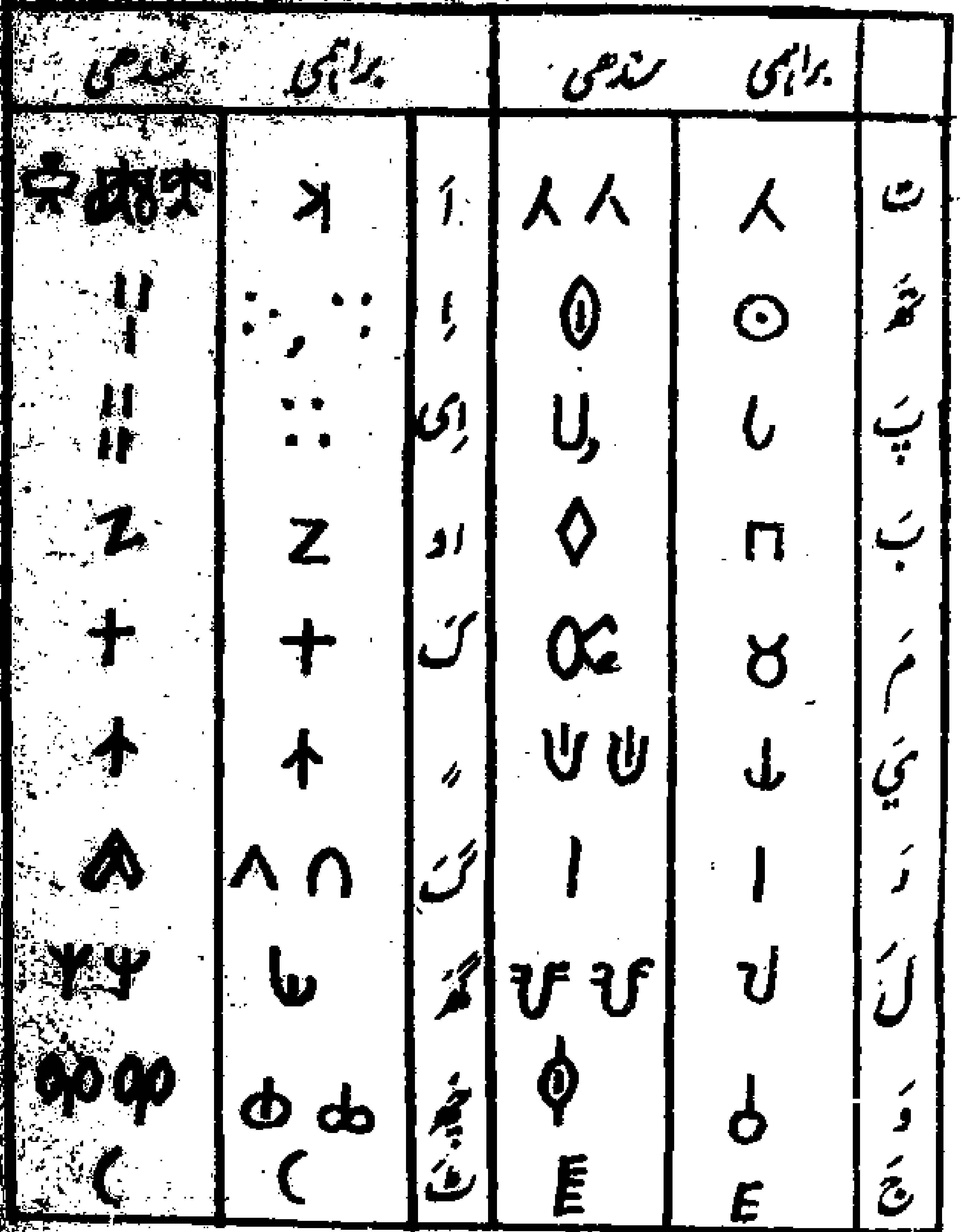
---

[1] Lassen [2] Edward Thomas [3] Genl Cunningham

[4] Langdon [5] Hunter [6] Hutton

(۴) وادیٔ سندھ کے تصویری خط میں کئی سو نشانات کام آتے تھے جن میں سے بعض پورے پورے لفظ کا مفہوم ادا کرتے ہوں گے اور بعض رکنی علامات ہوں گے برخلاف اس کے براہمی خط چند درجن "غیر تصویری" نشانات پر مشتمل ہے جو مفرد آوازوں کے حامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ زبردست انقلاب بغیر درمیانی منازل سے گزرے ہوئے نہیں ہو سکتا لیکن اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

ڈرینگر کی رائے زیادہ قرین قیاس ہے۔ چونکہ وادیٔ سندھ کے خط کو ابھی تک پڑھا نہیں جا سکا ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ اُس میں کون سا نشان کس چیز کی تصویر ہے، کون مفرد ہے اور کون مُرکب، اُن کی آوازیں کیا ہیں؟ ایسی صورت میں وادیٔ سندھ کے خط سے براہمی کا مقابلہ کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ سندھی خط کے تین چار سو نشانات میں سے چند درجن ایسے نشانات ڈھونڈھ نکالنا جو براہمی حروف سے مشابہ ہوں آسان ہے لیکن یہ مشابہت ناقابلِ اعتبار ہے۔



شکل ۱۷۵

براہمی حروف اور سندھی علامات کا مقابلہ (لینگڈن)

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب کسی ملک کے تصویری خط سے
خط پیدا ہوتا ہے تو نشانات کی تعداد رفتہ رفتہ گھٹ جاتی
میں اس کے بالکل برعکس ہوا۔ براہمی حروف کی تعداد
بعد میں معمولی ردو بدل کے بعد بڑھائی گئی اور یہ فہرست

Mohenjodaro & The Indus
433-451

کسی تصویری خط سے ماخوذ نہ تھا۔

بعض عالموں کا کہنا ہے کہ براہمی خط اُن نشانات پر مبنی ہے جو جدید عصر حجری اور اُس کے بعد (۳۰۰۰ ق م سے لے کر ۱۵۰۰ ق م تک) کے برتنوں پر اظہار تصرف کے لئے بنائے جاتے تھے۔ ایسے کچھ برتن غلام یزدانی کو نل گونڈا (حیدرآباد دکن) میں ملے تھے اور کچھ مدراس، میسور اور ٹراونکور سے دستیاب ہوئے۔ جنوبی ہند کے برتنوں پر پائے جانے والے نشانات سے مشابہ علامتیں بحر روم کے ساحلی ممالک (مصر، کریٹ، ایشیائے کوچک وغیرہ) کے ظروف پر بھی پائی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض نقوش فنیقی حروف سے اس قدر مشابہ ہیں کہ سر فلنڈرس پٹری نے یہ نظریہ قائم کیا کہ فنیقی خط کا ماخذ یہی علامتیں ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ (۱) ان علامتوں کو حروف کس طرح بنا لیا گیا۔ یعنی اُن کی آوازیں کس اصول کی بنا پر مقرر کی گئیں (۲) یہ علامتیں منتشر حالت میں کیوں پائی جاتی ہیں اُن میں مسلسل تحریر کیوں نظر نہیں آتی۔ (۳) فنیقی حروف سے اُن کی مشابہت اتفاقی ہو سکتی ہے۔ یہی اعتراضات اُن عالموں پر ہوتے ہیں جو عہد قبل تاریخ کے برتنوں پر پائے جانے والے نقوش سے براہمی کا رشتہ جوڑتے ہیں (ڈاکٹر بھنڈارکر[ل] اور تاراپور والا وغیرہ) علاوہ ازیں اب تک دونوں کے نشانات کی مشابہت پوری طرح ثابت نہیں ہوئی ہے اور نہ ان ظروفی نقوش اور براہمی حروف کے ظاہر ہونے کے درمیانی زمانے کے کتبے ہی پائے جاتے ہیں۔

ل Dr. D. R. Bhandarkar "Origin of the Indian Alphadet" Sir Asutosh Mookerjee Silver Jubilee Volumes Vol. III. Part I (Calcutta, 1942)

اب ہم اُن نظریوں کا جائزہ لیں گے جو براہمی خط کا تعلق سامی خط سے
جوڑتے ہیں ۔
جیمس پرنسیپ کا خیال تھا کہ براہمی خط یونانی سے نکلا ہے۔ آٹفرائڈ مولر،
سینارٹ اور جوزف ہیلیوی اس کے موید تھے لیکن عرصہ ہوا اس نظریے کی تردید
ہو چکی ہے ۔ یوں تو اس کے خلاف متعدد دلائل ہیں لیکن خاص دلیل یہ ہے کہ
ہندوستان اور یونان میں ثقافتی تعلقات پیدا ہونے سے پہلے براہمی خط وجود
میں آچکا تھا ۔
۱۷۸۴ء میں سر ولیم جونس (Sir William Jones) نے یہ خیال ظاہر
کیا کہ براہمی خط سامی سے نکلا ہے لیکن اس پر علماء میں اختلاف رہا ہے کہ
سامی خط کی کس شاخ سے ماخوذ تھا۔ اس سلسلے میں اب تک چار نظریے پیش
کئے جا چکے ہیں :-
(۱) ویبر (Weber) نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ براہمی خط فنیقی سے
اخذ کیا گیا۔ بوہلر نے اس کی تائید میں کافی شواہد فراہم کئے (...)
براہمی اور فنیقی کا مقابلہ کر کے یہ دکھایا کہ فنیقی کے تہائی حروف براہمی سے
مشابہ ہیں۔ دوسرے تہائی کسی قدر مشابہ ہیں اور بقیہ میں جو فرق ہے اس کی
معقول وجوہ ہیں۔ اس نظریے پر حسب ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں:
(الف) براہمی خط بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا تھا لیکن سامی دائیں سے
بائیں کو اس لئے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ براہمی خط پہلے دائیں سے بائیں لکھا
جاتا تھا اُسے سامی النسل نہیں مانا جا سکتا ۔
(ب) براہمی اور فنیقی میں ایک ...

... Origin of the Indian
... (1898)

اوپری حصہ موٹا ہوتا ہے اور نیچے کا باریک یا پتلا لیکن براہمی حروف ٹھیک اِسکے اُلٹے ہوتے ہیں۔ اِسی لئے بُولر نے براہمی سے مقابلہ کرنے کے لئے فنیقی حروف کو اُلٹا پلٹا ہے، اپنی اصل صورت پر برقرار نہیں رکھا۔

(ج) بُولر نے براہمی اور فنیقی کا مقابلہ کرتے وقت حروف کی آوازوں کی مطابقت کا پورا لحاظ نہیں کیا۔

(د) ہندوستان اور فنیقیہ میں براہ راست کسی قسم کے تعلقات نہ تھے اس لئے براہمی خط براہ راست فنیقی سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔

بُولر نے ان اعتراضات کے معقول جواب دئے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے:

(ا) دائیں سے بائیں کو لکھنے کے ثبوت میں ایران کا سکہ پیش کیا لیکن اُسے ٹھپّے کی غلطی کا نتیجہ کہہ کر ٹال دیا گیا یعنی ممکن ہے کہ کاریگر نے دائیں سے بائیں کو حروف کھودنے کے بجائے بائیں سے دائیں کو کھود دئے ہوں مگر اب یہ چیز پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ پہلے براہمی خط دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا تھا۔

(ب) جب یونان کے لوگوں نے فنیقی خط اختیار کیا تو بائیں سے دائیں کو لکھنے کے لئے حروف کے رُخ اُلٹ دئے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۴) اس لئے اگر یہی صورت ہندوستان میں اختیار کی گئی ہو تو تعجب کی بات نہیں۔

(ج) یہ ضروری نہیں کہ سامی حروف اختیار کرتے وقت اُن کی آوازوں کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہو جبکہ اُن میں سے بعض کی آوازیں ہندوستانی زبان کے لئے بیکار تھیں۔ اگر وہ سامی حروف کے ناموں کو مختصر کر سکتے تھے تو اُن کی آوازوں میں بھی ضرورت کے مطابق ردو بدل کر سکتے تھے۔

(د) ہندوستان اور عراق میں نہایت قدیم زمانے سے سمندر کے راستے تجارت ہوا کرتی تھی۔ اِنھیں تجارتی تعلقات کے سلسلے میں فنیقی خط جو عراق تک

پھیل گیا تھا ہندوستان والوں کے علم میں آیا۔

مختصر یہ کہ تمام شواہد پر غور کرنے کے بعد بُولر کے نظریے کو علمائے مغرب کی اکثریت نے تسلیم کر لیا لیکن ہندوستانی علما برابر اس کی مخالفت کرتے رہے۔

(۲) ڈیک[۱] اور ٹیلر[۲] نے یہ نظریہ پیش کیا کہ براہمی خط جنوبی سامی سے ماخوذ تھا۔ اس کی تائید میں ٹیلر نے جو دلائل پیش کئے ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے:۔

زمانۂ قدیم میں ہندوستان میں دو خط رائج تھے، کھروشٹھی اور براہمی، کھروشٹھی جو آرامی سے نکلا تھا خشکی کے راستے درۂ خیبر ہو کر آیا۔ براہمی خط جو غالباً جنوبی سامی سے نکلا تھا بحری راستے سے آیا۔

جنوبی سامی خط یمن میں رائج تھا۔ عرب کا یہ حصہ دسویں صدی ق۔م سے لے کر تیسری صدی ق۔م تک ایک بڑا تجارتی مرکز تھا۔ ہندوستان کا مال یہیں سے ہو کر مغربی ممالک کو پہنچا کرتا تھا۔ اسی تجارت کے سلسلے میں ہندوستانی بیوپاریوں نے فن تحریر کا علم سامی قوم سے حاصل کیا۔

جنوبی سامی سے براہمی حروف بڑی حد تک مشابہ ہیں۔ چونکہ دونوں ہی کو کتبوں پر کندہ کیا جاتا تھا اس لئے دونوں کے حروف نہایت خوبصورت اور [illegible] ہیں۔ جنوبی سامی خط کبھی دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا اور کبھی بائیں سے دائیں کو۔ اہل ہند نے بائیں سے دائیں کو لکھنے کا طریقہ اختیار کیا۔ براہمی کی اعراب [illegible] جشی خط کے اعراب کے مماثل ہیں جو جنوبی سامی سے نکلا تھا [illegible]

ناقدین کا کہنا ہے کہ جنوبی سامی سے براہمی کی مشابہت [illegible]

ٹیلر نے براہمی حروف کا جنوبی سامی حروف سے مقابلہ کر [illegible]

[illegible] Vol. II (London,,1883)

مطابقت کا پورا خیال نہیں رکھا تھا لہذا اس نظریے کو بھی رد کر دیا گیا۔

(۳) ڈاکٹر ڈرینگر کا کہنا ہے کہ بحیثیت مجموعی تاریخی اور ثقافتی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ براہمی خط آرامی سے ماخوذ تھا یہ نظریہ اس سے پہلے بھی پیش کیا جا چکا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ چونکہ آرامی خط کھروشٹھی کا بھی ماخذ تھا اس لئے کھروشٹھی اور براہمی میں مشابہت ہونا چاہئے تھی لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ ٹیلر کے نظریے میں یہ ایک بڑی خوبی ہے کہ جس وقت ہم کھروشٹھی کو آرامی سے اور براہمی کو جنوبی سامی سے ماخوذ مانتے ہیں تو دونوں کے فرق کے لئے ایک معقول وجہ سمجھ میں آتی ہے۔

(۴) چوتھا نظریہ مشہور عالم پروفیسر رائز ڈیوڈس کا یہ ہے کہ براہمی خط نہ تو جنوبی سامی سے ماخوذ تھا اور نہ شمالی سامی سے بلکہ اس کا ماخذ وہ خط تھا جس سے شمالی سامی اور جنوبی سامی دونوں خط نکلے۔ اس پر ڈرنگر نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ "اس نظریے کی تائید میں کافی شواہد نہیں ہیں اور نہ اس کا پروفیسر موصوف کے سوا کوئی حمایتی ہے"

آخر میں میں اپنی رائے پیش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا :-

سامی خط کی کسی ایک شاخ (شمالی سامی، جنوبی سامی یا اس کے ماخذ) کو براہمی کا ماخذ مان کر جملہ حروف کو اس سے اخذ کرنا درست نہیں۔ ہندوستان کے لوگوں نے تجارتی تعلقات کے سلسلے میں سامی خط کا علم حاصل کیا اور پھر سامی حروف کے پیش نظر خود مفرد آوازوں کے لئے علامتیں وضع کیں۔ اس دعوے کی تائید ان امور سے ہوتی ہے:-

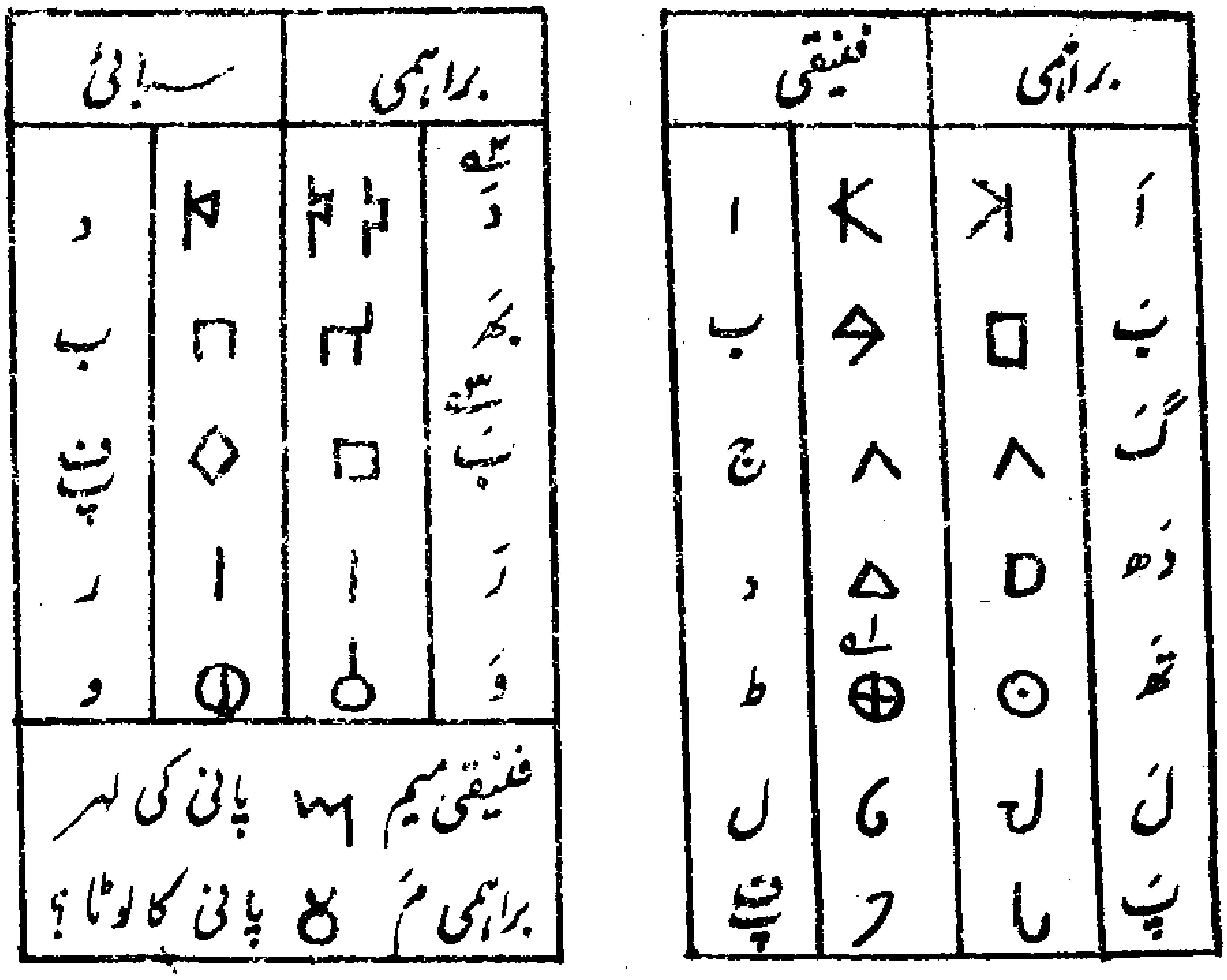
(۱) سامی ممالک سے تجارتی تعلقات حضرت سلیمان کے زمانے (دسویں صدی ق م) میں جنوبی ہندوستان اور مغرب کے سامی ممالک میں

تجارت ہوا کرتی تھی دسویں صدی ق.م سے لے کر تیسری صدی ق م تک یمن ایک بڑا تجارتی مرکز تھا جہاں ہندوستانی مال کا مغربی ایشیا کے مال سے تبادلہ ہوا کرتا تھا۔ یہ تجارت اہلِ سبا کے ہاتھ میں تھی جو اپنی دولت کے لئے مشہور تھے۔ ان تعلقات کا ثبوت قدیم عبرانی اور دوسری سامی زبانوں میں بعض ہند آریائی اور دراوڑی الفاظ کا پایا جانا ہے جو چھ تارا (ایک قسم کا ساز جس میں چھ تار ہوتے ہیں) صندل، بندر، مور اور شیلم وغیرہ سے متعلق ہیں۔ ۸۰۰ اور ۶۰۰ ق.م کے درمیان ہندوستان کی بحری تجارت اپنے عروج پر تھی۔ اس عہد میں ہندوستان اور عراق میں تجارتی تعلقات تھے۔ ہندوستانی مال جنوبی مغربی ساحل کے بندرگاہوں سے جہازوں میں لاد کر بابل لے جایا جاتا تھا۔

(۲) سامی حروف سے براہمی کی مشابہت ——— براہمی حروف کی سامی (فنیقی، آرامی یا سبائی)[۱] حروف سے مشابہت کو مختلف عالموں نے تسلیم کیا ہے۔ یہ مشابہت محض اتفاقی نہیں ہو سکتی۔

... Alphabet ' Vol. II (London, 1883)

... Sarup ' The Antiquity of ... Journal of Bihar & Orissa ... III, Part II (June, 1922)



شکل ۱۷۶ ۔ سامی اور براہمی حروف کی مشابہت

اس بات کو تسلیم کر لینے پر کہ براہمی کا ہر حرف سامی سے ماخوذ نہ تھا صرف تخیل اور چند نشانات ماخوذ تھے آوازوں کی تتابع غیر ضروری ہو جاتا ہے علاوہ ازیں بعض صورتوں میں صوری مشابہت کے ساتھ ساتھ صوتی مطابقت بھی نظر آتی ہے۔

(۳) براہمی خط کا دائیں سے بائیں کو لکھا جانا —— اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ براہمی خط پہلے دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا تھا ایران کے سکے کے علاوہ کئی اور شواہد فراہم ہو گئے ہیں۔

سیلون اور جنوبی ہند میں ایسے درجنوں کتبے ملے ہیں جن میں تحریر کا رُخ دائیں سے بائیں کو ہے اور حروف کی شکلیں براہمی کی اُلٹی ہیں۔ خود اشوک کے

[1] یہی نشان یونانی حرف تھیٹا کا ماخذ تھا جس کی مختلف صورتیں یہ رہی ہیں ⊗ ⊕ ⊖ ⊙

[2] ڈ کی یہ صورت جو سبائی حرف کو بغیر قلم اٹھائے لکھنے سے حاصل ہوئی ہو گی فرضی ہے۔

[3] مصری ہیروغلیفی میں یہ نشان □ آواز پ کا حامل تھا۔

کتبوں میں بعض حروف کی اُلٹی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ مرکب حروف
ملانے کے طریقے سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے[1]۔

مزید براں ۱۹۲۹ء میں مسٹر انوگھوش کو اراگدی ضلع کرنول (مدراس) میں
اشوک کے چند کتبے ملے جن میں سب سے اہم ۲۳ سطروں پر مشتمل ہے۔ اس کی
سطور ۲، ۴، ۶، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۴ اور ۲۳ دائیں سے بائیں کو کندہ ہیں
کتبے کا نصف سے زائد حصہ دو رُخی تحریر کا حامل نظر آتا ہے یعنی باری باری
ایک سطر دائیں سے بائیں کو اور دوسری بائیں سے دائیں کو لکھی گئی ہے۔ ان
کتبوں کو رائے بہادر دیارام ساہنی نے ۱۹۳۳ء میں "آرکیالوجیکل سروے
آف انڈیا" کی سالانہ رپورٹ بابتہ ۲۹-۱۹۲۸ء میں شایع کیا (صفحات ۱۶۱)
اور اس بات کو تسلیم کیا کہ اشوک کے زمانے تک باری باری ایک سطر دائیں سے
بائیں اور دوسری بائیں سے دائیں کو لکھنے کا رواج تھا۔ اس سے پہلے یقیناً
دائیں سے بائیں کو لکھنے کا چلن رہا ہوگا اور آخر میں صرف بائیں سے دائیں
لکھنے لگے۔ یہی بات یونانی خط کی تاریخ میں نظر آتی ہے۔ ان حقائق کو نہ
دیارام ساہنی بلکہ ڈی۔ آر۔ بھنڈارکر نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(۴) فن تحریر کی ایجاد کا تخیل ——— فن تحریر کے مدارج ...
پہلے ذکر ہو چکا ہے تصویری خط سے رُکنی خط پیدا ہوتا ہے اور ...
الف بائی خط میں منتقل ہو جاتا ہے۔ براہمی خط کے ارتقا کی ...

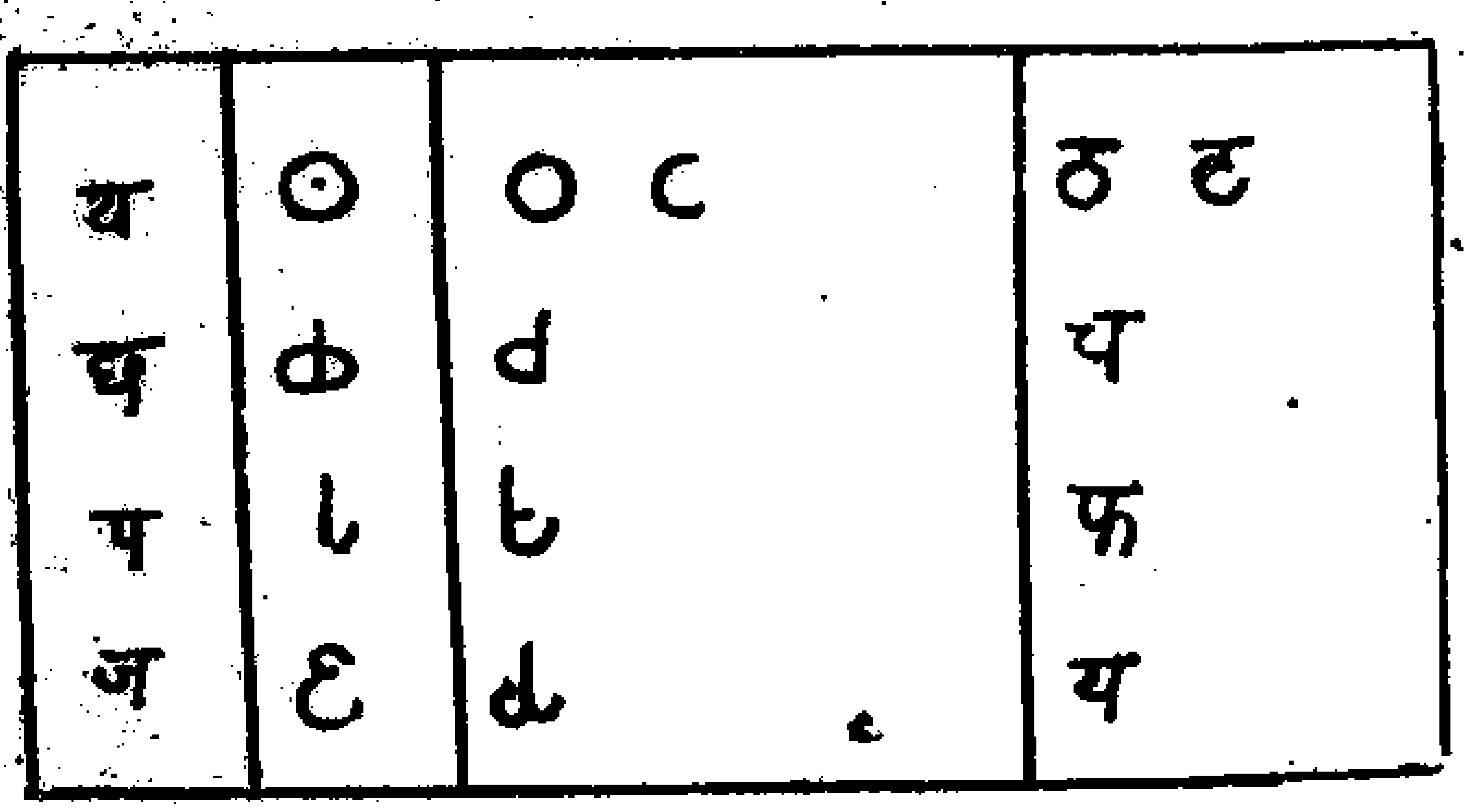
---

[1] ... The Semitic Origin of the Indian ... Asiatic Society 1895

ہندوستان میں نظر نہیں آتیں لہذا ان منازل کو ہمیں کسی غیر ملکی خط میں ڈھونڈنا پڑیگا۔
فن تحریر کا علم ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہونے کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں (۱) کسی رسم خط کا جوں کا توں یا معمولی ترمیم و تنسیخ کے بعد اختیار کرنا (۲) کسی رسم خط کا طریقہ سمجھ کر اُس کے مقابلے پر دوسرا خط وضع کرنا۔ یہ آخری صورت ہمیں کئی جگہ نظر آتی ہے مثلاً سمیری اور مصری رسوم خط کو لیجئے۔ ان کی تحریری علامتیں اُن کے معنی اور آوازیں بالکل مختلف تھیں لیکن اصول ایک تھا۔ اور اس اصول کا علم یقیناً ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوا ہوگا۔ اس کی ایک نئی مثال شمالی امریکہ کی چیروکی قوم کا رسم خط ہے جسے سیقویاہ (Sequoyah) نامی ہندی نے ۱۸۲۱ء میں رومن خط سے متاثر ہو کر وضع کیا تھا۔ یہ ایک رکنی خط تھا جس کی بعض علامتیں رومن خط سے جوں کی توں لی گئی تھیں بعض کو اُلٹ پلٹ کر اپنایا گیا تھا اور بعض نئے سرے سے وضع کی گئی تھیں۔ اس میں رومن حروف نئی آوازوں کے ساتھ استعمال کئے جاتے تھے مثلاً ایچ (H) کا نام مِی تھا اور اسے (A) کو گو کہتے تھے۔ اس طرح جو خط ایجاد ہوا اُس میں دو سو نشانات تھے ۱۸۲۴ء تک اُسے مختصر کرنے پر ۸۵ نشانات رہ گئے۔ یہ خط بے حد مقبول ہوا اور محض دس سال کے عرصے میں چیروکی (Cherokee) قوم کے ہر فرد کو اسے لکھنا پڑھنا آگیا۔ اس خط میں کتابیں اور اخبار بھی چھپنے لگے لیکن بعد میں اسے ترک کر کے رومن خط اختیار کر لیا گیا۔

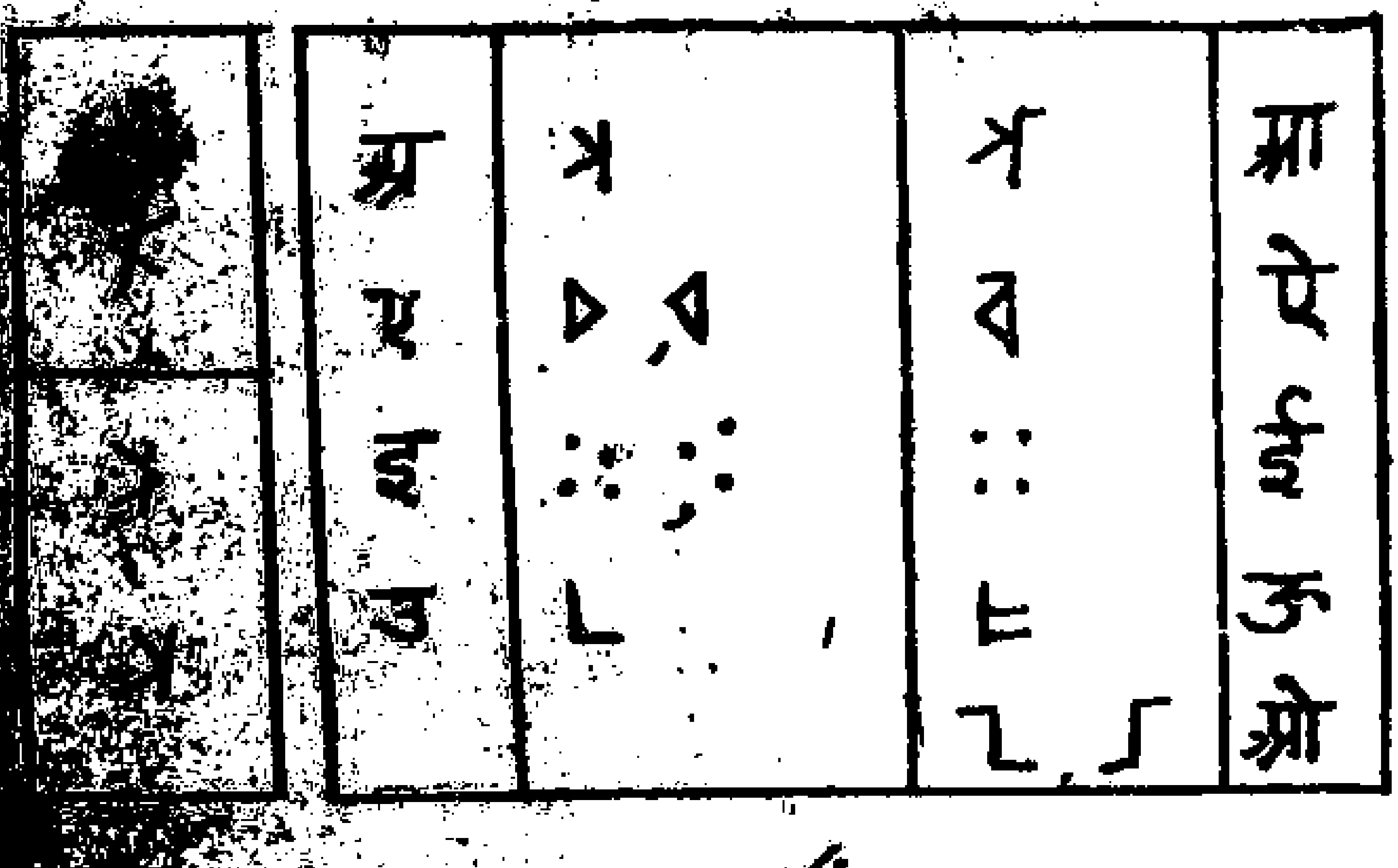
بہر حال ان مثالوں کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی تاجروں نے فن تحریر کا تخیل سامی قوم سے لیا ہوگا اور پھر اپنی ضروریات کے مطابق ایک نیا خط وضع کیا جس کی بعض علامتیں اور اُن کی آوازیں سامی خط سے لی گئیں لیکن بیشتر خود اُن کی ذاتی ایجاد تھیں۔

براہمی حروف کی شکلوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ...
دوسرے سے ماخوذ تھے۔



شکل ۱۷۷

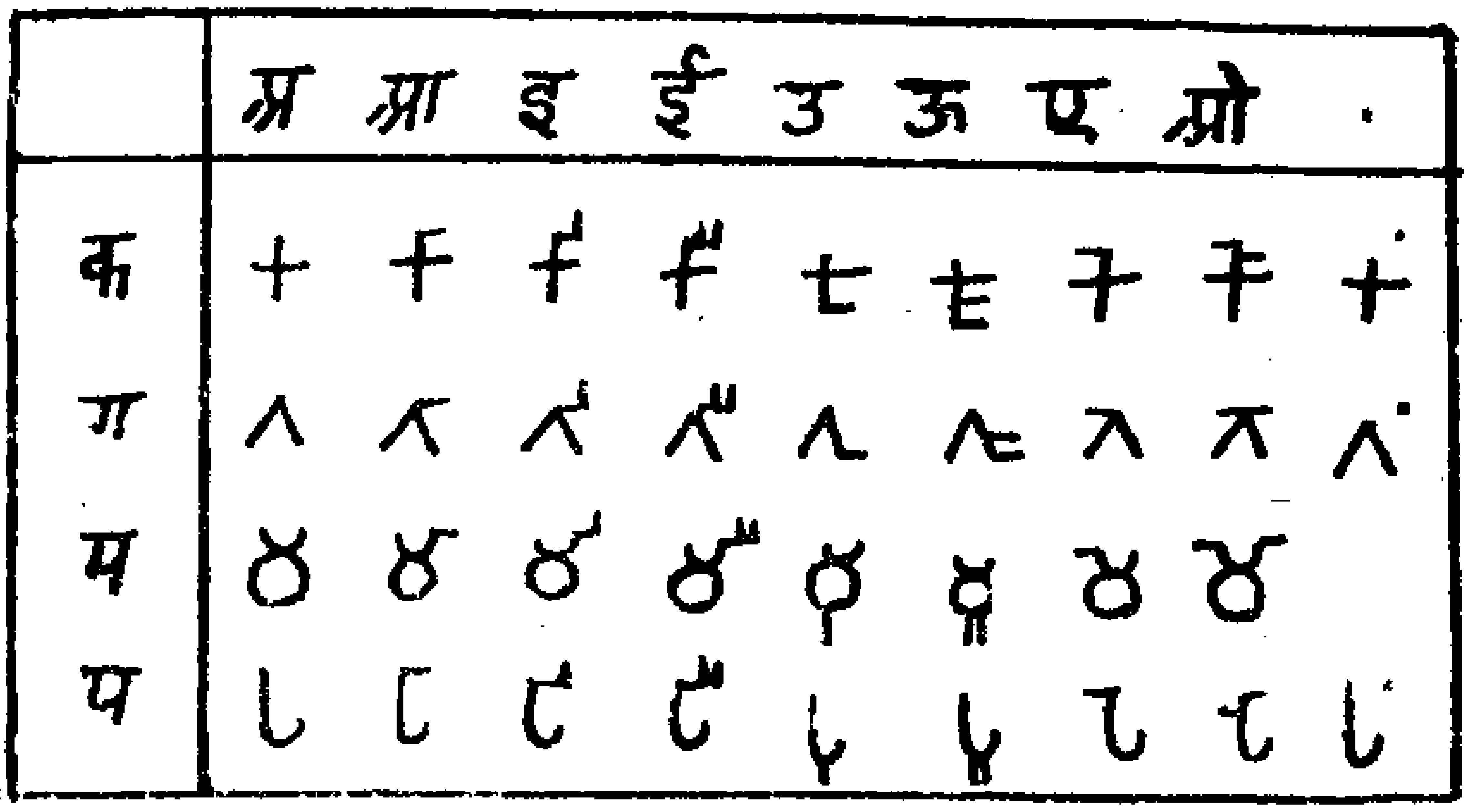
سامی زبان میں حروف علت پر زور نہ دیا جاتا تھا لیکن آریائی زبان ...
ان کے کام نہ چلتا تھا لہذا سامی کے پہلے حرف الف سے براہمی کا آ ...
گیا اور پھر آ کی علامت سے کل حروف علت بنا لئے گئے۔



شکل ۱۷۸

ان علامات میں یہ چیز دیکھنے کی ہے کہ ...
خط یا نقطے کے اضافے سے ...

(ماتراؤں) کے اظہار میں بھی یہی طریقہ برتا جاتا ہے۔ اعراب لگے ہوئے حروف کی چند مثالیں یہ ہیں :-



شکل ۱۷۹

براہمی سے نکلے ہوئے ہندوستان کے جملہ رسوم خط میں حروف کی ترتیب ایک ہے اور غالباً یہی ترتیب براہمی حروف کی بھی رہی ہوگی۔ حروف کو مخارج کے لحاظ سے اس قدر خوبی سے ترتیب دیا ہے کہ اس سے بہتر صورت دنیا کے کسی رسم خط میں نظر نہیں آتی۔ یہ ترتیب یقیناً صرف و نحو اور صوتیات کے ماہرین کی قائم کی ہوئی ہے جو تاجر نہیں بلکہ پنڈت رہے ہوں گے۔

اس تحقیق کے بعد یہ گفتگو ضروری ہے کہ اس رسم خط میں عہد بہ عہد کیا تبدیلیاں ہوئیں اور اس سے موجودہ رسوم خط کا ارتقاء کیسے ہوا۔

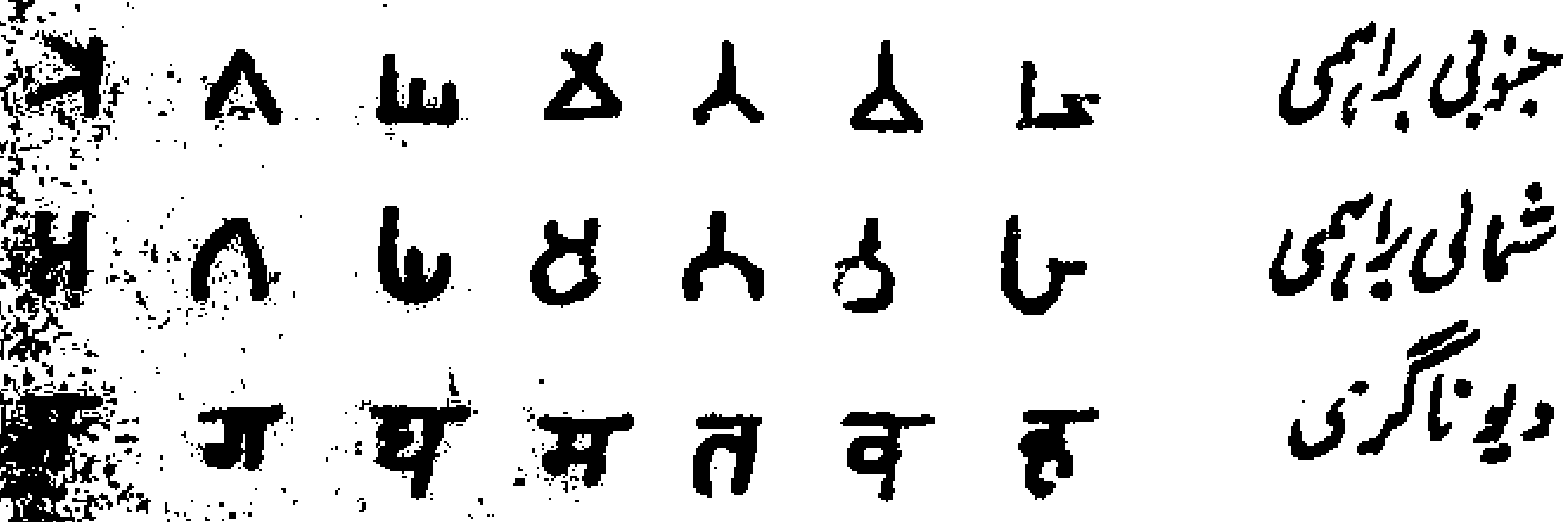
شمالی ہند کے رسوم خط

موریہ زمانے کا خط۔ جب سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو مگدھ میں نند خاندان کی حکومت تھی۔ سکندر کی وفات کے بعد چندرگپت موریہ (۳۲۳-۲۹۸ ق۔م) نے نند خاندان کا خاتمہ کرکے اپنی حکومت قائم کی۔ اس کے

پوتے اشوک (۲۷۴ - ۲۳۲ ق-م) کی سلطنت ...
تک اور ہمالیہ کے جنوب سے لے کر مدراس تک پھیلی ہوئی ...
سب سے بڑا مبلغ تھا۔ اُس نے اپنی رعایا کے اخلاق اور کردار کی ...
اپنی قلمرو میں چٹانوں اور ستونوں پر نیز غاروں میں ۳۵ کتبے کندہ کروائے۔

اشوک کے یہ کتبے ہندوستان کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ ہمالیہ کے جنوب سے لے کر میسور تک اور خلیج بنگال سے لے کر بحر عرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا زمانہ ۲۵۷ - ۲۳۵ ق.م ہے۔ انھیں عوام کے پڑھنے کے لئے پراکرت زبانوں میں نمایاں مقامات پر کندہ کیا گیا تھا۔ شمالی مغربی سرحد کے کتبے کھروشٹی خط میں اور بقیہ براہمی خط میں ہیں جسے اشوک کے زمانے میں ہندوستان کا قومی خط ہونے کا شرف حاصل تھا۔ شکل ۱۸۰ کی پہلی سطر میں اشوک کے زمانے کے براہمی حروف گرنار (کاٹھیاواڑ) کے کتبے سے نقل کئے گئے ہیں

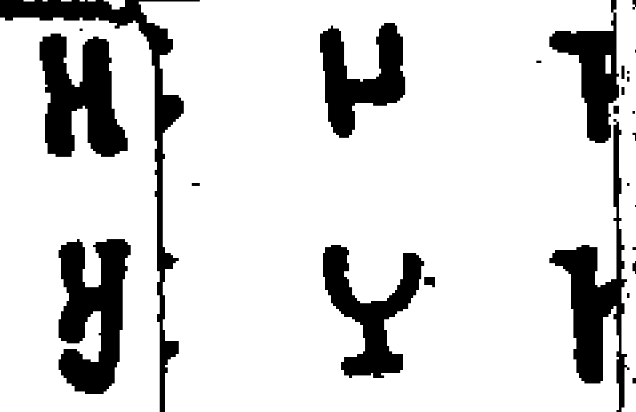
اشوک کے زمانے سے براہمی حروف کی مقامی صورتیں ظاہر ہونے لگی تھیں اُس کی دو قسمیں تھیں شمالی وجنوبی۔ شمالی کتبوں کے حروف گولائی لئے ہوئے ہیں اور جنوب کے زاویے دار ہیں :-



شکل ۱۸۱

دریائے نربدا ان دو خطوں کے درمیان حد ...
اشوک کے ...

ے رسمِ خط



ل	جھ	جُ		
			زمانۂ اشوک (تیسری صدی ق م)	۱
			متھرا اور مغربی غار (پہلی صدی عیسوی)	۲

زوال شروع ہو گیا۔ اشوک کے بعد چار حکمراں ہوئے۔ آخری راجہ برہدرتھ کو اُس کے سپہ سالار پُشیہ متر نے ۱۸۴ ق۔م میں قتل کر دیا۔ بُوہلر نے تیسری صدی ق۔م کے اخیر اور دوسری صدی ق۔م کے شروع کے براہمی خط کو "آخری موریہ عہد کے خط" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ دوسری صدی ق۔م تک مروج رہا جیسا کہ اُس زمانے کے ہند یونانی سکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

شُنگ زمانے کا خط۔ شُنگ خاندان کا بانی پُشیہ متر غالباً برہمن تھا۔ اُس کا خاتمہ آخری شُنگ راجہ کے وزیر واسدیو کا نو نے کیا۔ کانو خاندان نے ۷۲ ق۔م سے لے کر ۲۷ ق۔م تک حکومت کی۔ ان حکومتوں کے زمانے میں سنسکرت زبان کا احیاءِ ثانیہ ہوا۔ مشہور ماہر صرف و نحو پتنجلی پُشیہ متر کا معاصر تھا۔ بعض عالموں کے نزدیک سنسکرت کا پہلا کتبہ اشاپور کی ایک ہندو قربان گاہ پر نقش ہے جس کا زمانہ ۳۳ ق۔م ہے لیکن دوسروں کے نزدیک ادبی سنسکرت کا سب سے پرانا کتبہ ارودر دمن اول نے گرنار (کاٹھیاواڑ) کی چٹان پر دوسری صدی عیسوی میں کندہ کرایا تھا۔ اِس زمانے سے شمالی مغربی ہندوستان میں سنسکرت نے پراکرت کی جگہ لینا شروع کی اور سمدرگپت (۳۳۵ء۔۳۷۵ء) کے عہد سے وہ کتبوں کی عام زبان بن گئی۔

شُنگ عہد کے براہمی کتبے کوسمبھی، بھرہت اور متھرا وغیرہ میں ملے ہیں۔ شُنگ عہد کے اخیر کے براہمی حروف سے شترپ راجاؤں کے خط کا گہرا تعلق تھا جیسا کہ رجوول اور اُس کے بیٹے سوڈاس (پہلی صدی ق۔م) کے کتبوں اور متھرا کے بعض چڑھاوے کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

کُشان زمانے کا خط۔ پہلی صدی ق۔م میں سیتھیوں نے مقدونیوں کو باختر (موجودہ بلخ) سے نکال باہر کیا اور سنہ عیسوی کے آغاز میں افغانستان

اور پنجاب میں اپنی حکومت قایم کرلی۔ کنشک ، ہوِشک اور واسو دیو اس
خاندان کے مشہور حکمراں تھے ۔

ہندوستیھی راجاؤں نے تین چار صدیوں تک حکومت کی۔ ان کے کتبے زیادہ تر کھروشٹھی خط میں ہیں لیکن متھرا میں ان کے بعض کتبے براہمی کی ایک ترقی یافتہ صورت میں ملے ہیں۔ ان کے حروف جنوبی ہند کے غاروالے مندروں میں پائے جانے والے خط ("آندھرا خط" یا "ابتدائی مغربی دکنی") سے رشتہ رکھتے ہیں انھیں شکل ۱۸۰ کی دوسری سطر میں دکھایا ہے ۔ یہ پہلی صدی ق م کے آخر اور سنہ عیسوی کے آغاز کے ہیں ۔

شترپ خاندان کا خط ۔ جب ہندوستیھی پنجاب پر حکومت کر رہے تھے تو مغربی ساحل پر ساہ راجاؤں کی حکومت تھی جو اپنے کو شترپ کہتے تھے۔ ان کے کچھ سکوں پر یونانی خط کے کتبے ہیں۔ ناسک اور جُنیر کے غاروں میں بعض کتبے ان سے منسوب کئے جاتے ہیں ۔ ان کا سب سے اہم کتبہ وہ ہے جسے اس خاندان کے مشہور راجہ رُدر دمن نے اشوک کے فرمان کے مقابل گرنار کی چٹان کے رُخ پر کندہ کرایا تھا ۔ اس کتبے کے حروف جن کا زمانہ دوسری صدی عیسوی ہے شکل ۱۸۰ کی تیسری سطر میں دکھائے گئے ہیں ۔

گپت عہد کا خط ۔ شترپ راجاؤں کے مختصر زمانے کے بعد گپت خاندان نے عروج حاصل کیا ۔ اس کا بانی چندرگپت اول تھا ۔ گجرات میں بھی گپت راجاؤں کی حکومت تھی۔ اس کا

سلہ جس چٹان پر یہ کتبے منقوش ہیں وہ ...
اس کے مشرقی رُخ پر اشوک کے ...
[illegible]

جسے اسکند گپت (۴۵۵ء۔۴۶۷ء) نے کندہ کرایا تھا۔

موریہ اور گپت راجاؤں کے کتبے نہ صرف گرنار کی چٹان پر بلکہ الہ آباد کی لاٹ[1] پر بھی پائے جاتے ہیں۔ اشوک کے چھ مختصر فرامین[2] کے نیچے سمدر گپت (۳۳۵ء۔۳۷۵ء) کے کارنامے منقوش ہیں۔ شکل ۱۸۰ کی چوتھی سطر کے گپت حروف الہ آباد کی لاٹ سے منقول ہیں۔ یہ چوتھی صدی عیسوی کے ہیں۔

گپت زمانے کا خط چوتھی سے چھٹی صدی عیسوی تک استعمال کیا جاتا رہا۔ وہ سلطنت کے مختلف حصوں میں پھیل گیا اور اُس سے بیشتر ہندوستانی رسوم خط پیدا ہوئے۔ گپت زمانے تک براہمی حروف کی تبدیلیاں پورے ملک میں تقریباً یکساں تھیں لیکن اس عہد کے بعد سے ہر صوبے میں حروف کا ارتقاء الگ الگ ہوا۔

وسط ایشیا کی ہون قوم نے ۴۵۰ء سے ہندوستان پر حملے شروع کئے جن کا مقابلہ کرنے میں گپت حکومت کمزور ہو گئی "گپت سلطنت کا شیرازہ منتشر ہونے سے شمالی ہندوستان کا سیاسی اتحاد ختم ہو گیا۔۔۔۔ اور کئی آزاد ریاستیں قایم ہو گئیں۔ ساتویں صدی عیسوی میں ہرش وردھن کے راجہ ہونے سے شمالی ہندوستان کا سیاسی اتحاد دوبارہ قایم ہو گیا۔۔۔ لیکن اُس کے مرنے کے بعد شمالی ہندوستان دوبارہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو گیا"[3]۔

ولبھی خاندان کا خط۔ گپت خاندان کے بعد کاٹھیاواڑ کے ولبھی راجاؤں نے عروج حاصل کیا (زمانۂ حکومت ۴۷۰ء۔۷۷۰ء) ان کے کتبے تانبے کی تختیوں پر

---

[1] اشوک کی یہ لاٹ الہ آباد کے قلعے میں محفوظ ہے۔ یہ ایک ریتیلے پتھر کا صیقل شدہ ستون ہے جس کی اونچائی ۳۵ فیٹ ہے۔

[2] تیسرے اور چوتھے فرمان کا کچھ حصہ نکال کر مغل شہنشاہ جہانگیر کا کتبہ کندہ کیا گیا ہے جس کا ۱۶۰۵ء ہے۔

[3] پروفیسر نواب علی قریشی "تاریخ ہند" جلد اول صفحہ ۱۹۹ (کانپور ۱۹۵۲ء)

منقوش ملے ہیں جو "گجرات کی تختیاں" کہلاتی ہیں۔ [illegible]
ان کے حروف شکل ۱۰۰ کی پانچویں سطر میں دکھائے گئے ہیں۔ [illegible]
کے حروف کی ترقی یافتہ صورت ہیں۔

ہرش کے بعد سے مسلمانوں کے آنے تک شمالی اور جنوبی [illegible]
چھتری راجاؤں کا عروج رہا۔ موریہ، کشان، شترپ، گپت اور [illegible]
کے بعد موجودہ رسوم خط (خصوصاً دیوناگری) کا ارتقاء سمجھنے میں [illegible]
کے راجاؤں کے کتبوں سے مدد ملتی ہے۔

مشرقی اور مغربی گپت خط۔ بولر کے نزدیک گپت خط [illegible]
تھیں، مشرقی اور مغربی۔ مسٹر ایس، این چکرورتی کی تحقیقات [illegible]
جس خط کو "مشرقی گپت" کہا جاتا ہے وہ گپت عہد سے پہلے [illegible]
یہ نام ہی غلط ہے۔ بہر حال مشرقی گپت خط کی جگہ رفتہ رفتہ [illegible]
لے لی۔ شکل ۱۰۰ کی چھٹی سطر کے حروف کو ڈاکٹر شیل نے [illegible]
کے ایک آسامی کتبے سے منقول بتایا ہے۔ ڈاکٹر ڈرینگر نے [illegible]
گپت خط" لکھا ہے۔

مغربی شاخ سے چھٹی صدی عیسوی میں "سدھ ماترکا [illegible]
ساتویں صدی میں "کٹل خط" پیدا ہوا جو گیارھویں [illegible]
رہا۔ یہ دیوناگری کا پیشرو تھا۔ جان بیمز نے [illegible]
بتایا ہے۔

[illegible] Comparative Grammar of the [illegible] India" (London [illegible]

شکل ۱۸۰ کی ساتویں سطر کے کُٹِل حروف بریلی کے کتبے سے منقول ہیں جو ۹۹۲ء میں وِسال پور سے ۱۵ میل کے فاصلے پر ملا تھا یہ کسی مقامی راجہ کے مندر سے متعلق ہے۔ کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نقاش "کُٹِل حروف کا ماہر" قنوج کا رہنے والا تھا۔ اس کا زمانہ سمبت ۱۰۴۹ یعنی ۹۹۲ء ہے۔

دیوناگری خط ہندوستانی خطوں میں بہت اہم ہے۔ اس میں سنسکرت، ہندی، مراٹھی، اور نیپالی زبانیں لکھی جاتی ہیں اب اسے قومی رسم خط مان لیا گیا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ مشکوک ہے۔ ڈاکٹر برنیل کی رائے میں یہ وہی خط ہے جسے للت وِستار میں ناگ لپی (سانپوں کی لکھائی) کہا گیا ہے لیکن بعض کے نزدیک ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں۔ دوسری تاویل کے متعلق یہ ناگا لوگوں یا ساہ راجاؤں کا خط تھا جو اپنے کو ناگ کہتے تھے۔ تیسرے مفروضے کے مطابق یہ گجرات کے ناگر برہمنوں کا خط تھا۔ مسٹر آر۔ شاما شاستری کے نزدیک اس خط کا تعلق اُن تانترک علامات سے تھا جنھیں دیونگر کہتے تھے۔ ان دیونگروں میں بنائی جانے والی علامات ہی نے بعد میں دیوناگری "حروف" کی صورت اختیار کرلی۔ عموماً ناگری کو نگر سے متعلق سمجھا جاتا ہے گویا یہ شہروں میں استعمال کیے جانے والا یا "شہری خط" تھا۔ ڈاکٹر تیسر کے نزدیک ناگری میں دیو (یعنی دیوتا) کا اضافہ کرکے دیوناگری کہنے کا رواج زیادہ پرانا نہیں ہے۔ اس کی ابتدا شاید اٹھارویں صدی سے ہوئی لیکن یہ امر مشکوک ہے اور اسے تسلیم کرنے سے پہلے پرانی کتابوں میں باقاعدہ چھان بین کی ضرورت ہے۔

ناگری کے قدیم ترین کتبے ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی کے ہیں۔ اس وقت اس کی دو قسمیں نظر آتی ہیں شمالی و جنوبی دونوں کا ارتقا گیارھویں صدی عیسوی مکمل ہوگیا تھا۔ جنوبی قسم کو نندی ناگری کہتے ہیں جسے اب بھی مسودوں میں

استعمال کیا جاتا ہے۔

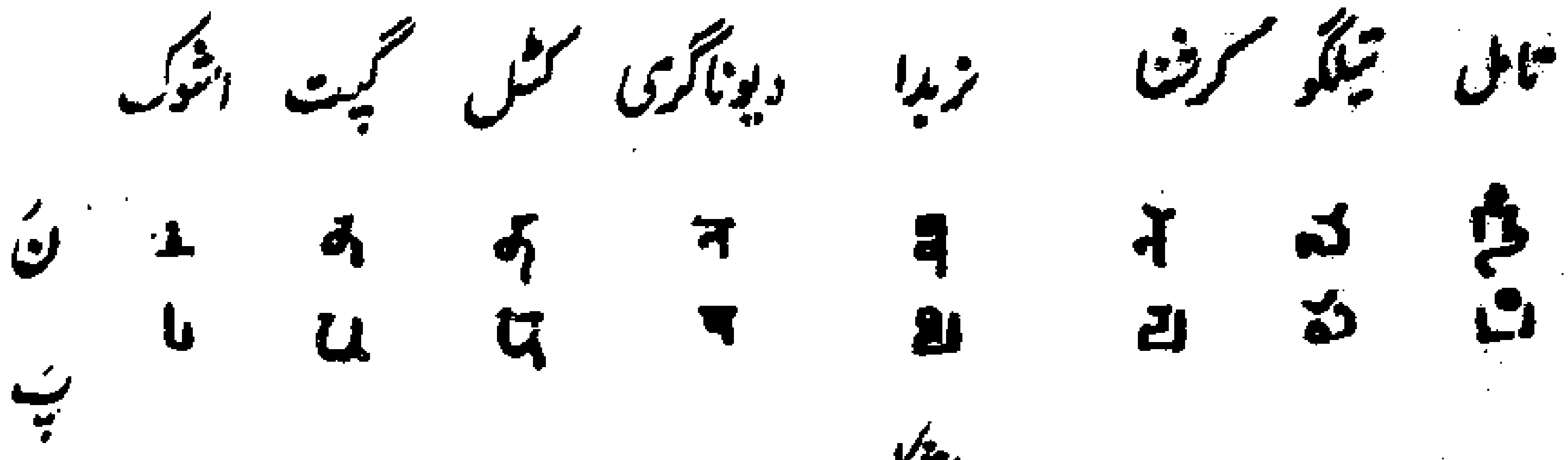
گیارھویں صدی تک شمالی ہند کے اکثر علاقوں میں [illegible]
ہوگیا چنانچہ گجرات، راجپوتانہ اور شمالی دکن میں دسویں اور گیارھویں
کی جو تحریریں تاڑ کے پتوں پر لکھی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں اسی رسم خط
پر آہمی حروف سے دیوناگری کے ارتقاء کو شکل ۲۰۱ سے سمجھئے
پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا مرحوم (کیوریٹر، راجپوتانہ میوزیم)
۱۸۹۴ء میں مرتب کرکے اپنی کتاب "پراچین لپی مالا" میں چھپا
ابتک متعدد بار مختلف کتابوں اور رسالوں میں نقل کیا جا چکا ہے۔

دیوناگری حروف کی دو خصوصیتیں ہیں:۔

(۱) عمودی خط جو بعض صورتوں (مثلاً ग اور ध) میں
ہے لیکن بعض میں محض آرائشی یا حروف کی شکلوں کو باقاعدہ بنانے
گیا ہے۔ اگر آپ دیوناگری حروف کا بنگلہ، گرمکھی اور گجراتی حروف
کریں تو ظاہر ہو جائے گا کہ کہاں کہاں یہ خط بنیادی حیثیت رکھتا
محض اضافی یا آرائشی۔

(۲) افقی خط (شِرو ریکھا) جو حروف کو ملانے کے کام
یہ قدرے چھوٹا ہوتا ہے اور گجراتی میں نہیں پایا جاتا اس کی
پ اور ن کی ارتقائی اشکال سے سمجھئے۔

لہ جب شول اور کالا [illegible]
بنالے جاتے [illegible]

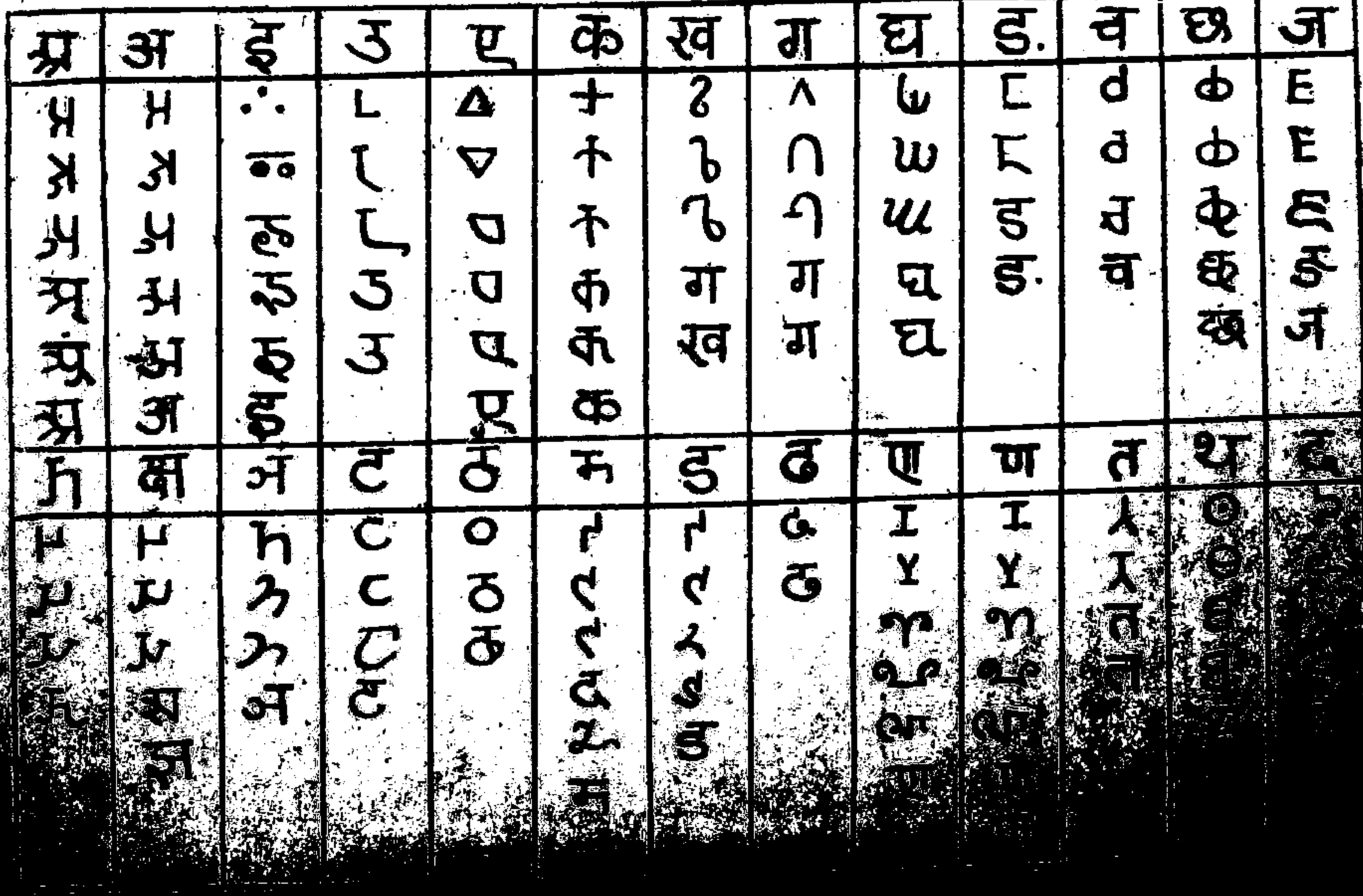


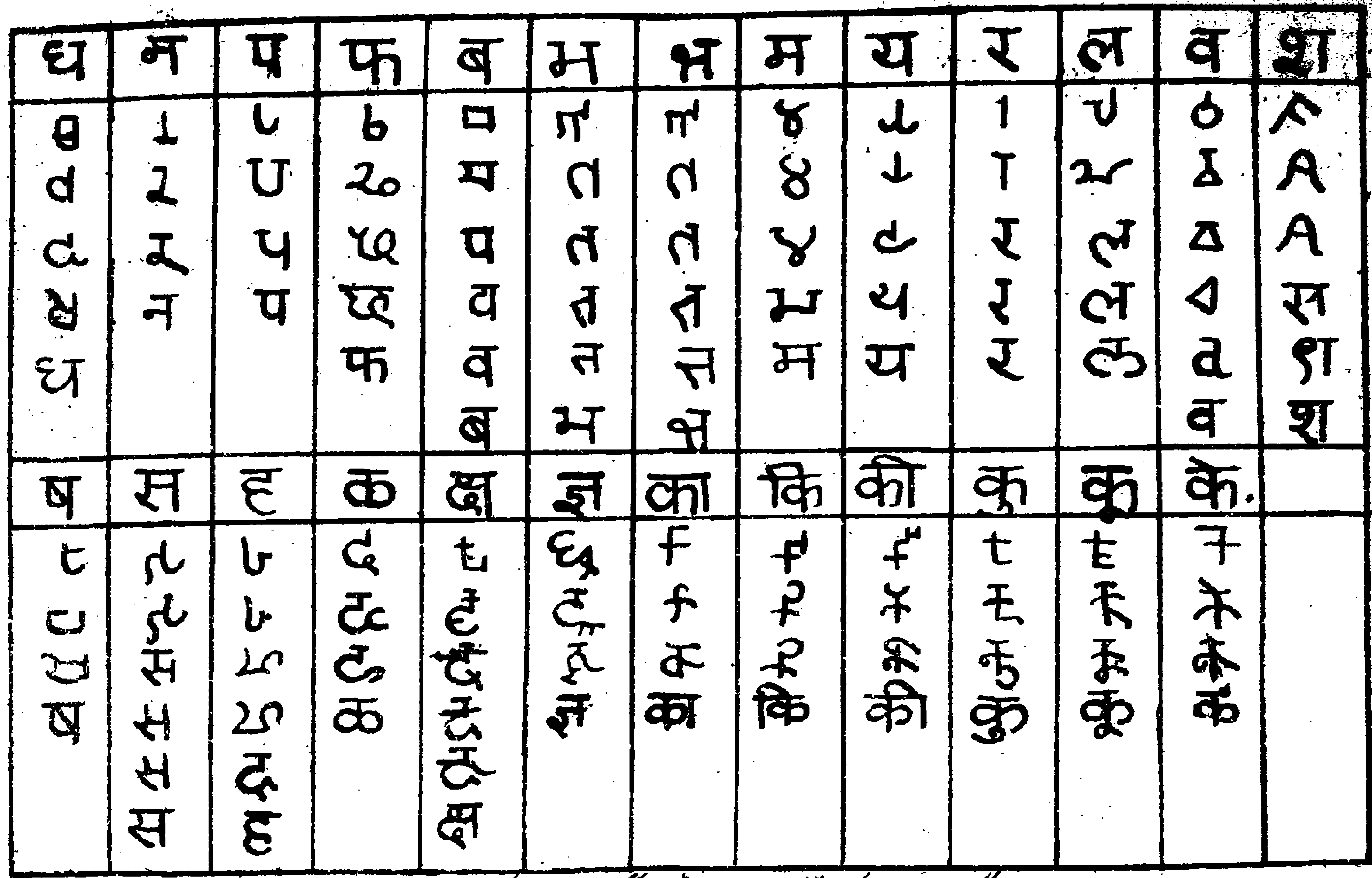
شکل ۱۸۲

ان کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اشوک کے زمانے میں حروف کا وہ بالائی حصہ غائب تھا جسے آج ہم ناگری میں افقی خط کی صورت میں پاتے ہیں ۔گپت زمانے میں اُس مقام پر جہاں سے حرف کا آغاز ہوتا ایک ننھا سا خط نظر آتا ہے ۔ یہ غالباً اس طرح ظاہر ہوا کہ لکھنے کے لئے جہاں پر پہلے قلم رکھا جاتا تھا وہاں کا خط قدرے موٹا ہو جاتا تھا کٹل میں اُس نے ایک مختصر سے آڑے خط کی صورت اختیار کرلی اور دیوناگری میں وہ ایک مسلسل آڑی لکیر بن گیا جو حروف کو ملاتا ہے۔ نربدا میں اُس نے ایک مختصر مستطیل کی صورت اختیار کرلی ۔کرشنا میں اُس کی وضع دوبرکہ ہوگئی تیلگو میں وہ دوشاخہ بن گیا جو اکثر حروف سے جدا بنایا جاتا ہے اور تامل میں ایک مختصر دائرہ جسے حرف سے علیحدہ بناتے ہیں۔ اس طرح وہ نشان جسے کاتب نے یہ دکھانے کے لئے بنایا تھا کہ حرف کہاں سے شروع ہوتا ہے بعد کو آرائشی چیز بن گیا ۔

دیوناگری حروف تہجی (ورنشرمالا) کی ترتیب وہی ہے جو ہندوستان کے دیگر براہمی الاصل خطوں میں پائی جاتی ہے ۔ ماہرین فن کا کہنا ہے کہ یہ صحیح معنی میں الف بائی خط نہیں بلکہ نیم رُکنی خط ہیں کیونکہ ان میں حروف صحیحہ کے ساتھ حرف علت اَ کی آواز شامل رہتی ہے اور جب اُسے نکالنا منظور ہوتا ہے تو حرف کے نیچے ایک چھوٹا سا خط بڑھا دیتے ہیں جسے (ورام) کہتے ہیں مثلاً क् حرف میں یہ علامت شامل کی جاتی ہے وہ (ہلنت) کہلاتا ہے ۔

شکل ۱۸۳





دیوناگری حروف کا ارتقاء (پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا)

دیوناگری ۴۳ حروف صحیح (ویجن) اور ۱۴ حروف علت ...
جو مخارج کے لحاظ سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ حروف صحیح کے ...

ङ	घ	ग	ख	क	(کنٹھ) جن کا تلفظ حلق سے ہوتا ہے	ادھ ویجن	[illegible]
ञ	झ	ज	छ	च	(تالو) جن کا تلفظ تالو سے ہوتا ہے	य	[illegible]
ण	ढ	ड	ठ	ट	(مُوردھن) تالو سے زبان لگا کر ادا ہونے والے	र	[illegible]
न	ध	द	थ	त	(دنت) دانتوں کی مدد سے نکلنے والے	ल	स
म	भ	ब	फ	प	(اوشٹھ) ہونٹوں سے ملا کر ادا کئے جانے والے		[illegible]

شکل ۱۸۴

چھٹے مجموعے کے حروف کا شمار حروف صحیح اور حروف علت ... میں ...
ہے۔ ساتویں مجموعے کے حروف وہ ہیں جن کے ادا کرنے میں سسکاری کی ...
ہوتی ہے۔

یہ امر غور طلب ہے کہ حروف ثقلیہ (الپ پرانٹر) پہلے رکھے گئے ...
جن میں ھ شامل رہتا ہے (مہا پرانٹر) بعد میں۔ ان کے بعد حروف ...
(انوناسک) آتے ہیں جو مخارج کے لحاظ سے پانچ قسم کے ہیں۔
دیوناگری کا ۴۳ واں حرف ऋ (رِ) سنسکرت اور مرہٹی ...
ہندی میں اس کا استعمال شاذ ہی کیا جاتا ہے۔
۱۴ حروف علت مخارج کے لحاظ سے اس طرح ...

... उ ऊ ए ऐ ओ औ

... اوشٹھ ... کنٹھ تالو ... کنٹھ اوشٹھ

ان میں سے ॠ ऌ ॡ سنسکرت زبان سے مخصوص ہیں اور ہندی میں کام نہیں آتے گویا ہندی میں ۱۱ حروف علت سے کام لیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ تین علامتیں اور ہیں انوسوار (ં) جو نون کی آواز دیتا ہے[1] انوناسک (ँ) جو نون غنہ کی آواز دیتا ہے اور ویسرگ (:) جو ہ کی آواز دیتا ہے۔ یہ آخری علامت سنسکرت سے مخصوص ہے اور ہندی میں شاذ ہی استعمال ہوتی ہے۔ حروف تہجی میں پہلی اور آخری علامات کو अ کے ساتھ شامل کر کے अं انگ اور अः اَہ کہتے ہیں اور حروف علت کے اخیر میں رکھتے ہیں۔

جب حروف علت کسی لفظ کے درمیان یا آخر میں آتے ہیں تو انھیں لکھنے کے بجائے ذیل کی علامتیں بنائی جاتی ہیں جنھیں ماترائیں کہتے ہیں۔ یہ ہمارے اعراب کے مماثل ہیں :-

حروف علت	आ	इ	ई	उ	ऊ	ऋ	ए	ऐ	ओ	औ
ماترائیں	ा	ि	ी	ु	ू	ृ		े	ो	ौ

شکل ۱۸۶

دیوناگری میں تین مرکب حروف بھی مستعمل ہیں جنھیں حروف صحیحہ کے اخیر میں رکھتے ہیں۔

क्ष (क + ष) त्र (त + र) ज्ञ (ग + य)

(ج + گ) جگیں (ت + ر) ترَ (ک + ش) کش

شکل ۱۸۷

ہندی اور عربی فارسی کی مخصوص آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے نقطے لگے ہوئے

---

[1] سنسکرت میں اس کا تلفظ م کا ہوتا ہے

حروف کام آتے ہیں :-

ड़ ढ़ क़ ख़ ग़ ज़ फ़

ف ز غ خ ق ڑھ ڑ

شکل ۱۸۸

بعض حروف کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ دوسری شکلیں مراٹھی سے لی گئی ہیں :-

ہندی	अ	छ	झ	ण	ल	श	ह
مراٹھی	अ	छ	झ	ण	ल	श	ह

شکل ۱۸۹

اسی سلسلے میں "دیوناگری لپی سدھار سمیلن" (منعقدہ ۲۸، ۲۹ نومبر لکھنؤ) کی پیش کردہ اصلاحات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ مندرجہ ذیل حروف سے کمیٹی نے دوسری سطر کے حروف کو ترجیح دی :-

(۱) अ आ ओ औ अं अः
(۲) अ आ ओ औ अं अः
(۱) ख छ झ ण ध भ
(۲) ख छ झ ण ध भ
(۱) ल [illegible] [illegible] त
(۲) ल [illegible] [illegible] त

ماتراؤں کو بدستور قائم رکھا سوا اِ ई کی ماترا کے :-

کِ कि کی की پرانا طریقہ

کِ की کی की نیا طریقہ

شکل ۱۹۱

مرکب حروف (سنیکت اکشر) لکھنے کے لئے کمیٹی نے یہ اصول مقرر کیا کہ جہاں تک ممکن ہو حرف کے آخر والی کھڑی لکیر ہٹا کر یا ملنے والے پہلے حرف کے آخر میں ہلنت لگا کر حروف کو ترکیب دیا جائے۔ نیچے کی مثالوں میں کمیٹی نے دوسری سطر والے طریقے کو ترجیح دی :-

(۱) क्क च्च ज्ज ट्ट ठ्ठ ड्ढ

(۲) क्क च्च ज्ज ट्ट ठ्ठ ड्ढ

شکل ۱۹۲

حکومت نے ان تجاویز کو منظور کر لیا لیکن عوام نے انھیں ابھی تک قبولیت کا شرف نہیں بخشا ہے۔

بنگلہ خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۱۲) اس کی قدیم صورت کا نام ماہرین نے ماقبل بنگلہ (Proto Bengali) رکھا ہے۔ بُولر کے نزدیک یہ خط مشرقی ہندوستان میں مروجہ ناگری خط سے گیارھویں صدی کے آخر میں پیدا ہوا۔

جان بیمز نے بنگلہ حروف کا ماخذ کُٹِل رسم خط کو بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بنگال میں کُٹِل خط قنوج کے اُن برہمنوں کے ذریعہ سے پہنچا تھا جو راجہ ادی شور کے بلاوے پر گیارھویں صدی کے آخر میں وہاں جا کر بس گئے تھے۔ بنگلہ اور کُٹِل میں جو فرق پایا جاتا ہے اُس کی خاص وجہ بنگلہ میں بغیر قلم اٹھائے ہوئے حروف کو ملا کر لکھنے کی کوشش ہے۔

ایس، این چکرورتی کی تحقیقات کے مطابق [illegible]
شمالی مشرقی ہند کے رسم خط سے دو شاخیں پیدا ہوئیں مشرقی اور [illegible]
شاخ نے بدھ ماترکا کی صورت اختیار کرلی اور پہلی مختلف مراحل سے گزر [illegible]
دسویں صدی عیسوی تک " ماقبل بنگلہ " میں تبدیل ہو گئی۔ اسی زمانے میں
اُس کا ناگری سے متاثر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

ابتدائی بنگلہ کا سب سے پرانا کتبہ مہی پال اول (۹۷۵ء [illegible]) کا
بانگڑھ کا عطیہ ہے اور قدیم ترین مخطوطات گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی
کے ہیں۔

موجودہ بنگلہ خط ماقبل بنگلہ خط کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔ پندرھویں
اور سولھویں صدی عیسوی تک اُس کا ارتقا مکمل ہو چکا تھا۔ سترھویں اور اٹھارھویں
میں اُس میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ اُنیسویں صدی عیسوی میں جب [illegible]
رواج ہوا تو حروف کی صورتیں ایک رنگ پر قائم ہو گئیں۔ بنگلہ حروف کی [illegible]
اور تعداد وہی ہے جو دیوناگری کی ہے۔ بنگلہ کے علاوہ یہ خط آسامی [illegible]
بھی استعمال ہوتا ہے جو ہند آریائی زبان کی بعید ترین مشرقی شاخ [illegible]

نیپالی خط۔ نیپالی یا نیوارڑی خط کا ابتدائی بنگلہ سے [illegible]
قدیم ترین نمونہ ۱۰۰۸ء کا ایک مسودہ ہے جو کیمبرج میں محفوظ [illegible]
بارھویں سے لے کر پندرھویں صدی عیسوی تک [illegible]

نیپالی کی تین قسمیں ہیں (۱) نیپالی [illegible]
موجودہ نیوارڑی خط دیوناگری سے مشابہ ہے [illegible]
اور رنجا ان کے درمیان کی [illegible]

میتھلی خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۱۳) میتھلی زبان بہاری کی ایک بولی ہے جو ترہت، چمپارن، مشرقی مونگھیر، بھاگلپور، اور مغربی پورنیہ میں بولی جاتی ہے۔ میتھلی خط بنگلہ سے مشابہ ہے۔ یہ میتھلہ یا ترہت کے برہمنوں سے مخصوص ہے۔

اُڑیا خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۱۴) اُڑیسہ کی زبان بنگلہ کی بہن ہے اور اُڑیا خط غالباً ابتدائی بنگلہ سے نکلا ہے اس پر تامل اور تیلگو لکھائیوں کا بھی اثر نظر آتا ہے۔ سامان کتابت نے اس کے حروف کی صورتوں کو بہت متاثر کیا۔ اسے زمانۂ قدیم میں تاڑ کے پتوں پر لوہے کے قلم سے نقش کیا جاتا تھا۔ نقوش کو نمایاں کرنے کے لئے پتوں پر سیاہی مل دی جاتی تھی جو گہرائیوں میں جم جاتی۔ چونکہ تاڑ کے پتے لمبے اور پتلے ہوا کرتے ہیں اس لئے آڑی لکیروں کے کھینچنے سے احتراز کیا جاتا تھا۔ اگر پتوں کے طول میں قلم پر زور دے کر خط کھینچا جاتا تو پتوں کے پھٹ جانے کا اندیشہ تھا لہذا حروف کو گولائیاں لئے ہوئے بنایا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ دیوناگری حروف کی بالائی آڑی لکیروں (شِرو ریکھا) کے مقابلے میں اُڑیا خط میں گولائیاں پائی جاتی ہیں۔ دایرے یا نیم مدور لکیریں اس خط کی نمایاں خصوصیت ہیں۔ حروف کے وسطی حصوں کو جن سے ایک حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہوتا ہے اتنا چھوٹا بنایا جاتا ہے کہ پہلی نظر میں کل حروف یکساں نظر آتے ہیں اور بہت غور سے دیکھنے کے بعد اُن کے فرق کا پتہ چلتا ہے۔

موجودہ اُڑیا خط کی تین قسمیں ہیں (۱) برہمنی جسے اُڑیسہ کے برہمن تاڑ کے پتوں پر شاستروں کو لکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں (۲) کرَنی جسے کرَن لوگوں نے ایجاد کیا۔ اس میں دستاویزیں لکھی جاتی ہیں (۳) گنجام کا خط، یہاں اُڑیا حروف کی گولائی اور زیادہ بڑھ گئی ہے، یہ تیلگو خط کے اثر کا نتیجہ ہے۔

کیتھی خط۔ شمالی ہندوستان کے منشی طبقے کا ستھ یا کائستھ ذات کا

خط ہے۔ یہ پورے شمالی ہندوستان میں رائج ہے۔ گجرات [illegible]
دریائے کوسی تک اس کا رواج ہے۔ اگرچہ اسے دیوناگری کی [illegible]
بتایا جاتا ہے[1] لیکن یہ فی الواقع اُس سے ماخوذ نہیں۔ غالباً دونوں کا ماخذ [illegible]
اور ان کا نشوونما پہلو بہ پہلو ہوا۔ دیوناگری ادبی ضروریات سے مخصوص [illegible]
اُس میں تکلف برتا جاتا تھا اور کیتھی معمولی استعمال کا خط تھا لہٰذا وہ خط شکست
بن گیا۔ دونوں میں خاص فرق یہ ہے کہ کیتھی میں حتی الامکان حروف کے اوپر کی
آڑی لکیروں کو اڑا دیا جاتا ہے۔ اس کی مقامی شکلوں میں اختلاف ہے بعض جگہ
تین حروف य ष श کے لئے ایک ہی علامت پائی جاتی ہے اور ब اور व
کے لئے ایک ہی نشان ہے۔ عموماً ड اور ड़ ، ढ اور ढ़ چار حروف کا فرض
دو ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔

گجراتی خط اور کیتھی میں گہری مشابہت ہے۔ مہاجنی اور [illegible]
کیتھی سے نکلے ہیں۔ چونکہ یہ تجارتی خط ہیں لہٰذا زود نویسی کے خیال سے [illegible]
حروف کے اوپر آڑی لکیریں، بعض حروف کے دائیں طرف کی کھڑی لکیریں [illegible]
بعض صورتوں میں دونوں کو اُڑا دیا جاتا ہے۔

بہاری خط ۔ بہاری زبان بنگلہ کی بہن ہے اس کی تین [illegible]
(۱) میتھلی (۲) مگہی (۳) بھوجپوری ۔ بہار کے خاص [illegible]
کیتھی خط استعمال کرتے ہیں جس کی تین قسمیں ہیں۔
(۱) ترہتی، ترہت کے باشندوں میں رائج ہے [illegible]
پاکیزہ خط ہے۔

---

[1] گریرسن نے لکھا ہے کہ دیوناگری [illegible]
حروف کی [illegible]

(۲) بھوجپوری۔ اترپردیش کے مشرقی اضلاع میں مروج ہے، کنتھی کی مختلف اقسام میں اس کا پڑھنا سب سے آسان ہے۔

(۳) تمھی، پٹنہ اور گیا کے آس پاس رائج ہے۔ بہاری کی کتابیں اسی خط میں چھپتی ہیں۔ پوربی تمھی کو لکھنے کے لئے بنگلہ اور اڑیا کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۸۰ سطور ۱۶-۱۸)

گجراتی خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۱۵) گجراتی ہند آریائی زبان کی ایک شاخ ہے جس کے لئے تین خط استعمال کئے جاتے ہیں (۱) دیوناگری خط جسے ناگر برہمن (جو اس کا نام رکھنے کے مدعی ہیں) اور بعض دوسری ذاتیں استعمال کرتی ہیں۔ پہلے اسی خط میں کتابیں چھپا کرتی تھیں۔ (۲) گجراتی خط جسے اب عام طور سے طباعت اور معمولی ضرورتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اس لکھائی کی نکھری ہوئی صورت ہے جس کی گھسیٹ شکل موجودہ کنتھی خط ہے۔ حروف کی ترتیب اور آوازیں وہی ہیں جو دیوناگری میں پائی جاتی ہیں لیکن شکلیں مختلف ہیں (۳) بنیائی یا بنیوڑی خط (بنیا بمعنی بقال) کنتھی کی ایک قسم ہے جسے بنیے استعمال کرتے ہیں۔ اس میں ماترائیں نہیں لگائی جاتیں لہذا اسے پڑھنے میں کافی دقت ہوتی ہے[۱]۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۰)

مہاجنی خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۱۹) راجستھان کی تمام بولیوں کے لئے دیوناگری بطور ادبی خط کے استعمال کیا جاتا ہے۔ روز کے کاموں میں مارواڑی خط کام آتا ہے جو مارواڑی بیوپاریوں کے ذریعہ سارے ملک میں پھیل گیا ہے۔ مارواڑی خط کو مہاجنی یا صرافی بھی کہتے ہیں۔ ڈاکٹر رام چندر شکل نے

---

۱ S. H. Kellogg "A Grammar of the Hindi Language" (London, 1938) Pages 26-27.

"بھاشا شبد کوش" میں اور پنڈت رام چندر [illegible]

میں مہاجنی اور مُنڈیا کو ایک خط بتایا ہے ۔ مُنڈیا کے معنی [illegible]

ہیں ۔ ان الفاظ کے معنی ہیں "جس کا سر مُنڈا ہو" چونکہ اس خط میں حروف کے

اوپر کی لکیر (شِرو ریکھا) نہیں بنائی جاتی اور ماترائیں بھی اُڑا دی جاتی ہیں اس لئے

یہ نام پڑا ۔

اس خط کا ماخذ کیتھی خط ہے ۔ تلفظ کے معاملے میں اس میں کوئی احتیاط

نہیں برتی جاتی ۔ زود نویسی کے خیال سے ماتراؤں کو بھی اڑا دیا جاتا ہے لہٰذا

شارٹ ہینڈ کا کام دیتا ہے ۔ اس کے پڑھنے میں کبھی کبھی بڑی قباحت واقع

ہوتی ہے ۔ مشہور قصہ ہے کہ ایک مارواڑی تاجر کلکتہ گیا ۔ اُس کے منشی نے

خط لکھا " بابو اجمیر گیو بڑی بہی بھیج دیجئے " لیکن خط کو یوں پڑھا گیا " بابو آج مر گیو

بڑی بہو بھیج دیجئے "۔

موڈی خط ۔ مراٹھی ہند آریائی زبان کی جنوبی شاخ ہے جس کی [illegible]

ہیں ۔ ایک دیوناگری اور دوسری بال بودھ[1] ، آخری خط جنوبی ناگری کی [illegible]

ہے ۔ اس کے حروف کی ترتیب وہی ہے جو دیوناگری کی ہے لیکن بعض [illegible]

کی صورتیں بدلی ہوئی ہیں :-



شکل ۱۰۳

ان شکلوں کو دیوناگری خط میں بھی اختیار کر [illegible]

۱؎ اس لفظ کے معنی ہیں [illegible]

کیا جاتا ہے ۔

حروف علت کو آ پر ماترائیں لگا کر ظاہر کیا جاتا ہے ۔

अि अी अु अू अृ अे अै نیا طریقہ

इ ई उ ऊ ऋ ए ऐ پرانا طریقہ

شکل ۱۹۴

بال بودھ کے قدیم ترین مخطوطات تیرھویں صدی عیسوی کے ہیں۔ موڑی[1] خط کو اسی بال بودھ کی گھسیٹ صورت مانا جاتا ہے لیکن شاید اس کا تعلق مہاجنی خط سے ہے۔ مہاجنی کی طرح اسے بھی نجی خط و کتابت اور کاروباری ضروریات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض دفتروں میں بھی اس کا رواج ہے۔

کہتے ہیں موڑی خط کو شواجی کے معتمد خاص بالاجی آواجی (۱۶۲۷ء ۔ ۱۶۸۰ء) نے ایجاد کیا تھا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ یہ خط ان سے پہلے بھی پایا جاتا تھا چنانچہ ایک مسودہ ایسا موجود ہے جس کا زمانہ شک سمبت ۱۴۲۹ مطابق ۱۵۰۷ عیسوی ہے۔

---

[1] [illegible] نے اس لفظ کے معنی "مڑا ہوا" بتائے ہیں لیکن شاید اس کا تعلق "مڑیا" خط سے ہے جس کے معنی ہیں "منڈا ہوا" چونکہ اس خط میں بشیرو ریکھا اور ماترائیں نہیں بنائی [illegible] لئے یہ نام پڑا -

شمالی مغربی ہند کے رسم خط

لنڈا خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۳) پنجابی زبان کا قومی خط ہے جو دکانداروں سے مخصوص ہے۔ اس کا تعلق مہاجنی سے معلوم ہوتا ہے۔ ماتراؤں کی طرف سے اس خط میں بھی بے پروائی برتی جاتی ہے۔ کبھی کبھی انھیں اڑا بھی دیا جاتا ہے یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔ لنڈا کے معنی ہیں "کٹا ہوا"۔ ہندی الفاظ لنڈ (سر کٹا ہوا دھڑ) لنڈا اور لنڈورا (جس کی دُم کٹی ہو) اس سے رشتہ رکھتے ہیں

پنجابی کے علاوہ لنڈا خط میں لہندا یا مغربی پنجابی اور سندھی زبانیں لکھی جاتی ہیں۔ لہندا کی ۲۲ بولیوں میں سب سے اہم ملتانی زبان ہے خط لنڈا کی ایک قسم ہے (شکل ۱۸۰ سطر ۲۲)

سندھی خط۔ چونکہ سندھی اور لہندا زبان بولنے والوں کی اکثریت ... ہے لہذا وہ اور جو لوگ اُن سے متاثر ہوئے ہیں عربی (نسخ) خط استعمال ... ہیں، جس میں مقامی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے متعدد نشانات ... گیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۴) سندھی کتابیں اور اخبار اسی خط ... سندھی ہندوؤں میں لنڈا خط رائج ہے جسے "واڑیان ..." تاجروں کا خط کہتے ہیں۔ یہ ایک بڑی ناقص لکھائی ہے جسے صرف ... پڑھ سکتا ہے اور کبھی کبھی اُسے بھی دقت ہوتی ہے ... باقاعدہ ظاہر نہ کرنے کی وجہ سے اس خط ... اس کی کم از کم ایک درجن قسمیں ... (سندھ) میں رائج ہے ...

بھی کہتے ہیں۔ شکارپوری اور سکر اقسام خدا آبادی سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔

گُرمکھی خط ۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۴) اس خط کی ایجاد سکھوں کے دوسرے گرو انگد سے منسوب کی جاتی ہے۔ لفظ گرمکھی کے معنی ہیں "گرو کے منہ سے نکلا ہوا"۔ انگد کے زمانے میں پنجاب میں لنڈا خط کا رواج تھا جب انھوں نے یہ محسوس کیا کہ سکھوں کے مقدس صحائف کو (جو لنڈا خط میں لکھے جاتے تھے) غلط پڑھا جانے کا احتمال ہے تو وہ اس خط کی اصلاح و تہذیب کی طرف متوجہ ہوئے۔

ٹیلر نے گرمکھی کو گجراتی اور دیوناگری کے درمیان کی منزل قرار دیا ہے۔ جان بیمز نے اس کا ماخذ کُٹِل خط کو بتایا ہے۔ جو نویں سے گیارھویں صدی عیسوی تک رائج تھا۔ چنانچہ اِ اور اِی کی گرمکھی صورتوں کا اصل حصہ کُٹِل حرف اے سے مشابہ ہے جس پر دیوناگری کی ماترائیں بڑھائی گئی ہیں:-

	چھ	چ	گھ	ک	اِی	اِ
گرمکھی	ਛ	ਚ	ਘ	ਕ	ਈ	ਇ
کُٹِل	छ	च	घ	क	ए	
دبھی گپت	𑀙	𑀘	𑀖	𑀓		

شکل ۱۹۵

گرمکھی کَ کُٹِل سے زیادہ دبھی خط کے حرف کَ سے مشابہ ہے۔ اسی طرح گرمکھی کا گھ کُٹِل حرف سے زیادہ پُرانا ہے کیونکہ اس کے اوپر کا حصہ کھلا ہے اور کُٹِل کا بند ہے۔ اِس حرف میں اشوک کے زمانے کے بعد سے بہت کم تبدیلی ہوئی ہے۔

گرمکھی چ اور چھ کی صورتیں کُٹل سے زیادہ ملتی [illegible]

نیز گپت زمانے کے حروف سے مشابہ ہیں۔

گرمکھی کا ٹھ اور ڈھ (ਠ ਢ) آپس میں ملتے جلتے ہیں صرف فرق

اتنا ہے کہ ڈھ کے بائیں جانب امتیاز کے لئے ایک خط بڑھا دیا گیا ہے۔

گرمکھی حروف اُ اور اُو (ਉ ਊ) کے نیچے جو آڑی لکیریں پائی جاتی

ہیں وہ جان بیمز کے نزدیک قدیم براہمی حروف کی ماترائیں ہیں جو اصل حرف

کے نیچے ایک یا دو آڑی لکیریں کھینچ کر ظاہر کی جاتی تھیں مثلاً۔

(کُو) ‌ (کُ) ‌ (کَ) +

شکل ۱۹۶

گرمکھی حروف کی ترتیب دیوناگری سے مختلف ہے۔ حروف علت کے

بعد ہی سَ اور ہَ کو رکھا جاتا ہے۔ گرمکھی میں دیوناگری کے حروف [illegible]

اور ष بھی نہیں پائے جاتے کیونکہ یہ آوازیں پنجابی میں نہیں [illegible]

عربی فارسی کے الفاظ میں ش کو لکھنا ہوتا ہے تو سَ کے نیچے نقطہ [illegible]

چلاتے ہیں جیسے (ਸ਼)

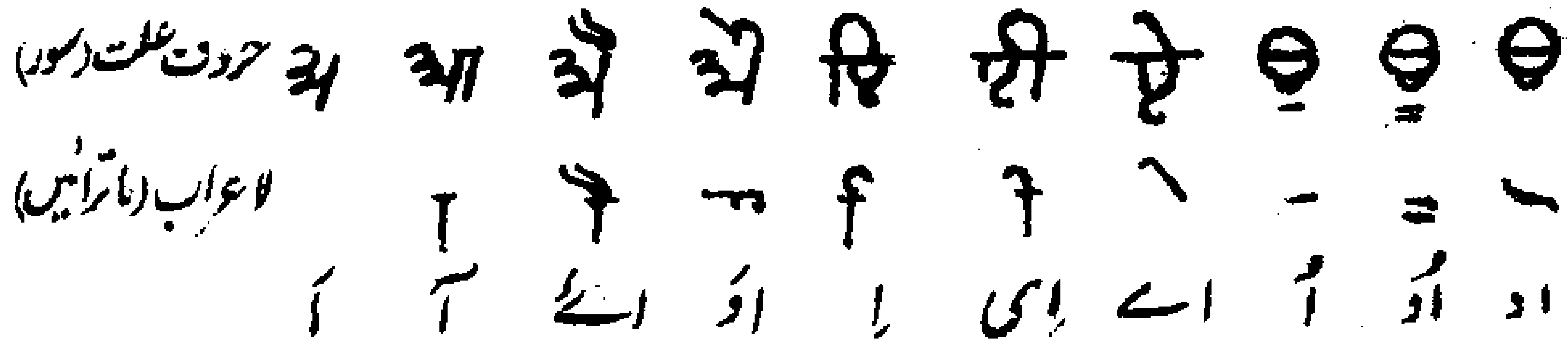
چونکہ کھ پر ز اور ڑ کا دھوکا ہوتا ہے اس لئے [illegible]

(تلفظ ش یا کھ) کام آتا ہے جس کی صورت بدل کر [illegible]

اوپر کا حصہ کھل گیا ہے۔

گرمکھی میں دس حروف علت کام آتے [illegible]

ਓ ਏ ਅ یہ نشانات [illegible]



شکل ۱۹۷

ہر حرف کا ایک علیحدہ نام ہے مثلاً اَ کو کنّا کہتے ہیں، آ کو سیاری۔ اسی طرح سَ کو سسّا اور ہَ کو ہاہا کہا جاتا ہے۔ نونِ غنہ کی دو علامتیں ہیں (ں ٠) جنھیں ٹپّی اور بندی کہتے ہیں۔ اس خط میں تشدید کے لیے بھی ایک علامت (ٮ) پائی جاتی ہے جسے اُدھک کہتے ہیں۔ ہندوستانی رسومِ خط میں یہ اپنی قسم کی غالباً واحد مثال ہے۔

گرمکھی کو عموماً پنجابی خط مانا جاتا ہے لیکن فی الواقع یہ پنجابی زبان سے مخصوص نہیں، بلکہ سکھوں کی مذہبی کتابوں کا خط ہے جو مختلف غیر پنجابی بولیوں میں لکھی گئی ہیں۔ سکھ مذہب سے متعلق ہونے کی بنا، پر اس خط کو بڑا فروغ حاصل ہوا اٹھارھویں صدی کے آخر میں جب سلطنت مغلیہ کا زوال ہوا اور سکھوں نے عروج حاصل کیا نیز اُنیسویں صدی کے آغاز میں جب پنجاب، اور کشمیر میں سکھوں کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس خط کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔

ٹکری خط اور اُس کی اقسام ۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۵) گریرسن کے نزدیک اس کا نام ٹکری یا ٹھکری، ٹکا قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جو سیالکوٹ میں حکومت کرتا تھا۔ بوکر کے نزدیک یہ خط شاردا کی ایک قسم ہے لیکن گریرسن نے اس کا تعلق لنڈا خط سے ظاہر کیا ہے۔ یہ ایک بھدی لکھائی ہے جسے معمولی پڑھے لکھے تاجر کام میں لاتے ہیں۔ اس میں حروف علت اور اعراب کے اظہار کا طریقہ بے حد ناقص ہے۔ اس کی متعدد اقسام ہمالیہ کے نشیبی علاقوں اور شمالی

پنجاب میں رائج ہیں۔ یہ اُن پہاڑی زبانوں سے مخصوص ہے جو [illegible] سے لے کر مغرب میں بھدرا ول تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ زبانیں چند [illegible] سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں، مشرقی، وسطی اور مغربی۔ مشرقی اور وسطی پہاڑی کے لئے صرف دیوناگری خط استعمال کیا جاتا ہے۔ مغربی پہاڑی بولیاں ٹکری خط میں لکھی جاتی ہیں۔ ٹکری کی دو قسمیں ایک پنجابی اور ایک کو [illegible] بولی کے لئے بھی مستعمل ہیں۔ اس خط کی خاص قسمیں نیچے بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے پہلی دو نے سرکاری خط کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔

ڈوگری خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۶) یہ ڈوگری یا ڈوگرا زبان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو پنجابی کی ایک بولی ہے۔ اس کے بولنے والے زیادہ تر جموں اور آس پاس کے علاقوں میں آباد ہیں۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں ڈوگری کو ریاست جموں کا سرکاری خط قرار دیا گیا لیکن اسے طباعت میں نہیں استعمال کیا جاتا [illegible] زبان کی کتابیں چمبالی خط کی ایک قسم میں چھپتی ہیں۔ اس میں وہی حروف چلتے ہیں جو دیوناگری میں ہیں سوا ان حروف کے جن کی آوازیں ڈوگری [illegible] ہیں۔ ماتراؤں کے اظہار سے اس خط میں بھی بے پروائی برتی جاتی ہے [illegible] اُنھیں ظاہر ہی نہیں کیا جاتا۔ مرکب حروف (سنگت اکشر) کے [illegible] احتراز کیا جاتا ہے۔

چمبالی خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۷) یہ چمبہ کے [illegible] خط ہے۔ چمبالی مغربی پہاڑی کی ایک بولی ہے [illegible] پہاڑی کی چند اور بولیوں کے لئے بھی کام آتا [illegible] میں انگریزوں نے اسے سرکاری خط [illegible] خط سب سے [illegible]

کیا جاتا ہے اس لئے یہ لکھنے میں دیوناگری کی طرح صحیح اور آسان ہے۔ اِسے طباعت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

منڈیالی خط۔ ٹکری کی یہ قسم منڈیالی اور سُکیتی زبانوں کے لئے مستعمل ہے جو مغربی پہاڑی کی قسمیں ہیں منڈیالی زبان کو منڈی اور سُکیتی زبان کو سُکیت میں بولا جاتا ہے۔

سِرموری خط۔ سِرموری مغربی پہاڑی کی ایک بولی ہے جسے ریاست سِرمور (پنجاب) انبالہ اور جبل میں بولا جاتا ہے۔ کسی حد تک یہ خط دیوناگری سے متاثر ہے۔

جونساری خط۔ یہ خط سِرموری سے رشتہ رکھتا ہے اور جونساری زبان کے لئے کام آتا ہے جسے جونسار باور کے لوگ بولتے ہیں۔ اُن میں دیوناگری خط کا بھی رواج ہے۔

کوچی خط۔ ٹکری کی یہ قسم کوچی زبان سے مخصوص ہے جو مغربی پہاڑی کی ایک بولی ہے۔ اِسے باشہر (شملہ) کے لوگ بولتے ہیں۔

کلوئی خط۔ یہ مغربی پہاڑی کی کلوئی بولی کے لئے استعمال ہوتا ہے جسے کلو کی وادی (پنجاب) میں بولا جاتا ہے۔ اس خط کی دو قسمیں ہیں۔

کشٹا واری خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۸) کشٹا واری زبان کشٹا وار کی وادی میں بولی جاتی ہے۔ جو کشمیر کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ گریرسن کے مطابق اس کا خط ٹکری اور شاردا لکھائیوں کے درمیان کی کڑی ہے۔

شاردا خط۔ (شکل ۱۸۰ سطر ۲۹) یہ کشمیری ہندوؤں میں رائج ہے۔ لیکن تعلیم یافتہ مسلمان عربی یا فارسی خط استعمال کرتے ہیں۔ کشمیری لٹریچر بیشتر سنسکرت زبان اور دیوناگری خط میں پایا جاتا ہے۔ خود شاردا حروف کا میلان

دیوناگری کی طرف ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حروف کی [illegible]

علاوہ (جو دیوناگری اور دوسری ہندوستانی لکھائیوں میں پائی جا[illegible]

ان کے علیحدہ علیحدہ نام بھی ہیں۔ یہ خط گپت خط کی مغربی شاخ سے [illegible]

صدی عیسوی میں پیدا ہوا تھا۔

شمالی مغربی ہند کی لکھائیوں کے اس مختصر جائزے کے بعد خلاصے کے

طور پر یہ بتانا ضروری ہے کہ اس علاقے میں چار خط رائج ہیں۔ دو ادبی خط

شاردا اور گرمکھی اور دو غیر ادبی یعنی لنڈا اور ٹاکری۔

وسط ایشیا کے خط

گپت خط کی مغربی شاخ چینی ترکستان بھی پہنچ گئی تھی جہاں اس سے

دو خط پیدا ہوئے (۱) وسط ایشیا کا ترچھا خط جو غالباً چوتھی صدی عیسوی [illegible]

موجود تھا۔ اس میں تو خاری زبان لکھی جاتی تھی (۲) وسط ایشیا کا گھسیٹ [illegible]

جس کا نشو و نما چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی تک مکمل ہوا۔ اس میں [illegible]

زبان لکھی جاتی تھی۔ یہ دونوں زبانیں ہند یورپی شاخ سے تعلق رکھ[illegible]

خط سامی غالباً کھروشٹھی خط سے کافی متاثر ہوا تھا۔ ان خطوں [illegible]

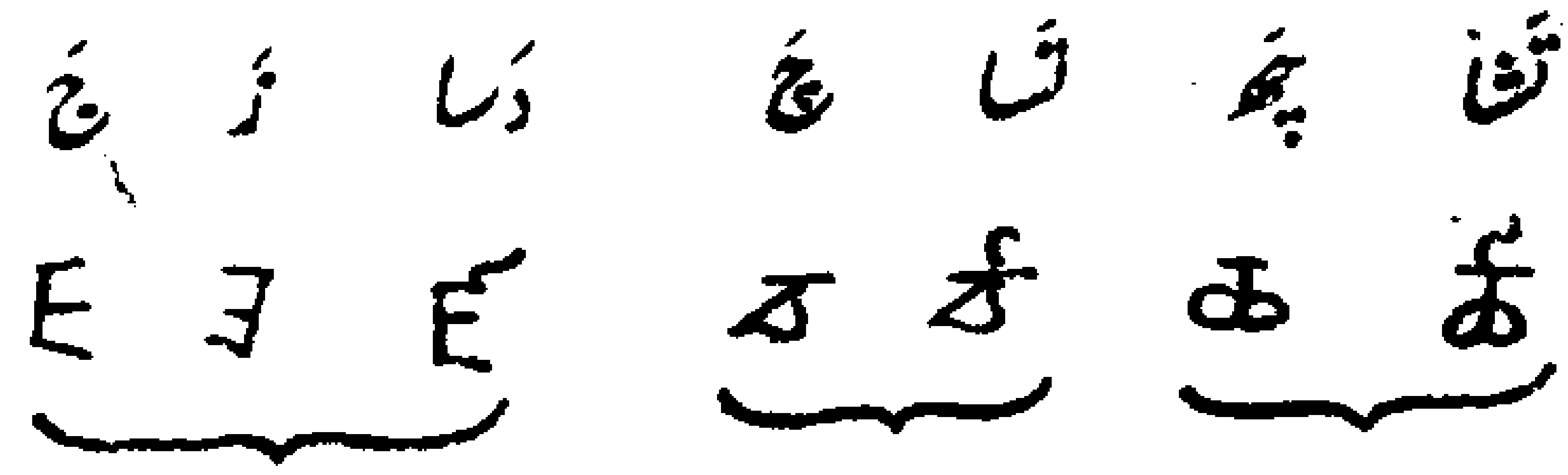
لندن، آکسفورڈ، پیرس اور کلکتہ کے عجائب خانوں میں [illegible]

نویں صدی عیسوی کا ایک ایسا مسودہ بھی موجود ہے جس میں [illegible]

ایشیا کے گھسیٹ گپت خط میں لکھا گیا تھا۔

تبتی خط اور اس کی شاخیں

تبت میں فن تحریر کا رواج ساتویں صدی سے پہلے ہوا تھا۔ ۶۳۹ء میں اس پر نظرثانی کی گئی بعض حروف کو حذف کر دیا گیا اور بعض کا اضافہ کیا گیا۔ مثلاً ژ کی آواز سنسکرت میں نہیں پائی جاتی لہٰذا اس کا نشان جَ کو اُلٹ کر بنایا گیا اور جَ ہی کے نشان پر ایک ماترا بڑھا کر دسا کی علامت بنائی گئی۔ اسی طرح چَ سے تسا اور چھ سے تشا کی علامات وضع کی گئیں۔ یہ آوازیں تبتی سے مخصوص ہیں[1]۔



شکل ۱۹۰

بعض تبتی حروف کی شکلیں بڑی پرانی ہیں۔ خصوصاً چھ جَ اور لَ گپت حروف سے مشابہ ہیں۔ اس امر پر اختلاف ہے کہ آیا تبتی خط براہ راست گپت خط سے ماخوذ تھا یا مشرقی ترکستان کے گپت خط پر مبنی تھا۔ ان میں سے آخری رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض باتوں میں تبتی خط ختنی کے مشابہ ہے۔ جب تبت والوں نے چینی ترکستان کو فتح کیا تو انھیں وہاں بدھ مذہب کی بڑی بڑی خانقاہیں اور کتب خانے دیکھنے کو ملے اور وہ ان سے اتنا متاثر ہوئے کہ بدھ مذہب اور ختنی خط دونوں کو اپنا لیا۔

---

[1] Tibetan English Dictionary by De Koros (1834)

تبتی خط کو تبتی کے علاوہ دوسری چھوٹی زبانوں کے لیے

کیا جاتا ہے جو بھوٹان، سکم، نیپال، لداخ اور

اس خط کی دو قسمیں ہیں (۱) طباعت کا خط جس میں

حروف کے سر بنائے جاتے ہیں۔ (۲) معمولی گھسیٹ خط جس میں اوپر کی لکیر

اُڑا دیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو شکل ۱۹۹ سطور ۵، ۶)

لاپچہ اور پاسیپّا خط

تبتی سے دو شاخیں پیدا ہوئیں ایک تو لاپچہ خط جو سکم میں رائج ہے

غالباً تبتی کے گھسیٹ حروف پر مبنی ہے[1]۔ دوسرے پاسیپا خط جسے

کے دلائی لاما (۱۲۳۴ء بہ ۱۲۷۹ء) نے قبلائی خاں کے عہد میں ایجاد کیا

(شکل ۱۹۹ سطریں ۷، ۸، ۹) اُس نے تبتی خط کو چینی اور منگولی زبانوں کے

موافق بنانے کی کوشش کی۔ چینی کے زیر اثر یہ خط اوپر سے نیچے کو لکھا



چینی کے برخلاف بائیں سے دائیں کو لکھتے تھے۔ بائیں جانب اس خط کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ یہ دلائی لاما کی مستند مہر کی نقل ہے[2]

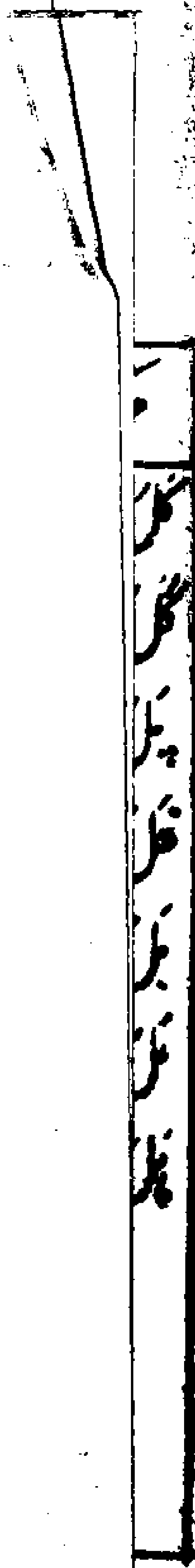
بعض مسودوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تبتی خط میں چینی زبان لکھنے کی بھی کوشش کی گئی تھی لیکن ناکامی ہوئی۔

---

[1] ... of Lepcha Language by Mainwaring

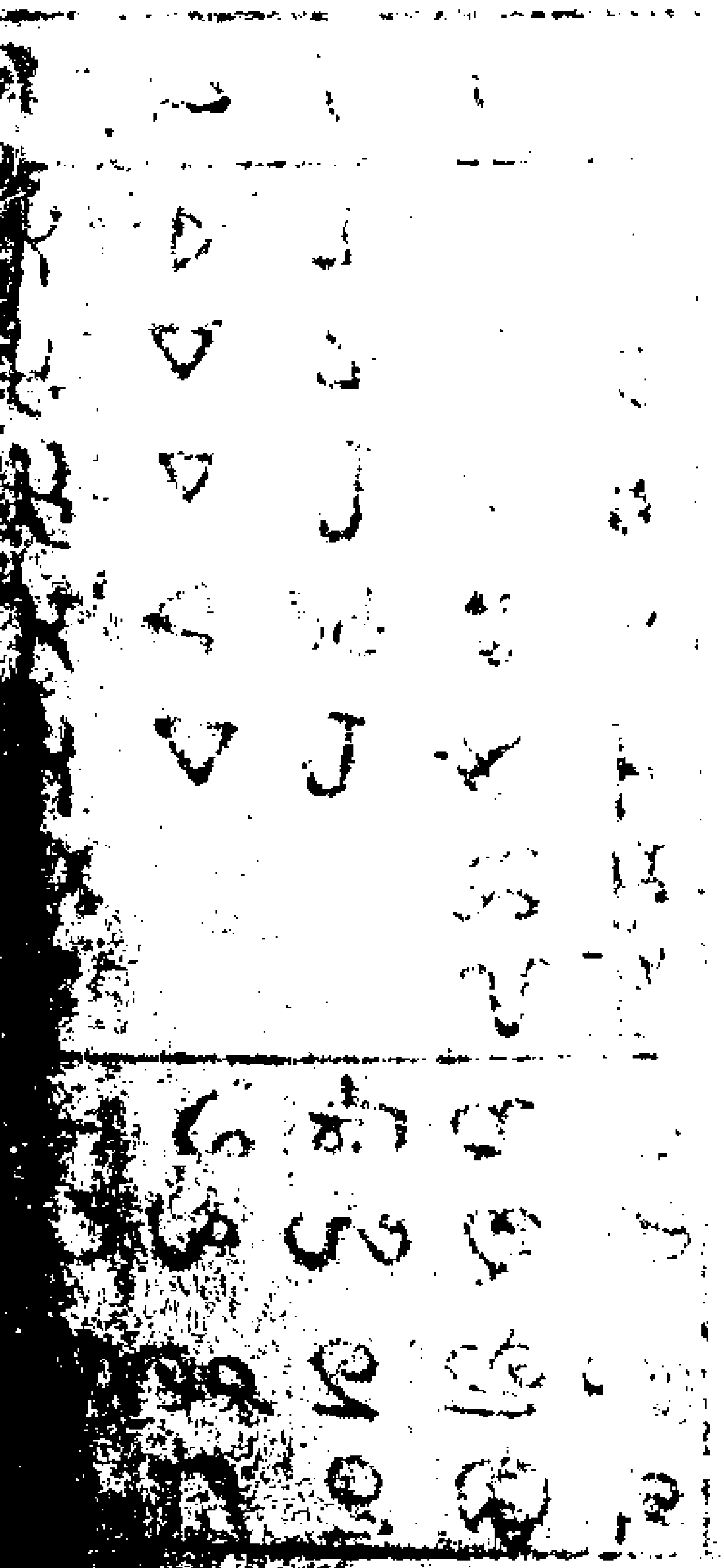
[2] ... the Dalai Lamas Seal & ... Journal of Royal

جنوبی ہند کے رسم خط



کی [illegible]
...کتبے مدقدا، منٹے ویلی، ہاتھی آباد اور رگھوسنڈی وغیرہ میں دستیاب
ہوئے ہیں۔ ان کا زمانہ ۳۰۰ ق۔م سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک ہے۔

تبتی خط کو تبتی کے علاوہ دوسری بھوٹیہ زبانوں ...
کیا جاتا ہے جو بھوٹان، سکم، نیپال، لداخ اور بلتستان ...



... Note on the Dalai Lamas Seal &
... Journal of Royal
... 1910

جنوبی ہند کے رسم خط

ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شمالی ہند (جسے کلاسیکی ادب میں "آریہ ورت" یا "اُتر پتھ" کہا گیا ہے) اور جنوبی ہند (کلاسیکی ادب کا "دکھن" یا "دکھشنا پتھ") ان کے درمیان دریائے نربدا یا وندھیاچل کو حد فاصل مانا جاتا ہے۔

جنوبی ہند میں زمانۂ قدیم سے دراوڑ لوگ آباد رہے ہیں جن کی زبان ہند آریائی خاندان سے بالکل علیحدہ ہے۔ گریرسن کے مطابق دراوڑی زبان کی بارہ بولیاں ہیں جن میں سے چار خاص ہیں :۔

(۱) تامل۔ اس کے بولنے والے صوبہ مدراس اور شمالی سیلون (لنکا) میں آباد ہیں۔

(۲) تیلگو۔ یہ آندھرا پردیش میں بولی جاتی ہے۔

(۳) ملیالم۔ کیرلا کی زبان ہے۔ اس کا تامل سے گہرا رشتہ ہے۔ لیکن نسبتاً سنسکرت سے زیادہ متاثر ہے۔

(۴) کنڑی۔ یہ صوبہ میسور میں بولی جاتی ہے اور بہ نسبت تامل کے تیلگو سے زیادہ قریب ہے۔

قدیم دراوڑی خط۔ کرشنا ضلع میں بھٹی پرولو کے بدھ استوپ میں ملے ہوئے بعض ظروف کے کتبے (زمانہ ۲۰۰ ق۔م) براہمی خط کی ایک مقامی شاخ کی نمائندگی کرتے ہیں جسے بولرنے "دراوڑی" کہا ہے۔ اس خط کے اب تک جو کتبے مدورا، منٹے ویلی، ہاتھی آباد اور گھوسنڈی وغیرہ میں دستیاب ہوئے ہیں ان کا زمانہ ۳۰۰ ق۔م سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک ہے۔

ابتدائی کلنگ خط ۔ کلنگ خلیج بنگال ...
مہا ندی اور گوداوری کے درمیان واقع ہے ۔ اشوک نے اسے ...
میں فتح کیا تھا لیکن اشوک کے بعد وہ پھر آزاد ہو گیا ۔ اس خط کا ...
کے راجہ کھرا ویل نے کٹک سے کچھ دور ہاتھی گپھا میں کندہ کرایا تھا ...
کا ہے ۔

ابتدائی مغربی دکنی یا آندھرا خط ۔ آندھرا ، گوداوری اور ...
درمیان کی سرزمین کا نام تھا ۔ یہاں کے لوگ پہلے موریہ حکومت کے ...
لیکن اشوک کی وفات کے بعد انھوں نے اپنی آزاد حکومت جمالی جو ...
سے زیادہ (۲۲۰ ق ۔ م ۔ ۲۲۵ عیسوی) تک قائم رہی ۔ آندھرا کے ...
نے اپنی حکومت کو جنوب کی طرف وسیع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ...
قابض ہو گئے ۔

آندھرا خط (جس کا دوسرا نام " ابتدائی مغربی دکنی " ...
صدی ق ۔ م کے نصف اول سے پہلی صدی عیسوی تک ...
اہم کتبہ ناناگھاٹ کے غار (پونا ضلع) میں پایا جاتا ہے ...
نائنکا (یا ناگ نکا) نے کندہ کرایا تھا اس خط کے دوسرے ...
اور اجنتا کے غاروں میں ملے ہیں ۔ (ملاحظہ شکل ...

موجودہ رسوم خط کے پیشرو ۔ ...
(یا آندھرا) سے دوسری اور چوتھی ...
وہ جنوبی ہند کے رسوم خط کا ...
تامل ... ...

راجاؤں نے عروج حاصل کیا۔ وہ کرشنا اور گوداوری کی وادیوں میں حکومت کرتے تھے۔ بعد ازاں چھٹی صدی کے اخیر میں چالوکیہ خاندان کی بنیاد پڑی۔ وینگی اور چالوکیہ خاندان کے کتبوں میں ہمیں کنتری اور تیلگو حروف کی قدیم صورتیں نظر آتی ہیں اور کیرا کے کتبوں (زمانہ ۴۷۶ء) کے حروف تامل، تولو، ملیالم اور گرنتھ لکھائیوں کا ماخذ تھے۔

چالوکیہ خاندان کے قدیم ترین کتبے ۵۷۸ء اور ۶۳۴ء کے ہیں۔ ان کے حروف وتیجی خط کی ترقی یافتہ صورت ہیں۔ شکل ۲۰۱ کی چھٹی سطر میں جن حروف کو دکھایا گیا ہے اُن کا زمانہ ۹۴۵ء ہے۔ یہ امراوتی کی تختیوں سے منقول ہیں۔ امراوتی، بیز واڈا سے ۱۸ میل جانب مغرب دریائے کرشنا کے کنارے واقع ہے۔ اس لئے یہ خط کرشنا کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ کنتری اور تیلگو لکھائیوں کا ماخذ تھا چنانچہ آج بھی ان دو خطوں میں کافی مشابہت ہے۔ (ملاحظہ ہو شکل ۲۰۱ سطر ۸، ۹)

شکل ۲۰۱ کی ساتویں سطر کے حروف بھی تقریباً اسی زمانے (دسویں صدی عیسوی) کے ہیں یہ اُن تانبے کی تختیوں سے منقول ہیں جو سیونی (گاؤں) میں ملی تھیں۔ ٹیلر نے اس طرز تحریر کو نربدا اور ڈرینگر نے وسط ہند کا خط بتایا ہے۔ وسطی ہندوستان اور شمالی حیدرآباد میں اس کا عام رواج تھا اور صوبہ بمبئی اور میسور میں بھی اسے کبھی کبھی استعمال کرتے تھے۔ اس خط کی نمایاں خصوصیت حروف کے بالائی حصوں کا "صندوق نما" ہونا ہے جنھیں کبھی خالی رہنے دیتے اور کبھی روشنائی سے بھر دیا جاتا۔ اسی لئے انگریزی میں انھیں (Box Headed Characters) کہتے ہیں۔ ٹیلر نے اس لکھائی کو شمالی اور جنوبی ہند کے رسوم خط کی درمیانی کڑی بتایا ہے۔

وٹے لتو خط۔ ساتویں صدی سے کچھ پہلے وٹے لتو خط وجود میں آیا۔

اس خط کی ابتدائی تاریخ غیر واضح ہے تاہم کہا جاتا ہے کہ ...
سے متاثر ہوا۔ چونکہ اس کے حروف گولائی لئے ہوتے ہیں اس لئے ...
کہتے ہیں (اس کے لفظی معنی ہیں "مدور خط") یہ خط تنجور کے جنوبی ...
علاقے میں، نیز جنوبی ملابار اور تراونکور میں رائج تھا۔ تراونکور کے اطراف ...
اب بھی کہیں کہیں مستعمل ہے لیکن اس کی صورت بدل چکی ہے۔

گرنتھ خط - یہ کتابی خط ہے جس میں تامل برہمن اپنی مقدس کتابیں
لکھتے ہیں۔ زمانۂ قدیم سے ابتک اس کی چار صورتیں رہی ہیں:-

"ابتدائی گرنتھ" - یہ پلّو راجاؤں کا خط تھا جس کے نمونے پانچویں ...
صدی عیسوی کی مسی تختیوں پر نظر آتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ قدیم کنتری تیلگو ...
کے مشابہ تھا۔ ساتویں صدی کے اخیر کا خط "وسطی گرنتھ"، اور آٹھویں صدی
کے اختتام یا نویں صدی کے آغاز کا خط "عبوری گرنتھ" کہلاتا ہے۔

"موجودہ گرنتھ" خط کا آغاز تقریباً ۱۳۰۰ء سے ہوا۔ آج کل اس کی ...
پائی جاتی ہیں۔ برہمنی یا مربع خط جو تنجور میں مستعمل ہے اور جینی یا مدور خط ...
اور مدراس کے جینی لوگ استعمال کرتے ہیں۔

تولو ملائم خط - یہ گرنتھ کی ایک قسم ہے۔ برنیل کی تحقیقات ...
اس کی تخلیق نویں یا دسویں صدی عیسوی میں ہوئی تھی۔ اس کی ...
(۱) تولو کا خوشنما خط جو ابتک اپنی قدیم حالت پر ہے (...)
(۲) وہ بے ڈھنگا خط جو ملابار کے مخطوطات میں پایا جاتا ہے ...
سترھویں صدی سے ملائلم زبان کو لکھنے کے لئے ...
موجودہ ملائلم خط برنیل کے نزدیک ...
تامل خطوں سے متاثر ہے ...

اہم ٹراونکور کا خط ہے۔

تامل خط۔ (شکل ۲۰۱ سطر ۱۱) بولر کے مطابق یہ خط چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی کے براہمی خط سے نکلا اور بعد میں گرنتھ خط سے متاثر ہوا۔ لیکن برنیل کے بیان کے مطابق تامل خط گرنتھ ہی کی ایک ترمیم شدہ صورت ہے اور اس کے آخری چار حروف وٹے لتو خط سے ماخوذ ہیں۔ بعد میں اس خط نے وٹے لتو خط کی جگہ لے لی۔ پندرھویں صدی عیسوی تک موجودہ تامل خط کا نشوونما مکمل ہو چکا تھا البتہ انیسویں صدی میں طباعت کا رواج ہونے پر بعض حروف کی شکلوں میں کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔

لنکا۔ تیسری صدی ق۔م کے دوسرے نصف میں بدھ مذہب لنکا میں پھیل گیا اور اس کے ساتھ ہی پالی زبان اور براہمی خط بھی وہاں پہنچ گئے۔ ابتدائی دور کے کتبوں کی لکھائی اشوک کے زمانے کے براہمی خط سے مشابہ ہے۔ پہلی صدی ق۔م تک اس خط میں مقامی رنگ پیدا ہو گیا۔ قرون وسطیٰ میں (آٹھویں صدی سے لے کر گیارھویں صدی عیسوی تک) وہ گرنتھ سے متاثر ہوا اور تیرھویں صدی عیسوی میں اس سے موجودہ سنہالی یا سنگھالی خط پیدا ہوا۔

سنہالی دراصل لنکا کے ہند آریائی باشندوں کا نام ہے جن کے آباد ہونے کے بعد سے لنکا کا نام سنسکرت میں سنہل دویپ پڑا (اہل عرب اُسے سنہل، سیہل یا سراندیپ کہتے تھے۔ ان میں سے پہلے دو لفظ پرتگیزوں کے ذریعہ بگڑ کر سیلون بن گئے) لنکا کے شمالی حصے میں تامل اور جنوبی حصے میں سنہالی زبان بولی جاتی ہے۔ یہ ہند آریائی زبان ہے جس پر دراوڑی زبان خصوصاً تامل کا گہرا اثر پڑا ہے۔ موجودہ سنہالی خط میں ۵۴ حروف کام آتے ہیں جن میں سے ۱۸ حروف علت ہیں اور ۳۶ حروف صحیح۔ یہ قدیم خط سے زیادہ مکمل ہے جس میں

کل ۳۳ حروف (۱۲ حروف علت اور ۲۱ حروف صحیح) کام آتے

شکل ۲۰۱ سطر ۹)

مالدیپ سیلون سے تقریباً ۴۰۰ میل کے فاصلے پر ہونگے کے چھوٹے

تقریباً ۲۰۰۰ جزیروں کا ایک مجموعہ ہے جسے مالدیپ کہتے ہیں۔ ان میں

۲۱۷ جزیرے آباد ہیں۔ یہاں کے لوگ پہلے بدھ مذہب کے پیرو تھے لیکن

اہل عرب کے زیر اثر جن سے ان کے صدیوں پرانے تجارتی تعلقات تھے

انھوں نے بارھویں صدی کے وسط میں اسلام قبول کرلیا۔

یہاں کی زبان کا سنہالی زبان سے گہرا رشتہ تھا لیکن جنوبی ہند اور عرب

کے تاجروں سے میل جول کی وجہ سے وہ کافی مخلوط ہو گئی ہے۔ یہ حال مالدیپ

کے شمالی حصے کا ہے۔ جنوبی جزائر کے باشندے باہر والوں سے بہت

کم متاثر ہوئے ہیں۔

مالدیپ میں آج کل دو خط رائج ہیں (۱) عربی خط جس میں عربی زبان

لکھی جاتی ہے اور کبھی کبھی مالدیپ کی زبان بھی کچھ ترمیم کرکے لکھ لیتے ہیں

(۲) گبولی تانا خط جو عربی کی طرح دائیں سے بائیں کو لکھا جاتا ہے لیکن نہ

عربی خط ہے اور نہ ہندی۔ اس میں کل ۱۸ حروف کام آتے ہیں جن میں

پہلے ۹ (جیسا کہ پرنسیپ نے ظاہر کیا تھا) عربی کے عددی ...

بقیہ ۹ قدیم تیلگو کنڑی ہندسے ہیں۔ ان کی آوازیں حروف کی ...

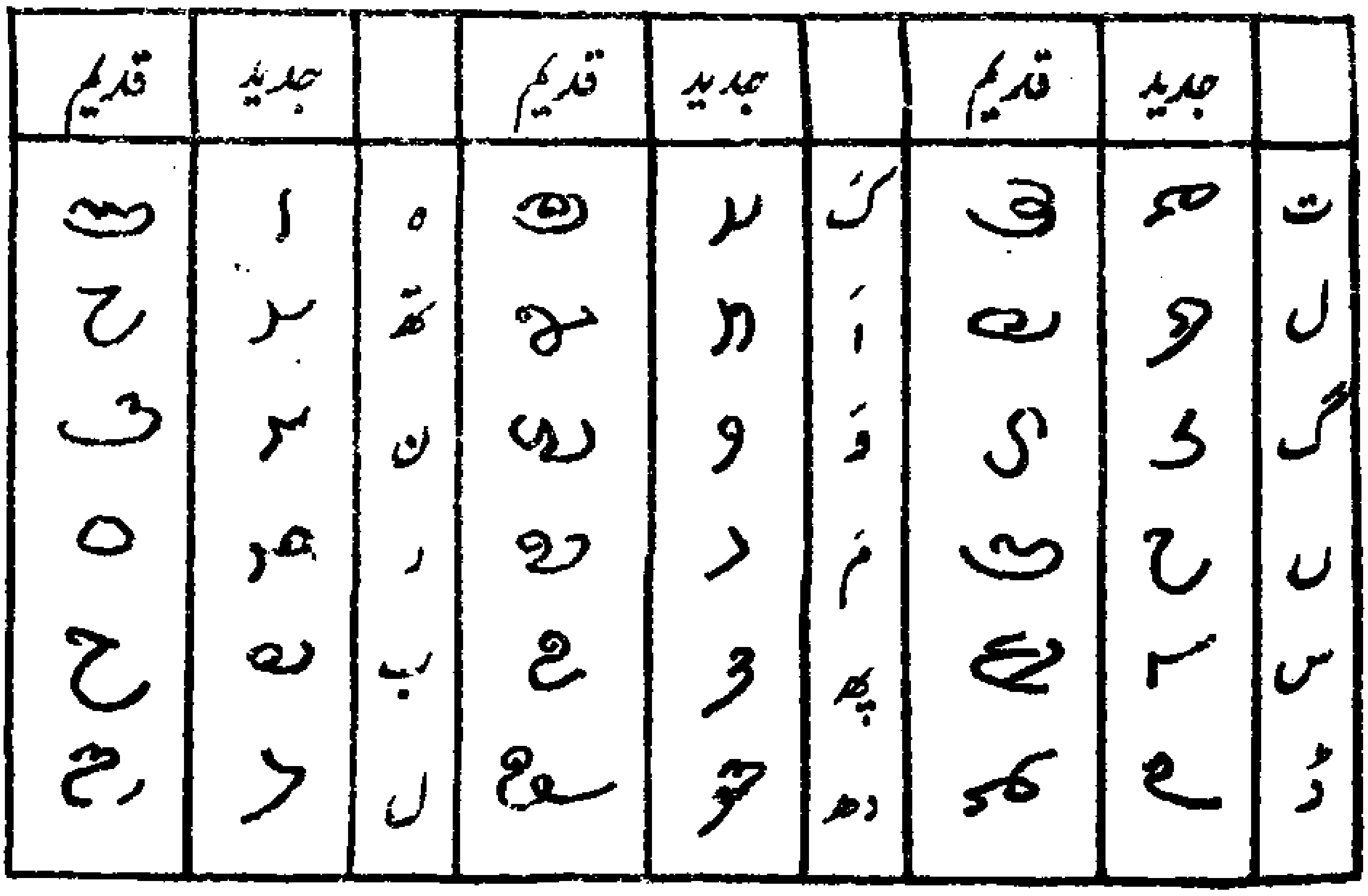
ہیں۔ یہ خط اپنی قسم کی واحد ایجاد ہے لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ ...

ایجاد کیا تھا یا مالدیپ کے اصلی باشندوں ... عربی ...

غیر ملکی تاجروں کے میل جول کا نتیجہ ...

اس ...

تھی۔ اس کے حروف کنڑی اور تُولو سے مشابہ تھے اور اسے بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا تھا۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں اس کی جگہ تاناخط نے لینا شروع کی لیکن پھر بھی اسے گذشتہ صدی کے آخر تک جنوب کے جزائر میں استعمال کیا جاتا رہا۔



شکل ۲۰۲

ہندوستان عظمیٰ کے خط

ہندوستان عظمیٰ (Greater India) سے مراد وہ ممالک ہیں جہاں ہندوؤں نے نوآبادیاں قائم کیں اور ہندوستانی تہذیب و تمدن کو رواج دیا۔ اس کا آغاز تجارتی تعلقات اور مذہبی اشاعت سے ہوا۔ اشوک کے زمانے سے بدھ مبلغوں نے دوسرے ملکوں میں آنا جانا شروع کیا۔ اس طرح لنکا، برما، سیام، نیپال، تبت، وسط ایشیا، چین، کوریا اور جاپان میں بدھ مذہب پھیلا۔ سنہ عیسوی کی ابتدا سے بنگال اور کارومنڈل کے ساحل سے ہندوستانی

تاجر اور برہمن اپنی تہذیب کو جنوبی مشرقی ایشیا کے ممالک اور جزیروں میں لے گئے۔ مذہبی اشاعت اور تجارتی مفاد کے علاوہ جب ... بھی شامل ہو گئے تو ان ملکوں میں ہندو راج قایم ہو گئے۔

چونکہ جنوبی مشرقی ایشیا کی تہذیب کا اصل ماخذ جنوبی ہند کا ... تھا اس لئے وہاں گرنتھ خط کا رواج ہوا۔ پہلے اس خط میں سنسکرت زبان لکھی جاتی تھی لیکن بعد میں مقامی زبانیں بھی لکھی جانے لگیں۔

ہند چین۔ قدیم ہند کے لوگوں نے چین میں کئی ریاستیں قائم کیں ... سب سے پہلے کا مبوج یا کمبوجا کی ریاست قائم ہوئی اس کی بدلی ہوئی صورت کمبوڈیا ہے (اس کا مقامی نام کھمیر ہے، اہل چین اُسے فنان کہتے تھے) روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریاست ۱۹۲ء میں موجود تھی۔ اس کا بانی ... نامی جاوا کا ایک برہمن تھا جس نے یہاں کی ناگا رانی کو شکست دے کر ... شادی کر لی۔

کمبوڈیا کے مشرق میں چمپا کی ریاست واقع تھی (موجودہ کوچین چین ...) دوسری صدی عیسوی سے یہاں ہندوستانی آباد ہونا شروع ہوئے اور ... عیسوی تک اپنی حکومت قائم کر لی۔

کمبوڈیا اور چمپا کا رسم خط جنوبی ہند کے گرنتھ خط کی ایک شکل ... میں اسے صرف سنسکرت زبان لکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا ... زبانوں کو بھی لکھنے لگے۔ کمبوڈیا میں کھمیر اور چمپا میں چم ... وہاں کے باشندوں کا بھی نام ہے ... ساتویں صدی عیسوی کے اخیر سے ... کتبے ملے ہیں۔

جنوبی مشرقی ایشیا کا سب سے پرانا کتبہ چمپا میں ایک چٹان پر سنسکرت زبان میں کندہ ہے۔ اس کا زمانہ دوسری یا تیسری صدی عیسوی ہے۔ چمپا کے بیشتر کتبے سنسکرت اور چم زبان میں ہیں۔ آٹھویں صدی عیسوی تک چم خط کا ارتقار مکمل ہو چکا تھا (اسی زمانے سے سنسکرت کی جگہ چم زبان نے لے لی) یہ آج بھی کمبوڈیا اور انام میں رائج ہے۔ اس میں چم کے علاوہ کھمیر زبان بھی لکھی جاتی ہے لیکن ان دو زبانوں کی لکھائیوں میں کچھ فرق ہے اور ان کی متعدد اقسام ہیں۔

برما۔ برمی زبان کا تعلق "تبت چینی خاندان" سے ہے۔ اس کے بولنے والے تقریباً ۸۰۰ء میں شمال کی طرف سے ہجرت کرکے اراودی کی وادی میں آباد ہو گئے۔ ان سے پہلے جو لوگ آباد تھے، وہ اپنے کو مان کہتے تھے۔ ان کا دوسرا نام تلینگ ہے غالباً اس لفظ کا تعلق تلنگانہ سے ہے کیونکہ ان کی تہذیب کا ماخذ جنوبی ہند کا وہ علاقہ تھا جسے تلنگانہ کہتے ہیں۔ چنانچہ برما میں ۸ ویں صدی عیسوی کے جو کتبے ملے ہیں ان کا رسم خط کانچی کے پلو راجاؤں کے کتبوں کے گرنتھ خط سے مشابہ ہے۔ بعد میں اس مان خط کو جسے پیگو بھی کہتے ہیں برمی لوگوں نے اختیار کرلیا۔ (شکل ۲۰۳ سطر ۱۰) گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی میں وہ لنکا کے سنہالی خط سے متاثر ہوا۔ برمی خط کی ابتک تین قسمیں رہی ہیں:-

(۱) کیوسا یعنی "پتھر پر کندہ کیا جانے والا خط (شکل ۲۰۳ سطر ۶) یہ صرف پرانے کتبوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے حروف زاویے دار اور پر تکلف ہوا کرتے تھے۔

(۲) مربع پالی خط (شکل ۲۰۳ سطر ۸) یہ بدھ مذہب کے صحیفوں کا خط تھا۔ اسے سیاہی اور برش سے موٹا موٹا لکھا جاتا تھا۔ اس خط میں لکھی ہوئی کتابیں خطاطی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

(۳) موجودہ برمی خط (شکل ۲۰۳ سطر ۷) اس میں ۳۲ حروف صحیحہ اور

۱۰ حروف علت کام آتے ہیں۔ پرانے زمانے میں اسے تائی لکھا جاتا
تھا اس لئے اُڑیا کی طرح اس کے حروف بھی مدور ہوتے ہیں۔

برمی سے رشتہ رکھنے والی دوسری زبانیں اہام، کھامتی، شان اور لاؤ
یہ کل زبانیں سیامی چینی کی تھائی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی لکھاوٹ
آپس میں گہرا رشتہ ہے، غالباً وہ برمی خط کی مختلف صورتیں ہیں۔

اہام خط (شکل ۲۰۳ سطر ۱۱) کبھی آسام میں رائج تھا (دراصل اہام
آسام ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے) اس میں ۱۸ حروف علت اور ۲۳ حروف صحیح
کام آتے تھے۔ اٹھارھویں صدی کے اخیر سے اہام کی جگہ آسامی زبان
لے لی جس کا تعلق ہند آریائی شاخ سے ہے۔

کھامتی زبان مشرقی آسام اور چینی علاقے کھامتی لانگ میں بولی جاتی ہے
کھامتی خط شان کی ایک قسم ہے۔ یہ ۱۹ حروف علت اور ۱۷ حروف صحیح
شان خط جو شان ریاستوں میں رائج ہے برمی سے ماخوذ ہے۔ لاؤس خط
سیام اور برما کے کچھ حصے میں رائج ہے۔ اس میں ۴۶ حروف کام آتے
خط غالباً آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں ظاہر ہوا اور تیرھویں صدی
تک اس کا ارتقاء مکمل ہو گیا۔ اس کی دو قسمیں ہیں مذہبی اور غیر

سیام۔ یہاں کی زبان کا تعلق سیامی چینی خاندان کی تھائی شاخ
سے ہے۔ اس کے الفاظ یک رکنی ہوتے ہیں اس لئے ایک ہی لفظ
ہوا کرتے ہیں جن میں تمیز کرنے کے لئے پانچ لہجے پائے جاتے
کہ سیامی خط میں حروف علت بہت زیادہ ہیں [illegible]
صحیح کام آتے ہیں۔ حروف علت [illegible]
علاوہ مناسب ہوگا کیونکہ [illegible]

حروف کے اخیر میں آ کی آواز شامل رہتی ہے۔ بعض آوازوں کے لئے متعدد نشانات ہیں مثلاً کھ کے لئے ۲ اور تَ کے لئے ۸، ان کے تلفظ میں یقیناً کچھ فرق پایا جاتا ہوگا جس کا صحیح اندازہ سننے ہی پر ہو سکتا ہے۔

سیامی خط کی ایجاد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ سنہالی پالی سے ماخوذ تھا۔ بعض برمی خط کو اس کا ماخذ قرار دیتے ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ کمبوڈیا کے خط سے نکلا تھا اور کمبوڈیا کا خط اُس گرنتھ خط کی ایک شاخ تھا جو جنوبی ہند کے چھٹی سے لے کر آٹھویں صدی عیسوی تک کے کتبوں میں پایا جاتا ہے۔

انڈونیشیا۔ سماترا، جاوا اور بالی کے علاقوں میں ہندوستان کی تہذیب کا اثر سنہ عیسوی کے آغاز سے شروع ہوا۔ چوتھی صدی عیسوی تک وہاں ہندو حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ ساتویں صدی عیسوی کے اخیر میں ہندستانی مہاجرین کی ذریات نے سماترا میں شری وجے کے نام سے ایک زبردست سلطنت قائم کی۔ تیرھویں صدی عیسوی سے عربوں کے حملے شروع ہوئے اور اسلامی حکومت کا آغاز ہوا۔ بعد ازاں ڈچ لوگوں کا تسلط قائم ہوا جس کا خاتمہ ۱۹۴۹ء میں ہوا۔

انڈونیشیا کی زبانوں کا تعلق ملایا پالینیشیا کی زبانوں سے ہے۔ تعلیم یافتہ لوگ عربی یا رومن خط استعمال کرتے ہیں لیکن پرانے خیال کے لوگوں میں ہندی الاصل خط رائج ہے۔ وہ لکھنے کے لئے ابتک تاڑ کے پتے اور بانس کی پٹیاں استعمال کرتے ہیں جنھیں سی کرکت میں بنالی جاتی ہیں۔

جاوا کے پرانے خط کو کوی کہتے تھے (کوی مخفف ہے باسا کوی کا بمعنی "شاعری کی زبان")۔ اس کا ماخذ جنوبی ہند کا ابتدائی گرنتھ خط تھا۔ کوی خط کا

سب سے پرانا کتبہ ۸۰۰ء کا دینیا نامی مقام پر ملا تھا۔ وہیں بارہویں صدی عیسوی کے متعدد کتبے تانبے کی تختیوں پر پائے گئے ہیں۔ آج بھی کتبے ... ہے۔ اِسی کوی خط کی بدلی ہوئی صورت ابتک جاوا اور بالی میں رائج ہے جسے اکثر جاوا کہتے ہیں، اس میں ۲۰ حروف صحیح اور ۵ حروف علت کام آتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور علامتیں بھی ہیں۔

سماترا یہاں تین ہندی الاصل خط پائے جاتے ہیں: بٹاک، ریجانگ اور لیمپانگ۔ یہ کوی خط کی مسخ شدہ صورتیں ہیں بٹاک لوگ (جو اب سے کچھ پہلے تک آدم خور تھے) توبا جھیل کے آس پاس اور کسی قدر مشرقی ساحل پر آباد ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی مسلمان ہیں، ایک تہائی عیسائی اور باقی مظاہر پرست، ان کی اپنی زبان ہے جو ایک ہندی الاصل خط میں لکھی جاتی ہے (ملاحظہ ہو شکل ۲۰۳ سطور ۱۲ - ۱۳)

ریجانگ لوگ اپنے ملک کی سونے چاندی کی کانوں میں کام کرتے ہیں یہ مسلمان ہیں لیکن ان کا رسم خط ہندی الاصل ہے۔ (شکل ۲۰۳ سطر ۱۴) ... علاقے کے جنوب میں لیمپانگ آباد ہیں (یہ علاقے آبادی کے نام ... لیمپانگ کہلاتے ہیں) یہ بھی ہند و تہذیب کے زیر اثر تھے اور ابتک ... تمدن کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ان کا رسم خط بھی ہندی خط کی ایک ... (شکل ۲۰۳ سطر ۱۵)

اگرچہ ملایا اور بورنیو میں بھی سنسکرت کے کتبے ... مقامی زبانوں کو ہندی خط میں لکھنے کا کوئی ثبوت ...

فلپائن یہاں ہند و تہذیب ... خط غالباً جاوا کے کوی خط ...

۱۸۴۹ء میں عربی خط اور ۱۹۰۰ء میں رومن خط بھی یہاں پہنچ گئے۔ عربی اور رومن کے مقابلے میں ہندی خط کو پسپا ہونا پڑا۔ فلپائن کی مہذب اقوام میں سے تگالاگ اور بساایا نے عرصہ ہوا اپنا قدیم خط چھوڑ دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو شکل ۲۰۳ سطور ۱۶-۱۷) لیکن پتہ چلا ہے کہ اس خط کی بعض قسمیں اب بھی دو پست اقوام (تگبنوا اور منگین) میں رائج ہیں جو موجودہ تہذیب کے ہنگاموں سے بے خبر جنگلوں میں نیم برہنہ رہتی ہیں۔

سیلی بیز۔ یہاں کے لوگوں کی زبان "ملایا جاوائی شاخ" سے تعلق رکھتی ہے۔ مختلف اقوام میں بوگی اور مکسر خاص ہیں جو پہلے ہند و تہذیب کے زیر اثر تھیں لیکن بعد میں اسلام قبول کر لیا تاہم ہندوانہ اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت دو ہندی الاصل خط ہیں (شکل ۲۰۳ سطور ۱۸-۱۹) جو غالباً تگالاگ سے نکلے تھے۔ مذہبی ادب کا خط عربی ہے۔ اسلام اور عربی کے علاوہ عیسائی مذہب اور ڈچ زبان بھی رائج ہیں

کوریا کا خط ۱۴ حروف صحیحہ اور ۱۱ حروف علت پر مشتمل ہے۔ پہلے اس خط کو چینی سے ماخوذ اور جاپانی سے متاثر مانا جاتا تھا لیکن دراصل یہ خط کوریا کے بادشاہ سیت جونگ (۱۴۱۹ء-۱۴۵۱ء) نے تبتی خط سے متاثر ہو کر وضع کیا تھا۔ چنانچہ اس کے حروف کی ترتیب ہندی ہے اور بعض حروف کی صورتیں تبتی سے مشابہ ہیں۔ اس کے علاوہ کوریا میں چینی خط بھی رائج ہے لیکن وہ محض اعلیٰ طبقے تک محدود ہے۔

جاپان۔ قبل اس کے کہ چینی خط سے جاپانی خط وضع کیا گیا وہاں ایک ہندی الاصل خط رائج تھا جو غالباً کوریا سے پہنچا تھا چنانچہ اس خط میں لکھی ہوئی بعض تحریریں بھی موجود ہیں۔

خاتمہ

یہاں فن تحریر کی تاریخ ختم ہوجاتی ہے لیکن ابھی ہمیں اس کے بعد کی [illegible]
چند نئی ایجادوں اور موجودہ رجحانات کا مختصراً ذکر کرنا ہے۔

در اصل فن تحریر کی تاریخ خود انسان کی اپنی کہانی ہے۔ قوموں کے عروج و
زوال کی داستان ہے۔ مذہبی، تجارتی، سیاسی اور معاشی حالات نے دنیا کے
ہر رسم خط کو متاثر کیا ہے۔ دنیا کی ہر شئے کی طرح فن تحریر کا بھی ارتقا ہوا [illegible]
ہر رسم خط میں عہد بہ عہد تبدیلیاں ہوئی ہیں جو ارتقا کے مختلف مدارج کی نشاندہی
کرتی ہیں۔ تنازع للبقاء اور بقائے اصلح کے اصول بھی فن تحریر کی تاریخ میں [illegible]
نظر آتے ہیں۔

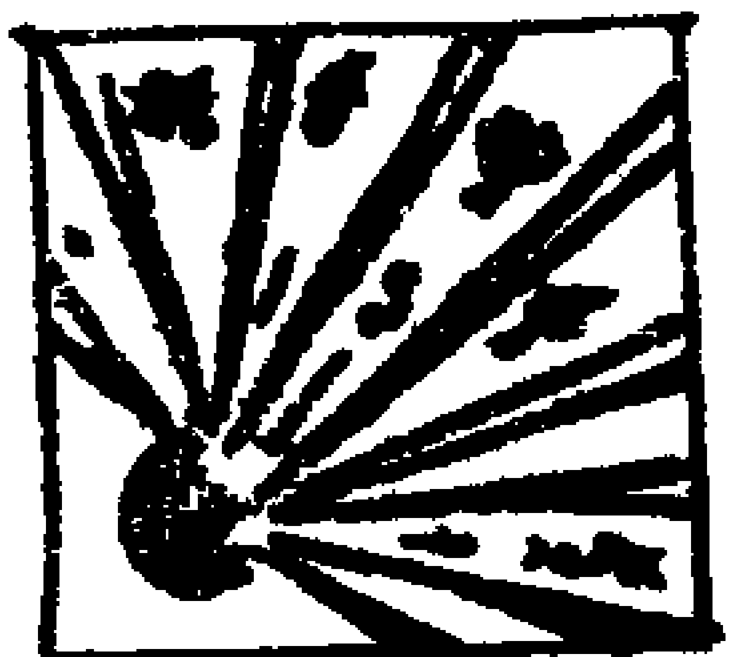
فن تحریر پہلے مصوری کی ایک شاخ تھا اور اب بھی ہے۔ اسلام میں [illegible]
ممنوع تھی لہذا مصوروں نے اپنے ذوق کی تکمیل کے لئے عربی خط [illegible]
بڑی بڑی جدتیں پیدا کیں۔ آج بھی ہر ملک کے آرٹسٹ اپنے [illegible]
جدت طرازی کرتے رہتے ہیں۔

جس طرح قدیم مصر میں بعض الفاظ کو لکھنے کے بعد ان کی [illegible]
جاتی تھیں اسی طرح آج کا مصور بھی اشتہار بنانے وقت [illegible]
بعد خوبصورتی کے لئے متعلقہ اشیاء کی تصویر [illegible]
تصویروں ہی میں الفاظ لکھتا ہے۔

بین الاقوامی تصویری [illegible]

[illegible]

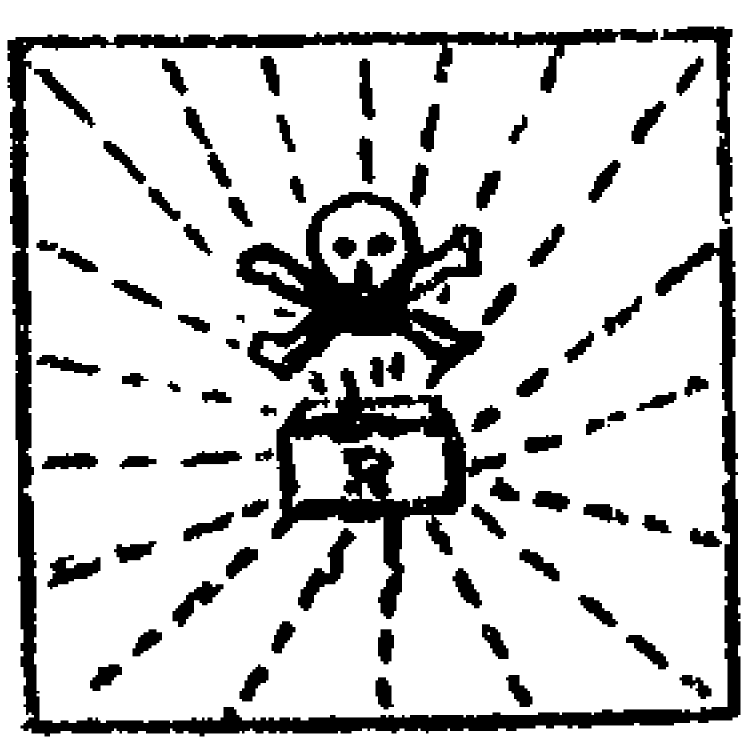
مہذب اقوام کے بین الاقوامی نقوش سے رہے ہیں۔ جاپانی رسم خط کے نمونے پر ایک ایسا خط ایجاد کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے جس کا زبان سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اُسی طرح جیسے ہندسوں کا کسی خاص زبان سے تعلق نہیں اور ہر شخص انھیں اپنی زبان میں جس نام سے چاہے پکار سکتا ہے لیکن ابتک کوئی ایسا خط ایجاد نہ ہو سکا البتہ "تصویروں کے ذریعہ تعلیم کا بین الاقوامی طریقہ" جسے (Isotype)[له] کہتے ہیں اس سلسلے کی ایک کڑی کہا جا سکتا ہے۔ آئی۔ ایل۔ او (انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن) نے مزدوروں کی حفاظت کے لئے خطرناک چیزوں کے بنڈلوں پر مندرجہ ذیل پانچ نشانات بنانے کی سفارش کی ہے اور امید ہے کہ جلد ہی یہ نشانات بین الاقوامی تصویری علامات کا ایک جزو بن جائیں گے۔


پھٹنے کا خطرہ


آتشگیر مادہ


تیزابی مادہ


زہریلا مادہ


مہلک شعاعیں

شکل ۲۰۴

له International System of Typographic Picture Education.

آمد و رفت کے نشانات، کیمیا، ریاضی اور دیگر علمیات کی [illegible]
اِسی قسم کے بین الاقوامی نقوش ہیں۔

اس تصویری خط کے مقابلے پر ایک بین الاقوامی صوتی خط بھی ایجاد [illegible]
جسے آئی۔پی۔اے[1] (I.P.A.) کہتے ہیں۔ اس میں ۲۰۰ سے زیادہ نشانات
کام آتے ہیں جو رومن کے ۲۶ حروف میں مختلف قسم کے تغیرات کرکے بنائے
گئے ہیں۔ صوتیات کی رُو سے یہ خط نہایت مکمل ہے لیکن اس کا استعمال [illegible]
لسانیات ہی کر سکتے ہیں۔

جدید مختصر نویسی ۔ زود نویسی کا احساس ہر قوم کو تھا مصر کی [illegible]
دیموطیقی خط تھا۔ ہندوستان کا مارواڑی خط اور اردو رسم خط بجائے خود [illegible]
کا کام دیتا ہے۔

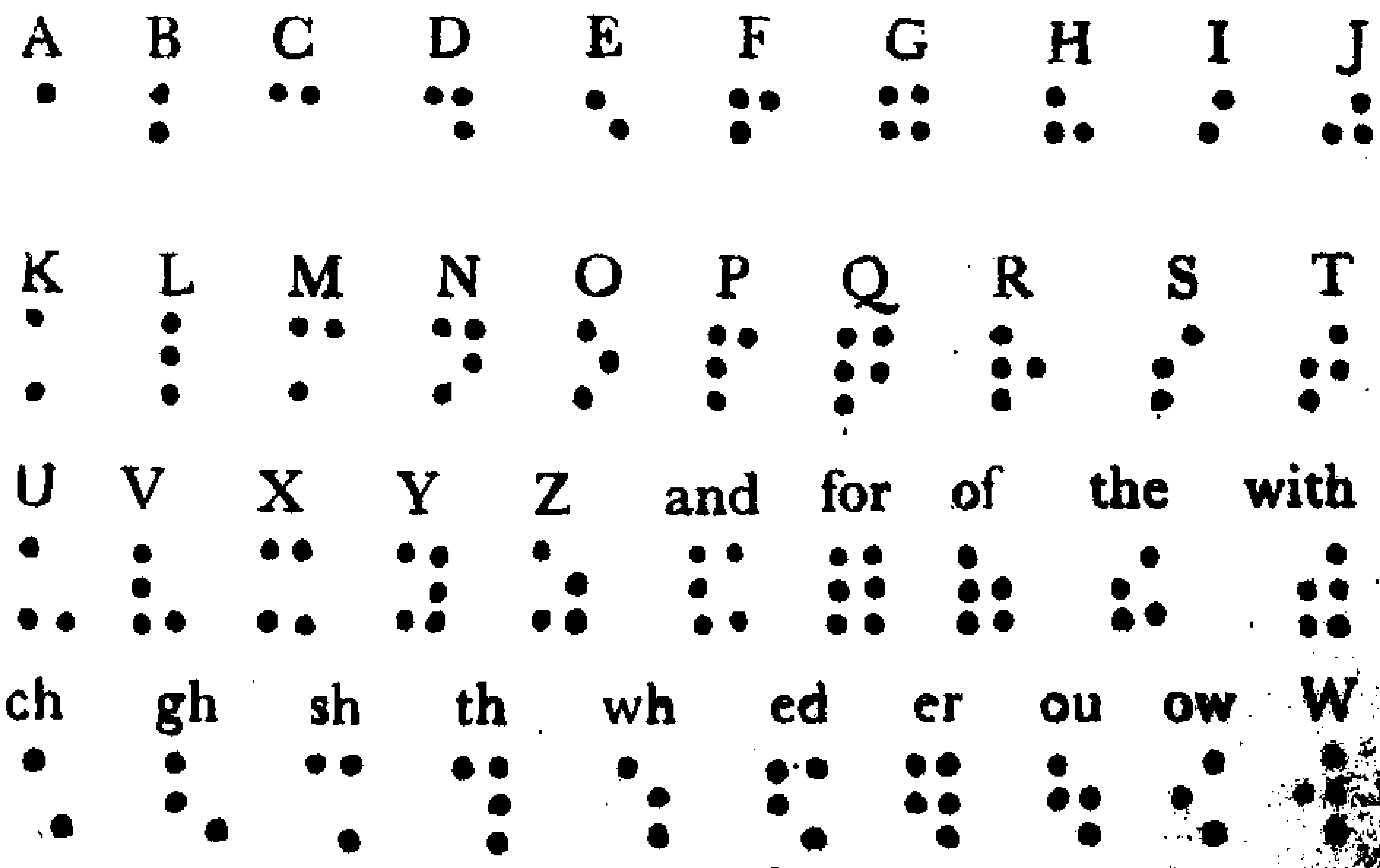
روم کے عروج کے زمانے میں مشہور خطیب سسرو کے [illegible]
Tullius Tiro) نے ایک طرح کی مختصر نویسی ایجاد کی تھی [illegible]
تھی۔ ہر اسکول میں اُس کی تعلیم دی جاتی تھی اور روم کے زوال کے [illegible]
اُس کا صدیوں رواج رہا۔

چوتھی صدی ق۔م کے ایک کتبے سے جو ایتھنس میں [illegible]
کہ یونان میں بھی ایک طرح کی شارٹ ہینڈ کا رواج تھا [illegible]
تک کی یونانی شارٹ ہینڈ کی تحریریں دستیاب ہوئی ہیں [illegible]
اردو اور ہندی کی شارٹ ہینڈ انگریزی [illegible]
یورپ اور امریکہ میں مقبول ترین [illegible]
نے ۱۸۳۷ء میں پیش کیا تھا [illegible]

اور گریگ (Gregg) کے طریقے بھی رائج ہیں جو پٹ مین کی شارٹ ہینڈ سے سہل ہیں لیکن اُتنے مکمل نہیں۔ ان کی وجہ سے تحریر میں وہی سرعت پیدا ہو گئی ہے جو تقریر میں پائی جاتی ہے۔ زود نویسی کا اب تک جو ریکارڈ قائم ہوا ہے وہ ایک منٹ میں ۳۰۰ الفاظ ہیں۔ مقابلے کے امتحانوں میں ایک منٹ میں ۲۵۰ الفاظ بہتوں نے لکھے ہیں یہ رفتار تقریر سے کہیں تیز ہے ہم ایک منٹ میں ۸۰ یا ۹۰ لفظ سے زائد نہیں بولتے۔ تیز بولنے والے مقرر زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں ۱۵۰ لفظ بولتے ہیں اور یہ رفتار ایک اچھا شارٹ ہینڈ لکھنے والا بہ آسانی حاصل کر سکتا ہے۔

اندھوں کے لئے اُبھرے ہوئے حروف

یہ ایک اندھے کی ایجاد تھی جو ۴ جولائی ۱۸۰۹ء کو فرانس میں پیدا ہوا اُس کا نام لوئی بریل تھا۔ اُس کا طریقہ (Braille System) کہلاتا ہے۔ یہ حروف چھ اُبھرے ہوئے نقطوں کو مختلف طرح سے ترتیب دے کر بنائے جاتے ہیں۔ ان نقطوں کو اُنگلی کے سرے سے ٹٹول کر حروف کی شناخت کی جاتی ہے۔



شکل ۲.۵

پہلے یہ نقطے ہاتھ سے بنائے جاتے تھے اور اس میں [illegible]
لیکن اب ان کے لکھنے اور چھاپنے کے لئے مشینیں استعمال کی جا[illegible]
اُبھرے ہوئے نقطوں میں تصویریں بھی بنائی جاتی ہیں جنھیں اندھا انگلیوں سے
ٹٹول کر محسوس کرتا ہے۔ اس رسم خط کے سیکھنے میں دو ہفتے سے زیادہ نہیں لگتے
اور مہارت حاصل ہوجانے پر اندھے اُسی تیزی کے ساتھ اس رسم خط کی کتابیں
پڑھ سکتے ہیں جس تیزی سے آنکھوں والے معمولی کتابیں پڑھتے ہیں۔

فن تحریر کا میکانکی پہلو۔ سامان کتابت میں وقتاً فوقتاً جو تبدیلیاں
ہوئیں اُن کا مفصل ذکر بجائے خود ایک کتاب کا محتاج ہے۔ مختصراً یوں
سمجھئے کہ فن تحریر کی تاریخ میں دو چیزیں خاص اہمیت رکھتی ہیں، کاغذ اور
طباعت اور یہ دونوں چین والوں کی ایجاد ہیں۔

سب سے پہلے ایک چینی ماہر نباتات سائی لُن (Tsai Lun) نے
۱۰۵ء میں پھٹے پرانے کپڑوں اور شہتوت کی چھال کو کوٹ پیس کر کاغذ [illegible]
اس ترکیب کو صدیوں چھپائے رکھا گیا یہاں تک کہ ۷۵۱ء میں چینیوں نے
سمرقند پر حملہ کیا اور مسلمانوں نے اُن کے چند آدمی گرفتار کر لیے۔ ان [illegible]
عربوں نے کاغذ بنانا سیکھا۔ ۷۹۳ء میں بغداد میں کاغذ سازی کا [illegible]
کھولا گیا۔ تقریباً ۹۰۰ء میں مصر، ۱۱۰۰ء میں مراکو اور [illegible]
اسپین میں کاغذ کے کارخانے کھولے گئے۔ ۱۱۸۹ء میں [illegible]
اٹلی، ۱۳۹۱ء میں جرمنی ۱۴۹۴ء میں انگلستان اور [illegible]
میں کاغذ بنانا شروع ہوا۔ پہلے کاغذ [illegible]
بنایا جانے لگا اور اب یہ مشینیں [illegible]
کاغذ جس پر اخبار چھپتے ہیں [illegible]

۱۰۰۰ فیٹ لمبا کاغذ ایک منٹ میں تیار کرسکتی ہے۔ ایک ہفتے میں اس مشین سے ۲۵۰۰ من کاغذ تیار ہوتا ہے اور ایسے کاغذ کا ایک رول ۵ میل لمبا اور ۱۴ یا ۱۵ من وزنی ہوتا ہے۔

کاغذسازی کے علاوہ فن طباعت میں بھی حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے چھاپے کی ابتدائی صورت سُمیری قوم میں نظر آتی ہے (۳۰۰۰ ق.م) جو بیلن نما مہروں کو گیلی مٹی پر پھرا کر نقش اتارا کرتی تھی۔ پھر چین کے لوگوں نے لکڑی کے بلاک کے ذریعہ چھاپنے کا طریقہ نکالا۔ اس کے لئے تختے کے اُبھرے ہوئے حروف پر سیاہی پھیر دی جاتی۔ پھر کاغذ کو تختے پر رکھ کر دباؤ ڈالتے۔ اس طرح تختے کے حروف کاغذ پر اُتر آتے۔ ۱۴۳۶ء میں جرمنی کے ایک شخص گٹن برگ (Guten Berg) نے سیسے کے علیحدہ علیحدہ حروف ڈھال کر طباعت کی ایجاد کی۔

۱۷۹۶ء میں بویریا کے ایک شخص سینی فیلڈر (Sene Felder) نے لیتھوگرافی یعنی سنگی طباعت کا موجودہ طریقہ پیش کیا۔

۱۸۴۶ء میں روٹیری پریس (Rotary Press) کی ایجاد ہوئی۔ یہ مشین اب اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ۱۶ صفحوں کے اخبار کی ۲۰۰۰۰ کاپیاں دونوں رخ پر ایک گھنٹے میں چھاپتی ہے، کاٹتی ہے، موڑتی ہے اور تہہ کر کے اخبار کو باہر پھینک دیتی ہے۔ امریکہ میں ۱۸۸۶ء میں لینوٹائپ (Linotype) اور ۱۸۸۷ء میں مونوٹائپ (Monotype) ایجاد ہوئے۔ ان مشینوں کی وجہ سے حروف کو "کمپوز" کرنے کا کام بہت آسان ہوگیا۔ حروف کو ایک ایک کر کے فرمے میں جمانے کا کام بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ ہاتھ سے ایک گھنٹے میں زیادہ سے زیادہ ۱۵۰۰ حروف جمائے جاسکتے ہیں۔ بڑے بڑے پریسوں میں یہ کام لینوٹائپ

اور مونو ٹائپ سے لیا جاتا ہے۔ ان مشینوں کا ایک [illegible]

ہوتا ہے۔ اس پر ایک آدمی ٹائپ کرتا جاتا ہے جس حرف پر [illegible]

ہے ویسا ہی ایک دوسرا حرف اُسی وقت ڈھل کر تیار ہو جاتا ہے چونکہ [illegible]

علیحدہ علیحدہ ڈھلتا ہے اس لئے اگر غلطی ہو جائے تو اصلاح میں [illegible] آسانی

ہوتی ہے لیکن لینو ٹائپ میں پوری پوری سطریں ڈھلتی ہیں اس لئے اگر ایک

حرف بھی غلط ہو جائے تو پوری سطر کو پگھلانا پڑتا ہے مگر اس میں [illegible]

کیونکہ یہ کام منٹوں میں ہوتے ہیں۔

مونو ٹائپ اور لینو ٹائپ میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ بیس پچیس [illegible]

کے بعد حروف ٹوٹنے لگتے ہیں اس لئے کثیر الاشاعت مواد کی طباعت [illegible]

" فوٹو آفسیٹ " (Photo-Offset) کا طریقہ کام میں لایا جاتا ہے۔ اس [illegible]

لئے پورے صفحے کا دھات کی پلیٹ پر فوٹو کھینچ کر چھاپتے ہیں۔ اس طریقے [illegible]

نفاست و صحت کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک طرف [illegible]

دوسری طرف اُبھرے ہوئے نظر نہیں آتے۔ فوٹو گرافی اور بلاک [illegible]

فن طباعت کو بڑی مدد ملی ہے۔

کتابوں اور اخباروں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ [illegible]

اُن کے لئے جگہ تنگ ہوتی جاتی ہے صرف [illegible]

اور کتابیں ہیں جنھیں اگر تلے اوپر رکھا جائے [illegible]

اونچا ڈھیر تیار ہو جائے۔ جن الماریوں [illegible]

قطار میں کھڑا کیا جائے تو [illegible]

پرانی کتابوں اور اخباروں [illegible]

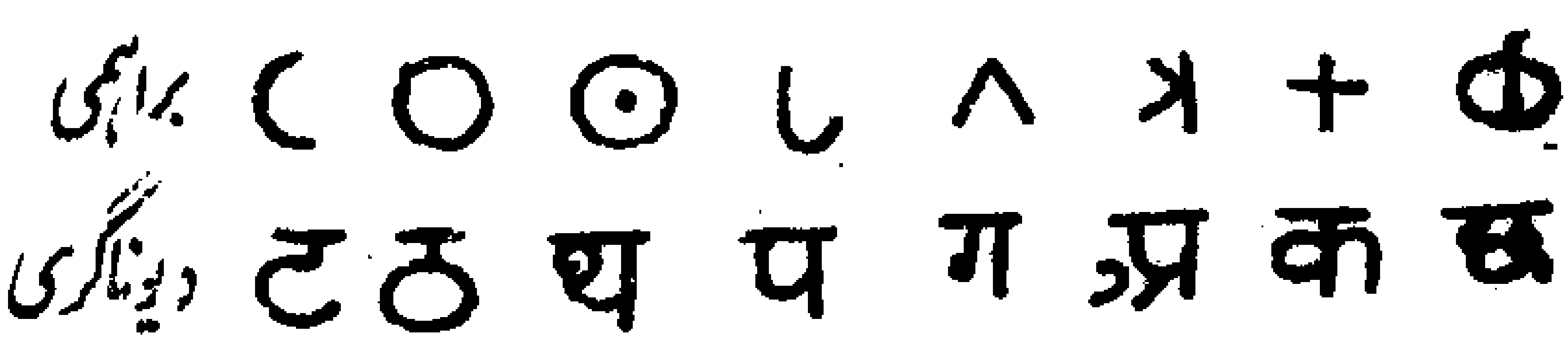
مائکروفلم [illegible]

چھوٹے سے اسکرین پر پڑھتے ہیں اس طریقے سے پیش نظر کتاب ایک معمولی ڈبیا میں سما سکتی ہے اور اس کے لئے تقریباً ایک اونس فلم کافی ہوگا پانچ ہزار کتابوں کے لئے تقریباً ۳۰۰ ریلوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وقت برٹش میوزیم گذشتہ ۱۵۰ سال کے اخباروں کی ۲ کروڑ ۴۰ لاکھ کاپیوں کے مائکروفلم بنانے میں مصروف ہے

رسم خط کی اصلاح

ان میکانکی ترقیوں کا ہر رسم خط پر گہرا اثر پڑا ہے۔ مروجہ خط ایجاد کرنے والوں کے سامنے مشینی ضروریات کا مسئلہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر رسم خط میں اصلاح کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

اگر آپ اشوک کے زمانے کے براہمی حروف سے موجودہ دیوناگری حروف کا مقابلہ کریں تو یہ محسوس کریں گے کہ حروف کی صورتوں کو بجائے سہل بنانے کے مشکل بنایا گیا ہے۔



شکل ۲۰۶

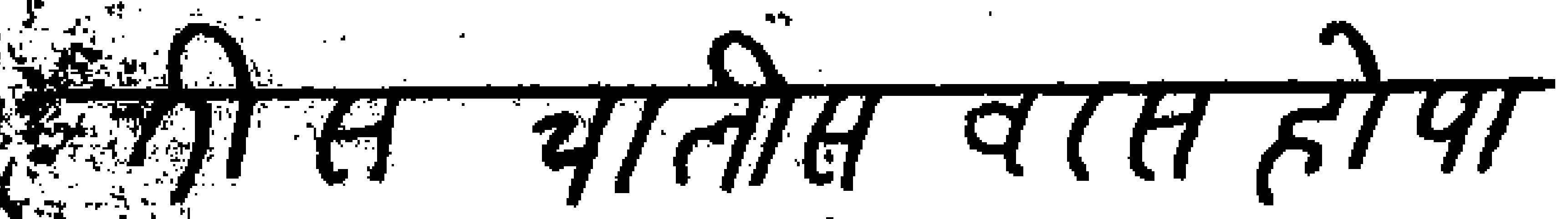
براہمی اور دیوناگری میں وہی نسبت ہے جو رومن اور گوتھک حروف میں ہے مثلاً رومن A B C D E کی گوتھک میں یہ شکلیں ہیں:-



شکل ۲۰۷

دونوں کی تہہ میں ایک ہی جذبہ کارفرما ہے یعنی حروف کی ...
دونوں میں ضرورت سے زائد کششوں کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے ...
ذوق نظر کی آسودگی تو ہوسکتی ہے لیکن نوشت وخواند اور طباعت میں ...
پیدا ہوتی ہے ۔

دیوناگری حروف کے بالائی خط (شیرو ریکھا) سے زود نویسی میں رکاوٹ
پیدا ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ ہر حرف کو لکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا
اوپری خط نہیں بناتے بلکہ پورا لفظ لکھنے کے بعد اوپری خط کھینچتے ہیں اور ...
پہلے صفحے پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک لکیر کھینچ دیتے ہیں اور ...
اس سے حروف کو لٹکا ہوا بناتے ہیں جیسا کہ مالوی خط میں نظر آتا ہے

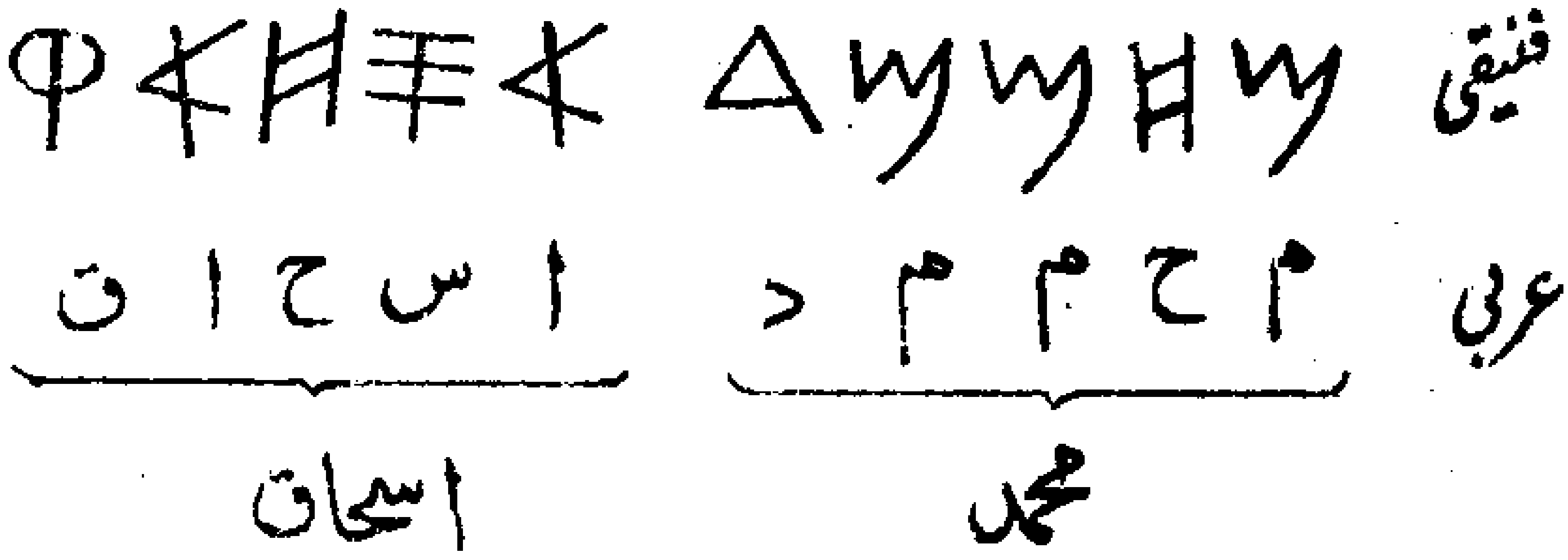


شکل ۲۰۸

اسی طرح گجراتی میں بالائی خط کو سرے سے اڑا دیا گیا ہے
رومن کے بڑے حروف میں زمانۂ قدیم سے بہت کم ...
فنیقی کی طرح اس کا ہر حرف الگ الگ لکھا جاتا ہے



حروف کو کسی قدر مختصر کیا گیا ہے لیکن یہ اختصار سب سے زیادہ عربی خط میں نظر آتا ہے جو بلاشبہ شارٹ ہینڈ کا درجہ رکھتا ہے ۔



شکل ۲۱۰

اختصار کے لئے بعض حروف کے شروع کے حصے اور بعض کے درمیانی حصے بنائے جاتے ہیں۔ اُن کے ملانے کے مختلف انداز نے عربی ٹائپ کو مشکل بنا دیا ہے ۔

نستعلیق حروف کا حُسن بھی اُردو فن طباعت کی ترقی میں سدِ راہ ثابت ہوا ہے ۔ پہلے اردو کتابیں ٹائپ میں چھپتی تھیں[1] لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ ٹائپ میں نستعلیق حروف کی خوبصورتی قائم نہیں رہتی اور لیتھو میں قائم رہتی ہے تو انھوں نے پتھر کی چھپائی کا طریقہ اختیار کر لیا "اردو سنگی طباعت کو مقبول بنانے میں سب سے اہم حصہ شاہان اودھ نے لیا جہاں خاص شاہی نگرانی میں طغرائے سلطنت سے مزین ہو کر اردو کتابیں پتھر کے ذریعہ چھاپی گئیں اور

[1] غالباً اردو ٹائپ کا سب سے پُرانا نمونہ کلکتہ گزٹ مورخہ ۴ مارچ سنہ [illegible]ء کا ایک کالم ("خلاصہ اخبار، دربار معلی بہ دارالخلافت شاہ جہاں آباد") ہے۔ فورٹ ولیم اور ہیلی بری کالج نیز عیسائی مبلغوں نے اردو ٹائپ کو مقبول بنانے کے لئے کافی کوشش کی تھی
—— اُردو رسم خط از محمد سجاد مرزا صفحات ۱۳ - ۱۴

دُور دُور تک اُن کی اشاعت کی گئی۔ اُس وقت سے ۔۔۔
چکر سے آزاد نہیں ہوئی" لیکن اب اس کا احساس بڑھتا جا رہا ہے ۔۔۔
طباعت کو آہستہ آہستہ ترک کر کے ٹائپ کو مقبول بنایا جائے۔

رومن خط بھی اصلاح کا محتاج ہے۔ اُس کے حروف C، Q اور X غیر ضروری ہیں۔ C کا کام K اور S سے اور Q کا K سے چل سکتا ہے اور X کی ضرورت KS سے پوری ہو سکتی ہے۔

رومن کے بڑے حروف محض آرائشی ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ ہم صرف چھوٹے حروف سے کام چلائیں اور بڑوں کو ایکدم ترک کر دیں۔ اگر ۔۔۔ نکال دیا جائے تو تعلیم و تعلم اور طباعت میں بڑی سہولت پیدا ہو جائے۔

رسم خط کی تبدیلی

ہندوستان میں آزادی کے بعد سے رسم خط کی وحدت پر بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر ہندوستان کی کل زبانوں کے لئے ایک مشترک خط اختیار کر لیا جائے تو اُن کے سیکھنے اور سمجھنے میں بڑی ۔۔۔ ہو جائے۔ مشترک خط کون سا ہو اس پر اختلاف ہے۔ ایک فرقہ اُن لوگوں کا ہے جن کے نزدیک ہندوستان کی کُل زبانوں کو دیوناگری خط اختیار ۔۔۔ اور دوسرا فرقہ اُن لوگوں کا جو رومن خط اختیار کرنے کے حامی ہیں ۔۔۔ میں وہ لوگ ہیں جو قوم پرست ہیں اور دوسرے فرقے میں وہ لوگ ۔۔۔ سے زیادہ بین الاقوامیت پر زور دیتے ہیں۔

اگرچہ زبان اور رسم خط میں کوئی فطری ۔۔۔ عرصے تک ایک خاص خط میں لکھی جاتی ۔۔۔ ہو جاتی ہے اور عوام تو عوام خواص ۔۔۔

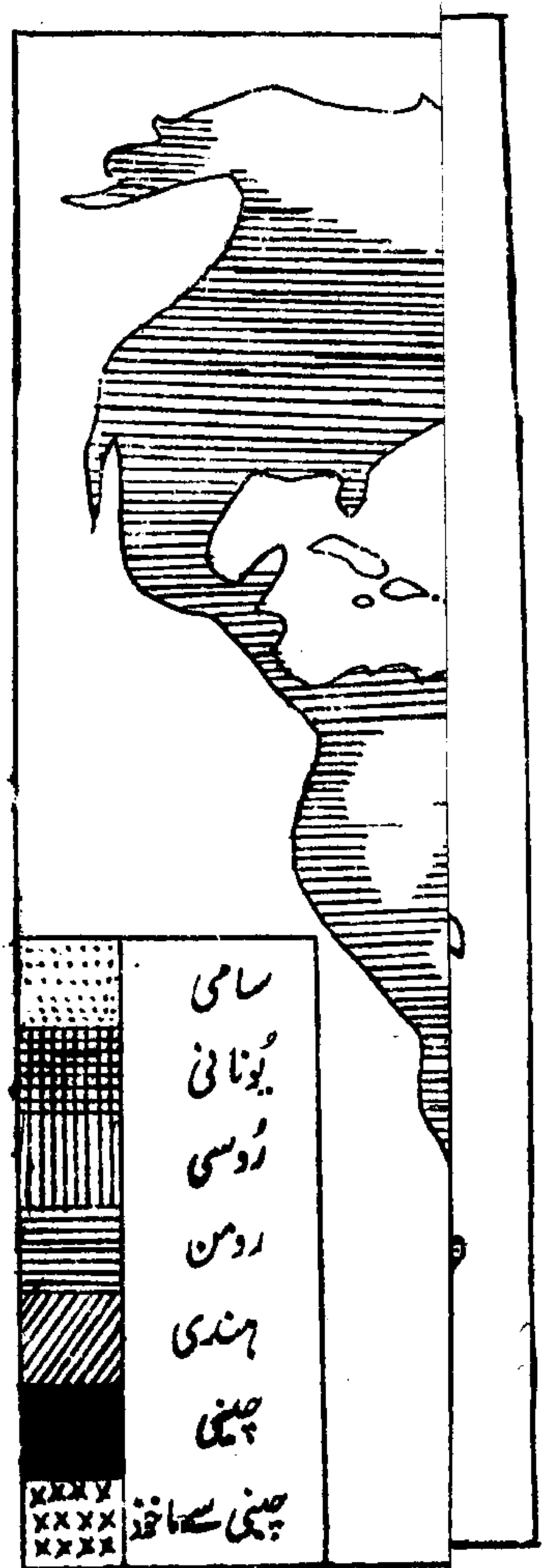
رجعت پسندی ، قوم پرستی اور حب وطن کے جذبات بھی رسم خط کی تبدیلی میں مانع ہوتے ہیں ۔

انسان فطرتاً قدامت پسند ہے اور روایت سے بغاوت کرتے ہوئے ڈرتا ہے ۔ ہیروغلیفی رسم خط الف بائی منزل تک پہنچ چکا تھا ۔ اگر مصر والے چاہتے تو پچیس تیس حروف سے کام چلا سکتے تھے لیکن وہ لکیر کے فقیر بنے رہے حتیٰ کہ اُن کی پڑوسی قومیں (فینیقی ، یہودی ، یونانی ، رومن) الف بائی خط استعمال کر رہی تھیں لیکن وہ اپنے آبائی خط سے چمٹے ہوئے تھے ۔ جو ذہنیت اہل مصر کی تھی وہی چینیوں کی ہے اور ہزاروں سال کے بعد اب یہ احساس ہوا ہے کہ پرانے خط کو چھوڑ کر رومن خط اختیار کر لیا جائے ۔ چینی زبان کے لئے رومن خط اختیار کیا جانا فن تحریر کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ ہے ۔ اس سے رومن خط کا دائرۂ استعمال کتنا وسیع ہو جائے گا اس کا اندازہ شکل ۲۱۱ سے ہو سکتا ہے ۔

اس وقت یورپ کی کل زبانیں رومن خط میں لکھی جاتی ہیں بجز یونان اور سوویت یونین کی زبانوں کے جن کا رسم خط یونانی یا یونانی الاصل ہے ۔ اگر روس اور یونان کے لوگ چاہیں تو بڑی آسانی سے رومن خط اختیار کر سکتے ہیں لیکن قومی افتخار کا جذبہ اُن میں اس قدر شدید ہے کہ شاید ہی وہ کبھی اس تبدیلی کو گوارا کریں ۔ بہرحال رومن خط کی روز افزوں مقبولیت کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رومن کے سامنے ابھی اور بہت سے خطوں کو غائب ہونا ہے ۔

اصلاح وترمیم

صفحہ	سطر	اصلاح	صفحہ	سطر	اصلاح
۱۲	۲۰	+	۹۱	۵	ت ـم (شکل ۲۴ کے اوپر
۱۸	۱۸	دیہاتوں	۹۵	۹	DEMOTIKA
۱۸	۲۱	اصطلاحات	۹۶	۵	چلا
۲۷	۲	بیس	۹۷	۱	میروئی
۳۵	۲	TOTEM	۱۱۷	۷	ہیں +
۳۵	۲۰	DREANY	۱۱۸	نیچے	چیو (شراب)
۳۶	۵	FLINDERS PETRIE	۱۱۹	۴	خط
۳۸	۵	لکیریں	۱۲۰	آخری	خط
۳۸	۶	اشیاء	۱۲۱	۹	ہزار ×
۴۷	فٹ نوٹ	LUBBOCK	۱۲۷	۱	اِس
۵۱	فٹ نوٹ	MAYA/MAUDSLAY	۱۳۱	۸	مقرر ہیں
۵۵	فٹ نوٹ	MAXSCHMIDT	۱۳۲	آخری	NATIONAL HERALD
۵۸	۵	G.F	۱۳۳	۱۰	صفحہ ۷۱
۶۳	۸	حلق	۱۴۸	۸	اشکال
۷۸	آخری	جا سکا	۱۵۰	۱۲	۱۴۳
۸۳	۲	۱۷۹۹ء	۱۵۲	۱	[illegible]
۸۶	۱۱	مِصریات	۱۶۲	۱۱	[illegible]


سامی
یونانی
روسی
رومن
ہندی
چینی
چینی سے ماخوذ

صفحہ	سطر	اصلاح
٢٩١	١١	TWIG RUNES
٢٩٢	٨	SCRIPT
٢٩٤	٢	٧٠٠٠
٢٩٤	فٹ نوٹ	PAGE/INDIA
٢٩٥	١٨	دِپی
٢٩٧	فٹ نوٹ	بدھ استوپ
٢٩٩	٧	INDO PALI
٣٠٣	فٹ نوٹ	JUBILEE
٣٠٥	٩	ایرن
٣٠٥	١٤	٢٦٤
٣٠٩	٣	آوازوں کا اتباع
٣٠٩	٦	ایرن
٣٠٩	فٹ نوٹ	تھیٹا
٣١٣	شکل	نا

صفحہ	سطر	اصلاح
٣١٤	شکل	ठ.ठ
٣١٥	١٢	رُدُر دَمن
٣٢٠	٥	١٨٣
٣٢١	٢٠	क् -
٣٢٦	١٦	ख
٣٣٠	٨	ख ष - ङ ण न
٣٣٠	٩	ऊ उ ई इ
٣٣٤	١٢	صفحہ ٢٢٤
٣٣٨	١٢	چمپائی خط
٣٣٨	١٧	ریاست چمبا
٣٥٩	١١	SYSTEM
٣٦٠	١٦	مراکش

اشاریہ

(رسم خط ۔ متعلقاتِ رسم خط ۔ مشاہیر)

رسم خط

ا

ب

متعلقاتِ رسمِ خط

مشاہیر

کتابیات

جن کتابوں اور مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اُن میں سے خاص کے نام نیچے درج کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض کتابوں کے نام فٹ نوٹ کی صورت میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱) حکیم محمود علی خاں ماہر اکبر آبادی۔ "علم الحروف" (دہلی ۱۹۳۴ء)

(۲) آغا حیدر حسین ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) "تاریخ الحروف" (رامپور ۱۹۵۴ء)

(۳) پروفیسر عبدالقادر سروری۔ "زبان اور علم زبان" (حیدر آباد دکن ۱۹۵۶ء)

(۴) محمد سجاد مرزا ایم۔ اے۔ (کنٹب) "اُردو رسم خط" (حیدر آباد دکن ۱۹۴۰ء)

(۵) مولانا عبدالرزاق "علم الکتابت یا ابجد کی تاریخ" رسالہ زمانہ (کانپور) فروری ۱۹۲۸ء

(۶) مولانا عبدالمالک آروی "سامی زبانیں اور اُن کا رسم خط" رسالہ نگار لکھنؤ جولائی تا ستمبر ۱۹۵۰ء

(۷) جلیل الرحمٰن اعظمی "فن تحریر و صحافت عرب" رسالہ نگار (لکھنؤ) مئی ۱۹۴۰ء

(۸) مولوی محمد کامل فرنگی محلی "فلسفۂ لغت" رسالہ جامعہ ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء

(۹) سلیم جعفر "ہندی رسم الخط کا ارتقاء" رسالہ زمانہ (کانپور) فروری ۱۹۳۷ء

(ہندی)

۱۔ شری برج موہن تیواری / شری شیام سندر داس	ما نو نے لکھنا کیسے سیکھا ہندی وشو بھارتی بھاگ ۱ و ۲
۲۔ شری رام مورتی مہروترا	لپی وکاس (آگرہ ۱۹۴۷ء)
۳۔ ڈاکٹر بابو رام سکسینہ	سامانیہ بھاشا گیان (پریاگ ۲۰۱۰)
	"پرکھم پردیش لپی کا اتہاس"
۴۔ پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا / پنڈت کیشو دھر	ناگری انک اور اکشر (پریاگ ۱۹۹۶ دی)
۵۔ ڈاکٹر دھیریندر ورما	ہندی بھاشا اور لپی (الہ آباد ۱۹۴۹ء)
۶۔ شری شیام سندر داس	بھاشا وگیان (پریاگ ۲۰۰۶ ساتواں اڈیشن)
	"بھارتی لپیوں کا وکاس"

1. Issac Taylor .. The Alphabet 2 Vols. (London 1883)
2. David Diringer .. The Alphabet (London 1949)
3. Tommy Thomfson .. The A. B. C. Of Our Alphabet (London 1945)
4. Edward Clodd .. The Story Of The Alphabet (London 1900)
5. A. C. Moorhouse .. Writing And The Alphabet (London 1946)
6. I. J. Gelb .. A Study Of Writing (London 1952)
7. Oscar Ogg .. The 26 Letters (New York 1948)
8. M. Ilin .. Black On White (London 1954)
9. L. A. Waddell .. Aryan Origin Of The Alphabet (London 1927)
10. G. R. Driver .. Semitic Writing: From Pictograph To Alphabet (London 1954)
11. F. Bodmer .. Loom Of Language (London 1945) Part I Chap. I, The Story Of The Alphabet.
12. L. Hogben .. From Cave Painting To Comic Strip (New York 1949) Chap. III—The Arrival Of The Alphabet.
13. J. E. Lips .. The Origin Of Things (London 1949) Chap. IX, From Tom Tom To News Paper.
14. J. De Morgan .. Pre historic Man (London 1924) Part III Chap. III—The Written Word.
15. A. L. Kroeber .. Anthropology (New York 1948) Chap. XIII—Story Of The Alphabet.
16. Shapiro .. Man Culture & Society (New York 1956) Chap. IX—Language & Writing.
17. E. B. Tylor .. Anthropology (Lonnon 1924) Chap. VII—Writing.
18. V. G. Childe .. Man Makes Himself (London 195) Chap. VIII—The Revolution In Human Knowledge.
W. Shepherd .. A New Survey Of Science (Edinburgh 1949) Chap. II—Keeping Records.
Boyd .. A Guide To 14 Asiatic Languages (London 1947).

21. C. Clark .. The Art of Early Writing: With Special Reference to the Cuneiform system (London 1938)

22. E. Chiera .. They Wrote on Clay: The Babylonian Tablets Speak Today (1939).

23. A. H. Sayce .. Social Life Among the Assyrians & Babylonians (London 1893) Chap. III—Education.

24. Z. A. Ragozin .. Chaldea (London 1900)

25. L. W. King .. History of Sumer & Akkad (1916).

26. L. W. King .. History of Babylon (1919).

27. S. Smith .. Early History of Assyria (1928)

28. L. Delaporte .. Mesepotamia (1924)

29. Sir L. Wooley .. Digging Up the Past (Pelican Series 1950)

30. Sir L. Wooley .. Ur of the Chaldees (Pelican Series 1952)

31. H. V. Hilprecht .. Explorations in Bible Lands (Edinburgh 1903)

32. G. Rawlinson .. Five Great Monarchies of the Ancient Eastern World (London 18·1) Vol. 1.

33. Will Durant .. Our Oriental Heritage (New York 1942)

34. H. G. Wells .. The Outline of History (London 1923)

35. H. A. Davies .. An Outline History of the World (Londo 1950).

36. W. N. Weech .. History of the World (London)

37. Historians .. History of the World Vol. I Pages 249-257.

38. G. Rawlinson .. History of Ancient Egypt (London 1881 Vol. I Chap. IV Language & Writing.

39. V. Stuart .. Nile Gleanings (London 1879) Appendi Hieroglyphics.

40. C. C. J. Bunsen .. Egypt's Place in Universal History (London 1884) Vol. I Appendix II A Complete List of Hieroglyphical Signs.

41. E. A. Wallis Budge Easy Lessons in Egyptian Hieroglyphics ([illegible])

...RODRICK & A. MORTAN. .. A Concise Dictionary of Egyptian Archaeology (London 1945)

...G. BRADE-BIRKS .. Teach Yourself Archaeology (London 1953) Chap. XIX Some Queer Characters.

...A. A. MACDONELL .. India's Past (Oxford 1927)

...L. D. BARNETT .. Antiquities of India (London 1913) Chap. IX Writing.

...RAJ BALI PANDEY .. Indian Palaeography (Banaras 1952)

...A. B. WALAWALKET Pre-Asokan Brahmi (Bombay 1951)

...MADAN GOPAL .. This Hindi and Devanagari (Delhi 1953)

...H. M. LAMBERT .. Introduction to the Devanagari Script (London 1955)

...9. SIR G. A. GRIERSON Linguistic Survey of India, Vols. 1-9 (Calcutta)

...ticles on :—

(1) Alphabet (2) Writing (3) Hieroglyphics (4) Cuneiform (5) Pictograph (6) Calligraphy (7) Palaeography (8) Inscriptions (9) Shorthand (10) Art (11) Languages (12) Runes (13) Ogham (14) Individual Letters of Alphabet etc.

...ncyclopaedia :—

(1) Britannica (2) Americana (3) Chambers (4) New Chambers (5) New Popular (6) New Universal (7) Oxford Junior (8) World Book (9) Hutchinson's Pictorial (10) Comptons' Pictured (11) Of Modern Knowledge (12) Of Islam, etc.